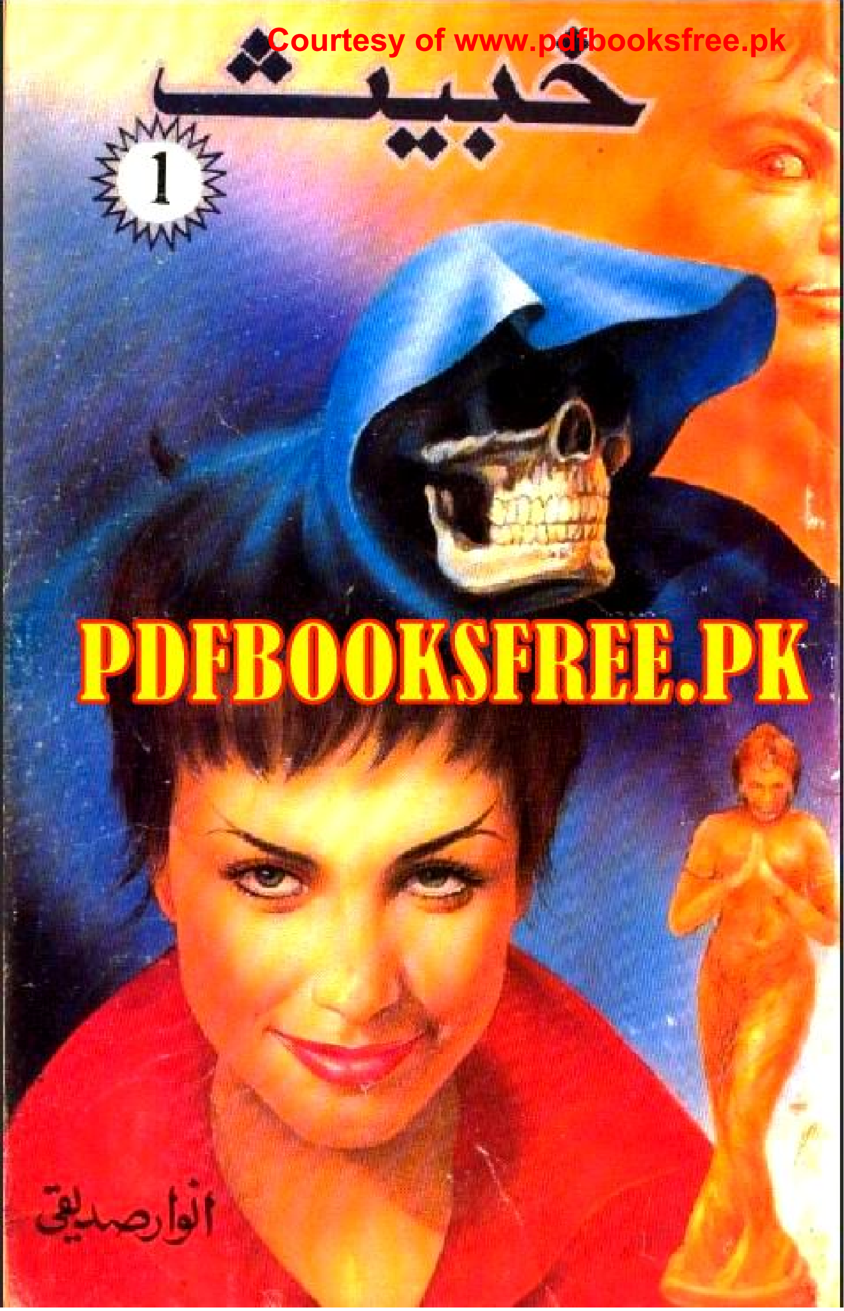

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk
خبیث
1
PDFBOOKSFREE.PK
انوار صدیقی

ایک پراسرار مورتی کے حصول کی خاطر ہونے والے خوفناک معرکے کا احوال

خبیث

1

انوار صدیقی

مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور ۲

تعارف..........!

اس پر آشوب زمانہ میں کہ جب درس و تدریس کی کتابیں شائع کرنا بھی جوئے شیر لانے سے کم نہیں، میرے کرم فرما جناب محمد علی قریشی "مکتبہ القریش" .... کا یہ ارادہ کہ "خبیث" کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے کسی خوشگوار دھماکے سے کم نہ تھا۔ میں نے موصوف کو تمام اونچ نیچ سے آگاہ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کا ارادہ اٹل تھا چنانچہ میں نے برادرم مشتاق احمد قریشی صاحب سے رابطہ کیا "کتابی صورت میں کسی اور ادارے سے "خبیث" کی اشاعت کے لئے ان کی اجازت ضروری تھی، مجھے خوشی ہے کہ مشتاق احمد قریشی صاحب نے حسب روایت مجھے مایوس نہیں کیا اور "خبیث" کے ساتھ سیاہ و سفید کے مکمل حقوق سے نواز دیا جس کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

"خبیث" کے سلسلے میں محمد علی قریشی صاحب کا اصرار ہے کہ میں بطور تعارف کچھ تحریر کروں۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ آپ میں سے بیشتر خواتین و افراد "خبیث" کی خباثتوں کو ماہ بہ ماہ اپنے دلچسپ اور تفریحی میگزین "نئے افق" کراچی میں پڑھ چکے ہوں گے۔ قسط وار کہانی کا یہ سلسلہ تقریباً" تین سال تک جاری رہا اور اس طویل عرصے میں آپ کی قیمتی آراء اور تجاویز میرے ذوق و شوق کو مہمیز کرتی رہیں۔ مجھے اس سلسلے کے بارے میں جو خطوط موصول ہوئے ان میں ایک بات مشترک تھی کہ میں "آنکا" .... "اقابلا" اور "سوناگھاٹ کا پجاری" کے پراسرار ماحول کے حصار سے باہر نہیں نکل سکا۔ آپ کا خیال صرف اس حد تک درست ہے کہ میں نے "خبیث" کا سلسلہ برادرم مشتاق احمد قریشی کے صاحب زادے برخوردار عمران احمد کی فرمائش پر لکھنا شروع کیا تھا اور ان کی پہلی شرط یہی تھی کہ یہ سلسلہ بھی ماورائی قوتوں، ماورائی طاقتوں اور دیو مالائی ماحول کے پیچ و خم سے ہو کر اپنی منزلیں طے کرے چنانچہ میں "حسب فرمائش" کی پاداش میں آپ کی تنقید کا شکار ہو گیا۔

بہر حال ایک بات بغیر کسی شک و شبے کے حقیقت پر مبنی ہے کہ ماورائی قوتوں اور

دیومالائی ماحول کے پس منظر میں اب تک جتنے سلسلے شائع ہوئے ہیں وہ سب بے حد کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ ان کی حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا"انکا"......."اقابلا"......اور......."سوناگھاٹ کا پجاری" کے سلسلے میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے اب تک پاکستان اور ہندوستان کے بہت سارے ادارے اور ان کے کہنہ مشق لکھاری ان ہی مقبول عام سلسلوں کو سہارا بنا کر اپنا نام اور دکانداری چمکانے کی کوشش کر چکے ہیں۔

گزشتہ دنوں علاج کی غرض سے امریکہ جانا ہوا تو وہاں بھی نیو یارک سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "ایشیاء انٹرنیشنل" میں "اقابلا" کو بغیر کسی اجازت کے بڑے دھڑلے سے شامل اشاعت پایا۔ "خبیث" کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ ہندوستان سے شائع ہونے والا "ہماؤا ڈائجسٹ" نہایت دیدہ دلیری سے بغیر کسی اخلاقی اجازت نامہ کے "نئے افق" کے شانہ بشانہ شائع کرتا رہا ہے۔ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ برصغیر میں میری دوسری قسط وار کہانیوں کی طرح "خبیث" کو بھی قارئین کی پسندیدگی کی سند حاصل ہے؟

انوار صدیقی

۳۰ مارچ ۱۹۹۷ء

سحر و اسرار کا سلسلۂ خاص، رونگٹے کھڑے کر دینے والی داستان

ازل ہی سے خیر و شر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہیں اور جب تک یہ جہانِ رنگ و بو قائم ہے' یہ قوتیں بھی بر سرِ پیکار رہیں گی کہ انجمنِ جہان کی رنگینی اور رعنائی بھی اسی کشاکش کی مرہونِ منت ہے؛ حق و باطل کی جنگ کے درمیان جنم لینے والی کتھا جو اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ بدی کی قوتوں کا دائرۂ اثر کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو۔ خیر کی ایک لرزتی کرن بھی اس تاریک دنیا میں حشر برپا کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

قدم قدم ایک منظرِ حیرت آثار؛ لمحہ لمحہ رنگ بدلتے اطوار
گناہ کی داسیوں کی مستیاں' حرص و ہوس کے پجاریوں کے چمتکار

ایک پُراسرار مورتی کے حصول کی خاطر ہونے والے خونی معرکے کا احوال

انکا، اقابلا، سوناگھاٹ کا پجاری اور غلام روحیں جیسی لازوال کہانیوں کے خالق کا نیا ہنگامہ۔ ایک چونکا دینے والی اچھوتی کہانی؛

آخری دسمبر کی وہ سرد رات مجھے اچھی طرح یاد ہے جب میں اپنے ریشمی لحاف میں گھسا لیٹا سرد ہواؤں سے خود کو محفوظ کیے ہوا تھا۔ مقابلے کا امتحان دینے کے بعد راوی نے میرے حق میں چین لکھ دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں اس امتحان میں ضرور کامیابی حاصل کر لوں گا۔ جس کے بعد مجھے اپنی عملی زندگی کا آغاز کرنا تھا۔

سونے سے پیشتر کسی کتاب یا کہانی کا مطالعہ کرنا میری عادت تھی بالخصوص ہندو دیومالائی کہانیوں سے مجھے جنون کی حد تک شوق تھا جبکہ میرے والد میرے اس لگاؤ کو ہمیشہ ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے تھے اس لیے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھے چنانچہ متعدد بار وہ مجھے سختی سے تلقین کر چکے تھے کہ میں اس قسم کے لغو اور بیہودہ قصے کہانیوں کو پڑھنے سے گریز کروں مبادا کہ میں گمراہ ہو جاؤں۔ والد صاحب کی دلجوئی کی خاطر میں نے دیومالائی قصے کہانیوں کی کتابیں چھپا کر رکھی تھیں اور انہیں ہمیشہ کمرہ بند کر کے چھپ کر پڑھا کرتا تھا۔

اس رات بھی میں دیومالائی کہانیوں کی ایک کتاب کے اوراق الٹ پلٹ رہا تھا جب میری نظری گنیش دیوتا کی عجیب الخلقت تصویر پر جم کر رہ گئی۔ اس تصویر میں گنیش دیوتا کا جسم انسانوں جیسا دکھایا گیا تھا جبکہ سر ہاتھی کا تھا۔ اس موٹے پیٹ والے دیوتا کے چار ہاتھ تھے اور ایک عدد ہاتھی دانت تھا ایک روایت کے مطابق وہ چڑھاوے کے پھل فروٹ بہت شوق سے کھاتا تھا۔

گنیش دیوتا کی شخصیت اور ہاتھی والے سر کے بارے میں مختلف روایات تھیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ مشہور تھا کہ شیوا جی کی عادت تھی کہ وہ پاروتی دیوی کو نہاتے وقت بہت تنگ کیا کرتا تھا۔ شیوا کی یہ عادت پاروتی کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ چنانچہ ایک روز پاروتی نے رگڑ رگڑ کر اپنے جسم کا میل کچیل جمع کیا جسے تیل اور مختلف روغنیات سے گوندھ کر ایک انسانی پتلے کی شکل میں ڈھالا گیا پھر پاروتی نے اپنی مہان شکتی کو بروئے کار لاتے ہوئے گنگا جل چھڑک کر اس پتلے کے اندر روح پھونک دی جس کے بعد اسے غسل خانے کے دروازے پر تعینات کر دیا گیا تاکہ نہاتے وقت کوئی پاروتی کو پریشان نہ کر سکے۔ روایت کے مطابق جب شیوا جی نے ایک نوجوان کو اپنے راستے میں حائل دیکھا تو غصے میں آکر گنیش دیوتا کا سر قلم کر دیا۔ پاروتی کو جب حالات کا علم ہوا تو اسے سخت افسوس ہوا چنانچہ شیوا جی نے فوری دوڑائے کہ وہ کسی دوسرے سر کا بندوبست کریں پھر جب پہلا سر ایک ہاتھی کا دستیاب ہوا تو شیوا جی نے اسے اپنی ماورائی طاقت کے ذریعہ اس ہاتھی کے سر کو پاروتی کے تخلیق کردہ نوجوان کے جسم پر لگا کر اس میں نئے سرے سے روح پھونک دی۔

ایک دوسری روایت کے مطابق پاروتی ایک مدت سے شیوا جی سے ایک عدد بچے کی خواہش کا اظہار کر رہی تھی چنانچہ جب وہ اس دولت سے نوازی گئی تو اس کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اس نے تمام دیوتاؤں کو جمع کر کے حکم دیا کہ وہ اس بچے کی پیدائش پر خوشی منائیں چنانچہ دیوی کے حکم پر تمام دیوتاؤں نے اس کے خوبصورت بچے کو بغور دیکھا لیکن سانی دیوتا (Saturn) کی نظر اس وقت بھی زمین پر جمی ہوئی تھی اس لیے کہ اسے اس کی دھرم پتنی نے کسی بات پر جل کر یہ بددعا دی تھی کہ وہ جس چیز کو بھی نظر بھر کر دیکھے وہ جل کر خاکستر ہو جائے۔ پاروتی کا خیال تھا کہ اس کی اولاد پر سانی دیوتا کی نگاہوں کا کوئی اثر نہیں ہوگا چنانچہ اس نے سانی کو حکم دیا کہ سانی بھی اس کے بچے کو دیکھے۔ سانی نے ڈرتے ڈرتے نظر اٹھا کر پاروتی کے اس خوبصورت بچے کی جانب غور سے دیکھا۔ پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا سانی کی نظر پڑتے ہی پاروتی کے حسین بچے کا سر جل کر راکھ کا

زیر بن گیا۔ پاروتی غصے سے دیوانی ہو گئی اس نے بددعا دی کہ سانپ لنگڑا ہو جائے لیکن برہما (Brahma) نے پاروتی کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی خاطر کہا کہ اگر پہلا ملنے والا کوئی دوسرا سر اس کے بیٹے کے جسم پر لگا دیا جائے تو وہ دوبارہ حیات پا سکتا ہے۔ چنانچہ وشنو مہاراج نے پرندوں کے دیوتا گرودا (Garuda) کو کسی سر کی فوری تلاش کا حکم دیا۔ گرودا کو جو پہلا سر دستیاب ہوا وہ ایک ہاتھی کے بچے کا تھا جو دریا کے کنارے محو خواب تھا اور اسی سر کو وشنو مہاراج نے گنیش دیوتا کے مردہ جسم پر لگا کر اسے اپنی شکتی کے زور سے ایک نئی زندگی بخش دی۔ ان دو روایتوں کے علاوہ کچھ اور روایتیں بھی اس کتاب میں درج تھیں لیکن نیند کا خمار چونکہ میری آنکھوں کے پپوٹوں کو بوجھل کر رہا تھا اس لیے میں نے کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔ ٹیبل لیمپ آف کیا اور ایک طویل جمائی لے کر لحاف کو سر تک کھینچا اور سونے کے ارادے سے آنکھیں موند لیں لیکن میرے ذہن کے گوشوں میں عجیب الخلقت گنیش دیوتا کا تصور اور اس سے منسوب روایتیں گونج رہی تھیں۔

مجھے اپنی یادداشت پر ہمیشہ بڑا اعتماد رہا ہے۔ مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے کہ بتی بند کرنے کے کچھ دیر بعد ہی میں محو خواب ہو گیا تھا گہری نیند سونے کے باوجود شاید دیومالائی کہانیوں کا اثر میرے لاشعور پر قابض تھا چنانچہ میں نے دیکھا کہ میں ایک لق و دق صحرا میں سفر کر رہا ہوں۔ پیاس کی شدت سے میرے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ سراب کے دھوکے میں، میں ادھر ادھر بھٹک رہا تھا کہ میں نے بادل کے ایک ٹکڑے کو دیکھا کہ جو میرے سر کے اوپر آکر مسلط ہو گیا پھر بارش شروع ہو گئی اور میں نے جی بھر کر اپنی پیاس بجھائی۔ میری پیاس ختم ہو چکی تھی لیکن گرمی کی حدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ تپتی ہوئی زمین پر قدم جما کر چلنا میرے لیے دشوار ہو رہا تھا لیکن میں تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا وہاں میرے سوا کوئی آدمی یا آدم زاد نہیں تھا ہر طرف ویرانی ہی ویرانی تھی منزل کا کوئی نشان دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ بات میری سمجھ سے بالاتر تھی کہ میں اچانک بھٹک کر اس صحرا میں کس طرح آ گیا۔ سورج جوں جوں بلند ہو رہا تھا گرمی شدت اختیار کرتی جا رہی تھی پھر اچانک ہی ہواؤں اور فضا میں اڑتے تپتے ذرات کا زور و شور ایک لمحے کے لیے رک گیا میں نے آستین سے اپنی آنکھیں صاف کیں پھر دوبارہ قدم آگے بڑھانے کے لیے خود کو آمادہ کر رہا تھا کہ یکلخت میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، میری آنکھوں سے خوف و دہشت کے ملے جلے تاثرات عیاں ہو گئے۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے اس کوبرا سانپ کو دیکھ رہا تھا جو عین میرے سامنے دو قدم کے فاصلے پر کنڈلی مارے بیٹھا فضا میں اس طرح لہرا رہا تھا جیسے اسے اپنا شکار مل گیا ہو۔

کسی لق و دق ویران صحرا میں موت کا تصور بھی میرے لیے بڑا ہولناک ثابت ہو رہا تھا۔ میں نے سانپ پر نظریں جمائے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کیا پھر کچھ فاصلہ زیادہ ہونے کے بعد میں تیزی سے پلٹا اور میں نے دیوانوں کی طرح بھاگنا شروع کر دیا۔ میں کب تک اور کس طرح ریت کے تپتے ذرات پر دوڑتا رہا مجھے کچھ یاد نہیں لیکن جب میں یہ سوچ کر رکا کہ میں موت کو بہت پیچھے چھوڑ آیا ہوں تو میرے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی۔ موت کا وہی بدکارہ سیاہ رنگ کا کوبرا عین میری نگاہوں کے سامنے بیٹھا مجھے غضبناک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی مکروہ زبان تیز تیز لپلپا رہی تھی میرے اندر اب بھاگنے کی ہمت نہیں تھی لیکن اس بے سروسامانی کی حالت میں مجھے خاموشی سے مرجانا بھی گوارا نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر پلٹنا چاہا لیکن اس کوبرا کو جیسے میرے ارادے کا علم ہو گیا تھا، وہ تیزی سے ریت کے ذروں پر سرسراتا ہوا لپکا، میرے قریب آکر اس نے پھن کاڑھا پھر میری پنڈلی پر ڈس کر اپنی فتح کا جشن منانے کی خاطر ایک بار پھر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور فضا میں جھومنے لگا۔

جو لوگ سانپ کی اقسام سے واقف ہیں وہ یہ بھی بخوبی جانتے ہوں گے کہ کوبرا کے کاٹے کا منتر تقریباً "ناممکن" ہی ہوتا ہے پھر اس ویرانے میں کسی جنتر منتر یا علاج معالجے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ سانپ کے ڈس لینے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا ذہن بڑی سرعت کے ساتھ غنودگی کی کیفیتوں سے دوچار ہو رہا ہے۔ میں جانتا تھا کہ وہ منحوس کوبرے کا زہر تھا جس کے اثرات تیزی سے میری رگ و پے میں سرایت کر رہے تھے۔ میرے منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو گیا۔ میرے لیے اپنے قدموں پر کھڑا رہنا دشوار ہو رہا تھا۔ میں کسی لمحے بھی چکرا کر گر سکتا تھا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تو میرے قدم ڈگمگانے لگے۔ میری غنودگی کی کیفیت میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ میں شدید نشے کی حالت میں لڑکھڑانے لگا۔ میری بینائی رفتہ رفتہ دھندلانے لگی تھی۔ میرے سوچنے سمجھنے کی قوتیں آہستہ آہستہ میرا ساتھ چھوڑ رہی تھیں۔ موت اور زندگی کی کشمکش ابھی جاری تھی کہ میں نے سانپ کو ریت پر گر کر تڑپتے دیکھا جیسے وہ شدید کرب سے دوچار ہو پھر وہ بھاپ بن کر فضا میں تحلیل ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ شاید میرا ڈوبتا ذہن میری بینائی کو تسلی دینے کی خاطر کوئی حسین فریب دے رہا ہو، مجھے اس سانپ کی جگہ اب ایک خوبصورت اور حسین عورت کا ہیولا فضا میں لہراتا نظر آ رہا تھا۔ میں ابھی اپنی جگہ کھڑا خود کو گرنے سے بچانے کی خاطر لڑکھڑا رہا تھا کہ اس عورت نے تیزی سے آگے بڑھ کر اپنے خوبصورت ہونٹ میری پنڈلی پر عین اس جگہ جما دیے جہاں سانپ نے ڈسا تھا شاید وہ اپنی زندگی موت کے حوالے کر کے مجھے بچانے کی خاطر سانپ کا زہر میرے جسم سے چوس رہی تھی میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا، کچھ دیر بعد ہی میرے ذہن پر طاری غنودگی کے اثرات زائل ہونے لگے، میرے قدموں کی لڑکھڑاہٹ بھی رفتہ رفتہ دور ہوتی چلی گئی، ایک لمحے بعد میں ہوش میں آیا تو مجھے اپنی قوت بینائی پر یقین نہیں آ رہا تھا، شاید میں مر چکا تھا اور مرنے کے بعد خواب کی کیفیت سے دوچار تھا۔ میری نظریں اس خوبصورت اور نازک اندام عورت پر مرکوز تھیں جو میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ تپتے صحرا میں گرمی کی ناقابل برداشت شدت کے باوجود اس کے تراشیدہ ہونٹوں پر کھیلنے والی ہوش ربا مسکراہٹ جیسے مجھے زندگی کی نوید دے رہی تھی میں چند ساعت گم صم کھڑا اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر میرے خشک ہونٹوں میں آہستہ سے جنبش ہوئی۔

"کون ہو تم......؟" میں نے مدھم آواز میں اسے مخاطب کیا۔

"تم نے نہیں پہچانا مجھے" وہ مترنم آواز میں بولی۔ "تعجب ہے...... حالانکہ ابھی کچھ دیر پہلے تم میرے وجود کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا تھے۔ تمہارا خیال تھا کہ میرا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا وجود صرف دیومالائی قصے اور کہانیوں تک محدود ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ مجھے غور سے دیکھو میں تمہارے سامنے جیتی جاگتی حیثیت میں موجود ہوں۔"

"ہم...... میں تمہاری باتوں کا مطلب نہیں سمجھا۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"گنیش دیوتا کے بارے میں مشہور روایات پر غور کرو۔ شاید اس کے حوالے سے تم جان لو کہ میں کون ہوں؟"

"پاروتی......" میں نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں......" وہ مسکرائی "میں پاروتی ہوں لیکن میرے بہت سارے روپ ہیں جن کے بارے میں تم ابھی زیادہ نہیں جانتے لیکن اس وقت میں تمہارے سامنے اوما (Uma) کے روپ میں موجود ہوں جسے محبت کی دیوی کہا جاتا ہے۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے موت کے منہ سے بچا لیا ورنہ......"

"تمہارا انت (خاتمہ) ہو جاتا اور اس ویرانے میں پڑے پڑے تمہارا کومل شریر جل بھن کر کوئلے کا روپ دھار لیتا۔" وہ میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بڑے پیار سے بولی۔ "ایک اپرادھی نے ناگ کی شکل میں تمہیں ڈس لیا تھا۔ تم انت کال (جانکنی) کی کیفیت سے دوچار تھے۔ میں ادھر سے گزر رہی تھی مجھے تمہاری حالت پر دیا آ گئی اور میں نے تمہارے شریر سے سارا زہر نکال کر تمہیں ایک نیا جیون دان کر دیا ہے...... کیا تم میرا شکریہ بھی ادا نہیں کرو گے۔"

"میں تمہارا مشکور ہوں کہ تم نے مجھے موت کے منہ سے بچا لیا لیکن......" میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"تم خاموش ہو گئے پرنتو میں جانتی ہوں کہ تمہارے من میں کیا ہے۔" پاروتی نے مسکرا کر کہا۔ "تم اس وچار میں گم ہو کہ اس تپتے صحرا سے کون تمہیں مکتی دلائے گا۔"

"ہاں...... ہاں......" میں نے تیزی سے کہا "میں یہی سوچ رہا تھا۔"

"چنتا مت کرو......" وہ بڑی اپنائیت اور محبت سے بولی۔ "جب میں تمہیں ایک نیا جیون دان کر سکتی ہوں، تمہاری بیاکل آتما کو چین پہنچا سکتی ہوں تو تمہیں اس نرک (دوزخ) سے مکتی بھی دلا سکتی ہوں۔"

"لیکن تم یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہو۔" میں نے تجسس آمیز لہجے میں پوچھا۔ "جب میرا تمہارے دھرم سے کوئی تعلق نہیں تو پھر تم مجھ پر اس قدر مہربان کیوں ہو......"

"ابھی تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ "کل کیا ہو گا...... یہ کیول دیوتاؤں کے اور کوئی نہیں جانتا تم صرف اتنا سمجھ لو کہ دھرم کا دھرم سے نہ سہی لیکن شریر کا شریر سے کوئی نہ کوئی سمبندھ ضرور ہوتا ہے جو چیز اچھی لگتی ہے منش اسے حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرتا ہے...... یہی ایک کارن تھا کہ مجھے تم پر دیا آ گئی۔"

"اور وہ کوبرا......" میں نے جھرجھری لے کر سوال کیا۔

"وہ شیش ناگ تھا جسے دیوتاؤں نے کشٹ دیا ہے اسی کارن وہ تمہیں ڈس کر اپنے من کو شانتی دینا چاہتا تھا لیکن دیوتاؤں کی کچھ اور ہی اچھا تھی اس لیے مجھے تمہاری سہائتا کے لیے بھیج دیا گیا۔"

پاروتی کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں ایسی باتیں کر رہی تھی اور میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ اس صحرا سے نجات کس طرح حاصل کروں گا۔ پاروتی کی خوبصورت آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں وہ اپنے وجود میں بے حد حسین لگ رہی تھی۔ سر سے پاؤں تک کسی ماہر سنگتراش کا ایک انمول شاہکار نظر آ رہی تھی کوئی اور وقت ہوتا تو شاید میں اس کی شان میں قصیدے لکھنے بیٹھ جاتا اور اس کے حسین قرب سے لطف اندوز ہوئے بغیر نہ رہ سکتا لیکن اس وقت تپتے صحرا میں موت کا تصور مجھے پریشان کر رہا تھا وہ میرے دل کا بھید سمجھ رہی تھی چنانچہ ایک دلربا انداز میں لچکتی بل کھاتی میرے اتنے قریب آ گئی کہ میں اس کی سانسوں کو اپنے چہرے پر محسوس کر رہا تھا۔

"تمہیں شاید ابھی تک میرے پاروتی ہونے پر وشواس نہیں آیا۔" اس کے لہجے میں شکوہ تھا۔

"ہیں...... شاید اس لیے کہ مجھے دیومالائی قصے کہانیوں پر کبھی یقین نہیں آیا۔"

"تم مورکھ ہو جو ایسا سوچتے ہو" پاروتی نے اس بار قدرے

سنجیدگی سے کہا۔ "ہم شاید ابھی تک انگریزوں کی غلامی سے اپنی سوچوں کو آزاد نہیں کر سکے۔ وہ بڑے سے بڑا جھوٹ لکھ دیں ہم اس پر آنکھ بند کر کے وشواس کر لیتے ہیں۔ ان کے الٹے سیدھے قصے اور بے سروپا کہانیاں ہمارے من کو موہ لیتی ہیں اس لیے کہ ہم انہیں خود سے زیادہ بلوان اور سچا سمجھتے ہیں پرنتو اصلیت یہ نہیں ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے ذہنوں پر ان ہی سفید چمڑی والوں کا راج ہے۔ ہم نے ابھی تک وہ شکتی پراپت نہیں کی ہے جو تمہیں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنے کا طریقہ بتا سکے...... ہم ان کی تمام باتوں پر آنکھ بند کر کے وشواس کر لیتے ہیں لیکن اپنے سچے قصے اور کہانیوں کو جھوٹ جان کر ٹھکرا دیتے ہیں۔"

وہ مجھے سچ اور جھوٹ کا فلسفہ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی اس کی باتیں اپنی جگہ درست تھیں لیکن اس وقت مجھے غلامی اور آزادی کے فلسفے سے زیادہ اپنی زندگی کی فکر لاحق تھی۔ دھوپ کی شدت اور تپتی ریت کی حدت میرے وجود کو جھلسائے دے رہی تھی۔ میں پاروتی کی قوت کے بارے میں کتابی صورت میں بہت کچھ پڑھ چکا تھا لیکن مجھے ان بے سروپا باتوں پر یقین کبھی نہیں آیا تھا یہ اور بات ہے کہ اس قسم کی کہانیوں کو پڑھنے میں مجھے ایک خاص لطف محسوس ہوتا تھا۔ میں ابھی اپنے خیالات میں محو تھا کہ پاروتی کی مترنم آواز میرے کانوں میں رس گھولتی ہوئی سنائی دی۔

"میں تمہارے من کا بھید دیکھ رہی ہوں...... تمہیں دیوی دیوتاؤں کے قصے کہانیوں سے زیادہ اپنے جیون کی چنتا پریشان کر رہی ہے...... تم بڑے بھاگوان ہو جو تمہیں میری سہائتا حاصل ہو گئی۔ میں تمہیں وشواس دلاؤں گی کہ میری شکتی اپرم پار (لامحدود) ہے اور میں سندر سپنوں کو بھی سچائی کا روپ دے سکتی ہوں...... تم میرا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر آنکھیں بند کر لو پھر شاید تمہیں پاروتی کی قوت کا اندازہ ہو جائے گا۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر اس کا نرم و نازک ہاتھ تھام لیا جس میں زندگی کی تمام تر حرارتیں موجود تھیں۔ مجھے جھرجھری سی آ گئی۔ میری رگوں میں دوڑنے والے خون نے لاوے کی شکل اختیار کر لی جو بے اختیار پھٹ کر ابل پڑنے کو بے چین تھا مگر یہ وقت ان باتوں کا نہیں تھا۔

میں پاروتی کی قوت آزمانا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اس کا ہاتھ پوری قوت سے تھام کر آنکھیں بند کر لیں دوسرے ہی لمحے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں فضا میں اڑ رہا ہوں کچھ دیر تک میں اسی کیفیت سے دوچار رہا پھر میرے قدم دوبارہ زمین پر پڑے اس کے ساتھ ہی میں نے پاروتی کے کہنے پر آنکھیں دوبارہ کھول دیں۔ مجھے اپنی قوت بینائی پر شبہ ہو رہا تھا اس لیے کہ اب میں کسی تپتے ہوئے صحرا کے بجائے ایک قبرستان کے اندر موجود تھا

جہاں بے شمار کچی پکی اور مسمار قبریں نظر آ رہی تھیں اور درختوں کے جھنڈ بھی موجود تھے جن کی ہوا میرے جسم کو تازگی بخش رہی تھی۔

"کیا اب بھی تمہیں پاروتی کی شکتی کا وشواس نہیں آیا۔"

اس کی آواز سن کر میں چونکا میں نے نظریں گھما کر اس کی طرف دیکھا تو دہشت سے میرا برا حال ہو گیا۔ پاروتی کے حسن میں اب بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا لیکن وہ منظر ناقابل یقین ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا کربناک تھا۔ اس کا سر جسم سے علیحدہ تھا جسے پاروتی نے بالوں سے پکڑ کر سیدھے ہاتھ میں تھام کر فضا میں معلق کر رکھا تھا۔ اس کی کٹی ہوئی گردن سے خون کے تازہ تازہ قطرے ٹپک رہے تھے لیکن اس کے چہرے کے حسن اور خوبصورت آنکھوں کے سحر میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس کے تراشیدہ ہونٹ اس وقت بھی مسکرا رہے تھے۔ میں اس کی کیفیت اور اس وحشت ناک منظر کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ اس کے ہونٹوں میں دوبارہ جنبش ہوئی۔

"میں اب تمہیں چھوڑ کر جا رہی ہوں پرنتو اتنا دھیان میں رکھنا کہ دھرتی کی کوئی شکتی بھی مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہے۔"

پھر وہ نگاہوں کے سامنے سے ہوا کے کسی تیز جھونکے کی طرح غائب ہو گئی۔ ایک ثانیے تک میں گنگ کھڑا رہا پھر میں نے قبروں کے درمیان سے گزرنا شروع کیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ جگہ زمین کے کس خطے پر واقع تھی۔ زندگی بچانے کی فکر نے میرے قدموں کی رفتار تیز کر دی۔ میں جلد از جلد کسی آبادی تک پہنچنا چاہتا تھا اس لیے کہ بھوک اور پیاس کی شدت نے مجھے پھر پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس وقت شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے اور تاریکی کی چادر اپنا تسلط قائم کر

رہی تھی۔ میں نے اپنی رفتار اور تیز کر دی۔ گھپ اندھیرا پھیل جانے کی وجہ سے مجھے ہر چیز واضح طور پر نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں اب قدم سنبھال سنبھال کر اٹھا رہا تھا کہ اچانک اندھیرے میں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی دبے قدموں میرا تعاقب کر رہا ہو۔ قبرستان کے ویرانے اور گھپ اندھیرے میں اس بات کا احساس ہی میرے دل کی دھڑکنیں تیز کر دینے کے لیے بہت کافی تھا کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ کون ہو سکتا تھا؟ کوئی چور، ڈاکو، لٹیرا یا پھر وہ کوئی بدروح تھی جو مجھے اپنے کسی انتقامی جذبے کا نشانہ بنانے کو مضطرب تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہونے لگیں۔ میں نے تاریکی کے باوجود اپنی رفتار بڑھانے کی کوشش کی لیکن غالباً وہ کسی لاوارث قبر کا ٹوٹا ہوا کتبہ ہی تھا جس سے ٹکرا کر میں اوندھے منہ زمین پر گر پڑا میں نے برق رفتاری سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن تاریکی میں ابھرنے والے ایک مکروہ قہقہے کی آواز سن کر اچھل پڑا۔ میں نے بیٹھے ہی بیٹھے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ اندھیرے میں کوئی نامعلوم شخص میرے سامنے کھڑا قہقہہ لگا رہا تھا۔ تاریکی کی وجہ سے مجھے ٹھیک طور پر اس کے خدوخال نظر نہیں آ رہے تھے مگر میں نے یہ ضرور دیکھ لیا تھا کہ وہ دبلا پتلا دراز قد کا مالک تھا۔

"تم...... کون ہو تم۔" میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔

"میں کون ہوں اس کا اندازہ تمہیں وقت آنے پر ہو گا۔" وہ منمناتے ہوئے انداز میں بولا۔

"مجھ سے کیا چاہتے ہو۔" میں نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔

"میں چاہوں تو ایک پل میں تمہیں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا اس لیے کہ ایک طویل مدت کے بعد مجھے وہ شخصیت مل گئی جس کی مجھے ایک عرصے سے تلاش تھی۔"

"مجھے...... تمہیں...... کس کی تلاش تھی۔"

"تمہاری......"

"میری......" میں سہم کر بولا۔ "تمہیں میری تلاش کس لیے تھی۔"

"اس لیے کہ تم میرے لیے دنیا کے سب سے کارآمد آدمی ثابت ہو سکتے ہو۔"

"ہم...... میں...... سمجھا نہیں۔" میں نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"فی الحال صرف اتنا سمجھ لو کہ میں پاروتی کے مقابلے میں زیادہ پراسرار اور خطرناک قوتوں کا مالک ہوں۔" اس کی منمناتی ہوئی خوفناک آواز ابھری۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں دھوکا ہوا ہے۔" میں نے ہمت کر کے کہا۔ "میں وہ شخص نہیں ہوں جس کی تمہیں تلاش ہے۔ ممکن ہے تاریکی کی وجہ سے تم مجھے شناخت کرنے میں غلطی کی ہو......"

"نہیں......" وہ پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ نحوس آواز میں بولا۔ "تاریکی اور گھپ اندھیرے میرے لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتے میں فاصلوں کی قید سے آزاد ہوں۔ میرا علم میرے لیے کسی طاقت ور روشنی سے بھی زیادہ کارآمد ثابت ہوتا رہا ہے۔ میں زمین کے اندر اور گہرے سمندروں میں غوطہ لگائے بغیر بھی اس کے تحت الثریٰ کا احوال جان سکتا ہوں۔"

"میں تمہاری قوتوں پر شبہ نہیں کر رہا لیکن یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ میں کس طرح تمہارے لیے کارآمد ثابت ہو سکتا ہوں۔"

"یہ سوچنا تمہارا نہیں میرا کام ہے۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "میرے علم نے آج تک کبھی مجھے دھوکا نہیں دیا...... اگر پاروتی نے درمیان میں آ کر تمہیں موت سے نجات دلانے کی کوشش نہ کی ہوتی تو میں تمہارے کام آتا...... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس نے میرا راستہ کاٹنے کی کوشش کیوں کی ہے۔ وقت آنے پر میں اس کے ساتھ بھی پنجہ لڑانے سے دریغ نہیں کروں گا۔"

"یہ تمہارا اور پاروتی کا ذاتی معاملہ ہے لیکن میں کس جرم کی پاداش میں چکی کی دو پاٹوں کے درمیان پیسا جا رہا ہوں۔" میں نے عاجز آ کر کہا۔

"ابھی رات کا اندھیرا طاری ہے۔ پو پھٹنے دے پھر تجھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" اس نے میری پریشانی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا پھر یکلخت کہیں دور سے کھٹ...... کھٹ...... کھٹ کی آواز سنائی دی تو تلملا کر بولا......

"یہ...... یہ اس وقت کہاں سے آ گیا۔" اس کے لہجے میں اضطراب تھا پھر اس کا ہیولا اندھیرے میں مل کھاتا ہوا گم ہو گیا۔

کھٹ کھٹ کی آوازیں بدستور میری قوت سماعت سے ٹکرا رہی تھیں میں نے آواز کی سمت پلٹ کر دیکھا تو اندھیرے میں ٹمٹماتی ہوئی روشنی کا ایک مختصر سا دائرہ فضا میں معلق میری جانب بڑھ رہا تھا میں جلدی سے کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا مجھے اس بات کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ منمناتی آواز میں بولنے والا نامعلوم شخص اسی کھٹ کھٹ کی آواز سے جھلا کر تاریکی میں گم ہو گیا تھا۔

میری کیفیت اس وقت کسی خوفناک اور ہولناک فلم کے اس ہیرو سے مختلف نہیں تھی جسے حالات کے پراسرار گورکھ دھندوں میں الجھا کر فلم بینوں کے دلوں کی دھڑکنوں سے کھیلا جاتا ہے فرق صرف اتنا تھا کہ ہیرو اپنے چہرے کے مصنوعی تاثرات سے تماش بینوں کو نقل کو اصل اور جھوٹ کو سچ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ میں واقعی ایسے حالات سے دوچار تھا جنھوں

نے مجھے بری طرح خوفزدہ کر دیا تھا۔

میری نگاہیں اس روشنی پر جم کر رہ گئی تھیں جو میری طرف بڑھ رہی تھی پھر جب فاصلے ختم ہوئے تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک سفید ریش بوڑھا شخص تھا جس نے سردی کی شدت سے بچنے کی خاطر اپنے جسم کو ایک پھٹے پرانے کمبل سے لپیٹ رکھا تھا اور وہ روشنی اس دیے کی لو کی تھی جسے بوڑھے نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا مجھے اسے دیکھ کر تقویت ہوئی اس لیے کہ نہ تو وہ کوئی دیو مالائی کردار تھا نہ ہی اندھیرے میں چھپ کر وہ مجھے خوفزدہ کرنے والی کوئی شخصیت تھی' البتہ مجھے اس بات پر تعجب ضرور ہوا تھا کہ وہ ننھا سا چراغ سرد ہوا کے یخ بستہ جھونکوں کے باوجود کس طرح روشن تھا۔ میرے قریب آ کر وہ بوڑھا ٹھہر گیا۔ اس کی عمر پچھتر اور اسی سے تجاوز کرتی نظر آ رہی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں بلا کی چمک اور عجیب سی کشش موجود تھی۔ چند لمحے تک وہ چراغ ہاتھ میں لیے کھڑا مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتا رہا پھر نرم آواز میں بولا۔

"اتنی رات گئے بستی سے دور اس ویران قبرستان میں کیا کر رہا ہے۔"

"ہم...... میں شاید راستہ بھٹک کر ادھر آ نکلا ہوں۔" میں نے پر امید آواز میں کہا۔ "کیا آپ میری مدد کر سکتے ہیں۔"

"بندہ ہیں...... بندہ" بوڑھے نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "بندہ ہو کر بندے سے مدد مانگ رہا ہے۔ مدد مانگنی ہے تو اس سے طلب کر جس نے مجھے' تجھے اور اس کائنات کو تخلیق کیا ہے...... کائنات' جس میں ہزاروں پراسرار رموز و اشارے موجود ہیں...... ہاں دیکھنے والی آنکھیں ہونا شرط ہیں۔"

"میں آپ کا مقصد سمجھ رہا ہوں لیکن اس کے باوجود مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت درپیش ہے۔"

"تو نے بھٹکنے کی کوشش ہی کیوں کی تھی۔ جو اب رہنمائی کے لیے ہاتھ پھیلا رہا ہے۔" اس بار بوڑھے نے نفرت سے کہا۔

"آپ کا ارشاد بجا ہے قبلہ لیکن بھول چوک بھی تو انسانوں ہی سے ہوتی ہے۔"

"آیت الکرسی کا ورد کیا کر......" بوڑھے نے ایک بار پھر الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "جس مکان کی چار دیواری منہدم ہو جائے وہاں چوری اور ڈکیتی کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔"

"محترم...... اس وقت مجھے آپ کے وعظ کی نہیں بلکہ مدد کی ضرورت ہے۔" میں نے قدرے ناخوشگوار انداز اختیار کیا۔

"روشنی دیکھ کر بدک رہا ہے بدبخت" بوڑھے کا لہجہ اور خشک اور حقارت آمیز ہو گیا۔ "اندھیرے میں قلانچیں بھرتے ہوئے تجھے ڈر نہیں لگا تھا...... اپنی اوقات بھول گیا تھا اور اب وعظ سے کترا رہا ہے۔"

"گستاخی معاف قبلہ محترم لیکن اس عمر میں آپ کو اس قسم کی باتیں زیب نہیں دیتیں۔" میں نے بوڑھے کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ اگر میری رہنمائی نہیں کر سکتے تو اپنی راہ لیں' میں اپنا راستہ خود ہی تلاش کر لوں گا۔"

"گھر واپس جانا چاہتا ہے...... جا' واپس پلٹ جا۔" بوڑھے نے جلال کی کیفیت میں کہا پھر اس نے اپنے سیدھے ہاتھ میں جو ٹیڑھی میڑھی لکڑی پکڑ رکھی تھی گھما کر اچانک اتنے زور سے میرے سیدھے پاؤں کی ہڈی پر ماری کہ میں درد سے بلبلا اٹھا۔

پھر اچانک میری آنکھ کھل گئی' میں نے سائڈ لیمپ روشن کر کے سہمی سہمی نظروں سے ماحول کا جائزہ لیا۔ میں اس وقت اپنے کمرے میں ہی اپنے بستر پر موجود تھا البتہ سردی کے باوجود میرا سارا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا میں نے اٹھ کر تھرماس سے پانی نکال کر پیا پھر اس خیال سے کہ ہندو دیو مالائی کہانیاں پڑھنے کے سبب شاید میں نے سوتے میں کوئی بھیانک خواب دیکھا تھا مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹکا اور دوبارہ سونے کے ارادے سے لحاف میں دبک گیا۔ میرے ذہن سے خواب کی تمام باتیں مٹ چکی تھیں لیکن میں اپنی داہنی ٹانگ میں اس جگہ ہلکا ہلکا درد ضرور محسوس کر رہا تھا جہاں خواب میں نظر آنے والے بوڑھے نے لکڑی ماری تھی...... شاید وہ بھی اس بھیانک خواب کا نفسیاتی رد عمل تھا جسے میں نے کچھ دیر پہلے دیکھا تھا۔

□

مقابلے کے امتحان کا نتیجہ نکلا تو میرے علاوہ میرے گھر والوں کی بھی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے پورے صوبے کے طلباً اور طالبات میں تیسری پوزیشن حاصل کی تھی۔ والد صاحب ڈی آئی جی کے عہدے پر پہنچ کر ریٹائر ہوئے تھے اس لیے ان کی دیرینہ آرزو تھی کہ میں بھی پولیس سروس میں نام روشن کروں جبکہ میری والدہ نہ جانے کیوں اس ملازمت کے خلاف تھیں۔ بہرحال پولیس سروس میں ایک الگ رعب' دبدبہ' شان و شوکت' تجسس اور پھر سب سے بڑا صاحب اختیار ہونے کا نشہ ہوتا ہے چنانچہ میں بھی ایسے نشے سے سرشار تھا اور نتیجہ دیکھنے کے بعد ہی میں نے طے کر لیا تھا کہ قانون کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لوں گا خواہ اس کے لیے مجھے بڑی سے بڑی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ لیکن یہ وقتی جذبہ تھا جو غالباً" میرے علاوہ دوسرے تمام کامیاب ہونے والے طلباء کے دل میں بھی ضرور ابھرتا ہو گا لیکن مستقبل کا حال خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اگر انسان کو آنے والے کل کا حال قبل از وقت ہو جائے تو شاید دنیا کے تمام جھگڑے و فساد یکسر ختم ہو جائیں اور۔ یہ دنیا جنت کا گہوارہ بن جائے۔

بہرحال بزرگوں کی دعاؤں اور اپنی لگن سے میں نے زبانی امتحان میں بھی جس میں اکثر طلباً یا تو کوئی تگڑی سفارش نہ ہونے کے سبب ناکام ہو جاتے ہیں یا پھر صوبائیت کا گھناؤنا جراثیم ان کے مستقبل کو دیمک کی طرح چاٹ جاتا ہے لیکن مجھے خدا کی ذات سے پوری امید تھی اور اسی کی کرم نوازی تھی جو اس نے ایک بار پھر مجھے سرخرو کیا تھا اس روز خاص طور پر میرے والد بہت مسرور تھے۔ دن بھر محلے کے لوگوں اور غریب غرباء میں مٹھائی تقسیم ہوتی رہی پھر شام کو جب گھر کے سارے فرد جمع ہو کر بیٹھے تو میرے والد صاحب نے کہا۔

"شہباز بیٹے' خدا کا شکر ہے کہ تم بغیر کسی سہارے کے آج اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے ہو لیکن میری دو باتیں ہمیشہ یاد رکھنا ایک تو یہ کہ پولیس کی ملازمت صرف پھولوں کی سیج نہیں ہوتی' اس میں خار دار راستوں سے بھی ہو کر گزرنا پڑتا ہے جس کے لیے بڑے حوصلے اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے' فرض کی ادائیگی کرتے وقت ایک سچے پولیس آفیسر کو اپنے اور پرائے کی شناخت کیے بغیر قانونی تقاضوں کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ جرم اور قانون کا رشتہ بہت نازک ہوتا ہے ایک ذرا سی غفلت انسان کو کامیابیوں سے قریب تر لا کر اکثر بہت دور لے جاتی ہے۔ اس لیے جب بھی کوئی فیصلہ کرنا بہت سوچ سمجھ کر کرنا اور ان فیصلوں میں بھی کوئی لچک نہ آنے دینا۔ ہمیشہ ثابت قدم رہنا' آہنی ارادے ہمیشہ کامیابی اور کامرانی کی دلیل ثابت ہوتے ہیں اور دوسری بات یہ کبھی نہ بھولنا کہ تم ایک ریٹائرڈ ڈی آئی جی کی اولاد ہو جس نے اپنی زندگی میں کبھی اپنے سر کو سوائے خدا کے اور کسی کے سامنے جھکانا نہیں سیکھا۔"

"ایک بات اور اس کی کھوپڑی میں بٹھا دو۔" میری والدہ نے جنہیں میری پولیس کی نوکری کی ملازمت ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی قدرے تنک کر کہا۔ "یہ کہ تم ایک خالص پٹھان کی اولاد ہو جس کی رگوں میں پٹھانی خون دوڑ رہا ہے اور پٹھان وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ سینے پر گولی کھاتا ہے' پیٹھ دکھانا مردوں کا شیوہ نہیں ہوتا۔ چاہے توپ کے دہانے میں بھی چھلانگ لگانی پڑے اور زندگی خود اپنی موت کو خدانخواستہ دعوت کیوں نہ دینی پڑے۔"

"مردانگی اور شجاعت کے کاموں میں خطرات سے تو بہرحال کھیلنا پڑتا ہے۔" والد صاحب نے مسکرا کر جواب دیا۔

"لیکن خدا نے عقل بھی دی ہے۔ یہ بھی کہا ہے کہ مصلحت اور وقت کی نزاکت کو بھی پیش نظر رکھو' عقل کو استعمال کرنا سیکھو اور خواہ مخواہ ہر معاملے میں ٹانگ نہ پھنساتے رہا کرو۔" میری والدہ نے کہا۔

"تم آخر شہباز کو عملی زندگی میں قدم رکھنے سے کیوں روکنا چاہتی ہو۔"

"ضروری تو نہیں ہے کہ ڈاکٹر کا بیٹا ہمیشہ ڈاکٹر یا حکیم کی سند کی خاطر لازمی لیے اس کے پیچھے دوڑتا رہے۔" والدہ نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔ "دنیا میں اور بھی ہزاروں راستے ہیں جن پر چل کر انسان نام اور روزی دونوں کما سکتا ہے۔ جان بوجھ کر خطرات سے کھیلنا بھلا کہاں کی دور اندیشی ہے پھر تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں امی جان۔" میں نے ماں کا دل رکھنے کی خاطر کہا۔ "میں پولیس کی ملازمت کے دوران ہمیشہ آپ کی نصیحت کو فوقیت دوں گا اور اس بات کا وعدہ بھی کرتا ہوں کہ بغیر سوچے سمجھے کوئی قدم کبھی نہ اٹھاؤں گا۔"

بہرحال جب تک میری تعیناتی کے حکم نہیں آ گئے تب تک یہ چشمک ابو اور امی کے درمیان برابر جاری رہی۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ زبانی امتحان میں کامیابی کے بعد مجھے پولیس ٹریننگ کا کورس بھی مکمل کرنا پڑا تھا اور خدا کے فضل و کرم سے میں نے اس میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی تھی۔

میں نے جب والد صاحب سے اپنے پوسٹنگ آرڈر کا ذکر کیا تو وہ بہت خوش ہوئے لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ میں تحصیل روپ نگر میں تعینات کیا گیا ہوں تو وہ ایک لمحے کو کسی سوچ میں گم ہو گئے۔

"خیریت تو ہے ابو......" میں نے پوچھا۔ "کیا آپ کو اس بات کی خوشی نہیں ہوئی کہ آج میری عملی زندگی کا پہلا دن ہے۔"

"میں بہت خوش ہوں شہباز بیٹے۔" والد صاحب نے فوراً ہی اپنے چہرے کے تاثرات پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "روپ نگر یوں تو ایک چھوٹی سی تحصیل ہے جو پچیس تیس مربع میل کے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے یہ بھی ایک فائدے کی بات ہے کہ اس تحصیل میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ہی اپنے محکمے کا سربراہ ہوتا ہے ہر طرف اس کی بادشاہت ہوتی ہے لیکن......" میرے والد صاحب کچھ کہتے کہتے چپ ہو گئے تو میں نے پر تجسس لہجے میں پوچھا۔

"کیا بات ہے ابو...... آپ خاموش کیوں ہو گئے۔"

"کوئی خاص بات نہیں لیکن میں چاہتا تھا کہ تمہاری پہلی پوسٹنگ شہر کے اندر ہی ہوتی تو زیادہ مناسب تھا۔" والد صاحب نے بڑی خوبصورتی سے بات ٹالنے کی کوشش کی تھی لیکن میری رگوں میں ان ہی کا خون دوڑ رہا تھا اس لیے میں نے اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو والد صاحب مجھ سے چھپانا چاہتے تھے۔

"کیا آپ ملازمت کے دوران کبھی روپ نگر میں ڈیوٹی سر انجام دے چکے ہیں۔" میں نے والد صاحب کو کریدنے کی خاطر بھولپن سے دریافت کیا۔

"نہیں...... اس کا اتفاق نہیں ہوا لیکن اس تحصیل کا نام

روپ نگر اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہاں قدرتی مناظر قدم قدم پر بکھرے پڑے ہیں' آبادی کے ساتھ ساتھ پہاڑ اور جنگلات کا سلسلہ بھی ہے' ان جنگلات میں خاص طور پر ہرن کا شکار کرنے کی خاطر شکاری حضرات دور دراز کے علاقوں سے آتے رہتے ہیں۔ ایک بڑی جھیل بھی ہے جو آبادی کے ساتھ ہی واقع ہے۔ ڈاک بنگلہ بھی ہے جہاں افسران جا کر ٹھہرتے ہیں اس تحصیل میں مسلمانوں کے مقابلے میں چونکہ ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہے اس لیے تمہیں ہر معاملے میں بڑی دور اندیشی سے کام لینا ہوگا۔" والد صاحب نے آخری جملہ نہایت سنجیدگی سے کہا پھر یکلخت مسکرا کر بولے۔ "تحصیل سے ملحق پہاڑی سلسلوں کے بارے میں وہاں کے مقامی لوگوں نے عجیب و غریب پراسرار قصے اور کہانیاں گھڑ رکھی ہیں۔"

"مثلاً ....."

"مثلاً یہ کہ ان پہاڑیوں کے اندر کہیں انگریزوں کے دور کا سونے اور چاندی کا بہت بڑا ذخیرہ دفن ہے جو کسی ارب پتی ہندو کی ملکیت ہے لیکن جب انگریزوں نے اس ریاست پر بھی اپنا تسلط جمایا تو اس ہندو ارب پتی نے اس خوف سے کہ کہیں گوری چمڑی والے اس کے مال و زر کو بھی سرکاری تحویل میں نہ لے لیں اس پہاڑی سلسلے میں کہیں چھپا دیا ..... میرے خیال میں یہ سب من گھڑت کہانیاں ہیں۔ لیکن آج بھی بے شمار لوگ اس خزانے کو حاصل کرنے کی خاطر سرگرداں اور پریشان سنگلاخ چٹانوں پر مارے مارے پھرتے ہیں۔"

"پھر تو روپ نگر کی پوسٹنگ میرے لیے کافی ایڈونچرس ثابت ہوگی۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

"ایک بات پوچھوں اگر آپ برا نہ مانیں۔" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"پوچھو ....."

"ہو سکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے کہ آپ روپ نگر میں میری تعیناتی کے حکم سے خوش نہیں ہیں۔"

"ایک حد تک تمہارا خیال درست بھی ہے۔" والد صاحب نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔

"کوئی خاص وجہ۔"

"مجھے براہ راست ان واقعات سے واسطہ نہیں پڑا لیکن میں نے سن رکھا ہے کہ روپ نگر کے باسی نہ صرف یہ کہ جادو ٹونے پر یقین رکھتے ہیں بلکہ ان لوگوں سے بھی بہت زیادہ خوفزدہ نظر آتے ہیں جنہوں نے خود کو گندے عملیات کا ماہر بنا کر روزی کمانے کا ایک پراسرار طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔"

"کیا اس میں کوئی اصلیت بھی ہے۔" میں نے تجسس بھرے انداز میں کہا۔ "ظاہر ہے کہ ریاست میں کوئی نہ کوئی ایسے

پراسرار واقعات ضرور رونما ہوئے ہوں گے جس کی وجہ سے لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہوا ہوگا۔"

"میں نے اس سلسلے میں بھی زیادہ دلچسپی نہیں لی لیکن اس کے باوجود تمہیں میرا مشورہ ہے کہ ریاست میں رہ کر تمہیں بہت پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہوگا۔ ویسے میں کوشش کروں گا کہ تمہارا تبادلہ کسی مناسب جگہ ہو جائے اور ہاں ..... ان جادو ٹونے اور پراسرار واقعات والی بات کا ذکر اپنی ماں کے سامنے زبان پر نہ لانا ورنہ وہ تمہیں کسی قیمت پر روپ نگر جانے کی اجازت نہیں دیں گی۔"

"مجھے معلوم ہے کہ وہ ماں ہونے کے ناتے میرا ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خیال رکھتی ہیں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "آپ مطمئن رہیں' اس وقت جو باتیں ہمارے درمیان ہوئی ہیں اس کا علم کسی اور کو نہیں ہوگا۔"

"ڈیوٹی جوائن کرنے کے لیے تمہیں کتنی مہلت دی گئی ہے۔" والد صاحب نے دریافت کیا۔

"ایک ہفتہ' لیکن میرا خیال ہے کہ میں ایک دو روز پہلے ہی وہاں پہنچ جاؤں تاکہ اچھی طرح سے تمام صورتحال کا جائزہ بھی لے سکوں۔"

"نہایت مناسب خیال ہے ..... میں بھی تمہیں یہی مشورہ دینے والا تھا۔" والد صاحب نے میری رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا پھر کچھ یاد کرتے ہوئے بولے۔ "روپ نگر میں ایک شخص تمہارے لیے بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے ..... دھرم داس کسی زمانے میں میرے ماتحت ایس پی کی حیثیت سے کام کر چکا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کچھ عرصے کے لیے اس ریاست میں

بھی اپنے فرائض منصبی انجام دے چکا ہے۔ اگر میری یادداشت مجھے دھوکا نہیں دے رہی تو شاید اس نے ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد روپ نگر ہی میں اپنا ڈیرہ جما رکھا ہے اور وہاں کے بااثر زمینداروں میں شمار کیا جاتا ہے اسے یقیناً یہ جان کر خوشی ہوگی کہ تم نادر خان کے بیٹے ہو۔"

چار روز تک میں اپنی روانگی اور پرانے ساتھیوں سے ملنے جلنے میں مصروف رہا۔ پھر جب چلتے وقت میں نے اپنی ماں کی خواہش پر پہلی بار وردی پہنی اور اس پر اپنے رینک بیج لگا کر ماں کو زوردار سیلوٹ کیا تو ان کی آنکھیں خوشی کے احساس اور ممتا کے جذبوں سے چھلک اٹھی تھیں۔ انہوں نے مجھے ہزاروں بلائیں لینے اور دعائیں دینے کے بعد رخصت کیا تھا پھر ان ہی کے بے حد اصرار پر مجھے آخری وقت پر اپنے پرانے ملازم احمد علی کو بھی ساتھ لینا پڑا تھا۔

✦

والد صاحب کی اطلاع کے عین مطابق روپ نگر کی تحصیل میرے لیے ایک پرفضا اور دلچسپ مقام ثابت ہوئی۔ میں چونکہ والد صاحب کے ساتھ اکثر شکار پر بھی جایا کرتا تھا۔ اس لیے مجھے خوشی تھی کہ اب میں روپ نگر سے ملحق جنگلات میں تنہا بھی شکار کے شوق سے لطف اندوز ہو سکوں گا جہاں والد صاحب کی اطلاع کے مطابق ہرن کثرت سے پائے جاتے تھے۔

روپ نگر چونکہ زیادہ بڑی جگہ نہیں تھی اس لیے میں نے تین روز کے اندر اندر گھوم پھر کر اس کا بخوبی جائزہ لے لیا۔ ان دنوں میرا قیام ایک اوسط درجے کے ہوٹل میں تھا۔ اسی دوران میں نے والد صاحب کے دوست دھرم داس جی سے بھی ملاقات کی جو زمینداری کے کاموں میں مصروف تھے اور ان کا شمار بلاشبہ بڑے زمینداروں کی فہرست میں شامل کیا جا سکتا تھا۔ دھرم داس جی کا اصرار تھا کہ میں ان کے ساتھ قیام کروں بلکہ انہوں نے اس بات کا شکوہ بھی کیا تھا کہ میں نے ان کے ہوتے ہوئے ہوٹل میں قیام کے بارے میں کیوں سوچا۔

بہرحال چوتھے روز میں نے اپنے عہدے کا چارج سنبھال لیا اور اس رہائش گاہ میں منتقل ہو گیا جو میرے لیے مخصوص تھی۔ اس عمارت میں جو ایک بڑے بنگلے کی شکل میں تھی کل پانچ کمرے تھے جن میں سے تین کمرے میری رہائش کے لیے تھے جبکہ ایک کمرہ بطور آفس استعمال ہوتا تھا اور پانچویں کمرے میں جو خاصا وسیع و عریض تھا وہاں میرے عملے کے افراد بیٹھتے تھے۔ پولیس چوکی میری رہائش گاہ سے تقریباً چار فرلانگ کے فاصلے پر تھی۔

میرا عملہ کل آٹھ افراد پر مشتمل تھا جن میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل تھے۔ انسپکٹر کا نام بدر اقبال تھا جو ابھی حال ہی میں تعینات ہوا تھا اس کے علاوہ ایک اے ایس آئی رام دیال تھا جو تقریباً دو سال سے وہاں ڈیوٹی سرانجام دے رہا تھا' چھ عدد پولیس والے تھے جن میں موہن لال بطور اردلی میرے کاموں پر مامور تھا بقیہ پولیس والوں میں سے تین ہندو اور دو مسلمان تھے۔

میرے لیے ملازمت کا وہ پہلا تجربہ تھا۔ میں مردم شناس ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کرتا لیکن ہر شخص کے اندر ایک چھٹی حس ضرور ہوتی ہے جو اسے اچھے اور برے کی نشاندہی کرتی رہتی ہے چنانچہ میں نے بہت جلد اس بات کا اندازہ لگا لیا کہ رام دیال کو وہاں میری تعیناتی شاق گزری تھی بظاہر وہ ایک اچھے اور فرمانبردار ماتحت کی طرح میرے حکم کی تعمیل کرتا تھا لیکن اس کے باوجود نہ جانے کیوں یہ احساس میرے دل میں پختہ ہوتا چلا گیا کہ وہ کچھ پراسرار شخصیت کا مالک ہے لیکن میں نے اس سلسلے میں زیادہ کھوج لگانے کی ضرورت یوں محسوس نہیں کی کہ ہر شخص کو کسی چیز کو پسند یا ناپسند کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ چھ سپاہیوں میں چار ہندو اور دو مسلمان تھے اور مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ اپنا فرض نبھانے میں کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیتے تھے۔

دو مہینے کے اندر اندر میں نے پوری تحصیل کو نہ صرف یہ کہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا بلکہ تحصیل دار' اس کے عملے اور دیگر مقامی افسران سے بھی اچھی خاصی صاحب سلامت پیدا کر لی تھی اور اس سلسلے میں والد صاحب کے پرانے دوست دھرم داس نے خاص طور پر میرا بہت ساتھ دیا تھا روپ نگر تحصیل میں جو واحد اسسٹنٹ سٹی مجسٹریٹ' راکیش ورما تعینات تھے' وہ بھی میرے والد کو اچھی طرح جانتے تھے اس لیے وہ بھی جلد مجھ پر مہربان ہو گئے۔ راکیش ورما ویسے تو ذات پات کے اعتبار سے ہندو تھے لیکن بے حد ملنسار اور نیک آدمی تھے۔ کشادہ ذہن کے مالک ہونے کی وجہ سے انہوں نے کبھی خود کو نہ تو کسی کیس میں پارٹی بنایا نہ ہی صوبائیت اور فرقہ پرستی کا مظاہرہ کیا۔ مجھے موہن لال نامی جو اردلی ملا تھا وہ روپ نگر کے باسیوں کے علاوہ وہاں کے چپے چپے سے واقف تھا اور ہر معاملے میں اپنی حد کے اندر رہتے ہوئے میری رہنمائی کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا' میرے لیے کھانا پکانا اور گھریلو کام کاج میرے دیرینہ ملازم احمد علی نے سنبھال رکھا تھا غرضیکہ مجھے روپ نگر میں کسی قسم کی کوئی دشواری نہیں تھی۔ پندرہ روز میں ایک بار میں موہن لال کو ساتھ لے کر جنگلات کی طرف نکل جاتا اور ایک آدھ خرگوش مار لیتا۔

ایک روز میں شام کے وقت شکار سے واپس لوٹ رہا تھا کہ ایک نوجوان عورت نے جس کی عمر پچیس سال اور چہرے کے نقوش تیکھے اور جاذب نظر تھے میرا راستہ روک لیا' کمر پر ہاتھ جما کر اس نے ایک لمحے کو مجھے گھورا پھر بڑی روکھائی سے قدرے درشت لہجے میں بولی۔

"مجھے تم سے ایک شخص کی شکایت کرنی ہے جو کئی بار میرا راستہ روک کر مجھے تنگ کر چکا ہے 'ایک نمبر کا ..... آدمی ہے۔"

"اے سور کہیں ..... ہٹ راستے سے۔" میرے اردلی نے اسے ڈانٹ کر کہا۔ "اگر تجھے کسی کے خلاف پرچی کٹوانی ہے تو دفتر آکر بات کرنا۔"

"میں جانتی ہوں ..... تو بھی اس کے ساتھ ملا ہوا ہے اس لیے کہ وہ سیٹھ ساہو کار ہے ..... کا پاٹا' دوسروں کی طرح تیری مٹھی بھی گرم کرتا ہوگا۔ جبھی تو بھی مجھ پر غرا رہا ہے۔"

"ہٹتی ہے راستے سے یا لگاؤں ایک الٹے ہاتھ کا۔" موہن لال غصے سے بولا۔ "بڑی آئی کہیں کی ستی ساوتری بن کر۔"

قریب تھا کہ اس عورت اور میرے اردلی کے درمیان تو تو میں میں طول پکڑ جاتی لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر دونوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر عورت کو گھورتے ہوئے بولا۔

"تمہیں کس کی شکایت کرنی ہے۔"

"پٹواری کے ..... منشی پریم چندر کی۔" وہ ایک بار پھر گندی زبان میں بولی۔ "آئے دن مجھے اکیلا پا کر اس ..... کو مستی سوجھنے لگتی ہے' کسی دن میرا دماغ پلٹ گیا تو اس کے کھوپڑی کی سارے کیڑے جھاڑ کر رکھ دوں گی۔"

"ٹھیک ہے ..... " میں نے معاملہ وقتی طور پر رفع دفع کرنے کی خاطر کہا۔ "میں کل ہی کسی وقت پریم چندر کو بلا کر سختی سے سمجھا دوں گا۔ وہ آئندہ تمہیں تنگ نہیں کرے گا۔"

"سبق تو اسے میں بھی ٹھیک ٹھاک پڑھا سکتی ہوں لیکن تم نئے آئے ہو اس لیے میں نے سوچا کہ تمہیں بھی آزمالوں۔"

"تمہیں میری بات کا اعتبار نہیں ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"عورت جوان ہو اور غریب ہو تو اسے کسی کا وشواس نہیں کرنا چاہیے۔" وہ بغیر میری شخصیت یا عہدے سے مرعوب ہوتے ہوئے بڑی نفرت اور حقارت سے بولی۔ "تم سے پہلے جو بڑا افسر یہاں آیا تھا وہ ..... بھی مجھے دیکھ کر اپنی مونچھوں کو بل دینے لگتا تھا۔"

"کیا تم بغیر گالی بکے کوئی بات نہیں کر سکتیں۔" میں نے اس بار قدرے سختی سے کہا۔

"تم نے ابھی یہاں صرف انسانوں کو دیکھا ہے ان ..... کتوں کو نہیں دیکھا جو کسی اکیلی عورت کو دیکھ کر زبان لپلپانے لگتے ہیں۔" اس نے پھر ایک گندی گالی بکتے ہوئے جواب دیا۔

"شٹ اپ ..... " میرا لہجہ یکلخت درشت اور افسرانہ ہو گیا۔ "اب کی بار اگر تم نے فضول بکواس کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

جواب میں اس نے مجھے گھور کر دیکھا' وہ میرے لب و لہجے سے مرعوب نہیں ہوئی تھی لیکن اس نے جواب میں کچھ نہیں کہا مجھے سر سے پاؤں تک عجیب نظروں سے گھورتے ہوئے کولہے مٹکاتی جھیل کی سمت قدم اٹھانے لگی۔ میں نے بھی کچھ دیر تک خاموشی سے اپنا سفر جاری رکھا پھر موہن لال کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"کون تھی یہ عورت ....."

"جمنا ..... " موہن لال نے دبی زبان میں کہا۔ "بڑی ہی گندی اور خرانٹ عورت ہے۔ تحصیل کے بھلے مانس تو اسے دور سے دیکھ کر ہی اپنا راستہ بدل دیتے ہیں۔"

"کرتی کیا ہے .....؟"

"جھیل کے کنارے اپنی ایک اندھی اور بوڑھی ماں کے ساتھ رہتی ہے۔" موہن لال نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "کوئی کام دھندا بھی نہیں کرتی لیکن اچھے سے اچھا کھاتی اور پہنتی ہے' بڑی کم ذات عورت ہے سرکار' جب چاہتی ہے بھرے بازار میں کسی کی بھی پگڑی اچھال دیتی ہے ..... آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا۔"

"ہوں ..... " میں نے مختصراً جواب دیا اور بولا۔ "پٹواری کے منشی پریم چندر سے اس کا کیا جھگڑا ہے؟"

"جس زمین پر جمنا نے جھونپڑی بنا رکھی ہے وہ سرکاری زمین ہے سرکار' وہ چاہتی ہے کہ کاغذوں میں الٹ پھیر کر کے وہ زمین کا ٹکڑا اس کے نام کر دیا جائے اسی کارن اس کمینی نے پریم چندر کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کی لیکن وہ شادی شدہ آدمی ہے اور ایماندار بھی ..... جب سے اس نے جمنا کو ٹکا سا جواب دیا ہے وہ پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

"تمہارا اپنا کیا خیال ہے جمنا کے سلسلے میں؟"

"میں سمجھا نہیں سرکار۔" موہن لال نے کہا۔

"کسی مرض کے جراثیم جب زیادہ پھیلنے لگیں اور دوسروں کے لیے مہلک ثابت ہونے لگیں تو اس کا کوئی نہ کوئی علاج تو کرنا چاہیے۔"

"اب میں سمجھ گیا سرکار ..... لیکن میں آپ کے چرنوں کی دھول ہوں اس لیے ہاتھ باندھ کر بنتی کرتا ہوں کہ آپ اس کم ذات کو اسی کے حال پر چھوڑ دیں۔"

"اس طرح تو وہ اور زیادہ خود سری پر اتر آئے گی۔"

"آپ مالک ہیں ..... مجھ سے زیادہ برے اور بھلے کی جانکاری رکھتے ہیں لیکن ..... "

"لیکن کیا ..... " میں نے وضاحت چاہی اس لیے کہ موہن لال کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا تھا۔

"مجھ سے اگر کوئی بھول ہو جائے تو شما کر دیجیے گا سرکار پر تو میں نے اپنے بڑوں کو بھی یہی کہتے سنا ہے کہ گند میں پتھر مارنا اچھا نہیں ہوتا ..... منش کے اپنے اجلے اور پوتر کپڑے بھی خراب ہو جاتے ہیں۔"

"او کے ..... میں سوچوں گا اس سلسلے میں۔" میں نے جمنا کے ذکر کو ختم کرتے ہوئے کہا۔

گھر آکر میں نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا پھر اس ورانڈے میں آکر بیٹھ گیا جس کے سامنے ایک مختصر مگر ہرا بھرا لان موجود تھا احمد علی نے میری پسند کے مطابق کافی تیار کر کے برتن میرے سامنے بینت کی میز پر سجا دیے۔ میں بہت تھکا ہوا تھا اس لیے غسل کرنے کے بعد جب میں نے کافی کا پہلا گھونٹ لیا تو بڑی فرحت محسوس ہوئی۔ کافی ختم کرنے کے بعد میں اٹھ کر اپنے کمرے میں جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ موہن لال نے آکر اطلاع دی کہ انسپکٹر بدر اقبال کسی کام سے آئے ہیں' میں نے انسپکٹر کو وہیں ورانڈے میں بلا لیا اور احمد علی کو کافی بنانے کا اشارہ کیا۔

بدر اقبال ایک کم سخن مگر بے حد ذہین افسر تھا اور قانون کی پیچیدگیوں کے علاوہ اپنے فرائض سے بھی بخوبی واقف تھا' مجھے سیلوٹ کرنے کے بعد وہ دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ کافی پینے کے دوران ہمارے درمیان رسمی بات چیت کا سلسلہ جاری رہا پھر بدر اقبال نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"میں اس وقت آپ تک ایک پیغام پہنچانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔" اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اے سی ایم راکیش ورما صاحب نے آپ کو رات کے کھانے کی دعوت دی ہے۔"

"کوئی خاص بات ....."

"ان کی باتوں سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ وہ آپ پر خاصے مہربان ہیں شاید اس لیے کہ وہ آپ کے والد کے پرانے واقف کاروں میں سے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ وہ آپ کو ایک اہم ذمہ داری سونپنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"اہم ذمہ داری سے آپ کی کیا مراد ہے۔"

"ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہی ثابت ہو مگر ہو سکتا ہے کہ وہ پٹواری اوم پرکاش کی کیس فائل تفتیش کی غرض سے آپ کے سپرد کرنا چاہتے ہوں۔"

"پٹواری اوم پرکاش۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "روپ نگر کے پٹواری کا نام تو منوہر ہے پھر یہ اوم پرکاش ....."

"منوہر کو یہ ذمہ داری اوم پرکاش کی پراسرار موت کے بعد سونپی گئی ہے۔"

"پراسرار موت سے آپ کی کیا مراد ہے۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ کے یہاں آنے سے کوئی دو ماہ پیشتر کی بات ہے کہ اوم پرکاش ایک صبح اپنے بستر پر مردہ پایا گیا تھا۔ عام خیال یہی تھا کہ وہ حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے مرا ہے لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے ایک عجیب و غریب کہانی بیان کی ہے۔"

"وہ کیا .....؟"

"رپورٹ کے مطابق اوم پرکاش جسم میں خون کی کمی کے سبب ہلاک ہوا تھا۔"

"آئی سی ..... مگر اس میں پراسرار بات کیا ہے؟"

"اوم پرکاش کی لاش جس بستر پر پڑی ملی تھی وہیں تقریباً سولہ فٹ لمبا ایک کچا دھاگا بھی ملا تھا جو خون سے تر تھا اور میڈیکل رپورٹ کے مطابق اوم پرکاش کے جسم میں ایک قطرہ خون بھی باقی نہیں بچا تھا۔"

"کیا مطلب ..... " میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ کچا دھاگا اس کے جسم کا تمام خون چوس گیا تھا؟"

"جی ہاں ..... " بدر اقبال نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "بذات خود میں بھی کالے علم پر یقین نہیں رکھتا لیکن اوم پرکاش کی موت سے مقامی لوگوں میں یہ تاثر لیا گیا ہے کہ وہ سفلی کے گندے علم کا شکار ہوا ہے ..... مقامی پنڈت اور پجاریوں کا بھی یہی خیال ہے کہ سفلی کے علم کے کسی ماہر نے اس کچے دھاگے پر کوئی ہلاکت خیز منتر پڑھ کر دم کیا ہوگا پھر اسے کسی طرح اوم پرکاش کے جسم پر ڈال دیا تھا اور وہ دھاگا رات بھر میں اوم پرکاش کے جسم کا سارا خون پی گیا۔"

"پولیس کی تفتیش کیا کہتی ہے۔"

"اوم پرکاش صبح سویرے اٹھ کر نہانے اور پوجا پاٹ کرنے کا عادی تھا۔" بدر اقبال نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "وقوعہ والے روز جب وہ دن چڑھے تک اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلا تو گھر والوں کو تشویش لاحق ہوئی۔ انہوں نے بند دروازے کو پیٹا لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں ملا چنانچہ انہوں نے پولیس سے مدد کی اپیل کی۔"

"پھر ..... " میں نے تجسس سے دریافت کیا۔

"پولیس کی تفتیشی رپورٹ میں بھی یہی درج ہے کہ اوم پرکاش کی خوابگاہ کا دروازہ پولیس نے توڑا تھا جس کے بعد مرنے والے کی لاش ہی دستیاب ہو سکی تھی۔ قرب و جوار میں سوائے اس خونی دھاگے کے اور کوئی ایسے نشانات نہیں مل سکے تھے جو اوم پرکاش کی موت کے سلسلے میں کارآمد سمجھے جاتے۔ پولیس نے پوری طرح چھان بین کی پھر پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ملنے کے بعد فائل کو داخل دفتر کر دیا گیا۔"

"آپ نے ذاتی طور پر کیا اندازہ لگایا تھا۔"

"میں اس حادثے کے دس بارہ روز بعد یہاں تعینات کیا گیا تھا۔"

"ٹھیک ہے ..... لیکن کیا آپ نے بعد میں اس بات کی تفتیش کی تھی کہ اوم پرکاش کی موت کے اور کیا اسباب ہو سکتے تھے۔"

"مجھے اس کام پر مامور نہیں کیا گیا تھا لیکن میں نے اپنے

امکانات کی بنا پر ہم کسی کی آزادی کو قید میں تو نہیں بدل سکتے۔"

انسپکٹر بدر اقبال میری معلومات کے مطابق پولیس کے محکمے میں گزشتہ آٹھ دس سال سے وابستہ تھا اس لئے ظاہر ہے کہ اس کا تجربہ مجھ سے کہیں زیادہ تھا چنانچہ میں نے اس سلسلے میں مزید کسی پہلو کو کریدنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن بدر اقبال کا قیاس اپنی جگہ سو فیصد درست ثابت ہوا۔ رات کو راکیش ورما نے کھانے کے بعد اسی کیس کی فائل کو میرے حوالے کرتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم ذاتی طور پر اس طرح اوم پرکاش کی موت کی چھان بین کرو کہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے کہ تم کیس پر کام کر رہے ہو۔ مجھے وشواس ہے کہ یہ فائل تمہارے لیے دلچسپ ثابت ہوگی بلکہ تمہارے تجربات میں اضافہ بھی کرے گی۔"

"میں اپنی طرف سے پوری پوری کوشش کروں گا کہ اوم پرکاش کے قاتل یا قاتلوں کو قرار واقعی سزا دلوا سکوں۔" میں نے پراعتماد انداز میں کہا۔

"تمہارے والد بھی اسی قسم کے پیچیدہ کیسز میں خاصی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے تھے اسی کارن میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔" راکیش ورما نے کہا۔ "تنویر خان صاحب مجھ سے بہت سینئر افسر ہیں، مجھے ان کے ساتھ کبھی کوئی براہ راست واسطہ نہیں پڑا لیکن میں نے دوسروں کی زبانی تمہارے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے۔"

"میں بھی آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔"

"مجھے تمہارے اوپر پورا پورا وشواس ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔" انہوں نے بڑی رازداری سے کہا۔ "اس بات کا علم کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے کہ یہ فائل میں نے تمہارے حوالے کی ہے۔"

"میں ایک سوال کرنا چاہوں گا۔"

"پوچھو۔۔۔۔"

"اوم پرکاش کے قتل یا موت کے بارے میں اتنی رازداری کی کیا ضرورت ہے۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم کوئی ایسا ہی سوال کرو گے۔" ورما جی نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا پھر بولے۔ "جو لوگ پجاری جیسی حیثیت کے افسر کو اپنا راز چھپانے کی خاطر ٹھکانے لگوا سکتے ہیں وہ تمہاری جان کے دشمن بھی بن سکتے ہیں۔"

"لیکن۔۔۔۔"

"تم ابھی جوان ہو، تمہاری رگوں میں جوان خون دوڑ رہا ہے۔" ورما نے تحمل سے کہا۔ "لیکن جوانی اور تجربے میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے تم وشواس نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ اوم پرکاش کو کسی پلید اور گھٹیا عمل کے ذریعے ہی موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔"

طور پر کچھ چھان بین ضرور کی تھی۔" بدر اقبال نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"اوم پرکاش کی موت واقعی پراسرار تھی کوئی ایسی شہادت یا نشان بھی نہیں ملے تھے جن کے سہارے قاتل یا قاتلوں تک پہنچا جا سکتا مگر اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ اسے قتل کیا گیا ہے۔"

"قتل۔۔۔۔" میں نے تعجب سے کہا۔ "میں سمجھا نہیں۔"

"روپ نگر میں جادو ٹونا، جنتر منتر اور عمل کرنے والے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ ہو سکتا ہے وہ کالا دھاگا کسی عمل کے ماہر ہی کا کرشمہ ہو لیکن اوم پرکاش کو کسی نے بلاوجہ محض تفریح طبع کی خاطر تو نہیں مارا ہوگا، اس کی موت کی پشت پر یقیناً کوئی مقصد کارفرما ہوگا۔ جس کی خاطر کسی کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کرا دی جاتی ہے، بہرحال ایسے کیسز میں کسی کو شبے کی بنیاد پر تفتیش کی خاطر حراست میں تو لیا جا سکتا ہے مگر بغیر کسی شہادت یا عینی گواہ کے پھانسی کے پھندے تک نہیں پہنچایا جا سکتا۔"

"ون منٹ" میں نے پوچھا۔ "کیا اوم پرکاش کے علاوہ بھی روپ نگر میں اس قسم کی پراسرار اموات ہوتی رہی ہیں۔"

"جی نہیں، میری معلومات کے مطابق یہ پہلا واقعہ ہے لیکن اس کے محرکات کو بھی بہرحال نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔"

"مثلاً۔۔۔" میں نے بدر اقبال کو تعریفی نگاہوں سے دیکھا۔

"میں بھی ان ہی خطوط پر سوچ رہا تھا مگر آپ کو یہ خیال آگیا کہ راکیش ورما نے مجھے اسی فائل کو ڈسکس کرنے کی خاطر کھانے کی دعوت دی ہوگی۔"

"میرا خیال یہی ہے جناب۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ بھی ہوگی۔"

"جی ہاں۔۔۔۔ ابھی کوئی دس روز پہلے کی بات ہے جب ورما صاحب نے اس فائل کو ریکارڈ روم سے نکلوا کر اپنی تحویل میں لیا ہے، ہو سکتا ہے کہ اوم پرکاش کی موت کے سلسلے میں کوئی نئی بات ان کی فہرست پر آگیا ہو اور وہ اس مشکوک فرد کے بارے میں تفصیلی چھان بین کا ارادہ رکھتے ہوں۔"

"یہاں کل کتنے زمیندار ہیں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"بڑے زمیندار تو دو تین ہی ہوں گے لیکن۔۔۔۔"

"لیکن یہ ممکن نہیں ہے اوم پرکاش کی موت کے پیچھے کسی زمیندار کا ہاتھ ہو۔" میں پرجوش لہجے میں اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ "پجاری چونکہ زمینوں کے حساب کتاب رکھتا ہے اس لیے ممکن ہے کسی نے اپنے کاغذات میں ہیرا پھیری کرانے کی خاطر اوم پرکاش کو خریدنے کی کوشش کی ہو۔ اور اس کے انکار کے بعد اسے راستے سے ہٹا دیا ہو۔"

"اور بھی بہت سے امکانات ہو سکتے ہیں جناب لیکن محض

"کیا آپ ان باتوں کے قائل ہیں۔" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"دنیا میں ہزاروں اور لاکھوں ایسی پراسرار باتیں اور کہانیاں آئے دن مشہور ہوتی رہتی ہیں جس کا کوئی کارن سمجھ میں نہیں آتا لیکن پھر بھی وہ سچی ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ ہم جس دھرتی پر سانس لے رہے ہیں وہاں ہر بات ممکن ہو سکتی ہے اور کھوجی ایسی باتوں کا کھوج بھی لگا لیتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی ان کھوجیوں کی باتوں پر دھیان نہ دے۔" دما جی نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اس تحصیل میں بھی کچھ ایسے لوگ بستے ہیں جو اوپر سے کچھ نظر آتے ہیں لیکن اندر سے بڑے بلوان ہوتے ہیں۔ مہان شکتی کے مالک ہمیشہ بہت سادہ اور معصوم نظر آتے ہیں اسی لیے ہر کوئی ان کا بھید بھاؤ نہیں جان سکتا۔۔۔۔۔ انہیں بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے کوئی سزا نہیں دی جا سکتی اور مشکل یہ ہے کہ وہ اپنے اچھے یا برے علم کے زور سے تمام ثبوت مٹا دیتے ہیں۔"

دما جی کی باتیں بھی مجھے کچھ عجیب پراسرار سی لگ رہی تھیں لیکن میں نے ان سے اس موضوع پر بحث مناسب نہیں سمجھی اور اوم پرکاش کی کیس فائل لے کر گھر آگیا۔ فائل کا مطالعہ میں نے اسی رات کیا لیکن جو کاغذات' گواہوں کے بیانات اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ اس میں موجود تھی اس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا تھا' فائل کو میں نے پڑھنے کے بعد سیف میں بند کیا اور سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔

دوسری صبح میں حسب دستور اپنے آفس میں بیٹھا مصروف کار تھا کہ رام دیال اے ایس آئی نے اندر داخل ہو کر مجھے سیلوٹ کیا پھر سپاٹ آواز میں بولا۔

"سر۔۔۔۔۔ پٹواری کا منشی پریم چندر آیا ہے اس کے ساتھ دو گواہ اور ہمارا ایک سپاہی بھی ہے' پریم چندر کی رپورٹ کے مطابق جمنا نامی عورت نے اس کی جیب کاٹی ہے لیکن بروقت پکڑ لی گئی اور۔۔۔۔۔"

"اور کیا۔۔۔۔۔؟"

"خود جمنا نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے اس نے پریم چندر کی جیب کاٹی ہے۔"

"پھر۔۔۔۔۔" میں نے رام دیال کو وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر عینی شاہد موجود ہیں اور جمنا نے بھی اقرار جرم کر لیا ہے تو پریم چندر کی رپورٹ درج کر کے جمنا کو گرفتار کر لیجئے' مجھ سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"جو حکم جناب۔۔۔۔۔" رام دیال واپسی کے ارادے سے مڑا تو میں نے اسے روک کر پوچھا۔

"جمنا کے بارے میں آپ کی کیا رپورٹ ہے۔"

"وہ اچھے کردار کی مالک نہیں جناب۔۔۔۔۔ ہم اس سے پیشتر بھی اسے کوئی چھوٹی موٹی وارداتوں کے سلسلے میں بند کر چکے ہیں لیکن وہ ہر بار کسی نہ کسی طرح سزا سے بچ جاتی ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔"

"مطلب تو آج تک ہماری سمجھ میں بھی نہیں آسکا لیکن بہرحال ہم عدالت کے فیصلے پر عمل کرنے پر مجبور ہیں۔" رام دیال نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "اسی لیے میرا مشورہ یہ ہے جناب کہ آپ اسے ڈانٹ ڈپٹ کر چھوڑ دیں۔"

"نہیں۔۔۔۔۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "اگر اس نے کسی کی جیب کاٹی ہے اور گواہ موجود ہیں تو اسے سزا ضرور ملنی چاہیے' آپ قانونی کارروائی کریں اور منشی پریم چندر کو میرے پاس بھیج دیں میں اس سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

جواب میں رام دیال نے مجھے دوبارہ سیلوٹ کیا اور دفتر سے باہر چلا گیا اس کے جانے کے تقریباً پینتالیس منٹ بعد منشی پریم چندر میرے کمرے میں داخل ہوا اور میرے اشارے پر ایک کرسی پر بیٹھ گیا' بظاہر وہ بہت نیک اور شریف آدمی تھا لیکن اس وقت کچھ گھبرایا گھبرایا سا لگ رہا تھا کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر میں نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"کچھ دنوں پیشتر جمنا نے مجھ سے شکایت کی تھی کہ آپ اسے چھیڑتے بھی ہیں۔"

"رام۔۔۔۔۔ رام۔۔۔۔۔" پریم چندر نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ "میں بال بچوں والا آدمی ہوں جناب! آپ جس سے چاہیں اس بات کی تصدیق کر لیں کہ میں نے کبھی تحصیل کی کسی لڑکی کو میلی نظر سے نہیں دیکھا۔"

"پھر خاص طور پر جمنا آپ ہی کے پیچھے کیوں پڑی ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔ "آج اس نے آپ کی جیب پر بھی ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی۔"

"میں اس واردات کی رپورٹ بھی درج نہیں کرانا چاہتا تھا لیکن آپ کے سپاہی نے مجھے مجبور کر دیا۔" منشی پریم چندر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ منشی جی۔" میں نے پریم چندر کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "وہ آپ پر الزام تراشی کر چکی ہے۔ اسی نے آپ کی پاکٹ ماری جس کے گواہ موجود ہیں اور ان تمام باتوں کے باوجود آپ اس کے خلاف اپنی مرضی سے رپورٹ درج کرانے کو آمادہ نہیں تھے۔۔۔۔۔ کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے جو آپ اس سے گھبراتے ہیں۔"

"آپ ابھی یہاں نئے نئے آئے ہیں سرکار اس لیے جمنا کے بارے میں آپ کو زیادہ جانکاری نہیں ہے۔" وہ دبی زبان میں بولا۔

"کھل کر بات کریں منشی جی۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر دوستانہ انداز اختیار کیا۔ "آپ مجھے جمنا کے بارے میں تفصیل سے بتائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو باتیں میرے اور آپ کے درمیان ہوں گی وہ اس کمرے تک ہی محدود رہیں گی۔"

پریم چندر نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بڑی رازداری سے بولا۔

"جمنا کی رسائی کافی اوپر تک ہے سرکار۔۔۔۔۔ وہ کسی بازاری ویشیا سے بھی زیادہ پلید عورت ہے' بڑے بڑے سیٹھ ساہوکاروں اور زمینداروں کی رکھیل بھی رہ چکی ہے اس لیے بہت زیادہ سرچڑھ گئی ہے۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں۔" میں نے منشی کو اپنے اعتماد میں لینے کی خاطر کہا۔ "پہلی نظر میں میرا بھی یہی اندازہ تھا کہ وہ ایک خوبصورت بازاری عورت ہے لیکن ایک سوال پھر بھی وضاحت طلب رہ جاتا ہے۔۔۔۔۔ تحصیل میں آپ کے علاوہ اور بھی بہت سارے شکار اسے مل سکتے ہیں لیکن وہ خاص طور پر آپ ہی پر دانت کیوں تیز کر رہی ہے۔"

"منش کے من کا بھید کیول بھگوان کے اور کون جان سکتا ہے۔۔۔۔۔ میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں سرکار کہ اس گندی ناری کے دل میں کیا ہے۔"

پریم چندر نے جھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ بظاہر وہ خود کو انجان ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو پریم چندر زبان تک لانے سے کترا رہا تھا۔ میں نے گھنٹی بجا کر سپاہی کو چائے لانے کا آرڈر دیا پھر جمنا کے ذکر کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کر کے تحصیل کے بارے میں گفتگو شروع کر دی' بڑی دیر تک میں زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں بات کرتا رہا پھر اچانک میں نے پریم چندر کو معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کیا آپ اوم پرکاش کے ساتھ بھی کام کر چکے ہیں۔۔۔۔۔؟"

"ج۔۔۔۔۔ جی ہاں" پریم چندر اس طرح سے گڑبڑا گیا جیسے میں نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔

"پولیس کی رپورٹ کے مطابق اوم پرکاش کی موت پراسرار قرار دی گئی ہے لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ کچھ لوگوں نے جان بوجھ کر اسے راستے سے ہٹانے کی خاطر کسی شیطانی قوت سے کام لیا ہے۔"

"اوم پرکاش جی' بڑے بھلے مانس اور ایماندار منش تھے سرکار' ان کا کسی سے کوئی جھگڑا بھی نہیں تھا پھر نہ جانے کس دشمن نے ان [illegible] عمل کرا کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

"پریم چندر جی۔۔۔۔۔" اس بار میں نے بڑے ٹھوس انداز میں ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ درست ہے کہ زمینوں کا سارا حساب کتاب پٹواری کے ذمہ ہوتا ہے۔"

"جی ہاں سرکار۔۔۔۔۔"

"اور اگر پٹواری چاہے تو زمینوں کے کاغذات میں ہیرا پھیری بھی کر سکتا ہے۔" میں بدستور سنجیدہ تھا۔

"ج۔۔۔۔۔ جی ہاں۔" پریم چندر نے قدرے سہمے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "مہا مال پانی دے کر تو کسی کا بھی دھرم ایمان خریدا جا سکتا ہے۔"

"کیا اوم پرکاش کو بھی تو ایسی ہی کسی سازش کا نشانہ نہیں بنایا گیا۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ کوئی شخص زمینوں کے حساب کتاب کے سلسلے میں اپنے کاغذات میں الٹ پھیر کرانا چاہتا ہو۔۔۔۔۔ اس نے اوم پرکاش کو پہلے خریدنے کی کوشش کی ہو پھر اس کے انکار پر اپنے راستے سے ہٹا دیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے سرکار۔۔۔۔۔" پریم چندر نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "زر' زن اور زمین کے سلسلے میں سب کچھ ہو سکتا ہے۔"

"اوم پرکاش کی موت کے سلسلے میں کس چیز کو دخل تھا۔ زر' زن یا زمین کو۔" میں نے پریم چندر کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"میں کیا جانتا ہوں سرکار۔" پریم چندر نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ "میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اوم پرکاش کی موت کے سلسلے میں کسی اہم نکتے سے واقف ہیں۔"

"یہ میں نے کب کہا۔" وہ بوکھلا گیا۔

"اگر میں آپ کو تحفظ کی پوری پوری ضمانت دوں تو۔۔۔۔۔"

"مجھ غریب پر دیا کریں سرکار۔" پریم چندر نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "اگر کسی کو اس بات کی بھنک بھی مل گئی کہ میرے اور آپ کے درمیان اوم پرکاش جی کی بات چیت ہوئی ہے تو میرا انجام بہت بھیانک ہوگا اور میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔"

"کیا آپ قاتل یا قاتلوں سے خوفزدہ ہیں۔"

"نہیں۔۔۔۔۔ میں کسی کو نہیں جانتا۔" اس نے جلدی سے کہا۔ "جس کو مرنا تھا وہ مر چکا۔۔۔۔۔ اس کی آتما دوبارہ اس کے شریر میں نہیں ڈالی جا سکتی اس لیے گڑے مردے اکھاڑنے سے کیا حاصل ہوگا۔"

"آئی سی۔۔۔۔۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔ "آپ حکومت کے کارندے ہونے کے باوجود قانون کی مدد کرنے سے کترا رہے ہیں۔۔۔۔۔ اس لیے کہ آپ قاتل سے ڈرتے ہیں۔۔۔۔۔ کیوں مسٹر پریم چندر۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم جناب......" پریم چندر نے تیزی سے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اب آگیا چاہتا ہوں۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں اسے روکتا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا میرے کمرے سے نکل گیا لیکن جاتے جاتے وہ اپنی بوکھلاہٹ اور الجھی الجھی باتوں سے مجھے یہ ضرور باور کرا گیا تھا کہ وہ اوم پرکاش کی موت کی کسی اہم کڑی سے واقف ہے لیکن کسی خوف کی وجہ سے کھل کر سامنے آنے سے گھبرا رہا ہے۔ میں اگر چاہتا تو اسے حراست میں بھی لے سکتا تھا لیکن جان بوجھ کر میں نے اس اقدام سے گریز کیا اس لیے کہ اول تو اس بات کی امید بہت کم تھی کہ وہ اس سلسلے میں موت کے خوف کی وجہ سے زبان کھولے گا دوسرے یہ کہ تحصیل کا معاملہ شہری معاملات سے قدرے مختلف ہوتا ہے۔ پریم چندر کو حراست میں لینے سے قبل مجھے تحصیل دار لالہ بہاری اور اے سی ایم راکیش سے بھی صلاح و مشورے کرنے ضروری تھے۔ فرضیکہ ایک بات میرے ذہن میں بیٹھ چکی تھی کہ اوم پرکاش کی پراسرار موت میں کسی نہ کسی زمین دار کا ہاتھ ضرور شامل ہے مجھے اب صرف اس زمیندار کا نام اور طریقۂ واردات کا سراغ لگانا تھا۔

دفتر سے اٹھ کر گھر جاتے ہوئے میں نے حسب معمول تھانے کا ایک چکر لگایا جہاں میرے حکم کے مطابق جنتا کو ایک علیحدہ لاک اپ میں رکھا گیا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے بڑی حقارت سے زمین پر تھوک دیا۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ لاک اپ میں ہونے کے باوجود اپنے خود کو آزاد سمجھ رہی ہو۔ میں نے اس کی بیہودگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اس کے منہ لگنے سے کچھ فائدہ بھی نہیں تھا چنانچہ میں نے رام دیال سے جو اس وقت آفیسر آن ڈیوٹی تھا مل کر گھر آگیا۔ میرا اردلی میرے ساتھ تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن دوسروں کی موجودگی کی وجہ سے اس نے چپ سادھ رکھی تھی میرا اندازہ غلط نہیں ہوا۔ گھر پہنچتے ہی جیسے ہی اسے تنہائی میسر آئی اس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"سرکار' آپ مجھ پر مہربان ہیں' میں آپ کا نمک کھاتا ہوں' آپ کی سیوا کرنا میری ڈیوٹی ہے' آپ بہت نیک دیالو اور اچھے افسر ہیں......"

"جو کچھ کہنا ہے جلدی کہہ ڈالو۔" میں نے کہا۔ "میرے پاس وقت کم ہے۔ ابھی نہا دھو کر اور لباس تبدیل کر کے مجھے کسی سے ملنے بھی جانا ہے۔"

"سرکار...... میں بنتی کرتا ہوں کہ آپ کلنکنی جنتا کو آزاد کر دیں۔"

میں نے چونک کر حیرت سے موہن لال کو دیکھا' وہ جنتا کو گالی بھی دے رہا تھا اور اس کی آزادی کی سفارش بھی کر رہا تھا' میں نے ذہن پر زور دیا۔ رام دیال نے بھی ہرچند کہ جنتا کو لاک

اپ میں بند کرنے کے سلسلے میں کھل کر کچھ نہیں کہا تھا لیکن اس کی باتوں سے بھی میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ جنتا کو گرفتار کرنے کے حق میں نہیں تھا اس لیے کہ وہ پہلے بھی متعدد موقعوں پر گرفتار ہو چکی تھی لیکن بقول رام دیال کے ہر بار عدالت سے اسے رہائی کا پروانہ مل جاتا تھا۔

"موہن لال......" میں نے اپنے اردلی کو تیز نظروں سے گھورا۔ "تم جنتا کی سفارش کیوں کر رہے ہو۔"

"بھگوان کی سوگند لے لیجیے سرکار جو میں نے کبھی اس کلموہی اور پلید عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا ہو۔"

"پھر تم اس کی حمایت کیوں کر رہے تھے؟"

"آپ ابھی نئے نئے آئے ہیں سرکار اس لیے یہاں کی اونچ' نیچ سے جانکاری نہیں رکھتے پر نتو میں جانتا ہوں مالک کہ عدالت کے تمام کارندے بھی نوٹوں سے زیادہ اس کرانتی عورت کے چکر میں لگے رہتے ہیں' اسی کارن وہ ہمیشہ مکھن میں سے بال کی طرح نکل جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس کلنکنی کا اٹھنا بیٹھنا اچھے لوگوں کے ساتھ نہیں ہے۔"

"میری ایک بات غور سے سنو موہن لال۔" اس بار میرا لہجہ سخت ہو گیا۔ "دوبارہ میں تمہاری زبان سے جنتا کا نام بھی نہ سنوں۔"

"کبھی نہیں سنیں گے سرکار۔" وہ ہاتھ جوڑ کر کچھ عجیب الجھے ہوئے انداز میں بولا۔ "آپ کا سیوک ہوں اسی لیے آپ کے اچھے برے کا خیال رکھنا اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔"

میں نے جواب میں اسے غور سے دیکھا پھر قدم اٹھاتا بنگلے میں چلا گیا۔ نہا دھو کر میں نے کپڑے بدلے پھر کچھ سوچ کر دھرم داس جی کی طرف چلا گیا۔ وہ نہ صرف یہ کہ بڑے زمین داروں میں شمار کیے جاتے تھے بلکہ اپنی سابقہ حیثیت کی وجہ سے بھی دوسروں کے مقابلے میں ان کا اثر و رسوخ مقامی افسران سے بھی کچھ زیادہ ہی تھا۔ وہ والد صاحب کے واقف کاروں میں سے تھے اور والد صاحب نے روانگی کے وقت مجھ سے خاص طور پر کہا بھی کہ میں دھرم داس جی پر بھروسہ کر سکتا تھا۔ پریم چندر کے بارے میں ایک نتیجہ اخذ کرنے کے بعد ہی میں نے دھرم داس جی سے ملنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مجھے یقین تھا وہ اس سلسلے میں بہتر طور پر میری رہنمائی کر سکتے تھے۔ وہ ایس پی کے عہدے پر پہنچ کر ملازمت سے سبکدوش ہوئے تھے اور کچھ عرصہ ان کی تعیناتی روپ نگر میں بھی رہ چکی تھی اس لیے وہ بلاشبہ میرے لیے سب سے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتے تھے۔

دھرم داس جی نے اس روز بھی مجھے بڑی محبت سے خوش آمدید کہا۔ کچھ دیر تک وہ مجھ سے میرے والد اور گھر والوں کی خیر و عافیت پوچھتے رہے پھر سنجیدگی سے بولے۔

"اب تو تمہیں یہاں اپنی ڈیوٹی کا چارج لیے دو مہینے سے کچھ اوپر ہو گئے ہیں...... کیسا لگا تمہیں پولیس کی ملازمت کا یہ تجربہ۔"

"بہت شاندار۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "خاص طور پر روپ نگر' یہاں کی آب و ہوا' پہاڑی سلسلے اور جنگلات جہاں میرا من پسند ہرن کا شکار بہ آسانی مل جاتا ہے۔"

"لیکن...... مجھے خوشی ہے کہ تمہارا جی یہاں لگ گیا ورنہ پرانے آفیسر ہمیشہ اس تحصیل کی پوسٹنگ سے کتراتے ہیں مگر تمہیں کوئی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں' جب بھی میری کسی خدمت کی ضرورت پیش آئے بلا تکلف کھل کر کہہ دینا۔ میں تمہارے والد کی طرح زیادہ تجربہ کار نہ سہی لیکن پولیس کے معاملات کی کچھ سوجھ بوجھ ضرور رکھتا ہوں۔"

"میں اس وقت اسی مقصد سے حاضر ہوا ہوں اور مجھے امید ہے کہ کم از کم آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔"

"کہو...... کیا بات ہے۔"

جواب میں' میں نے اوم پرکاش کی پراسرار موت سے لے کر پریم چندر اور جنتا تک کی تمام تفصیل دہرائی تو دھرم داس جی کے چہرے کے تاثرات یکسر تبدیل ہو گئے' کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھے اپنے خیالوں میں ڈوبے رہے پھر اپنے لیے ایک سگار سلگاتے ہوئے بولے۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے جو واقعات مجھے سنائے ہیں اس میں میری ایک کوتاہی کو سب سے زیادہ دخل ہے۔"

"میں سمجھا نہیں......"

"میرا خیال تھا کہ اوم پرکاش والی فائل بند ہو چکی ہو گی۔" دھرم داس جی نے سگار کا طویل کش لے کر دھواں اڑاتے ہوئے کہا۔ "اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ راکیش ورما نے وہ فائل اپنی تحویل میں لے لی ہے اور اس پر نئے سرے سے کھوج لگانا چاہتے ہیں تو میں ان سے خاص طور پر یہ سفارش کر دیتا کہ وہ فائل کم از کم تمہارے حوالے نہ کی جائے۔"

"اس فائل میں ایسی کیا خاص بات ہے جو اس قدر راز داری سے کام لیا جا رہا ہے۔"

"تحصیل کے معاملات ابھی تمہاری سمجھ میں اتنی جلدی نہیں آسکتے...... شہر کے مقابلے میں یہاں قدم قدم پر ہزاروں پیچیدگیاں ہوتی ہیں اور...... اور راکیش ورما وہ فائل تمہارے بجائے لالہ بہاری کے حوالے بھی کر سکتے تھے۔ وہ روپ نگر کا بہت پرانا تحصیل دار اور گھاگ آدمی ہے...... سال گزاری کے معاملات میں تمہاری معلومات ابھی صفر کے برابر ہیں اس لیے ان الجھاوؤں میں تمہارا پڑنا میرے خیال سے زیادہ مناسب نہیں رہے گا۔"

"بہرحال' راکیش ورما صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی وہ فائل میرے حوالے کی ہو گی۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ تم کو ایک بلند ہمت اور حوصلہ مند آفیسر سمجھتے ہوں اور تمہارے اوپر انہیں اعتماد بھی ہو لیکن......" دھرم داس جی کچھ کہتے کہتے خاموش ہو کر خلاء میں گھورنے لگے۔

"لیکن کیا......" میں نے پرتجسس انداز میں پوچھا۔

"کیا راکیش ورما نے وہ فائل تمہارے حوالے کرتے وقت اس بات کی تاکید کی تھی کہ تم اس کی بھنک بھی کسی اور کو نہیں ہونے دو گے۔"

"جی ہاں......"

"پھر تم نے مجھ کو قابل اعتماد کیوں سمجھ لیا؟"

"اس لیے کہ آپ نہ صرف یہ کہ میرے بزرگ ہیں بلکہ والد صاحب کے دیرینہ ساتھی بھی۔" میں نے وضاحت کی۔ "روپ نگر میں مجھے قدم قدم پر آپ کی مدد اور رہنمائی کی ضرورت پیش آتی رہے گی۔"

"میری ایک بات مانو گے۔"

"آپ مجھے حکم دیجیے...... میں خلاف ورزی نہیں کروں

گا۔" میں نے نہایت سعادت مندی سے کہا۔

"تم کچھ دنوں تک اوم پرکاش کی فائل بے شک اپنے پاس رکھو پھر اس پر کوئی کارروائی کیے بغیر رائیکش ورما کو یہ کہہ کر واپس کر دو کہ اس کیس میں بظاہر کوئی جان نہیں ہے اس لیے اسے داخل دفتر کر دینا ہی زیادہ مناسب رہے گا۔"

"لیکن......"

"ہو سکتا ہے کہ تم پریم چندر کی باتیں سن کر زیادہ جذباتی ہو گئے ہو۔" دھرم داس جی نے کہا پھر سگار کا کش لیتے ہوئے بولے۔ "مجھے ایک بات بتاؤ کیا تم کسی پرچھائیں یا سائے کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال سکتے ہو۔"

"گویا آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ اوم پرکاش سفلی کے گندے اور ناپاک عمل کا شکار ہوا ہے۔"

"یہی سمجھ لو......"

"لیکن ایک سوال پھر بھی تشنہ رہ جاتا ہے۔" میں نے پرجوش انداز میں کہا۔ "وہ شخص کون تھا جس نے اوم پرکاش کو راستے سے ہٹانے کی خاطر کسی سفلی کرنے والے کی خدمات حاصل کی تھیں۔"

"وہ کوئی بھی ہو سکتا ہے...... تم مجھ پر بھی شبہ کر سکتے ہو لیکن ثبوت اور گواہ کے بغیر تم ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے ہو۔"

"میں آپ کے پاس بڑی امیدیں لے کر آیا تھا انکل...... لیکن......"

"میں تمہارے احساسات کو سمجھ رہا ہوں لیکن حالات کی روشنی میں تمہیں وہی مشورہ دے رہا ہوں جو تمہارے حق میں بہتر ہے۔" دھرم داس جی نے بڑے پیار اور اپنائیت سے کہا پھر دبی زبان میں بولے "بلکہ میری رائے ہے کہ جنا کو بھی لاک اپ سے رہا کر دو...... اس کو گرفتار کرنے اور اپنی تحویل میں رکھے بغیر بھی تم اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر سکتے ہو...... مجھے پورا وشواس ہے کہ پریم چندر کی رپورٹ یا چشم دید گواہوں کے بیانات کے باوجود وہ اس تحصیل سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کرے گی...... میں تحصیل میں جانا پسند نہیں کروں گا لیکن تمہیں اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ اوم پرکاش والے کیس میں جنا پریم چندر سے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔"

میں جس وقت دھرم داس جی کی حویلی سے روانہ ہوا اس وقت میرے ذہن میں ہزاروں خیالات ابھر ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہوں نے بھی پریم چندر کو نظر انداز کر کے اوم پرکاش کی فائل کو داخل دفتر کرنے کا مشورہ کیوں دیا تھا اور پھر دھرم داس جی جیسی حیثیت کے مالک نے بھی جنا کو لاک اپ سے رہا کرنے کی سفارش کی تھی۔

وہ رات میں نے بڑی بے چینی سے گزاری۔ اوم پرکاش اور جنا کے بارے میں ساری رات سوچتا رہا پھر حسب عادت ایک کتاب کا مطالعہ کرتے کرتے میری آنکھ لگ گئی۔ دوسری صبح بیدار ہوا تو ذہن بوجھل بوجھل سا ہو رہا تھا۔ میں دیر تک نیم گرم پانی سے غسل کرتا رہا پھر غسل سے فارغ ہو کر حسب معمول ورانڈے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ موہن لال نے اطلاع دی کہ انسپکٹر اقبال کا فون آیا ہے۔ میں نے اندر جا کر فون اٹینڈ کیا تو ایک سے کے لیے میرا ذہن چکرا کر رہ گیا۔ بدر اقبال کے بیان کے مطابق جس لاک اپ میں جنا کو قید کیا گیا تھا اس کی چار سلاخیں ٹوٹ چکی تھیں لیکن جنا نے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

میں نے فوری طور پر لباس تبدیل کیا اور لاک اپ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بدر اقبال کے بیان نے میرے ذہن کو کچھ اور منتشر اور پراگندہ کر دیا تھا۔

چوکی پہنچ کر میں نے حوالات کا جائزہ لیا تو میری آنکھیں فرط حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں جاگتے میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا تھا۔ بدر اقبال نے مجھے فون پر اطلاع دی تھی۔ لاک اپ کی چار سلاخیں ٹوٹی پائی گئی ہیں لیکن شاید اس نے فون پر اختصار سے کام لیا تھا۔ لاک اپ کی چار مضبوط سلاخیں ٹوٹی نہیں تھیں بلکہ پگھلے ہوئے رانگے کی طرح زمین پر ڈھیر کی صورت میں پڑی تھیں یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس میں مخصوص مشینوں کے استعمال کے بغیر کامیابی ممکن نہیں تھی لیکن چوکی پر تعینات پولیس والوں کا بیان تھا کہ انہوں نے اس قسم کی کوئی نقل و حرکت نہیں دیکھی تھی۔ انسپکٹر بدر اقبال رات کی ڈیوٹی پر تعینات تھا اس کا بیان بھی یہی تھا کہ اس نے رات میں کسی وقت بھی کسی توڑ پھوڑ یا مشینوں کی آمد و رفت کی کوئی آواز نہیں سنی لیکن صبح جب راؤنڈ لیا تو اس کی عقل بھی دنگ رہ گئی تھی۔

اوم پرکاش کی موت کو اس کی کیس فائل میں پراسرار قرار دیا گیا تھا لیکن اس وقت خود میری نظریں جو منظر دیکھ رہی تھیں وہ ناقابل یقین، لوہے کی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلا دیا گیا تھا۔ کسی کو کان و کان خبر تک نہیں ہو سکی تھی اور اس پر تعجب کی بات یہ تھی کہ جنا نے فرار ہونے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ وہ بدستور پگھلی ہوئی سلاخوں کے پیچھے زمین پر دھرنا جمائے بیٹھی فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

میرے ذہن میں ایک ہی وقت میں بے شمار باتیں صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھیں۔ میرے اردلی، اے ایس آئی، رام دیال اور دھرم داس جی نے بھی مجھے دبی زبان میں یہی مشورہ دیا تھا کہ میں جنا کے سلسلے میں درگزر سے کام لوں۔ میں نے ان کی باتیں نہیں سنی تھیں جس کا نتیجہ میرے سامنے تھا۔ دھرم داس جی نے یہ بھی کہا تھا کہ اوم پرکاش والے کیس میں منشی پریم چندر سے زیادہ جنا میرے لیے کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔ میرے ذہن میں والد صاحب کی باتیں بھی ابھریں۔ انہوں نے کہا تھا کہ روپ

نگر تحصیل کے پہاڑی سلسلوں میں کہیں سونے اور چاندی کا ذخیرہ دفن ہے جس کی تلاش میں لوگ لگے ہوئے تھے۔ "تو کیا اوم پرکاش کا پراسرار انجام بھی اسی پوشیدہ خزانے سے منسلک تھا اور جنا...... کیا وہی سفلی کے گندے عمل کی ماہر تھی۔" میرے اندر لاوا ابل رہا تھا۔ لاک اپ کا حیرت انگیز انجام اور جنا کے ہونٹوں پر کھیلنے والی فاتحانہ مسکراہٹ جیسے میرا مذاق اڑا رہی تھی۔

انسپکٹر بدر اقبال کے علاوہ دو سپاہی بھی لاک اپ کے سامنے کھڑے اپنے اپنے خیالات میں گم تھے۔ شاید میری طرح ان کے ذہنوں میں بھی کچھ ایسے سوال ابھر رہے ہوں گے۔ میں کچھ دیر تک گم سم کھڑا رہا پھر میں نے بدر اقبال کو مخاطب کیا۔

"آپ کا خیال ہے...... کیا ان لوہے کی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلانے کا کام بغیر مشین کے ممکن ہے۔" میں نے جان بوجھ کر انگریزی زبان میں سوال کیا تھا تاکہ جنا کو ہماری باتوں کا علم نہ ہو سکے۔

"میں خود حیران ہوں جناب کہ یہ سب کچھ اس قدر خاموشی سے کس طرح ہوا کہ نائٹ ڈیوٹی پر مامور کسی سپاہی کو بھی اس کا علم نہیں ہو سکا خود میں بھی آن ڈیوٹی تھا لیکن......"

"کیا اس سے پہلے بھی ایسا کوئی حادثہ ہوا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی نہیں......"

"پھر...... آپ کی ذاتی رائے اور تجربہ کیا کہتا ہے۔"

"سر......" بدر اقبال نے مدھم لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہم نے جنا کو قید کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"کیا مطلب...... کیا آپ کا خیال ہے کہ یہ سب ایک عورت کی وجہ سے ہوا جس کی ریپوٹیشن کے متعلق لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ کسبی پھر اس سے زیادہ خراب پوزیشن کی مالک ہے۔"

"میں آپ کے خیال سے متفق ہوں جناب مگر اس کے باوجود میرا خیال ہے کہ کچھ غیر مرئی قوتیں آپ کو جنا کے خلاف کسی اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔"

"اور ہم ان قوتوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہیں...... نان سینس۔" میں نے جھلا کر کہا۔ "مجھے تعجب ہے کہ آپ جیسا تجربہ کار افسر بھی اس گتھی کو سلجھانے سے قاصر ہے کہ وہ کون شخص ہے جو قانون کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا ہے...... کوئی نہ کوئی ایسی شخصیت تو ضرور ہو گی جو ان تمام حیرت انگیز وارادات کے پیچھے موجود ہے۔"

"آپ کا خیال سو فیصد درست ہے۔" بدر اقبال نے کہا۔ "لیکن ہم بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے کسی کو گرفتار کرنے یا زیر حراست لینے سے بھی قاصر ہیں......"

"گویا اس قسم کی وارداتیں ہوتی رہیں گی اور پولیس کی حیثیت محض ایک خاموش تماشائی سے زیادہ نہیں ہو گی۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔

بدر اقبال نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا پھر اس سے پیشتر کہ میں مزید کچھ کہتا جنا اپنی جگہ سے اٹھی اور اٹھلاتی بل کھاتی میرے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ہونٹوں پر کھیلنے والی مسکراہٹ اس بات کی ترجمانی کر رہی تھی کہ وہ ہماری بے بسی کا مذاق اڑا رہی ہے۔ میری شخصیت اس کے لیے جیسے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ ایک ثانیے تک وہ مجھے گھورتی رہی پھر میرا مضحکہ اڑانے کی خاطر ہاتھ باندھ کر بولی۔

"اب کیا آگیا (حکم) ہے سرکار اس داسی کے لیے تمہارے اس ٹوٹے ہوئے پنجرے میں بیٹھی رہوں یا گھر واپس چلی جاؤں۔" اس نے لاک اپ کی پگھلی ہوئی سلاخوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔

میں نے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا، وہ روپ نگر کی سب سے کم ذات عورت علاقے کے سب سے بڑے پولیس افسر کے ساتھ تفریح لینے کی کوشش کر رہی تھی اور میں خاموش کڑوا خون کے گھونٹ پینے پر مجبور تھا۔ میں لاک اپ کی موجودہ حیثیت کو فوری طور پر پھر سے اس کی اصلی حالت میں تبدیل کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ٹوٹے ہوئے لاک اپ کی کہانی اگر روپ نگر کے باسیوں تک پھیل جاتی تو پولیس کی ساکھ کو شدید دھچکا پہنچنے کا اندیشہ بھی لاحق تھا۔

اس وقت میری پوزیشن اس شکاری سے مختلف نہیں تھی جس کا شکار اس کے سامنے تھا لیکن وہ اس پر ہاتھ میں بندوق ہونے کے باوجود گولی چلانے سے مجبور تھا۔ میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز ہو رہی تھی، وقت کی نزاکت نے مجھے زبان بند رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں ابھی کوئی فیصلہ صادر کرنے کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ جنا نے اس بار بڑی بے تکلفی سے پوچھا۔

"کس وچار میں گم ہو سرکار۔ تم نے اس کلنکنی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔"

"کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ جیل کی سلاخیں کس طرح ٹوٹیں۔" میں نے بڑے ضبط سے کام لیتے ہوئے اس سے دریافت کیا۔

"تمہیں شاید اس ابھاگن کی بات پر وشواس نہیں آئے گا۔" اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "تو سنو رات گئے ادھر کی بات ہے جب میں نے یوں محسوس کیا کہ میرے گندے شریر میں جیسے آگ بھر گئی ہو، مجھے اچنبھا ہو رہا تھا پھر میری آنکھ کھل گئی مجھے اپنی آنکھوں پر وشواس نہیں آ رہا تھا میرے شریر سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور تمہاری اس جیل کی لوہے کی طاقت ور سلاخیں موم کی طرح پگھل رہی تھیں،

میں اسے کوئی بھیانک سپنا سمجھ رہی تھی پر تو اصل جو بھی ہے تمہارے سامنے ہے۔"

وہ دو ٹکے کی عورت شاید مجھ سے مشغول کرنے کی کوشش کر رہی تھی' میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو کے چھلکنے والا تھا کہ انسپکٹر بدر اقبال کی آواز میرے کانوں میں گونجی' وہ سپاٹ لہجے میں جمنا سے کہہ رہا تھا۔

"ہم نے تجھے اپنی مرضی سے بند نہیں کیا تھا۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ یاد آیا۔" جمنا نے ایک بار پھر ہماری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "منشی پریم چندر نے میرے خلاف ہاتھ مارنے کی پرچی کٹوائی تھی اور دو آدمیوں نے میرے خلاف گواہی بھی دی تھی۔"

"ہم تجھے ذاتی مچلکے پر چھوڑ سکتے ہیں۔" بدر اقبال نے اس سے سودے بازی کرنی چاہی شاید وہ بھی اس نکتے پر غور کر رہا تھا کہ اگر لاک اپ کی ناقابل یقین کہانی لوگوں تک پہنچ گئی تو نہ صرف یہ کہ پولیس کی بدنامی ہوگی بلکہ لوگوں میں خوف و ہراس بھی پھیل جانے کا اندیشہ تھا۔

"یہ ذاتی مچلکا کیا ہوتا ہے۔" جمنا نے حیرت سے دریافت کیا۔ میری نگاہیں اس کے منحوس چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ سب کچھ سمجھنے کے باوجود انجان بننے کا ناٹک رچا رہی تھی۔ بدر اقبال کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید اپنے غصے پر قابو نہ پا سکتا لیکن بدر اقبال نے ایک بار پھر بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"تجھے یہ لکھ کر دینا ہوگا کہ تو اب کوئی جرم نہیں کرے گی اور جب تک تیرا اور پریم چندر کا کیس ختم نہیں ہو جاتا تو تحصیل سے کہیں اور جانے کی کوشش بھی نہیں کرے گی۔"

"پریم چندر۔۔۔۔۔" اس نے اس قدر تعجب سے اس نام کو دہرایا جیسے پہلی بار سنا ہو پھر بڑے بازاری انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "اگر میں اتنی پڑھی لکھی ہوتی مالک تو تمہاری جگہ تمغے پھول لگائے کھڑی ہوتی۔۔۔۔۔ ایک کام کرو' جو تمہارے من میں آئے سادے کاغذ پر لکھ دو میں اس پر انگوٹھا لگا دوں گی اور اس بات کا وچن بھی دیتی ہوں کہ روپ نگر سے باہر نہیں جاؤں گی لیکن ایک بات کا وعدہ نہیں کر سکتی۔"

"وہ کیا۔۔۔۔۔"

"اگر میں نے کوئی جرم نہیں کیا تو اپنا اور اپنی بوڑھی لاوارث ماں کا پیٹ کہاں سے بھروں گی؟"

"لیکن کسی کی جیب کاٹنا اچھی بات تو نہیں ہے۔"

"پھر اچھی بات کیا ہے سرکار۔" وہ طنز بھرے انداز میں بولی۔ "پیٹ پر پتھر باندھ کر گھومنا اور پاپی لوگوں کی گندی گندی باتیں ہنس ہنس کر ٹالنا۔"

"تو کوئی اور شریفانہ دھندا کیوں نہیں کر لیتی۔" میں نے جلا کر کہا۔

"میں تو کیول دھندا کرنا جانتی ہوں بڑے سرکار۔" وہ مجھے گھورتے ہوئے بڑے فلسفیانہ لہجے میں بولی۔ "اچھے اور برے کی پہچان کیا ہوتی ہے یہ مجھے نہیں معلوم۔"

"اچھا اب زیادہ بک بک نہ کر۔" بدر اقبال نے معاملہ رفع دفع کرنے کی خاطر کہا۔ "چل' میں ذاتی مچلکے کے کاغذات تیار کیے دیتا ہوں۔ تو شرافت سے انگوٹھا لگا اور دفع ہو جا یہاں سے۔"

جمنا نے کوئی جواب نہیں دیا خاموشی سے آکر بدر اقبال کے کمرے میں کھڑی ہو گئی۔ جتنا وقت بدر اقبال نے کاغذات تیار کرنے میں لیا اتنی دیر تک وہ دم سادھے چپ چاپ کھڑی رہی پھر انگوٹھا لگانے کے بعد بولی۔

"سرکار۔۔۔۔۔ اگر وہ پریم چندر اپنا مقدمہ واپس لے لے تو کیا میں چھوٹ جاؤں گی۔"

"ہاں۔۔۔۔۔" بدر اقبال نے اسے ٹالنے کی خاطر کہا۔ "پریم چندر سے اگر تیرا راضی نامہ ہو جائے تو تجھے آزادی کا پروانہ مل جائے گا۔"

جمنا نے غالباً" خوشی کا اظہار کرنے کی خاطر ہونٹ کشادہ کیے تھے لیکن پھر وہ اچانک کسی پتھر کے بے جان بت کی طرح اس طرح اپنی جگہ جم کر کھڑی ہو گئی جیسے اس میں زندگی کی کوئی حرارت نہ ہو' اس کی پتھرائی ہوئی آنکھیں خلاء میں گھور رہی تھیں لیکن اس کی پلکوں یا پتلیوں میں زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ میں بدستور اس کے بدلتے ہوئے رویے پر غور کر رہا تھا' وہ کسی قلم کی طرح چلتے چلتے اچانک غیر متحرک ہو کر رہ گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ اسی کیفیت سے دوچار رہی پھر اس نے پلٹ کر بدر اقبال کی طرف دیکھا۔ انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے وہ سوتے سے ابھی ابھی جاگی ہو۔

"سرکار۔۔۔۔۔ اگر پریم چندر کا کانٹا ہی سر سے نکل جائے تو قانونی پوزیشن کیا ہوگی۔"

میں نے اور بدر اقبال نے ایک ساتھ اسے حیرت سے دیکھا' وہ آواز یقیناً جمنا ہی کی آواز تھی لیکن اس کا لب و لہجہ یکسر تبدیل ہو گیا تھا۔ اس وقت وہ پوری طرح سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔

"تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔" اس نے بدر اقبال کو خالی خالی نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "اگر پریم چندر کو راستے سے ہٹا دیا جائے تو کیا اس کے بعد تمہارے مقدمے کی کوئی حیثیت باقی رہ جائے گی۔" اس نے کسی ایسے روبوٹ کی طرح پوچھا جس کا کنٹرول کسی اور کے ہاتھ میں ہو۔

"تو نے منشی پریم چندر کو اگر جانتے سے ہٹانے کی کوشش کی تو تیرے اوپر قتل کا مقدمہ بن جائے گا۔" بدر اقبال نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "تجھے پھانسی کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔"

"پھانسی کی سزا۔۔۔۔۔ تم دو گے۔" جمنا کے ہونٹ پھر جنبش کرنے لگے لیکن اس کا چہرہ کسی قسم کے اندرونی جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا۔

"جا۔۔۔۔۔ خاموشی سے گھر چلی جا۔۔۔۔۔ کیوں اپنا اور قانون کا وقت برباد کر رہی ہے۔" بدر اقبال نے جھلا کر کہا۔

"نہیں سرکار۔۔۔۔۔ اگر جمنا اس سے تمہارے سامنے سے ہٹ گئی تو پھر سارا کھیل بگڑ جائے گا۔" وہ بدستور خوابیدہ آواز میں بولی۔ "ابھی تم دونوں اس بات کی گواہی کے لیے موجود ہو کہ میں نے تھانے چوکی سے باہر قدم نہیں نکالا۔ ایسی صورت میں اگر اس۔۔۔۔۔ منشی پریم چندر کا پتا صاف ہو جائے تو پھر کوئی مائی کا لال مجھ پر قاتل ہونے کا الزام نہیں لگا سکتا۔"

"تیرا دماغ چل گیا ہے شاید' جو قانون کے ساتھ ناٹک کر رہی ہے۔" بدر اقبال نے کہا۔ "جب ہم نے تجھے فی الحال آزاد کر دیا تو کیوں بات بڑھانے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"بات تو اب بڑھ چکی ہے مہاراج۔۔۔۔۔" جمنا نے زہر خند لہجے میں سے جواب دیا۔ "تم نے مجھے ابلا اور کمزور سمجھ کر بڑی بھول کی ہے' تمہارے دھیان سے شاید اوم پرکاش کی پراسرار موت کا خیال نکل گیا۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔" میں نے چونک کر تیزی سے کہا۔ "کیا تو اوم پرکاش کے قاتلوں کو جانتی ہے۔"

"اسے کسی منش نے نہیں۔۔۔۔۔ کسی بلوان کی مہان شکتی نے موت کے گھاٹ اتارا تھا اور اب میں تمہیں بتاؤں گی کہ جمنا کے کومل شریر کے اندر بھی ایک مہان شکتی موجود ہے۔۔۔۔۔" وہ خواب بیداری کی کیفیت سے دوچار تھی ایک ثانیے تک خلاء میں گھورتے رہنے کے بعد اس کے ہونٹ پھر متحرک ہوئے۔ "اب میں اپنی مہان شکتی سے منشی پریم چندر کو سراپ (بددعا) دیتی ہوں کہ وہ خون کی الٹی کرتا ہوا اس دھرتی سے اپنا ناتا ترک دے۔۔۔۔۔ اس نے جمنا کے چاروں اور جو قانون کی دیوار کھڑی کر دی تھی وہ اب ٹوٹ چکی ہے۔۔۔۔۔ اسے اپنے کیے کی سزا اوش ملے گی۔۔۔۔۔ اس کا انت بھی تم سب کے لیے بڑا پراسرار ثابت ہوگا۔ یہی میری آشا ہے جسے اب دھرتی کی کوئی شکتی ختم نہیں کر سکتی۔"

اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد جمنا اس طرح چونکی تھی جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک سہم کر اس کی آنکھ کھل گئی ہو۔ اس نے مجھے اور پھر بدر اقبال کو غور سے دیکھا پھر بڑی معصومیت سے بولی۔

"میں اب جاؤں سرکار۔۔۔۔۔"

بدر اقبال نے جمنا کو دھتکارنے کے لیے ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اسے اشارے سے روک دیا۔ میری چھٹی حس اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ چند ساعت پہلے جمنا کے جسم کے اندر کوئی بدروح سرایت کر گئی تھی' اس نے پریم چندر کو موت کی جو بددعا دی تھی اس میں اس کے ذاتی ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا بلکہ وہ فیصلہ کسی نادیدہ قوت کا تھا جس نے وقتی طور پر جمنا کے جسم پر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔

"جمنا۔۔۔۔۔" میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے قدرے نرم لہجے میں کہا۔ "کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے ابھی کیا کہا تھا۔"

"کیا کہا تھا میں نے۔" اس نے تعجب سے سوال کیا۔ "کیا اس ابھاگن سے کوئی غلط بات ہو گئی تھی۔"

"کیا تم یہ چاہتی ہو کہ منشی پریم چندر مر جائے۔" میں نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔

"جمنا کے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے سرکار پر تو میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اس نے میرے خلاف پرچی کٹوا کر اچھا نہیں کیا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ اب تم جا سکتی ہو۔" میں نے اسے جانے کی اجازت دے دی اور وہ بل کھاتی کمرے سے نکل گئی۔

"بدر اقبال۔۔۔۔۔" میں نے انسپکٹر سے سوال کیا۔ "آپ کا کیا خیال ہے جمنا کی بددعا کے سلسلے میں۔"

"وہ محض ناٹک تھا جناب۔" بدر اقبال نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ ڈرامہ رچا کر ہمیں مرعوب کرنا چاہتی تھی۔"

"لیکن میرا خیال اس کے بالکل برعکس ہے۔۔۔۔۔ میں پولیس کی ملازمت میں زیادہ تجربہ کار نہ سہی لیکن میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ جمنا نے منشی پریم چندر کے سلسلے میں جو کچھ کہا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔"

"میں۔۔۔۔۔ سمجھا نہیں جناب۔" بدر اقبال نے مجھے کچھ ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اسے میری ذہنی حالت پر شبہ ہو رہا ہو۔

"آپ فوری طور پر لاک اپ کی سلاخوں کو درست کرنے کا بندوبست کریں۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پوری تحصیل کے طول و عرض میں پھیل جائے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس کام کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا ضروری ہے جو نہ صرف یہ کہ قابل اعتماد ہوں بلکہ اپنی زبان بند رکھنے کی ہمت بھی رکھتے ہوں۔"

"آپ مطمئن رہیں جناب۔۔۔۔۔ ہر کام نہایت رازداری اور خاموشی سے ہوگا۔"

"آپ میں بھی محسوس کر رہا ہوں کہ ہم نے جمنا پر ہاتھ ڈال کر دور اندیشی کا ثبوت نہیں دیا۔"

"کوئی خاص بات۔۔۔۔۔"

"نہیں۔۔۔۔۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "جمنا کی اپنی کوئی حیثیت نہ سہی لیکن کوئی پراسرار اور نادیدہ قوت ایسی ضرور ہے جو اس کے جسم پر قبضہ جما کر اپنا مقصد پورا کر لیتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے آپ کا اندازہ درست ہو؟" بدر اقبال نے بھی اس بار سنجیدگی سے دبی زبان میں جواب دیا۔ "مجھے بھی اب کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے لیکن کیا منشی پریم چندر کے سلسلے میں بھی اس کی بددعا پوری ہوگی؟"

"اس کا جواب آنے والا وقت ہی دے سکتا ہے۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا پھر میں کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

"انسپکٹر بدر اقبال اسپیکنگ۔" بدر اقبال نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا پھر یکلخت اس کے چہرے پر حیرت اور تعجب کے اثرات پھیل کر گہرے ہوتے چلے گئے۔ "آپ کی کال ہے یہ......" اس نے ریسیور میری جانب بڑھاتے ہوئے عجیب انداز میں کہا۔

"ہیلو......"

"میں پٹواری منوہر بول رہا ہوں جناب...... آپ کو ایک اہم اطلاع دینی ہے۔"

"فرمایئے......"

"منشی پریم چندر کا دیہانت (انتقال) ہو گیا۔"

"موت کس طرح واقع ہوئی ہے۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"پریم چندر کی دھرم پتنی کا بیان ہے کہ وہ ناشتے کی میز پر بیٹھا تھا کہ اچانک اسے خون کی الٹی شروع ہو گئی اور بس دیکھتے ہی دیکھتے آتما اور شریر کا سمبندھ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔"

"کتنی دیر پہلے کی بات ہے......"

"مجھے ابھی ابھی فون پر خبر ملی ہے۔" منوہر نے جواب دیا۔ "میں اسی طرف جا رہا ہوں' سوچا آپ کو بھی اطلاع کر دوں۔"

"ٹھیک ہے......" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ پہنچئے' میں بھی آ رہا ہوں۔"

پندرہ منٹ بعد ہی میں منشی پریم چندر کی لاش کے قریب کھڑا اسے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ گھر والوں کے بیان کے مطابق مرنے والے کو کسی قسم کی کوئی بیماری لاحق نہیں تھی۔ وہ روزانہ صبح ہوا خوری کے لیے نکلتا تھا اور تھوڑی بہت ورزش بھی پابندی سے کرتا تھا۔ خود میں بھی اس بات کا گواہ تھا کہ پریم چندر ایک صحت مند آدمی تھا لیکن اس کی موت میں اسی حالت سے دوچار ہو کر واقع ہوئی تھی جس کا فیصلہ جمنا نے کچھ دیر پہلے ہی میرے اور انسپکٹر بدر اقبال کی موجودگی میں خوابیدہ حالت میں سنایا تھا۔ رسمی کارروائی کے بعد میں نے لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دیا لیکن میرے ذہن میں جمنا کے کہے ہوئے جملے صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔

محض تین چار گھنٹے کے اندر اندر جو پراسرار واقعات رونما ہوئے تھے وہ صرف پراسرار ہی نہیں بلکہ باعث حیرت بھی تھے' اوم پرکاش کی موت نے اب ایک مثلث کی شکل اختیار کر لی تھی۔ پریم چندر اس کا منشی رہ چکا تھا اور اسی کی جیب پر ہاتھ صاف کرنے کی وجہ سے جمنا کو لاک اپ میں بند کیا گیا تھا مگر اب پریم چندر اس دنیا میں نہیں تھا۔ صرف جمنا باقی رہ گئی تھی اور جمنا کے بارے میں میرے ذہن نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ یا تو وہ بذات خود گندے عمل کی ماہر ہے یا پھر اس کی حیثیت ایک معمول سے زیادہ نہیں تھی۔ بہرحال ان واقعات نے میرے ذہن کو بری طرح پراگندہ کر دیا تھا۔ میرے اردلی موہن لال نے بتایا تھا کہ جمنا نے جھیل کے کنارے ایک سرکاری زمین پر جھونپڑی ڈال رکھی ہے جہاں وہ اپنی بوڑھی اور اندھی ماں کے ساتھ رہتی ہے۔ زمین کے اسی ٹکڑے کے غیر قانونی حصول کی خاطر اس نے پریم چندر کو کاغذات میں الٹ پھیر کرنے کو اکسایا تھا لیکن پریم چندر کے انکار کرنے کے بعد وہ کسی جونک ہی کی طرح اس کا خون چوستے رہنے پر تل گئی تھی اور اب اس کا انجام پریم چندر کی موت کی صورت میں سامنے آ چکا تھا۔

دن بھر میں اپنے آفس میں بیٹھا فائلیں الٹتا پلٹتا رہا پھر دفتر سے اٹھ کر میں سیدھا پٹواری منوہر کی طرف چلا گیا۔ منوہر نے یوں تو بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا لیکن میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا اسے میرا اس وقت اس کے پاس آنا کچھ زیادہ اچھا بھی نہیں لگا تھا۔ منوہر مجھے دیکھتے ہی تیزی سے اٹھا پھر میرا سواگت کرتے ہوئے بولا۔

"پدھاریے مہاراج...... میرے بڑے بھاگ جو آپ نے یہاں آنے کی تکلیف کی' کسی سپاہی کو بھیج کر مجھے بلا لیا ہوتا۔"

"میں یہاں روپ نگر میں راج کرنے نہیں بلکہ آپ لوگوں کی سیوا کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔" میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بڑی کرپا آپ کی جو آپ کے وچار اتنے اچھے ہیں ورنہ آپ سے پہلے جو افسر یہاں تعینات تھے وہ تو ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔" اس نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں سابقہ افسر کی تعریف کی پھر بولا۔ "آپ کیا پینا پسند کریں گے چائے یا ٹھنڈا۔"

"تکلف کی ضرورت نہیں۔" میں نے کہا۔ "ادھر سے گزر رہا تھا سوچا آپ کے درشن بھی کرتا چلوں۔"

"آپ سیوک کو شرمندہ کر رہے ہیں جناب ورنہ کہاں آپ اور کہاں میں۔"

پٹواری کے دفتر میں میرے جاتے ہی اس کے دوسرے کارندے اٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے تھے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ انہیں منوہر ہی نے باہر جانے کا اشارہ کیا ہوگا۔ ممکن ہے وہ عملے کے سامنے کھل کر مجھ سے بات کرنے سے کترا رہا ہو کچھ دیر تک ہمارے درمیان تحصیل سے متعلق ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر میں نے دبی زبان میں اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"یہ جو زمین جھیل کے کنارے ہے وہ کس کی ملکیت ہے۔"

"سرکار کی ہے جناب۔" منوہر نے تیزی سے کہا پھر فوراً ہی سنبھل کر بولا۔ "دو چار پریوار وہاں جھونپڑی ڈالے پڑے ہیں لیکن اس میں چنتا کی کوئی بات نہیں' سرکار جب چاہے گی ان کا ٹین ٹپر پھکوا کر زمین خالی کرا لے گی۔"

"آپ کی اطلاع شاید پرانی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "آج دوپہر میں نے اس طرف کا چکر لگایا تھا وہاں صرف ایک بوسیدہ سی جھونپڑی پڑی ہے جہاں جمنا نامی ایک عورت اپنی بوڑھی ماں کے ساتھ رہتی ہے۔"

"دوسرے لوگوں نے شاید اپنا ٹھکانہ بدل دیا ہوگا۔" پٹواری نے جلدی سے بات بنا دی۔

"جمنا کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے۔" میں نے پٹواری کو کریدنے کی خاطر کہا۔ "آپ یہاں کے پرانے باسی ہیں اس لیے مجھ سے زیادہ یہاں کے لوگوں کے بارے میں جانتے بوجھتے ہوں گے۔"

"میں نے کبھی اس کے بارے میں زیادہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی پرنتو دوسروں سے سنا ہے کہ وہ اچھے چلن کی مالک نہیں ہے۔" منوہر نے گھما پھرا کر جواب دیا۔

"میری اطلاع کے مطابق اس نے سورگ باشی منشی پریم چندر کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ زمین کا وہ ٹکڑا جہاں اس نے جھونپڑی ڈال رکھی ہے اس کے نام کر دیا جائے۔"

"یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے جناب...... ہم آخر کس لیے یہاں بیٹھے ہیں' تحصیل کے ایک ایک چپے کا حساب ہمارے کھاتے میں درج ہے کہ کون کس کا مالک ہے۔"

"مجھے آپ کی کارکردگی کے بارے میں کوئی شکایت نہیں' منوہر جی لیکن میرا خیال ہے کہ اگر نچلا عملہ کسی سے مل جائے تو کھاتوں میں تھوڑی بہت الٹ پھیر بھی کی جا سکتی ہے۔"

"میرے زمانے میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔" پٹواری پر اعتماد لہجے میں بولا۔ "آپ چاہیں تو ایک ایک کاغذ کی جانچ پڑتال کر لیں البتہ مجھ سے پہلے اگر کوئی ایسی الٹ پھیر ہوئی ہو تو اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"ایک بات پوچھوں منوہر جی۔" میں نے دوستانہ انداز اختیار کرنے کی کوشش کی۔

"دو پوچھئے جناب۔" اس نے ایک بار پھر ٹھوس آواز میں کہا۔ "جب میرے ہاتھ صاف ہیں تو پھر ڈر کس بات کا۔"

"آپ کے بارے میں میری اور تحصیل دار لالہ بنارسی کی بات ہو چکی ہے۔" میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "انہیں آپ پر پورا وشواس ہے' وہ آپ کے کام کی تعریف بھی کر رہے تھے۔"

"ان کی بڑی کرپا ہے جناب ورنہ پٹواری لوگ تو اکثر بدنام ہوتے ہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے...... دنیا میں اچھے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے اور پھر پانچوں انگلیاں برابر بھی نہیں ہوتیں۔" میں نے اسے بانس پر چڑھانے کی خاطر اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا پھر دوبارہ اصل مقصد کی جانب آتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ جمنا نامی عورت منشی پریم چندر سے یہی چاہتی تھی کہ جھیل والی زمین وہ ٹکڑا اس کے نام کر دیا جائے۔"

"اگر آپ نے یہ سنا ہے تو یہ بھی ضرور جانتے ہوں گے کہ میرے سورگ باشی منشی نے جمنا کو کیا جواب دیا تھا۔"

"مجھے وہ بھی معلوم ہے لیکن میرا خیال ہے اب آپ کی پوزیشن کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب......" پٹواری نے چونک کر پوچھا۔

"اوم پرکاش اور منشی پریم چندر کی اموات ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں معلوم ہوتی ہیں۔"

"ہم...... میں سمجھا نہیں۔" پٹواری اب کچھ نروس دکھائی دے رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے کہ جمنا جو میری معلومات کے مطابق اچھے کردار کی مالک نہیں ہے اب آپ سے بھی وہی مطالبہ کرے جو پہلے دوسرے لوگوں سے کر چکی ہے۔"

"آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں سرکار...... کیا اوم پرکاش اور پریم چندر کی موت کا یہی کارن تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ کو نہ معلوم ہو لیکن پولیس کی رپورٹ کے مطابق اوم پرکاش اور پریم چندر کی اموات نہایت پراسرار حالات میں واقع ہوئی ہیں اور ان دونوں وارداتوں میں جمنا کے ساتھ ساتھ کسی سفلی کے ماہر کا ذکر بھی فائلوں میں موجود ہے۔"

منوہر کے چہرے کی رنگت ایک لمحے کو زرد پڑ گئی۔ وہ شاید میری باتوں کا مفہوم سمجھ چکا تھا کچھ دیر خاموشی کے بعد بولا۔

"میں آپ کا اشارہ سمجھ رہا ہوں سرکار لیکن جمنا نے آج تک کبھی میرے ساتھ ایسی بات نہیں کی۔"

"پہلے نہ سہی لیکن اب تو کر سکتی ہے۔"

"جینا اور مرنا منش کے بھاگ میں لکھا جا چکا ہے اور جو بھگوان کو منظور ہوتا ہے وہ اوش پورا ہوتا ہے' دھرتی کی کوئی شکتی مقدر کے لکھے کو بدل نہیں سکتی لیکن......" منوہر کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"لیکن کیا......" میں نے وضاحت طلب کی۔

"اگر جمنا نے میرے ساتھ بھی ایسی کوئی سودے بازی کرنی

چاہی تو میں بھی اسے دھتکار دوں گا...... پھر جو بھاگ میں لکھا ہو۔"

"میں جانتا ہوں منوہر جی کہ آپ کا شمار ان لوگوں میں نہیں کیا جا سکتا جو دولت کی لالچ میں آ کر اپنا ایمان بیچ دیتے ہیں لیکن آپ کو شاید پریم چندر کی موت کے سلسلے میں ایک بات کا علم نہیں ہے۔"

"وہ کیا......"

"میں اس بات کا گواہ موجود ہوں کہ جمنا نے ذاتی مچلکے پر رہائی حاصل کرنے کے بعد کیا کہا تھا۔"

"کک...... کیا کہا تھا؟" منوہر نے جلدی سے سوال کیا۔ اس کی آواز میں اب کسی انجانے خوف کا عنصر بھی شامل تھا۔

"جمنا نے پورے وشواس سے کہا تھا کہ پریم چندر خون کی الٹی کر کے مرے گا اور پھر کچھ دیر بعد ہی آپ کا غریب منشی جمنا کی دی ہوئی بددعا کے مطابق اس دنیا سے سدھار گیا۔"

"ایسی صورت میں تو اس کلنکنی کو آپ کو ترنت گولی مار دینی چاہیے تھی۔" منوہر نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں......" میں نے پٹواری کے چہرے پر تیزی سے بدلتے تاثرات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے جواب دیا۔ "اول تو بغیر کسی جرم کے ثبوت کے کسی کو سزا نہیں دی جا سکتی اس کے علاوہ میرا خیال کہ ہے جمنا کو گولی مار دینے سے بھی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا۔"

"وہ کیوں......"

"کیا میں اس بات کا یقین کر لوں کہ جو باتیں اس وقت ہمارے درمیان ہو رہی ہیں وہ اس کمرے کی حد سے باہر نہیں جائیں گی۔"

"آپ مجھ پر وشواس کریں جناب...... میں آپ کو بھگوان کی سوگند کھا کر وچن دیتا ہوں کہ آپ کی بات کسی اور کے سامنے زبان پر نہیں لاؤں گا۔"

"دراصل میں ایک خاص سلسلے میں آپ کی مدد چاہتا ہوں۔"

"آپ حکم دیں جناب۔"

"میرا خیال ہے کہ کوئی گندی شکتی پردے کے پیچھے رہ کر جمنا کے شریر کو استعمال کر رہی ہے۔" میں نے جان بوجھ کر ہندی کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہا۔ تحصیل میں چونکہ مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کی تعداد زیادہ تھی اس لیے میں جیسا دیس ویسا بھیس کی پالیسی پر کاربند تھا۔

"میں اب بھی نہیں سمجھ سکا جناب۔"

جواب میں میں نے تھوڑے توقف کے بعد جمنا کے لاک اپ سے باہر آنے والی کیفیت کی مکمل تفصیل دہرائی تو پٹواری کا چہرہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ میں نے اسے صرف جمنا کی

کیفیت کے بارے میں بتایا تھا۔ لاک اپ کی مضبوط سلاخوں کے پگھلنے کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔

"آپ کہہ رہے ہیں تو وشواس کیے لیتا ہوں ورنہ میں نے تو یہ سنا تھا کہ پلید آتمائیں کیول مردہ شریر پر قبضہ کرتی ہیں۔"

"سفلی کے بارے میں میں نے کچھ زیادہ تو نہیں پڑھا البتہ یہ ضرور سنا ہے کہ یہ سب سے زیادہ پلید اور ہلاکت خیز ثابت ہوتا ہے۔"

"آپ مجھ سے کس قسم کی مدد چاہتے ہیں۔"

"میری اطلاع کے مطابق روپ نگر میں پنڈت پجاریوں کے علاوہ سفلی کرنے والے بھی بہت سارے لوگ ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ آپ خاص طور پر مجھے ایسے لوگوں کے نام بتائیں جو سفلی کے عمل میں مہارت رکھتے ہوں اور کسی نہ کسی زاویے سے ان کا تعلق جمنا سے بھی ہو۔"

"اس کام کے لیے آپ نے خاص طور پر میرا ہی چناؤ کیوں کیا ہے۔"

"شاید اس لیے کہ آپ کا تعلق بھی زمینوں کے حساب کتاب سے ہے اور اس لیے بھی کہ میں آپ کو قابل اعتماد سمجھتا ہوں۔"

"کرپا ہے آپ کی پرنتو میں......" منوہر کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ میں اس کے چہرے پر خوف کے سائے لرزتے دیکھ رہا تھا۔

"آپ غالباً قانون کے ساتھ تعاون کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے اکسانے کی کوشش کی۔

"شما کیجئے گا جناب...... جان بوجھ کر موت کے اندھے کنوئیں میں کوئی بھی چھلانگ لگانا پسند نہیں کرتا۔" پٹواری نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "میں بھی چھوٹے چھوٹے بچوں کا باپ ہوں۔"

"پھر تو یہ پراسرار اموات کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔"

"آپ لالہ بنارسی جی سے معلوم کریں۔" اس نے اپنی جان چھڑاتے ہوئے کہا۔ "وہ اس تحصیل کے سب سے پرانے افسر ہیں دوسروں کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانکاری رکھتے ہیں۔"

"کیا آپ کسی ایک بھی ایسے شخص کا نام نہیں بتا سکتے جو سفلی کے عمل کا کام کرتا ہو اور جمنا کا واقف کار بھی ہو۔"

"اس سے کیا فائدہ ہو گا۔"

"ممکن ہے اس شخص کے روشنی میں آجانے کے بعد یہ پراسرار حادثے ختم ہو جائیں۔"

"شما کیجئے گا جناب...... کیا آپ کسی گندے عمل کا توڑ کرنے کی شکتی رکھتے ہیں۔" اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"آئی سی۔" میں نے سرد مہری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے شاید آپ کا انتخاب کرنے میں غلطی سے کام لیا ہے۔"

وہ خاموش رہا تو میں تیزی سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ کسی ایسے شخص سے ضرور واقف ہیں جو جمنا کو اپنا آلۂ کار بنا کر تحصیل میں خوف و ہراس پھیلانے کی کامیاب کوشش کر رہا ہے۔"

"ہر شخص کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے جناب۔" اس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "میں اس معاملے میں آپ کی کوئی سیوا نہیں کر سکتا۔"

"او کے مسٹر منوہر، میں جا رہا ہوں لیکن آپ اپنا وعدہ یاد رکھیے گا جو باتیں ہمارے درمیان ہوئی ہیں اس کی بھنک کسی اور کو نہیں لگنی چاہیے ورنہ......" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر پٹواری کو تیز نظروں سے گھورا پھر اس کے دفتر سے باہر آ گیا۔ میرے ذہن میں گرم آندھیوں کے تیز جھکڑ چل رہے تھے۔ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ تحصیل کے اکثر لوگ جمنا اور کسی سفلی کے ماہر کے تعلقات سے ضرور واقف ہیں لیکن وہ اس کا نام ظاہر کرنے سے ڈرتے تھے۔

"آخر کیوں......؟" یہ سوال میرے ذہن میں گنبد کی صدا کی طرح گونج رہا تھا۔

شام کو انسپکٹر بدر اقبال نے مجھے اطلاع دی کہ اس نے اپنے اٹھ کے آدمیوں سے لاک اپ کی حالت درست کرا لی ہے۔ اس رات میں کھانا کھانے کے بعد ٹہلنے کے ارادے سے باہر نکلنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دھرم داس آ گئے۔ میں صرف چار گھنٹے پہلے ہی ان سے مل چکا تھا۔ اس لیے اس وقت ان کی

آمد میرے لیے خلاف توقع ہی تھی۔ خاص طور پر ان کے چہرے پر طاری گمبھیر سنجیدگی مجھے اس بات کا پتا دے رہی تھی کہ ان کی آمد بلا مقصد نہیں تھی۔ میں انہیں لے کر اپنے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ کچھ دیر بعد احمد علی نے کافی کے برتن لا کر ہمارے سامنے سجا دیئے۔ کافی ہم دونوں کی کمزوری تھی۔ جتنی دیر کافی کا دور چلتا رہا ہمارے درمیان خاندانی باتوں کا پرانا سلسلہ جاری رہا پھر دھرم داس نے حسب عادت اپنے لیے ایک سگار سلگایا اس کے دو تین کش لیے پھر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے بولے۔

"میں اس وقت تم سے ایک ضروری بات کرنے آیا ہوں۔"

"آپ نے ناحق زحمت کی، فون کر کے مجھے بلا لیا ہوتا۔"

"میرا ایک مشورہ مانو گے......" وہ بدستور سنجیدگی سے بولے۔

"آپ میرے بزرگ ہیں" میں نے سعادت مندی سے کہا۔ "حکم دیجئے......"

"روپ نگر کی آب و ہوا تمہیں سازگار نہیں آ رہی ہے اس لیے میری مانو تو اپنا تبادلہ کروا لو، میں آئی جی سے واقف ہوں، مجھے یقین ہے کہ تمہارے سلسلے میں وہ میری سفارش رد نہیں کرے گا۔"

"تبادلہ کروا لوں...... مگر کیوں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"مجھے کچھ حالات کی اطلاع مل چکی ہے اس لیے موجودہ صورتحال میں تمہاری ساکھ خراب بھی ہو سکتی ہے۔" دھرم داس کے لہجے میں خلوص تھا۔ "تم میرے دوست کے بیٹے ہو اس لیے بتا رہا ہوں کہ پولیس کے محکمے میں اگر ایک بار کسی کی ساکھ بگڑ جائے تو اس کا بحال ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم ایسے کسی حادثے سے دوچار ہو۔"

"میں آپ کی محبت کی قدر کرتا ہوں لیکن جو حادثات رونما ہو رہے ہیں وہ میرے لیے ایک چیلنج ہیں اور میں اسے ہر قیمت پر قبول کرنے کا تہیہ کر چکا ہوں۔" میں نے پراعتماد لہجے میں کہا۔ "یوں بھی محض ایک بدکار عورت سے ڈر کر میدان چھوڑ دینا کم از کم ایک پٹھان کی شان کے خلاف ہے۔"

"وہ صرف ایک عورت نہیں ہے۔" دھرم داس نے پہلو بدل کر کہا۔ "اس کے پیچھے نادیدہ قوتیں بھی کام کر رہی ہیں اور پراسرار قوتوں کا مقابلہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس کے توڑ سے واقف ہوں۔"

"ہر مشکل کا کوئی نہ کوئی حل ضرور ہوتا ہے اور مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ میری رہنمائی ضرور کرے گا۔"

"بیسٹ آف لک......" دھرم داس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ویسے میں ہر طرح سے تمہاری مدد کو تیار ہوں۔"

"تھینکس اے لاٹ سر......" میں نے گرمجوشی سے کہا

پھر انہیں گاڑی تک چھوڑنے باہر تک چلا گیا۔

اس رات میں سونے کے لیے لیٹا تو میرے ذہن پر جتنا کا تصور بری طرح سوار تھا۔ میں پٹھان ہوں' میری رگوں میں اس باپ کا خون تھا جس کو میں مار رہا تھا جس نے سنگلاخ چٹانوں کے سامنے بھی کبھی سر کو جھکانا نہیں سیکھا تھا۔ پھر میں ایسی عورت سے خوفزدہ ہو کر میدان کس طرح چھوڑ دیتا جو پوری تحصیل میں سب سے زیادہ بدنام تھی۔

میری آنکھ کب لگی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے کچھ یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ اس رات خواب میں بھی جتنا کے تصور نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ میرے سامنے کھڑی مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہی ہے اس کے چہرے سے اعتماد جھلک رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ اس وقت بھی بڑی بے باک اور خود سر دکھائی دے رہی تھی البتہ ایک بات جو میں نے خاص طور پر محسوس کی۔ وہ اس کی آنکھوں کی سرخی تھی جس کے اندر کچھ عجیب سے سائے رقص کرتے نظر آرہے تھے کچھ دیر تک وہ تیکھی نگاہوں سے گھورتی رہی پھر اس کے تراشیدہ ہونٹوں میں ارتعاش پیدا ہوا اور ایک نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میرے ساتھ دوستی کر لو...... بڑے فائدے میں رہو گے۔"

"جو فائدہ کسی بدکار عورت کے ذریعے حاصل ہو میں اس پر ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"بڑے مورکھ ہو جو گھر آئی لکشمی کو ٹھکرا رہے ہو۔"

"کیا مطلب......"

"ایک بار آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لو پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ یہ دھرتی کتنی بڑی ہے۔ پولیس کی معمولی ملازمت تمہیں کچھ نہیں دے سکتی لیکن میں تمہیں دھن' دولت اور ایسی شکتی سے مالا مال کر سکتی ہوں جسے تم نے سپنے میں بھی کبھی نہ دیکھا ہوگا۔" وہ قدم بڑھاتی میرے بالکل قریب آگئی...... "صرف ایک بار میرا ہاتھ تھام لو پھر تمہیں خود ہی میری باتوں پر وشواس آجائے گا۔"

میں اسے دھتکار دینا چاہتا تھا اس کا قرب مجھے بڑا مکروہ محسوس ہو رہا تھا' مجھے اس بات کا خطرہ بھی لاحق تھا کہ اگر کسی اور نے مجھے اس کے ساتھ دیکھ لیا تو میں بلاوجہ بدنام ہو جاؤں گا۔

"کس وچار میں گم ہو بھولے ناتھ...... ایسے سے کسی منش کے جیون میں بار بار نہیں آتے' میں تمہیں اتنا بلوان بنا سکتی ہوں کہ اگر تم مٹی کو ہاتھ لگاؤ تو وہ بھی سونا بن سکتی ہے۔"

"مجھے کیا کرنا ہوگا۔" مٹی اور سونے والی بات سن کر میرے لہجے میں نرمی آگئی لیکن یہ ایسی کوئی تعجب یا اچنبھے کی بات نہیں

تھی۔ دنیا کا ہر انسان بڑا آدمی بننے کے خواب ضرور دیکھتا۔ دھن دولت وہ طاقت ہے جس نے بڑے بڑے رشی منی کو ا
راہ سے بھٹکا دیا ہے۔

میں ایک لمحے تک جتنا کو گھورتا رہا' اس کی سرخ سی گی نظروں میں لمبے لمبے انسانی سائے گڈمڈ ہو کر چکرا رہے منظر عجیب تھا' کوئی نادیدہ قوت مجھے اکسا رہی تھی۔ میں سنبھلنے کی کوشش کی لیکن میرے قدم ڈگمگا گئے میں نے ہاتھ کر جتنا کی کلائی پوری قوت سے تھام لی۔ مجھے ایک تا بالکل ایسا ہی لگا جیسے میں نے کسی دہکتی ہوئی سلاخ پر ہاتھ رکھ ہو لیکن یہ احساس جلدی ختم ہو گیا پھر مجھے یوں محسوس ہوا میرا ذہن تیزی سے گھوم رہا ہو' وہ گردش اتنی تیز تھی کہ قوت بینائی دھندلانے لگی۔ میں خود کو کسی بھنور کی زد میں ہوئے بگولے کی مانند محسوس کر رہا تھا جو پوری شدت سے رہا تھا' مجھے ہر منظر گرد آلود اور دھندلا دھندلا نظر آرہا تھا پھر جا۔ کیفیت تبدیل ہوئی تو میں نے دیکھا کہ میں کسی پہاڑ کے غار موجود ہوں جہاں نیم تاریکی ہونے کے باوجود سونے اور چا کے خزینے میری نظروں کے سامنے بکھرے پڑے تھے ان کی دمک میری آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر رہی تھی۔ ابھی میں و جواہرات کو للچائی للچائی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ جتنا کی میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

"کیا تم اس خزانے کو حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں...... ہاں" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"اسے پانے کے لیے تمہیں کچھ بلیدان بھی ہوگا......"

"وہ کیا......"

"تمہیں اپنے دھرم سے منہ موڑنا ہوگا۔"

"نہیں...... نہیں...... یہ ناممکن ہے" میں نے فیصلہ لہجے میں کہا۔

"پھر تمہیں ایک اور کام کرنا ہوگا۔"

"کیا......" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا' نگاہیں بار بار سونے چاندی کے ذخیرے کی جانب اٹھ رہی تھیں

"تمہیں مہان شکتی پراپت کرنے کی خاطر مجھے جان ہوگا۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا۔"

"اس کے بعد تمہیں دھات کی یہ چھوٹی سی مورتی مل جا گی۔" جتنا کی سحر انگیز آواز میرے کانوں میں گونج رہی "اس مورتی کو پانے کے بعد تمہاری ہر اچھا (خواہش) پوری تم جو چاہو گے وہی ہوگا۔ تمہارے سپنے بھی ادھورے نہیں گے...... آؤ میرے ساتھ میں تمہیں اس مورتی کے درشن کرا دوں۔"

جتنا نے میرا ہاتھ تھاما' ناہموار راستے اور تاریکی کے باوجود اس طرح قدم اٹھا رہی تھی جیسے وہ بار بار وہاں آچکی ہو کچھ دیر ہم نے اسی طرح اپنا سفر جاری رکھا۔ ایک دو بار مجھے ٹھوکر لیکن میں نے خود کو گرنے سے سنبھال لیا پھر ایک جگہ پہنچ تھے جتنا رک گئی۔

"کیا تمہیں اس اندھیرے میں کچھ دکھائی دے رہا ہے۔" س نے پوچھا۔

"نہیں......"

"ٹھہرو...... میں تمہارے لیے اجیارہ کیے دیتی ہوں۔" اس نے بڑے اعتماد سے کہا پھر اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے غار کے اس تاریک حصے کو روشن ہوتے دیکھا' ہم اس وقت ایک اونچے حصے پر کھڑے تھے جس کے سامنے زمین کا ایک حصہ قدرے گہرائی میں کٹورے کی شکل میں موجود تھا پھر جا۔ زمین کا وہ ٹکڑا سنگلاخ نہیں تھا بلکہ دلدل کی طرح میلا اور نرم نظر آرہا تھا۔

"دھرتی کے اسی ٹکڑے میں وہ دھات کی چھوٹی مورتی دفن ہے جو مہان شکتیوں کی مالک ہے۔" جتنا نے کہا۔ "آگے بڑھو اور ہاتھ ڈال کر اسے باہر نکال لو پھر میں تمہیں اس کا چمتکار دکھاؤں گی۔"

"کیا تم اسے حاصل نہیں کر سکتیں۔" میں نے جرح کی۔ "مجھے درمیان میں لانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہی کٹھنائی تو آن پڑی ہے کہ ہم اس مورتی کو اس کی جگہ سے باہر نہیں نکال سکتے۔"

"ہم سے تمہاری مراد کیا ہے۔" میں نے پوچھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اس کام میں کوئی اور بھی تمہارے ساتھ شریک ہے۔"

"تمہیں ان باتوں سے کوئی سمبندھ نہیں ہونا چاہیے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "سے بہادر مت کرو' مورتی کو صرف تم ہی اس دلدل سے نکال سکتے ہو۔"

"میں اب بھی اس معمے کو نہیں سمجھ سکا۔" میں نے دوبارہ کہا۔ "جب تم اس مورتی اور اس کی طاقت سے واقف ہو تو پھر مجھے اس راز میں شامل کرنے کا کیا سبب ہے۔"

وہ ایک تانیے تک مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتی رہی پھر بی زبان میں بولی۔

"ہم چونکہ نیچ ذات کے لوگ ہیں اس لیے اس پوتر مورتی کو اس کی اصلی جگہ سے نہیں ہٹا سکتے لیکن اس کے باہر آنے کے بعد سورج ڈوبنے کے بعد ہم بھی اسے ہاتھ لگا سکتے ہیں۔"

جتنا نے ایک بار پھر جمع کا صیغہ اختیار کیا تھا لیکن میں نے اس سے دوبارہ وضاحت نہیں طلب کی پھر دل کڑا کر کے دلدل کی طرف بڑھا۔ نرم مٹی کے کنارے پہنچ کر میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ پھر اس کیچڑ میں ہاتھ ڈال کر ادھر ادھر اس مورتی کو تلاش کرنے لگا۔ مجھے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔ آٹھ دس منٹ بعد ہی میرا ہاتھ کسی ٹھوس شے سے ٹکرایا تھا۔ میں نے اسے باہر نکال کر دیکھا تو وہ دھات کی بنی ہوئی ایک عورت کی شکل کی مورتی ہی ثابت ہوئی جو گیلی مٹی میں ٹھٹھری دکھائی دے رہی تھی۔ جتنا نے اسے دیکھا تو اس کی نگاہیں فاتحانہ انداز میں چمک اٹھیں۔ وہ خوشی سے سرشار لہجے میں بولی۔

"تین سورج ابھرنے اور ڈوبنے تک یہ تمہارے پاس رہے گی اور اس کے بعد......" وہ کچھ کہتے کہتے اچانک خاموش ہو گئی۔

"اس کے بعد کیا ہوگا۔" میں نے وضاحت طلب نظروں سے جتنا سے پوچھا۔

"اس کے بعد اس کی مہان شکتی تمہاری مٹھی میں ہوگی اور تم جو چاہو گے وہ اوش پورا ہوگا۔"

"میرا خیال ہے تم میرے ساتھ ایک دلچسپ مذاق کر رہی ہو۔" میں نے کیچڑ میں ٹھٹھری ہوئی مورتی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "بھلا یہ دھات کی مورتی پراسرار قوتوں کی مالک کس طرح ہو سکتی ہے۔"

"تم چاہو تو اس سے میں بھی اس کی مہان شکتی کو آزما سکتے ہو۔" جتنا نے سنجیدگی سے کہا۔ "اپنے من میں کچھ سوچو...... مورتی کی شکتی تمہاری اچھا کو اوش پورا کرے گی۔"

مجھے جتنا کی باتیں ناقابل یقین اور فرضی کہانیوں جیسی لگ رہی تھیں پھر بھی میں نے مورتی کی طرف دیکھ کر دل میں یہ سوچا کہ ہم جس پہاڑی غار میں کھڑے ہیں کیا وہ کسی بھیانک زلزلے کا شکار ہو سکتا ہے؟ ابھی میں نے اپنے دل میں وہ خیال کیا ہی تھا کہ میرے قدم زمین پر ڈگمگانے لگے' پورا ماحول جیسے یکلخت بھیانک اور ہولناک زلزلے کی لپیٹ میں آگیا تھا بڑے بڑے پتھر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر لڑھک رہے تھے اور زمین جگہ جگہ سے شق ہو رہی تھی۔

"یہ تم نے کیا سوچ لیا......" جتنا کی خوفزدہ آواز میرے کانوں میں گونجی۔

میں نے جواب دینے کی کوشش کی تھی لیکن ایک وزنی پتھر اتنی شدت سے مجھ سے ٹکرایا کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ مورتی پھسل کر میرے ہاتھ سے نکل چکی تھی پھر وہ جسمانی درد کا احساس ہی تھا جس سے بوکھلا کر میں ہڑبڑا کر جاگ گیا......! میں اس وقت اپنے کمرے میں اپنے بستر پر موجود تھا میری سانس اس بری طرح پھول رہی تھی جیسے میں نے میلوں کا سفر گھنٹوں کے بجائے منٹوں میں طے کرنے کی کوشش کی ہو۔ میرا سارا بدن بری طرح ٹوٹ رہا تھا وہ یقیناً جتنا کے مکروہ وجود کا تصور ہی تھا جس نے سوتے میں بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔

نے انگڑائی لینے کی خاطر اپنے بازو پھیلائے تو یہ دیکھ کر گنگ رہ گیا کہ میرا سیدھا ہاتھ تقریباً کہنی تک کیچڑ میں لت پت نظر آ رہا تھا۔ میں نے جلدی سے اٹھ کر اپنا ہاتھ دھویا پھر دوسرا نائٹ گاؤن پہن کر سونے کے ارادے سے لیٹ گیا لیکن نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ رہ رہ کر مجھے دھات کی وہ مورتی ذہنی طور پر پریشان کر رہی تھی جو میرے قبضے میں آ کر نکل گئی تھی ——— میرے سیدھے ہاتھ کا کیچڑ میں لتھڑ جانا اس بات کی تردید کر رہا تھا کہ میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ محض خواب ہی تھا۔

"پھر ——— وہ سب کچھ کیا تھا؟"

*

اس روز جمعہ تھا اس لیے میں دیر تک سوتا رہا۔ میں یہاں یہ بتاتا چلوں کہ میں کم از کم جمعہ کی نماز بڑی پابندی سے پڑھتا تھا۔ چنانچہ اس روز بھی نہا دھو کر مسجد گیا۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ روپ نگر میں مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے وہاں صرف ایک ہی جامع مسجد تھی جہاں دور دور سے لوگ نماز ادا کرنے کے لیے آتے تھے۔ عام دنوں میں وہ اپنی اپنی علاقائی مسجدوں میں خدا کے حضور سر بسجود ہوا کرتے تھے چنانچہ اس روز بھی جامع مسجد میں تحصیل کے بیشتر مسلمان اکٹھا تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر ایک دوسرے سے ملنا اور خیریت دریافت کرنا ایک روایت بن چکا تھا۔ میں چونکہ نیا نیا آیا تھا اس لیے بہت زیادہ لوگوں سے واقف نہیں تھا جبکہ اکثر لوگ مجھ سے واقفیت رکھتے تھے بہرحال میں لوگوں سے ملتا ملاتا مسجد سے رخصت ہوا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی دبے قدموں میرا تعاقب کر رہا ہے۔ ان دنوں جس قسم کے حالات میرے ساتھ پیش آ رہے تھے انہوں نے مجھے خاص طور پر بہت زیادہ محتاط رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ چنانچہ کسی کے تعاقب کے تصور سے میں نے چلتے چلتے تیزی سے گھوم کر دیکھا' جس راستے سے میں گزر رہا تھا وہاں بس اکا دکا آدمی ہی نظر آ رہے تھے اور وہ بھی خاصے فاصلے پر تھے میں نے تعاقب کے خیال کو اپنا وہم سمجھ کر ذہن سے جھٹکا اور پھر قدم آگے بڑھانے لگا۔ اس بار میں نے تعاقب میں آنے والی چاپ کی آواز کے ساتھ ہی اس سائے کو دیکھا جو میرے سامنے کی جانب زمین پر پڑ رہا تھا۔

ایک پولیس آفیسر ہونے کے ناتے میرا چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی دھیان دینا بہت ضروری تھا اور خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ پے درپے پراسرار واقعات سے میرا سابقہ پڑ رہا تھا چنانچہ میں نے قدموں کی چاپ سن کر ایک بار پھر تیزی سے گھوم کر دیکھا لیکن میرے قرب و جوار میں کوئی دوسرا شخص موجود نہیں تھا پھر یکلخت ایک خیال بڑی سرعت سے میرے ذہن میں

ابھرا اور سردی کی ایک لہر میرے پورے جسم میں دوڑ گئی' میں جس سمت جا رہا تھا سورج عین میرے سامنے تھا اور ایسی صورت میں سائے کو میرے سامنے بجائے پشت کی سمت پڑنا چاہیے تھا جبکہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے اپنے سامنے دیکھا تھا لیکن جب میں نے دوبارہ پلٹ کر سامنے دیکھا تو سایہ غائب ہو چکا تھا۔ میں اتنے کمزور دل کا بھی نہیں ہوں کہ ایسی چھوٹی موٹی باتوں سے خوفزدہ ہو جاؤں لیکن جو کچھ میرے ساتھ پیش آ رہا تھا وہ بلاشبہ پراسرار اور حیرت انگیز تھا۔ بھوت پریت' عفریت اور اجنا کا ذکر مختلف مذہبی کتابوں میں موجود ہے اس لیے اس سائے کا اس طرح نمودار ہو کر غائب ہو جانا میرے لیے باعث حیرت ہی تھا۔ میں نے خود کو فوری طور پر کسی نادیدہ قوت کے شر سے محفوظ رکھنے کی خاطر آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا پھر دوبارہ قدم بڑھانے لگا۔

بڑے بازار کے قریب پہنچ کر میں نے اپنی رہائش گاہ کی طرف تو میری نظر ایک بوڑھے فقیر پر پڑی جو اپنی دھن میں مست فٹ پاتھ پر بیٹھا کوئلے سے آڑی ترچھی لکیریں کھینچ رہا تھا۔ وہ اپنی دھن میں اس قدر مگن تھا کہ اسے قرب و جوار کا بھی کوئی ہوش نہیں تھا۔ وہ خاصا عمر رسیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے اور داڑھی کے بال جھاڑ جھنکار کی طرح بڑھے ہوئے تھے جسم پر میل کی موٹی موٹی تہیں نظر آ رہی تھیں۔ کہیں کہیں زخم کے نشان بھی موجود تھے۔ شاید وہ برسوں سے نہیں نہایا تھا۔

اس کے منہ سے جو رال ٹپک رہی تھی اس پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں لیکن وہ اس قدر انہماک سے لکیریں کھینچنے میں مصروف تھا جیسے کوئی بہت بڑا مصور کسی حسین شاہکار کو جنم دے رہا ہو۔ میں نے اس بوڑھے فقیر کو اس روز پہلی بار دیکھا تھا۔ اس کے پھٹے پرانے لباس اور اس کی حالت دیکھ کر مجھے اس پر ترس آ گیا۔ میرے قدم خود بخود اس کی طرف اٹھنے لگے۔ میں اس کے بالکل قریب جا کر کھڑا ہو گیا لیکن اس نے شاید میری موجودگی کو بھی محسوس نہیں کیا تھا اور بدستور بے ہنگم اور بے مقصد سی لکیروں سے فٹ پاتھ کو سیاہ کرنے میں محو تھا۔ اس کے قریب ہی کچھ سکے پڑے تھے جو غالباً لوگوں نے ترس کھا کر ڈال دیے تھے۔ میں نے بھی اس کی مدد کی خاطر جیب سے پانچ روپے کا نوٹ نکالا اور اس کے سامنے ڈال دیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اس نوٹ پر کوئی توجہ نہیں دے گا لیکن اس کا تیزی سے چلنے والا ہاتھ یکلخت رک گیا۔ اس نے نظریں گھما کر میری جانب بہت غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر آنکھوں کے نیچے کہیں کہیں گھرونچ بھی نظر آ رہی تھی۔

"اسے رکھ لو بابا ———" میں نے نوٹ کی سمت اشارہ کرتے ہوئے ہمدردی کا اظہار کیا۔ "تمہارے کام آئیں گے۔"

"یہ ——— یہ کاغذ کا حقیر ٹکڑا میرے کس کام آئے گا۔" اس نے مجھے وحشت بھری نگاہوں سے دیکھا' اس کے چہرے سے دیوانگی مترشح تھی۔

"تم اس سے کھانے پینے کا سامان خرید سکتے ہو ——— اپنی بھوک مٹا سکتے ہو۔"

"تو شاید میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔" وہ بڑی حسرت سے بولا۔ "بھوک بھی نہیں مٹتی۔ جتنا مٹانے کی کوشش کرو اور بھڑک اٹھتی ہے۔ میں بہت دنوں سے فاقہ کر رہا ہوں ——— تو بھی شروع کر دے۔"

"میں نے آج تمہیں پہلی بار روپ نگر میں دیکھا ہے۔" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔ "کہاں رہتے ہو ———؟"

"کہاں رہتا ہوں؟" اس نے اپنی داڑھی کے الجھے ہوئے بالوں کو کھجلاتے ہوئے اپنے آپ سے سوال کیا۔ "میں ——— کہاں رہتا ہوں۔"

"روپ نگر میں شاید نئے نئے آئے ہو۔"

"مجھے کچھ یاد نہیں لیکن تم ——— تم کون ہو۔"

"میں بھی تمہاری طرح خدا کا ایک حقیر بندہ ہوں۔"

"بندہ ———" اچانک اس نے دیوانوں جیسے انداز میں قہقہے لگانے شروع کر دیے۔

"کیوں ——— اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں اسے مخاطب کیا۔ "کیا میں تمہیں بندہ نظر نہیں آتا۔"

"نہیں ———" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گیا اس کے قہقہوں کو جیسے اچانک بریک لگ گیا تھا پھر وہ مجھے دیوانوں کی طرح سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے بولا۔ "تو شتر مرغ ہو سکتا ہے ——— اود بلاؤ ہو سکتا ہے لیکن بندہ نہیں ہو سکتا۔"

وہ شاید ذہنی مریض تھا جو الٹی سیدھی باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اسے نظرانداز کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اس نے کچھ عجیب خوفزدہ لہجے میں مجھے روکتے ہوئے کہا۔

"مجھے چھوڑ کر نہ جا ——— ورنہ میں شاید پھر بھٹک جاؤں گا اور وہ ——— وہ میرا مکان کہاں ہے۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"پریشان مت ہو بابا۔" میں نے اسے تسلی چاہی۔ "تمہیں تمہارا مکان بھی مل جائے گا۔"

"مل جائے گا ———" وہ خوشی سے تالی بجانے لگا پھر اچانک اس نے زمین پر پڑا ہوا پانچ کا نوٹ اٹھا لیا۔ چند لمحے اسے پاگلوں جیسے انداز میں الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر اس نے بڑے وحشت بھرے انداز میں نوٹ کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

"یہ ——— یہ تم نے کیا کیا۔" میں نے اسے تعجب سے دیکھا مجھے اس کے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہو رہا تھا۔

"کھوٹے سکے اللہ کی راہ میں نہیں چلتے۔ اس لیے میں نے تیرا نوٹ پھاڑ دیا۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا پھر اس نے پھٹے ہوئے نوٹ کے ٹکڑے ہوا میں اڑا دیے۔ اس کا جواب مجھے نہ جانے کیوں الجھن میں مبتلا کر رہا تھا۔

"بابا ———" میں نے اسے ٹٹولتی نظروں سے دیکھا۔ "کیا تمہیں کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہے۔"

"تو کیا معلوم کرنا چاہتا ہے۔" اس بار اس نے ہوش مندوں کی طرح پوچھا۔

"میں آج کل کچھ مشکلات میں گھرا ہوں۔" میں نے اسے کوئی بزرگ سمجھتے ہوئے اپنا مدعا بیان کیا۔ "کیا تم مجھے اس الجھن سے نجات دلا سکتے ہو۔"

"کسی چمار سے دوستی گانٹھ لے' تیرے سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔" بوڑھے نے بڑی رازداری سے جواب دیا۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس خانے میں فٹ کروں۔ میرے اندازے کے مطابق یا تو وہ کوئی [illegible] مجذوب تھا یا بزرگ تھا یا پھر سی آئی ڈی کا کوئی افسر تھا' جس نے خود کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کی خاطر بھیس بدل رکھا تھا۔ ابھی میں اسے گھور ہی رہا تھا اور کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نے برہمی کا اظہار کیا۔

"دیدے پھاڑے کیا دیکھ رہا ہے ——— جا اپنا راستہ ناپ۔"

"تم ———" میں نے قدرے جھک کر مدھم لہجے میں کہا۔

"وہ نہیں ہو جو نظر آ رہے ہو۔"

"ہاں" وہ دیوانوں کی طرح ہونٹوں پر انگلی جما کر بولا۔ "میں دم دار ستارہ ہوں اگر ٹوٹ کر کسی اور سیارے سے ٹکرا گیا تو تباہی اور بربادی بھی پھیل سکتی ہے...... مگر یہ بات اپنی ذات تک محدود رکھنا' کسی اور کو پتا چل گیا تو مجھے وہ کسی اور سیارے کی مخلوق سمجھ کر مار ڈالیں گے...... زندگی اور موت کا کیا بھروسہ...... نظر نہ آنے والا دھاگا اگر ٹوٹ گیا تو کٹھ پتلی کا تماشہ ٹھپ ہو جائے گا۔ دنیا کا کاروبار جس طرح چل رہا ہے چلنے دے...... زیادہ اچھل کود کی تو تو بھی چمگادڑ کی طرح کسی درخت سے الٹا لٹکا نظر آئے گا۔"

"پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو......" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں...... میں نے چوتھے آسمان تک پڑھ لیا ہے۔" اس نے دیدے نچاتے ہوئے رازداری سے کہا۔ "پانچویں کا امتحان دیا تھا لیکن نقل کرتے ہوئے پکڑا گیا۔ اسی لیے یہ حلیہ بن گیا ہے۔"

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ تمہاری اصلیت کیا ہے؟" میں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میری اصلیت" وہ چند لمحوں تک خلاء میں آنکھیں پھاڑے تکتا رہا پھر داڑھی کھجاتے ہوئے بولا۔ "خاک' دھول اور مٹی...... میری مان تو تو بھی اپنے ہاتھ کیچڑ سے سان لے...... پوبارہ ہو جائیں گے...... آنکھ کھول کر چلے گا تو آسمانوں پر نہیں اڑ سکے گا' زمین پر ہی ٹانک ٹوئیاں مارتا رہ جائے گا...... عقل کے ناخن بڑھا کر خود کو زخمی کر لے...... وقت ہاتھ سے نکل گیا تو تمام زندگی پچھتانا پڑے گا۔"

اس بوڑھے کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں' کبھی وہ دیوانوں کی طرح واہی تباہی بکنا شروع کر دیتا تھا اور کبھی بڑے فلسفیانہ انداز میں گہری گہری باتیں کرنے لگتا میرا اس کے پاس زیادہ دیر رکنا بھی مناسب نہیں تھا چنانچہ میں جانے کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ اس نے آواز دے کر مجھے روک لیا۔

"اتنی جلدی کہاں جا رہا ہے...... فٹ پاتھ پر دو چار لکیریں تو بھی مار دے ورنہ کشتی ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"تم خواہ کوئی بھی ہو لیکن میرا وقت برباد کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے قدرے درشت لہجے میں کہا۔

"اکھڑ گیا بچے سے......" وہ دیوانوں کی طرح ہنسنے لگا۔ "پنجرے کی طرف بھی ایک نظر دیکھ لے...... چڑیا آزاد ہو گئی ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا۔" میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا۔ "کیا چاہتے ہو۔"

"نہیں نہیں......" وہ تیزی سے خوفزدہ انداز میں اٹھا۔ اس کی کیفیت سہمی سہمی نظر آ رہی تھی' گڑگڑا کر بولا۔ "مجھے گرفتار نہ کرنا۔ میں پہلے ہی گرفتار ہوں......"

"کیا......" میں چونکا۔ "کیا تم کوئی مجرم ہو جو قانون کی نگاہوں سے بچنے کے لیے یہ حلیہ اختیار کر رکھا ہے۔"

"ہاں...... ہاں......" وہ دیدے نچاتے ہوئے مدھم آواز میں بولا۔ "میں نے ایک مورتی چرائی تھی رحمت کی بنی ہوئی مورتی' وہ میری منزل کے راستے میں آ گئی تھی اور پھر...... پھر میں بھٹک گیا۔"

میں رحمت کی مورتی کے حوالے پر چونکا' وہ یقیناً کوئی پہنچا ہوا بزرگ تھا جو اشارے کنایوں میں مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا' میں نے اسے غور سے دیکھا میرے چہرے کے کھچاؤ میں کمی آ گئی۔ وہ دلوں کے بھید پڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"بابا...... کیا تم میری رہنمائی کر سکتے ہو......"

"پولیس پولیس...... دوڑو...... دوڑو...... بچاؤ" وہ چلاتا ہوا بھاگ کر ایک گلی میں مڑ گیا۔ میں نے برق رفتاری سے اس کا تعاقب کرنے کی کوشش کی۔ میں اس سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے میرے رات والے خواب اور رحمت کی مورتی کے بارے میں اور کیا کچھ معلوم ہے لیکن گلی میں داخل ہوتے ہی مجھے ایک دھچکہ سا لگا۔ وہاں دور دور تک کسی آدم زاد کا کوئی نشان نہیں تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں مجھے اس بات کا شدید ملال تھا کہ میں نے اسے شناخت کرنے میں غلطی سے کام لیا تھا لیکن تیر اب کمان سے نکل چکا تھا۔

میں پلٹ کر اپنی رہائش گاہ کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ میرے ذہن میں اس بوڑھے کی باتیں گونج رہی تھیں۔ اس نے مجھ کو کسی چمار سے دوستی گانٹھنے کا مشورہ دیا تھا اور کسی چڑیا کی آزادی کی اطلاع بھی تھی میں نے اس کی بات پر بہت غور کیا لیکن کوئی آخری نتیجہ اخذ نہ کر سکا۔ اس کی باتیں معنی خیز تھیں لیکن میں ان کی باریکیوں کو سمجھنے سے قاصر رہا۔

دوسرے دن میں اپنے دفتر میں بیٹھا مصروف کار تھا۔ دوپہر کے وقت اے ایس آئی رام دیال نے میرے کمرے میں قدم رکھ کر سیلوٹ کیا پھر میرے اشارے پر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کوئی خاص بات......" میں نے اس کے آنے کا سبب معلوم کیا۔

"آج جمنا والے کیس کی پیشی تھی سر......"

"کیا فیصلہ ہوا......" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے سوال کیا۔

"منشی پریم چندر کی موت اور عدم ثبوت کی وجہ سے کیس خارج کر دیا گیا۔"

"عدم ثبوت سے آپ کی کیا مراد ہے۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا آپ نے دونوں گواہوں کو عدالت میں پیش نہیں کیا؟"

"کیا تھا سر...... لیکن ان دونوں نے اپنے تحریری بیان سے انکار کر دیا۔"

"کیا مطلب......"

"گواہوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے منشی پریم چندر کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے زبردستی بیان دیا تھا ورنہ انہوں نے جمنا کو انجھانی کی جیب کاٹتے نہیں دیکھا تھا......" رام دیال نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ قانون کا محافظ ہونے کے باوجود جمنا کے چھوٹ جانے پر بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا۔

"آل رائٹ......" میں نے خشک آواز میں کہا۔ "آپ جا سکتے ہیں۔"

میرا جواب سن کر رام دیال خاموشی سے اٹھا اور سیلوٹ کر کے دفتر سے باہر چلا گیا۔ اس وقت میرے ہاتھ میں ایک پنسل موجود تھی' جمنا کی آزادی کی اطلاع سن کر میں نے اپنی مٹھی کو اتنی زور سے بھینچا کہ پنسل دو ٹکڑوں میں منقسم ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی بوڑھے کے الفاظ میرے ذہن میں گونجنے لگے۔

"پنجرے کی طرف بھی ایک نظر دیکھ لے...... چڑیا آزاد ہو گئی ہے۔"

جب سے میں روپ نگر آیا تھا اس کے دو ماہ بعد ہی سے والدہ کا فون پر اصرار بڑھتا جا رہا تھا کہ میں دو چار روز کی چھٹی لے کر ان سے ملنے چلا جاؤں۔ ایک دو بار والد صاحب نے بھی اسی قسم کی بات کہی تھی۔ اوم پرکاش کی فائل میری سیف میں بند تھی' منشی پریم چندر جمنا کی بددعا کا شکار ہو کر ہو گیا تھا۔ جمنا کو جیب کاٹنے والے کیس سے باعزت طور پر رہا کر دیا گیا تھا۔ اس کیس کے دونوں گواہ منحرف ہو گئے تھے پھر بوڑھے سے میری ملاقات اور اس کی پراسرار باتوں نے مجھے ذہنی طور پر الجھا رکھا تھا چنانچہ میں نے دو روز کی چھٹی لی اور والدہ سے ملنے گھر چلا گیا۔ والد صاحب نے میری توقع کے عین مطابق مجھ سے روپ نگر کے حالات کے بارے میں دریافت کیا لیکن میں نے اپنی کسی بات سے آگاہ کرنا مناسب نہیں سمجھا ورنہ اگر بات والدہ کے کانوں تک پہنچ جاتی تو شاید وہ مجھے واپس ملازمت پر جانے کی اجازت بھی نہ دیتیں۔ روپ نگر سے چلتے وقت میں نے خاص طور پر انکل دھرم داس سے بھی یہی درخواست کی تھی کہ اگر ان کی والد صاحب سے فون پر گفتگو ہو تو مجھے پیش آنے والے حالات سے آگاہ نہ کریں۔

ایک روز سکون سے گزر گیا لیکن دوسرے دن رات کے کھانے کے بعد جب سب لوگ ساتھ بیٹھے تو میری والدہ نے روپ نگر میں میری تعیناتی کے بارے میں ذکر چھیڑ دیا۔ میں یہاں یہ بات ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے پرنانا بہت بڑے بزرگ تھے۔ ہرچند کہ ان کے انتقال کو ایک طویل عرصہ گزر گیا تھا لیکن میری والدہ روحانی طور پر ان سے اس قدر وابستہ تھیں کہ ان کا ذکر ہمیشہ ہوتا رہتا تھا۔ بہرحال اس وقت ہم سب لوگ ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"شہباز بیٹے' تمہیں روپ نگر میں کسی قسم کی کوئی تکلیف یا پریشانی تو لاحق نہیں ہے۔" والد صاحب نے پوچھا۔

"جی نہیں......" میں نے والدہ کی موجودگی کے سبب خاص طور پر بڑے اطمینان اور سکون کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "روپ نگر ہر اعتبار سے ایک خوبصورت جگہ ہے' مجھے وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے' ہر قسم کا آرام اور آسائش حاصل ہے پھر خاص طور پر انکل دھرم داس میرا بہت خیال رکھتے ہیں چھوٹی جگہ ہے اس لیے میری عزت بھی بہت کی جاتی ہے۔"

"یہ اوم پرکاش کا کیا قصہ ہے۔" والد صاحب نے پوچھا تو میں ایک لمحے کو چونکا پھر جلدی سے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

"یہ میرے زمانے کا نہیں بلکہ پرانا کیس ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" والد صاحب نے میری بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن مجھے جو اطلاع ملی ہے اس کے مطابق بچاری اوم پرکاش کی موت انتہائی پراسرار طور پر واقع ہوئی تھی اور آج تک قاتل یا قاتلوں کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔"

"آپ کی اطلاع درست ہے لیکن وہ کیس اب فائل ہو چکا ہے۔"

"اچھا ہوا۔" والد صاحب نے سکون کا سانس لیا پھر تھوڑے توقف سے بولے۔ "اس قسم کی پیچیدہ وارداتوں میں زیادہ ملوث ہونے کی کوشش بھی نہ کرنا ورنہ بلاوجہ بنی بنائی ساکھ خطرے میں پڑ جاتی ہے۔"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ نے تو مجھے پہلے یہ مشورہ دیا تھا کہ قانونی تقاضوں کو ہر قیمت پر پورا کرنا ایک اچھے اور فرض شناس پولیس افسر کا کام ہے۔"

"اب بھی میرا یہی مشورہ ہے لیکن بعض حالات ایسے پیچیدہ اور پراسرار ہوتے ہیں جن سے دامن بچانا بھی اشد ضروری ہوتا ہے۔" والد صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔ "اب تم اوم پرکاش کی موت ہی کو لے لو...... کیا تم اس بات پر یقین کر سکتے ہو کہ کوئی کیا دھاگا کسی انسان کے پورے جسم کا خون پی سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے اصلیت کچھ اور ہو۔" میں نے والدہ کو چونکتے دیکھ کر جلدی سے بات بنائی۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ اوم پرکاش کا قاتل پولیس کی نگاہوں میں آ چکا ہو لیکن اسے کسی خاص بنا پر بچانے کی خاطر خون میں لتھڑا ہوا دھاگا لاش کے قریب ڈال کر اسے پراسرار بنانے کی کوشش کی گئی ہو...... مجھ سے پہلے جو

افسر وہاں تعینات تھا اس کی شہرت کچھ اچھی نہیں تھی کسی اہم واردات کے کاغذات میں الٹ پھیر کرنے کی وجہ سے ہی اس کا ٹرانسفر روپ نگر سے ہوا تھا۔"

"بہرحال یہ مت بھولنا کہ تم ریٹائرڈ ڈی آئی جی نادر خان کی اولاد ہو اور تمہاری رگوں میں ایک معزز پٹھان گھرانے کا خون گردش کر رہا ہے۔" والد صاحب نے ٹھوس لہجے میں تلقین کی۔ "دولت میں بڑی کشش ہوتی ہے' مفت میں بیٹھے بٹھائے کاغذات میں معمولی سی ردّ و بدل کے عوض اگر لاکھوں کی آفر ملے تو بیشتر لوگوں کی رال ٹپکنے لگتی ہے لیکن ایک بار اگر انسان کے قدم لڑکھڑا جائیں تو پھر اس کا سنبھلنا مشکل ہوتا ہے۔ شیر کی مثال لے لو' ہر شیر آدم خور نہیں ہوتا بلکہ میرے تجربے کے مطابق شیر جنگل کا بادشاہ ہونے کے باوجود انسانوں کے ساتھ بڑی مفاہمت سے کام لیتا ہے۔ لیکن جب نا تجربے کار شکاری اناڑی پن کا مظاہرہ کر کے شیر کو زخمی کر دیتے ہیں تو وہ اپنے زخم کو بھرنے کی خاطر زبان سے اس جگہ کو چاٹتا ہے پھر اس کے منہ کو خون لگ جاتا ہے اور وہ آدم خور بن جاتا ہے۔ ایمانداری اور بے ایمانی کے درمیان بھی یہی فرق ہے لالچ اور دولت کی ہوس انسان کو گھن بن کر اندر ہی اندر چاٹ جاتی ہے۔ ہر شخص طاقت ور بننے کے خواب ضرور دیکھتا ہے اور اسی خواب کی تکمیل کی خاطر وہ مال و زر کے سنہرے جال میں پھنس جاتا ہے۔ پولیس کے محکمے میں اس قسم کے مواقع چونکہ زیادہ میسر آتے رہتے ہیں اس لیے ایک دیانتدار افسر کو ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھانا چاہیے۔"

"اب ان نصیحتوں سے کیا فائدہ" میری والدہ نے والد کو گھورتے ہوئے کہا۔ "جب میں نے پولیس کی ملازمت کی مخالفت کی تھی تو تم نے شہباز کو اسی بات پر اکسایا تھا کہ پولیس کی ملازمت ہی کی جائے۔"

"میں اب بھی یہی کہتا ہوں لیکن..........."

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔" والدہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "یا تو تم روپ نگر سے شہباز کا تبادلہ کہیں اور کرا دو یا پھر ملازمت سے استعفیٰ دلوا دو' نہیں چاہیے مجھے ایسی عزت اور وقار جس میں ہر وقت جان کو خطرہ لگا رہے۔"

"روپ نگر پر ہی کیا منحصر ہے امی حضور۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "خطرات تو کسی وقت بھی کسی ملازمت میں بھی پیش آسکتے ہیں۔"

"میں تمہاری ایک نہیں سنوں گی۔" والدہ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تمہیں پولیس کی ہی ملازمت کرنی ہے تو پھر روپ نگر سے تبادلہ کروالو۔"

"کیوں..........؟" میرے والد نے دبی زبان میں پوچھا۔ "یہ آپ کو بیٹھے بٹھائے روپ نگر سے کیا بیر ہو گیا ہے۔"

"جب سے تم نے روپ نگر میں اپنے عہدے کا چارج لیا ہے میں بڑے ابا کو کئی بار خواب میں دیکھ چکی ہوں۔" والدہ نے والد صاحب کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے براہ راست مجھے مخاطب کیا۔ "بڑے ابا مجھے ہر بار پریشان پریشان سے نظر آئے ہیں۔ انہوں نے دبی زبان میں تمہارے لیے اس بات کا خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ تمہیں فوری طور پر روپ نگر سے ہٹا لیا جائے۔"

"پلیز امی.........." میں نے اپنے اندر کے تجسس کو چھپاتے ہوئے کہا۔ "خواب کی باتوں میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔"

"خبردار جو تو نے بڑے ابا کی شان میں کوئی نازیبا بات کی۔" والدہ نے مجھے سرزنش کی۔

"آپ کے بڑے ابا نے شہباز کے سلسلے میں کس خطرے کا اظہار کیا ہے۔" والد صاحب نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"پہلے وعدہ کرو کہ تم ان کی باتوں کا مذاق نہیں اڑاؤ گے۔"

"یہ خیال تمہارے ذہن میں کیسے آگیا جبکہ میں نے ہمیشہ تمہارے بڑے ابا کی بزرگی کا اعتراف کیا ہے۔" والد صاحب بولے۔ "میں نے ہمیشہ ان کی عزت اور احترام بھی کیا ہے۔ بلاشبہ وہ ایک پہنچے ہوئے بزرگ تھے اور ان کو روحانی قوتیں بھی حاصل تھیں۔"

"بتائیے نا امی حضور۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ "آپ کے بڑے ابا نے میرے بارے میں کیا اظہار کیا ہے۔"

"ان کا اشارہ یہ ملا ہے کہ روپ نگر کی تعیناتی تمہیں راستے سے بھٹکا دے گی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"بڑے ابا نے خواب میں مجھے بتایا ہے کہ کچھ بدروحیں اور گندی قوتیں تمہارا تعاقب کر رہی ہیں اس لیے وہاں سے تمہارا دور رہنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

والدہ کی بات سن کر نہ صرف میں بلکہ والد صاحب بھی چونکے تھے اپنے پرنانا کے بارے میں' میں نے بھی بہت کچھ سن رکھا تھا۔ وہ خدا کے برگزیدہ بندے اور اس پائے کے بزرگوں میں شمار کیے جاتے تھے جن کی زبان سے نکلا ہوا کوئی لفظ کبھی غلط نہیں ہوتا تھا روپ نگر کے بارے میں بھی انہوں نے امی کو جو اشارہ دیا تھا وہ اپنی جگہ درست تھا لیکن میں ان پراسرار باتوں کو اپنے لیے ایک چیلنج سمجھ کر قبول کرنے کا تہیہ کر چکا تھا چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جب ہمارے پرنانا کا سایہ ہمارے سر پر ہے تو پھر مجھے کسی سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہ بات اپنی جگہ.......... لیکن بزرگوں کی باتوں کو نہ ماننا بھی کوئی دانشمندی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے.........." میں نے بات ختم کرنے کی خاطر کہا۔ "مگر آپ کا مشورہ یہی ہے کہ میں روپ نگر سے دور رہوں تو میں ایک دو ماہ بعد وہاں سے اپنا تبادلہ کسی اور جگہ کروالوں گا۔"

"ایک دو ماہ بھی وہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"مجھے ایک دو ضروری کیس نمٹانے ہیں امی حضور۔" میں نے جرح کی۔ "اگر میں نے ان کیسز کو ادھورا چھوڑ دیا تو میری بڑی بدنامی ہوگی۔"

"میں تمہیں صرف پندرہ بیس دن کی مہلت دے سکتی ہوں۔" امی نے بمشکل تمام الجھتے ہوئے کہا۔ "اس کے بعد یا تو تم ملازمت سے مستعفی ہو جاؤ یا پھر کسی دوسری جگہ بدلی کرالو۔"

میں نے امی کو مطمئن کرنے کی خاطر بڑی سعادت مندی سے ہامی بھرلی لیکن میں اندر ہی اندر اس بات کا معترف بھی تھا کہ پرنانا نے خواب میں جو اشارہ کیا تھا وہ اپنی جگہ صدفی صد درست تھا۔ میرے والد صاحب بھی امی کی باتیں سن کر کسی سوچ میں ڈوبے نظر آرہے تھے۔ چنانچہ ماحول پر طاری سنجیدگی کو ختم کرنے کی خاطر میں نے گفتگو کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔

دو روز بعد جب میں روپ نگر جانے کے لیے تیار ہوا تو اس وقت بھی میری والدہ نے مجھ سے اس بات کا وعدہ لیا کہ میں پندرہ بیس روز کے اندر اندر روپ نگر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دوں گا۔ والد صاحب مجھے چھوڑنے گاڑی تک آئے پھر دبی زبان میں نہایت سنجیدگی سے بولے۔

"تمہارے پرنانا کا شمار بہت پہنچے ہوئے بزرگوں میں ہوتا تھا اگر ان کا اشارہ تمہاری ماں کو مل چکا ہے تو پھر میں بھی تم سے یہی کہوں گا کہ جتنی جلدی ممکن ہو روپ نگر سے دور ہو جاؤ۔ میں نے تم سے پہلے بھی یہی کہا تھا کہ میں تمہاری پوسٹنگ سے کچھ زیادہ خوش نہیں ہوں۔ روپ نگر کے پراسرار واقعات کے بہت سارے ایسے قصے مشہور ہیں جن کو عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن عینی شاہدوں اور پولیس کی تفتیشی رپورٹ کی روشنی میں انہیں غلط بھی نہیں کہا جا سکتا۔"

"بہتر ہے.......... جو آپ کی مرضی ہوگی میں اسی پر عمل کروں گا۔" میں نے والد صاحب سے کہا پھر اپنی کار میں بیٹھ گیا..........!!

*

آٹھ نو گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد میں روپ نگر پہنچا تو بری طرح تھکا ہوا تھا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد میں سونے کے ارادے سے لیٹا ہی تھا کہ اے سی ایم راکیش ورما صاحب کا فون آگیا۔ کچھ دیر تک وہ گھر کی خیریت دریافت کرتے رہے پھر بولے۔ "میرا خیال ہے کہ تم نے اوم پرکاش والی فائل اسٹڈی کر لی ہوگی۔"

"جی ہاں" میں نے دھرم داس کے دیے ہوئے مشورے کے عین مطابق جواب دیا۔ "میں اسے دوبارہ دیکھ چکا ہوں لیکن کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس سے نئے سرے سے کسی تفتیش کا آغاز کیا جائے۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے کہ اب گڑے مردے اکھاڑنے سے سوائے وقت کی بربادی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا لیکن مقتول کے ورثا خامے اوپر تک پہنچ گئے ہیں۔"

"پھر میرے لیے کیا حکم ہے۔"

"تم ایسا کرو کہ ایک دو دن میں وہ فائل مجھے واپس کر دو۔ میں اسے اوپر والوں کے حوالے کر دیتا ہوں پھر وہ جانیں اور ان کا کام۔"

"بہتر ہے......... میں پہلی فرصت میں اسے واپس لوٹا دوں گا۔"

فون بند کر کے میں سونے کے ارادے سے لیٹا تو احمد علی میرا سرہانے بیٹھ گیا۔ اس نے مجھے گودوں کھلا رکھا تھا اس لیے ابھی تک بچوں کی طرح میرا خیال رکھتا تھا۔ میں نے اسے منع بھی کیا لیکن اس نے جواب میں یہی کہا کہ آپ سو جائیں گے تو میں چلا جاؤں گا۔ میں اس کی دل شکنی نہیں چاہتا تھا اس لیے کروٹ بدل کر آنکھیں موند لیں اس وقت درحقیقت اس کے سرہانے سے مجھے بڑا سکون اور آرام مل رہا تھا۔ میرے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی پھر میں پوری طرح نیند سے دوچار بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ مجھے سانپ کے پھنکارنے کی آواز سنائی دی۔ وہ آواز اس قدر صاف اور واضح تھی کہ میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ کمرے میں میرے اور احمد علی کے سوا کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا۔

"کیا بات ہے چھوٹے سرکار" احمد علی نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم نے کسی سانپ کے پھنکارنے کی آواز سنی تھی؟"

"سانپ.....؟" احمد علی نے تعجب سے چاروں طرف دیکھا پھر بولا۔ "یہاں اس کمرے میں بھلا سانپ کا کیا کام آپ کو وہم ہوا ہوگا' ہو سکتا ہے کہ زیادہ تھکن کی وجہ سے۔"

"ہاں..... آں..... ہو سکتا ہے۔" میں نے سرسری نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا پھر دوبارہ لیٹ گیا۔ میں نے آنکھیں دوبارہ بند کر لیں لیکن سانپوں کے سرسرانے اور پھنکارنے کی آوازیں بدستور میرے کانوں میں گونجتی رہیں۔ احمد علی میرے قریب بیٹھا میرے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا اور ہولے ہولے سر دبا جا رہا تھا۔ میں بہت دیر جاگتا رہا پھر مجھے نیند آگئی۔

صبح میں دفتر جانے کے ارادے سے تیار ہوا تو حسب دستور میرا اردلی موہن لال گاڑی کے دروازے کے پاس کھڑا تھا۔ میں گاڑی میں بیٹھنے لگا تو مجھے اچانک اوم پرکاش کی فائل یاد آگئی۔ راکیش ورما کی کچہری میرے دفتر کے راستے میں پڑتی تھی اس لیے میں نے سوچا کہ کیوں نہ اس فائل کو بھی ہاتھ کے ہاتھ ان

کے حوالے کر آ جاؤں چنانچہ میں تیزی سے واپس پلٹا۔ اپنے کمرے میں آ کر سیف کھولا تو میں بوکھلا کر رہ گیا۔ سیف میں اس فائل کے علاوہ میری اور بھی بہت ساری قیمتی چیزیں رکھی تھیں۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ میں نے وہ فائل بڑی احتیاط اور رازداری سے اسی سیف میں رکھی تھی لیکن اس وقت مجھے اس فائل کے سوا تمام دوسری اشیاء نظر آ رہی تھیں۔ سیف کے علاوہ دوسری الماری کھول کر اس کے تمام خانے بھی اچھی طرح دیکھ ڈالے لیکن ادوم پرکاش والی فائل کا کوئی پتا نہ چلا۔ میں بری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔ راکیش ورما نے رات ہی کہا تھا کہ وہ فائل اوپر والوں نے طلب کی تھی اور ایسی صورت میں اس فائل کا غائب ہو جانا میری ملازمت پر نہ صرف یہ کہ ایک بدنما داغ بن سکتا تھا بلکہ میری جواب طلبی بھی ہو سکتی تھی۔ میں احمد علی کو چھوڑ کر گیا تھا چنانچہ میں نے اس سے بھی پوچھا کہ کیا میری غیر موجودگی میں کسی نے سیف کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن احمد علی نے جو جواب دیا اس سے مجھے شرمندگی بھی ہوئی۔ جاتے وقت میں اس کمرے کو باہر سے لاک کر گیا تھا اور واپسی کے بعد میں نے خود اپنے ہاتھوں سے خوابگاہ کا قفل کھولا تھا۔ میں اسے چوری کی واردات قرار دینے کو تیار نہیں تھا اس لیے کہ اگر وہ کسی چور کا کام ہوتا تو اس نے پہلی فرصت میں سیف میں موجود قیمتی اشیاء پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہوتی۔ فائل اور اس میں موجود دس بارہ کاغذات سے بھلا اسے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی؟ پھر کمرے کی باقی تمام چیزیں بھی اپنی اپنی جگہ موجود تھیں۔

میرا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا فائل کی گم شدگی مجھے اس کیس میں براہ راست ملوث بھی کر سکتی تھی اس لیے کہ وہ میری تحویل سے غائب ہوئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کی گمشدگی کی کیا وجوہ راکیش ورما کو مطمئن کر سکتی تھیں اور ایسی صورت میں جب کہ فائل اوپر والوں نے طلب کی تھی اس کا غائب ہو جانا میرے لیے بے شمار پریشانیوں کا سبب بھی بن سکتا تھا۔ میرے ذہن میں ایک بار رات والی سانپ کی پھنکار گونجی لیکن میں نے اس خیال کو دل سے جھٹک دیا کہ بھلا کسی سانپ کو ایک فائل سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

اس روز میں دن بھر دفتر میں بھی اسی فائل کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہوتا رہا۔ شام کو دفتر سے واپس لوٹ کر میں نے حسب معمول غسل کر کے لباس تبدیل کیا اور ورانڈے میں آ کر بیٹھ گیا جہاں چائے کے برتن پہلے سے سجے ہوئے تھے۔ احمد علی کے ساتھ موہن لال کو بھی وہاں موجود دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ عام طور پر وہ مجھے باہر ہی سے نمستے کر کے لوٹ جاتا تھا لیکن اس روز احمد علی کے ساتھ وہ بھی ورانڈے میں موجود تھا۔

"کیا بات ہے موہن لال؟" میں نے دریافت کیا۔ "تم گھر نہیں گئے۔"

"سرکار..." وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "میں سارا دن آپ کو دفتر میں پریشان دیکھتا رہا ہوں لیکن وہاں کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں پڑی اسی لیے رک گیا تھا کہ شاید یہ سیوک آپ کے کسی کام آ سکے۔"

"نہیں۔" میں نے موہن لال کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم میری موجودہ پریشانی میں کوئی مدد نہیں کر سکو گے۔"

"انسان انسان کا دارو ہوتا ہے سرکار۔ مجھے اپنی پریشانی کا کارن بتا دیں۔ اگر یہ سیوک آپ کے کسی کام آ سکا تو اسے اپنی خوش قسمتی سمجھے گا۔"

"میری ایک فائل گم ہو گئی ہے۔" میں نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "اگر وہ ایک دو روز میں نہ ملی تو میری پریشانی بڑھ سکتی ہے اب بولو تم میری اس سلسلے میں کیا مدد کر سکتے ہو؟"

"میں ان پڑھ آدمی ہوں سرکار بھلا کسی دفتری فائل کے معاملے میں آپ کی کیا سہایتا کر سکتا ہوں۔ پرنتو ایک آدمی روپ نگر میں ایسا موجود ہے جو آپ کی پریشانی دور کر سکتا ہے لیکن آپ شاید اس سے ملنا پسند نہ کریں۔"

"کون ہے وہ آدمی؟"

"شنکر..." موہن لال نے کچھ گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "جنگل کے قریب اس نے اپنا کچا پکا مکان ڈال رکھا ہے وہیں پڑا رہتا ہے لیکن ہے بہت کام کا آدمی۔"

"کیا مطلب؟"

"لوگوں کا خیال ہے سرکار کہ وہ سفلی کے گندے عمل کا ماہر ہے ہر ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔ جمنا سے بھی اس کی بہت گاڑھی چھنتی ہے۔ پر ہے ذات کا چمار۔"

"چمار۔" میں چونک اٹھا میرے ذہن میں فٹ پاتھ والے بوڑھے کے الفاظ گونج اٹھے۔ "کسی چمار سے دوستی گانٹھ لے تیرے سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔"

"آدمی کم ذات ضرور ہے سرکار لیکن ایک بار مل لینے سے کیا جاتا ہے۔" موہن لال نے کہا۔ "آپ کے چرنوں میں بیٹھ کر بات کرے گا اور نہ جانے کیوں میرا من کہتا ہے کہ وہ آپ کی سہایتا کر سکتا ہے۔ آگے آپ کی جو اچھا۔"

"تم نے ابھی کہا تھا اس کی اور جمنا کی دوستی بھی ہے۔" میں نے موہن لال کو گھورتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہاں۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا سرکار۔"

موہن لال کی بات سن کر میرے خون کی گردش تیز ہو گئی۔ میں نے متعدد افراد سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ کسی ایسے آدمی کا نام بتائیں جو گندے عمل سے بھی واقف ہو اور جمنا سے میل جول بھی رکھتا ہو لیکن ہر شخص نے اس کے جواب سے کترانے کی کوشش کی تھی چنانچہ موہن لال کی زبان

سے شنکر کا نام سن کر مجھے اندھیرے میں امید کی کرن نظر آنے لگی۔ میرے لیے فائل کی دستیابی کا مسئلہ بھی درپیش تھا جس کے نہ ملنے کی صورت میں حالات کوئی سنگین صورت بھی اختیار کر سکتے تھے۔

"موہن لال۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تم شنکر کو کب سے جانتے ہو۔"

"دس بارہ سال سے سرکار۔"

"تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ سفلی عمل کا ماہر ہے۔"

"میں نے آنکھوں سے کبھی کچھ نہیں دیکھا لیکن کانوں سے یہ بات ضرور سنی ہے کہ وہ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔" موہن لال نے بڑی سادگی سے کہا۔ "یہی وجہ ہے سرکار کہ روپ نگر کے بڑے بڑے سیٹھ ساہوکار بھی اس کے سائے سے ڈرتے ہیں۔"

"جمنا سے اس کے تعلقات کب سے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"یہ بھی بڑی پرانی بات ہے سرکار۔ میرا خیال ہے کہ وہ کم ذات شنکر ہی کے بل بوتے پر سب سے سینہ تان کر اور گردن اکڑ کر بات کرتی ہے یہی کارن تو ہے جو دھن دولت اور اثر و رسوخ والے بھی اس کسبی کے خلاف عدالت کچہری کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔" موہن لال نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بڑی وزن دار بات کہی تھی۔ "منشی پریم چندر کا ہی معاملہ لے لیجیے۔ بھلا چنگا آدمی تھا لیکن اس کے خلاف پرچی کٹواتے ہی لوٹ پوٹ ہو گیا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کیا شنکر کا نام ادوم پرکاش کی پراسرار موت کے سلسلے میں بھی لیا جا سکتا ہے۔"

"میں وشواس سے نہیں کہہ سکتا سرکار لیکن ہو بھی سکتا ہے۔"

"ایک اور بات..." میں نے اسے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "جب تمہیں معلوم ہے کہ شنکر اپنے خلاف تمام بھوت جگانے کی قوت رکھتا ہے اور دوسرے بڑے بڑے لوگ بھی اس کا نام زبان پر لانے سے ڈرتے ہیں تو تم نے اس کا اور جمنا کا ذکر خاص طور پر کیوں کیا تھا؟"

"میری زبان پر آ گیا۔ آپ کی سیوا کرتے ہوئے اگر مجھے موت بھی آ گئی تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ میرے بلانے سے یہاں آ جائے گا۔"

"کیوں نہیں سرکار آپ پورے علاقے کے مالک ہیں آپ کا حکم سن کر اس کے اچھوں کو بھی آنا پڑے گا۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا اندازہ ٹھیک ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے میری جانب سے طلبی کا حکم سن کر وہ میرے خلاف بھی کوئی گندا عمل شروع کر دے۔"

"ایسا نہیں ہو گا سرکار۔" موہن لال نے بڑے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "وہ نیچ ذات کا ضرور ہے لیکن اس وقت تک کسی کے خلاف اپنی شکتی استعمال نہیں کرتا جب تک کوئی اسے کشٹ پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔"

"ٹھیک ہے اگر تمہیں یقین ہے کہ وہ آ جائے گا تو اسی وقت جا کر اسے ساتھ لے آؤ۔" میں نے کہا۔ "جو فائل گم ہو گئی ہے اس کا ملنا بہت ضروری ہے ورنہ میری بہت بدنامی ہو گی۔"

"بدنامی ہو آپ کے دشمنوں کی سرکار، آپ تو بہت بھلے افسر ہیں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں ابھی جاتا ہوں اور شنکر کو ساتھ لیے آتا ہوں۔ میرا من کہتا ہے کہ وہ آپ کی سہایتا اوش کرے گا۔"

موہن لال کے جانے کے بعد میں اپنے روز مرہ کے معمول میں مصروف ہو گیا پھر کوئی دو گھنٹے بعد احمد علی نے مجھے اطلاع دی کہ موہن لال میرے مطلوبہ آدمی کو ساتھ لے کر دروازے پر موجود ہے میں نے انہیں باہر لان پر بٹھانے کو کہا پھر کچھ دیر بعد باہر گیا تو موہن لال کے ساتھ ساتھ شنکر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں نے مجھے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا تھا پھر میرے سامنے لان پر بیٹھ گئے۔ موہن لال جس شخص کو ساتھ لایا تھا وہ دبلا پتلا اور دراز قد تھا۔ صورت شکل واجبی سی تھی، رنگ کالا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں مجھے ایک خاص قسم کی چمک نظر آ رہی تھی۔

"کیا تمہارا ہی نام شنکر ہے؟" میں نے بید کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"جی سرکار... شنکر آپ کے اسی سیوک کا نام ہے۔" اس نے ناک میں بولنے والے انداز میں بڑی سعادت مندی سے کہا۔

"جانتے ہو میں نے تمہیں کس لیے بلایا ہے؟"

"جانتا ہوں مہاراج۔" وہ بڑے پراعتماد اور ٹھوس لہجے میں بولا۔ "آپ کی فائل جہاں بھی ہو گی مل جائے گی۔ لیکن آپ کو اس کے لیے میرے ساتھ میرے ٹوٹے پھوٹے گھر تک چلنا ہو گا۔"

شنکر نے دوسری بار بھی ناک سے منمناتی آواز میں جواب دیا تو میرے لاشعور میں ایک چھناکا سا ہوا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ میں اس قد و قامت کے آدمی اور اس منمناتی آواز کو پہلے بھی کہیں دیکھ اور سن چکا ہوں۔

"لیکن کہاں...؟" میرے ذہن میں یہ سوال بڑی تیزی سے گردش کرنے لگا۔

پھر میرے ذہن کے دریچوں پر پڑے پردے تیزی سے سرکتے چلے گئے۔ مجھے یاد آ گیا کہ میں نے وہ آواز پہلی بار کہاں سنی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے وہ خواب بھی یاد آ گیا جب میں کسی لق و دق صحرا میں موت اور زندگی کی حالت سے دوچار تھا۔ ایک زہریلے سیاہ رنگ کے کوبرا نے مجھے ڈسنے کی کوشش کی تھی، پھر

ایک خوبصورت اور حسین عورت جس نے پاروتی ہونے کا دعویٰ کیا تھا' مجھے اس کوبرا سے نجات دلائی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ بے پناہ غیر مرئی قوتوں کی مالک ہے۔ ایک نہ ایک دن مجھے اپنی طاقت کا کرشمہ ضرور دکھائے گی۔ اسی کا ہاتھ تھام کر میں نے آنکھیں بند کرلی تھیں اور ایک ویران قبرستان میں پہنچ گیا تھا جہاں تاریکی کے سبب میں کسی قبر کے کتبے سے ٹکرا کر گرا تھا' وہیں مجھے وہ سنسناتی ہوئی آواز میں بات کرنے والا پراسرار آدمی ملا تھا جو دبلا پتلا اور دراز قد تھا۔ اس نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ پاروتی کے مقابلے میں زیادہ ناقابل یقین اور حیرت انگیز شکتیوں کا مالک ہے' اس نے یہ بھی کہا تھا کہ میں ہی وہ شخصیت ہوں جس کی اسے برسوں سے تلاش تھی اور میں دنیا میں اس کے لیے سب سے کارآمد ثابت ہو سکتا ہوں۔ تاریکی کے سبب میں اس کے چہرے کے خدوخال نہیں دیکھ سکا تھا لیکن اس کی آواز میرے لاشعور میں جم کر رہ گئی تھی۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ تاریکی' گھپ اندھیرے اور فاصلے اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ وہ زمین کے اندر اور گہرے سمندروں میں غوطے لگائے بغیر بھی اس کے تحت الثریٰ کا احوال جان سکتا تھا۔ پھر ایک کمبل پوش بزرگ کے آجانے سے وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

اور آج جب میں نے اسے اس کے اصلی روپ میں سرگوشی میں باتیں کرتے سنا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ شنکر ہی وہ پراسرار شخصیت کا مالک ہے جسے میں قبرستان میں دیکھ چکا تھا اور اب وہ میرے سامنے بیٹھا مجھے میری گمشدہ فائل کے دوبارہ مل جانے کا یقین دلا رہا تھا۔ میں ابھی اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نے بڑی سنجیدگی سے سنسناتی آواز میں پوچھا۔

"کس دھیان میں گم ہو مہاراج۔"

"میں' میں ۔۔۔ میں اپنی فائل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"وہ آپ کو اوش مل جائے گی سرکار مگر اس کے لیے آپ کو اس سیوک کے جھونپڑے تک چلنا ہوگا۔"

"کیوں؟" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "کیا تم یہاں بیٹھے بیٹھے اس فائل کے بارے میں نہیں بتا سکتے۔"

"ہر بات کے پورا ہونے کا ایک سمے ہوتا ہے اور ہر چیز کی اپنی ایک جگہ ہوتی ہے جہاں وہ زیادہ شوبھا دیتی ہے۔" وہ سادگی سے بولا۔ "شاید آپ کو ایک کم ذات کے ٹھکانے تک چلنے سے خوشی نہیں ہوگی۔"

"نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے سرکار؟" وہ معنی خیز انداز میں بولا۔ "میرے دوار تک چلنے کے بعد آپ کو خالی ہاتھ نہیں آنا پڑے گا۔"

"کیا یہ درست ہے کہ تم سفلی عمل سے واقفیت رکھتے ہو؟"

"اپنے پرکھوں سے جو کچھ سیکھا ہے اسی سے کام چلا لیتا ہوں۔" وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بولا۔ اس کی مسکراہٹ کے اندر بھی مجھے ہزاروں اسرار پوشیدہ نظر آ رہے تھے۔

"سنا ہے جنتا سے بھی تمہاری بہت دوستی ہے۔"

"کبھی کبھی مل لیتا ہوں سرکار۔ وہ بھی میری طرح کم ذات ہے اس لیے ہماری نبھ رہی ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اندر جا کر تیار ہوا اور شنکر کے ساتھ چل پڑا۔ اس وقت روپ نگر پر گہرا سکوت اور سناٹا طاری تھا اس لیے مجھے اس بات کا بھی کوئی خوف نہیں تھا کہ بستی کا کوئی آدمی مجھے شنکر کے ساتھ دیکھ کر نہ جانے کیا خیال کرے گا۔ چلتے وقت میں نے احتیاطاً اپنا سروس ریوالور بھی ساتھ لے لیا تھا۔ میرا اردلی موہن لال بھی میرے ساتھ تھا۔ کچھ دیر تک ہم خاموشی سے آگے پیچھے قدم اٹھاتے رہے پھر میں نے شنکر کو کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"تم آبادی سے اتنی دور کیوں رہتے ہو؟"

"ذات کا چمار ہوں مہاراج' اس لیے بستی والے مجھے اپنے بیچ بسانا پسند نہیں کرتے۔"

"جنگل کے قریب تنہا رہتے ہوئے تمہیں ڈر نہیں لگتا۔"

"ہر منش کے انت کا ایک دن اس کے بھاگ میں لکھا جا چکا ہے۔ اپنا سمے پورا کرنے سے پہلے کوئی واپس نہیں جاتا پھر ڈر کس بات کا؟" اس نے بے پروائی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے مہاراج کہ آپ میری بات کا وشواس نہ کریں لیکن آج کل منش کی ذات جانوروں سے بھی زیادہ خطرناک ہو گئی ہے۔"

"پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو؟" میں نے اس کی بات کی گہرائی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"دو چار جماعتیں پڑھی ہیں مہاراج' اسی سے کام چلا لیتا ہوں۔"

"یہ تم بار بار مجھے مہاراج کہہ کر کیوں مخاطب کر رہے ہو؟"

"آپ روپ نگر کے مالک ہیں سرکار اس لیے۔" اس نے جھجکے بغیر جواب دیا۔

تقریباً ایک گھنٹے تک پیدل چلنے کے بعد میں اس کے کچے مکان کے سامنے کھڑا تھا جو جنگل سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس نے مجھے اندر آنے کی دعوت دی لیکن میرے اردلی کو مکان کے باہر ہی روک دیا' میں اس بات پر چونکا تھا لیکن میں نے موہن لال کو اپنے ساتھ اندر لے جانے پر اصرار بھی نہیں کیا۔

شنکر کا وہ کچا پکا مکان دو کمروں پر مشتمل تھا' ایک کمرا باہر تھا اس کے بعد کھلا ہوا صحن تھا۔ صحن کے بعد دوسرا کمرا تھا۔ وہ مجھے دوسرے کمرے میں لے گیا جہاں ایک لالٹین جل رہی تھی۔ کمرا خاصا کشادہ تھا' ایک سمت ایک جھلنگا سا پلنگ نظر آ رہا تھا جس پر میلی پرانی سی گدڑی پڑی نظر آ رہی تھی۔ دروازے کے ساتھ ہی ایک گھڑونچی رکھی تھی جس پر پانی کا مٹکا موجود تھا۔ وہاں اس ٹوٹے پھوٹے پلنگ کے علاوہ بیٹھنے کی کوئی اور چیز نظر نہیں آ رہی تھی البتہ پلنگ کے ساتھ ٹین کا ایک صندوق ضرور موجود تھا۔

"شما کیجئے گا مہاراج' میں اس جھونپڑے میں ٹھیک طرح سے آپ کا سواگت نہیں کر سکتا۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم مجھے فائل کے بارے میں بتا دو اس کے بعد میں زیادہ دیر یہاں نہیں رکوں گا۔"

"ایک چھوٹی سی بنتی ہے مہاراج۔" شنکر ہاتھ باندھ کر بولا۔

"کہو۔"

"جو کچھ آپ یہاں دیکھیں گے اس کا ذکر کسی اور کے سامنے نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے فائل کی خاطر ہامی بھر لی۔ مجھے وہاں کسی قسم کا کوئی خوف یا ڈر نہیں لگ رہا تھا لیکن وہاں کی ہر شے مجھے کچھ پراسراری نظر آ رہی تھی۔

شنکر نے مجھے غور سے دیکھا پھر خاموشی سے صندوق کے قریب جا کر اس میں سے ایک دیا اور روئی نکال کر کمرے کے بیچوں بیچ آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ اس نے صندوق سے جو روئی نکالی تھی اس کا رنگ سفید ہونے کے بجائے گہرا سرخ تھا' مگر میں نے فوری طور پر شنکر سے اس کے بارے میں کوئی استفسار نہیں کیا۔ لالٹین چونکہ کمرے کے درمیان چھت کی لکڑی سے بندھی لٹک رہی تھی۔ اس لیے اس کے نیچے اندھیرا تھا۔ اس نے روئی کا چھوٹا سا ٹکڑا علیحدہ کر کے اس کی بتی بنائی اور مٹی کے دیئے میں جما دیا پھر اس نے میری سمت غور سے دیکھا۔

"آپ چاہیں تو اس صندوق پر بیٹھ سکتے ہیں۔" اس نے دیا سلائی سے ایک تیلی نکالتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"نہیں۔ میں یہیں ٹھیک ہوں۔" میں نے بیانیے میں جواب دیا۔ شنکر کی ایک ایک حرکت مجھے بڑی پراسرار لگ رہی تھی۔

"ایک بنتی اور کروں گا مہاراج۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "یہ سفلی کا پلید عمل بڑا جان جوکھم کا ہوتا ہے۔ ایک بار پلٹ جائے تو اسے کرنے والا مر بھی سکتا ہے اس لیے جتنی دیر تک دیا جلتا رہے اتنی دیر تک آپ اپنی زبان سے کوئی شبد یا آواز نہیں نکالیں گے۔ جو کچھ نظر آئے اسے بس خاموشی سے دیکھتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اپنا کام شروع کرو۔"

شنکر نے میرا جواب سن کر دیا سلائی جلا کر دیا روشن کر دیا' پھر اس نے اپنا جسم اکڑا کر دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جما لیے۔ دیئے کی کپکپاتی روشنی میں اس کا وجود کچھ اور مکروہ اور بھیانک نظر آ رہا تھا۔ اس کی نظریں پلکوں کی ایک معمولی سی جنبش کے بغیر دیئے پر مرکوز تھیں اور ہونٹ متحرک تھے۔ شاید وہ کوئی جنتر منتر پڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر تک کمرے میں خوفناک خاموشی طاری رہی پھر میں نے ایسا محسوس کیا جیسے وہاں ایک سے زیادہ سانپ پھنکار

رہے ہوں۔ میں اپنی جگہ بت بنا کھڑا تھا لیکن سیدھے ہاتھ کی گرفت میں نے اپنے سروس ریوالور کے دستے پر مضبوطی سے جما رکھی تھی تاکہ اگر ضرورت پڑے تو اس کے استعمال میں زیادہ دیر نہ لگے۔

دیئے کی کپکپاتی روشنی ایک ہالے کی شکل میں نظر آرہی تھی۔ شنکر کے علاوہ میری نگاہیں بھی اس دیئے پر مرکوز تھیں' پھر میں نے روشنی کے ہالے کے گرد ایک بچے کے سائے کو نمودار ہو کر گردش کرتے دیکھا۔ شنکر کے متحرک ہونٹوں میں کچھ اور تیزی آگئی۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر بچے کے سائے کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے کمرے میں مسلسل سانپوں کے پھنکارنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ بالکل ویسی ہی جیسی میں نے گزشتہ رات سنی تھی۔ ماحول پر کچھ عجیب سا اسرار طاری تھا پھر یکلخت شنکر نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر دیئے کی ٹمٹماتی لو پر رکھ دیا اور اسے بجھانے کے بعد اس نے اٹھ کر لالٹین کی روشنی دوبارہ تیز کر دی۔ دیئے اور سرخ روٹی کو لے جا کر بڑی احتیاط سے صندوق میں بند کیا' پھر میرے قریب آکر نحوس آواز میں بولا۔

"مبارک ہو سرکار۔ آپ کی کھوئی ہوئی فائل کا پتا چل گیا ہے۔"

"کہاں ہے وہ؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"آپ کے ماتحت رام دیال کے سونے کے کمرے میں جو کتابوں کی الماری رکھی ہے وہ فائل ان کتابوں کے پیچھے موجود ہے۔" شنکر نے سرسراتی آواز میں کہا۔ "آپ چاہیں تو اسے اسی سے برآمد کر سکتے ہیں۔ پرنتو ایک بات اور بتا دوں۔ وہ فائل رام دیال نے اپنی مرضی سے آپ کے سیف سے نہیں نکالی تھی بلکہ اسے تو خود بھی اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ فائل اس کے کمرے میں موجود ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت طلب لہجے میں دریافت کیا۔ "چھٹی سے واپس آنے کے بعد میں نے اپنی خوابگاہ اور سیف دونوں کو مقفل پایا تھا' پھر وہ فائل وہاں سے کس طرح نکالی گئی؟"

"ہر بات کا کوئی نہ کوئی کارن ضرور ہوتا ہے سرکار۔" شنکر نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "آپ کی چنتا اب دور ہو گئی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ اس فائل کو پہلی فرصت میں برآمد کر کے راکیش ورما جی کو لوٹا دیں۔"

"حیرت ہے؟" میں نے قدرے الجھتے ہوئے کہا۔ "تم کہتے ہو کہ رام دیال نے وہ فائل غائب نہیں کی اور اسے اس بات کا بھی علم نہیں ہے کہ وہ اہم فائل اس کی کتابوں کے ریک میں موجود ہے' پھر وہ فائل وہاں تک کس طرح پہنچ گئی۔"

"آپ کیول آم کھانے سے مطلب رکھیں مہاراج' پیڑ گننے سے کیا فائدہ۔" شنکر نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"ایک اور بات۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ جس روئی سے تم نے دیا روشن کیا تھا اس کا رنگ سرخ کیسے ہو گیا؟"

"خون کا رنگ ہمیشہ سرخ ہی ہوتا ہے سرکار۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"دھیرج سے کام لیں مہاراج' ابھی تو آپ کی اور سیوک کی پہلی ملاقات ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"منش کا کام منش سے پڑتا رہتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "ہم دونوں روپ نگر میں موجود ہیں۔ مجھے وشواس ہے کہ آپ مجھے سیوا کا موقع دیتے رہیں گے۔"

"لیکن وہ خون آلود روئی۔"

"اس کے چکر میں نہ پڑیں مہاراج۔" شنکر سپاٹ آواز میں بولا۔ "ہم جو گندا اور پلید عمل کرتے ہیں اس کے لیے بہت جان مارنی پڑتی ہے۔ مہینوں اور برسوں کی کٹھن تپسیا کے بعد کہیں جا کر کچھ حاصل ہوتا ہے۔ کیا آپ وشواس کریں گے کہ میں نے تین چندرما اترنے اور چڑھنے تک مردہ انسان کی کھوپڑی میں چاول ابال کر کھائے ہیں تب کہیں جا کر تھوڑی بہت شکتی پراپت ہوئی ہے۔"

"کیا تم مجھے اوم پرکاش کی پراسرار موت کے بارے میں بھی......؟"

"نہیں۔" شنکر نے تیزی سے خشک لہجے میں کہا۔ "میں نے کسی کو وچن دیا ہے کہ میں اس دشٹ (بے رحم ظالم) کے بارے میں اپنی زبان بند ہی رکھوں گا۔"

میں نے اس وقت شنکر کو زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنے اردلی کے ساتھ واپس چل پڑا۔ اس وقت رات کے ساڑھے دس بجے تھے لیکن اس کے باوجود میں سیدھا رام دیال کے گھر جا پہنچا۔ مجھے دیکھ کر اسے سخت حیرت ہوئی تھی۔ شاید وہ خواب میں بھی اس بات کی توقع نہیں کر سکتا تھا کہ میں پوری تحصیل کا سب سے بڑا پولیس آفیسر ہو کر اتنی رات گئے اس کے دروازے پر دستک دے سکتا ہوں۔

"خیریت تو ہے سر؟" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں نے سنا ہے کہ تم نے اپنی خواب گاہ میں کتابوں کی ایک الماری بھی رکھی ہوئی ہے۔ جس میں بڑا اچھا کلکشن موجود ہے۔"

"جی...... جی ہاں سر' لیکن......؟"

"اگر تم اجازت دو تو میں اس الماری کو ایک نظر دیکھنا پسند کروں گا' ہو سکتا ہے کہ اس میں میری پسند کی کوئی کتاب مل جائے۔"

رام دیال مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا لیکن اس نے میری بات سے انکار نہیں کیا۔ ایک لمحے کے تامل کے بغیر مجھے اپنی خوابگاہ میں لے گیا پھر جب میں نے کتابوں کے پیچھے سے اوم پرکاش کی فائل برآمد کی تو اس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ وہ اس فائل کو پہچانتا تھا اس لیے پھٹی پھٹی سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ خود بھی اس اہم فائل کو اپنی کتابوں کی الماری سے برآمد ہوتا دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا اور کچھ عجیب کیفیت سے دوچار تھا۔

"رام دیال۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم اس فائل کو پہچانتے ہو؟"

"یس...... یس سر۔" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "یہ اوم پرکاش والے کیس کی فائل ہے جسے کچھ عرصہ پہلے راکیش ورما صاحب نے طلب کر لیا تھا لیکن یہ میرے پاس کس طرح آگئی۔"

"پریشان مت ہو۔" میں نے نرم آواز میں کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم یہاں نہیں لائے تھے۔"

"پھر...... یہ...... یہ...... یہاں پہنچی کس طرح؟"

"بالکل اسی طرح جس طرح اوم پرکاش کی موت کا کیس پولیس کے لیے ابھی تک پراسرار بنا ہوا ہے۔"

"میں...... میں سمجھا نہیں سر۔"

"ذہنی جمناسٹک کی کوشش مت کرو۔ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"لیکن سر......"

"بھول جاؤ اس بات کو۔" میں نے اس کی پریشانی کو محسوس کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ "ہاں ایک بات کا سختی سے خیال رکھنا اور وہ یہ کہ تم اس فائل کے سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھو گے۔ اس کی بھنک بھی کسی اور کو نہیں ہونی چاہیے۔"

"اوکے' سر۔"

"گڈ نائٹ۔" میں اسے حیران و پریشان چھوڑ کر واپس گھر آگیا۔ میں نے اپنے اردلی موہن لال کو بھی سمجھا دیا تھا کہ وہ ان باتوں کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرے۔

دوسری صبح دفتر جاتے ہوئے میں نے وہ فائل راکیش ورما کے حوالے کر دی جو کچھ ہوا تھا وہ میرے لیے بھی ناقابل یقین تھا۔ میں کئی دنوں تک اس پراسرار معمے کو حل کرنے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ ویسے مجھے اس بات کا یقین آچکا تھا کہ شنکر بہرحال کچھ پراسرار قوتوں کا مالک ضرور ہے اور یہ بھی ممکن تھا کہ اوم پرکاش کی پراسرار موت میں بھی اس کے گندے عمل کا دخل رہا ہو اور اس نے محض مجھے ٹالنے کی خاطر کسی کو وچن دینے والی بات کہی ہو۔ اس کی تحویل میں موجود خون آلود روئی

بھی میرے لیے کسی معمے سے کم نہ تھی۔

☆

اوم پرکاش کی فائل کا بوجھ میرے ذہن سے اتر چکا تھا لیکن شنکر کی پراسرار شخصیت کا تاثر بدستور میرے ذہن پر طاری تھا۔ اوم پرکاش کے کیس کے سلسلے میں اس نے بڑی خوبصورتی سے بات ٹال دی تھی لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ یا تو اس کیس میں براہ راست شنکر کا ہاتھ شامل تھا یا پھر وہ مجرموں سے ضرور واقفیت رکھتا تھا۔ منشی پریم چندر کی موت جمنا کی بددعا کے عین مطابق ہوئی تھی لیکن جس وقت اس نے بددعا دی تھی اس وقت میرے مشاہدے کے مطابق اس کی شخصیت پر کسی اور پراسرار اور نادیدہ قوت کا قبضہ تھا۔ میرے ذہنی اردلی نے بھی یہی کہا تھا کہ شنکر اور جمنا کے درمیان بڑے پرانے تعلقات ہیں اور وہ اسی کے بل بوتے پر اکڑتی ہے۔ لاک اپ کی آہنی سلاخوں کا موم کی طرح پگھل جانا اور پھر وہ خون آلود روئی جس سے شنکر نے دیا روشن کیا تھا یہ تمام باتیں ایسی نہیں تھیں جسے نظرانداز کیا جا سکتا۔ بحیثیت ایک پولیس آفیسر کے مجھے اس بات کا بھی بخوبی علم تھا کہ کسی سائے یا نادیدہ قوت کے ہاتھوں میں قانون کی زنجیریں نہیں ڈالی جا سکتیں۔ محض مفروضوں کی بنا پر دنیا کی کوئی بھی عدالت کسی شخص کو پھانسی کے پھندے تک نہیں پہنچا سکتی تھی۔ سزا دینے کے لیے ٹھوس دلائل اور شہادتوں کی ضرورت اور اہمیت ہوتی ہے۔

اس روز بھی میں دفتر میں بیٹھا بظاہر فائلوں سے سر کھپا رہا تھا لیکن میرے ذہن میں شنکر کی پراسرار شخصیت کے مختلف پہلو کروٹیں لے رہے تھے جس کا جواب معلوم کرنے کے لیے میں بری طرح مضطرب تھا۔ مثلاً "یہ کہ پریم چندر کی موت میں شنکر کی شخصیت کا کس حد تک دخل تھا۔ لاک اپ کے معاملے میں اس

کا ہاتھ کتنا شامل تھا۔ کیا اس نے وہ سب جنتا کی خاطر کیا تھا یا اس کے پشت پر کوئی اور سازش کارفرما تھی اور وہ سایہ کس معصوم بچے کا تھا جو دیا روشن ہونے کے بعد اس کے ہالے کے گرد چکرا رہا تھا۔ کیا شنکر نے اسی بچے کی مدد سے اوم پرکاش کی فائل کا کھوج لگایا تھا یا محض مجھے مرعوب کرنے کی خاطر ڈھونگ رچایا تھا؟ وہ فائل جو میرے سیف میں محفوظ تھی وہ تمام تالے بند ہونے کے باوجود رام دیال کی خواب گاہ تک کس طرح پہنچ گئی اور سانپ کی پھنکار کی آوازوں کا بار بار میرے کانوں میں گونجنا۔ یہ سب ایسے پیچیدہ سوالات تھے جن کا جواب حاصل کیے بغیر قانون کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں چاہتا تو شنکر کو حراست میں لے سکتا تھا۔ اس کی گرفتاری کا جواز پیش کرنے کی خاطر بے شمار فرضی کہانیاں بنائی جا سکتی تھیں اور پیشہ ور گواہوں کی مدد حاصل کی جا سکتی تھی لیکن میں کسی ایسے اقدام سے گریز کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے کہ جنتا کو رکھ کے ہاتھوں گرفتار کرنے کے بعد جو واقعات پیش آ چکے تھے اس کے پیش نظر جلد بازی میں کوئی قدم اٹھانا مناسب نہیں تھا۔

میرے ذہن میں میری والدہ کی باتیں بھی گونج رہی تھیں۔ میرے والد دھرم داس جی اور میری والدہ کا بھی یہی مشورہ تھا کہ میں یا تو فوری طور پر روپ نگر سے اپنا تبادلہ کرا لوں یا پھر پولیس کی ملازمت سے سبکدوش ہو جاؤں۔ والدہ کے بیان کے مطابق میرے پرناتا نے بھی اسی امر کی جانب اشارہ کیا تھا کہ کچھ بد روحیں اور گندی قوتیں میرے گرد جال بن رہی تھیں۔ میں نے خوابوں میں بھی ایسے واقعات سے خود کو دوچار ہوتے دیکھا تھا جس کی کوئی توجیہہ پیش نہیں کی جا سکتی تھی لیکن خوابوں کے اشارے اب ایک ایک کر کے حقیقت کے روپ میں رونما ہونے لگے تھے۔ گھر سے روانگی کے وقت میری والدہ نے بڑی مشکلوں سے مجھے پندرہ دن روز کی مہلت دی تھی۔ میرے ذہن میں مختلف سوالات ابھر کر گڈمڈ ہو رہے تھے۔

"وہ کمبل پوش بوڑھا کون تھا جس نے پہلی بار خواب میں مجھے شنکر کے گروہ دو دو سے نجات دلائی تھی؟"

"شنکر نے یہ بات کیوں کہی تھی کہ میں ہی وہ شخصیت ہوں جس کی اسے برسوں سے تلاش تھی۔ اسے میری تلاش کس لیے تھی؟"

"خواب میں نظر آنے والی خوبصورت عورت نے خود کو پاروتی ظاہر کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ لازوال قوتوں کی مالک ہے لیکن شنکر نے اس کے برعکس خود کو پاروتی سے زیادہ بلوان کہا تھا۔ ان دونوں کی اصلیت کیا تھی؟"

"وہ روٹی جو خون آلود تھی اس کے لیے کس کا خون استعمال کیا گیا تھا؟ کسی انسان کا یا درندے کا؟"

"... بچے کی کیا کہانی تھی جو دیا جلنے کے بعد اس کے ہالے کے گرد چکرانے لگا تھا۔ کیا وہ شنکر کے کسی پلید جنتر منتر کا موکل تھا؟"

"اور وہ مورتی کس کی تھی جس کے لیے جنتا نے مجھ سے خواب میں کہا تھا کہ اسے حاصل کر لینے کے بعد جو چاہوں گا وہ پورا ہو گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا تھا کہ اس مورتی کے حصول کی خاطر مجھے اسے جان سے مارنا ہو گا؟"

"کیا...... کیا میں واقعی نادیدہ قوتوں کے زیر اثر آ کر جنتا کا خون کر دینے پر مجبور ہو سکتا تھا؟"

قدموں کی آہٹ سن کر میں نے نظریں اٹھائیں تو رام دیال سامنے موجود تھا۔ اس وقت اس کے چہرے سے عیاں تھا کہ وہ کسی شدید ذہنی الجھن کا شکار ہے۔ میرا اشارہ پا کر وہ میرے سامنے کرسی پر بیٹھا تو میں نے اس کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"اور سناؤ رام دیال خیریت سے تو ہو؟"

"آپ کی جے ہو سر۔"

"کوئی خاص کام؟"

"دراصل میں رات بھر سو نہیں سکا۔" اس نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔

"کیوں؟" میں نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔ "جاگتے رہنے کی کوئی وجہ؟"

"سر...... " وہ عجیب انداز میں بولا۔ "میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ وہ فائل۔"

"ٹیک اٹ ایزی۔" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ فائل تم نے غائب نہیں کی تھی۔"

"پھر وہ میری کتابوں کی الماری تک کس طرح پہنچی؟"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ اس فائل کا تعلق اوم پرکاش کی پراسرار موت سے ہے۔"

"میں جانتا ہوں مگر۔"

"کوئی دوسری بات کرو۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ویسے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ اس فائل کی میرے سیف سے گم ہونے کی وجہ کیا تھی۔"

"میں سمجھا نہیں سر۔"

"میں بھی ابھی تک ٹھیک طور پر حالات کی تہ تک نہیں پہنچ سکا ہوں مگر میرا اندازہ ہے کہ اس فائل کی گمشدگی مجھے ٹپ کرنے کی خاطر کی گئی تھی۔"

"وہ کون لوگ ہیں سر؟" رام دیال نے تیزی سے دریافت کیا۔ "کیا آپ ان سے واقف ہیں۔"

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں رام دیال جس کے سلسلے میں زبان بند رکھنا ہی مناسب ہوتا ہے۔"

"سر۔" رام دیال نے ایک بار پھر غیر یقینی کی حالت میں پوچھا۔ "آپ کو میرے اوپر تو کوئی شبہ نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں۔" میں نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

"مگر ایک بات ابھی تک مجھے رہ رہ کر پریشان کر رہی ہے؟"

"وہ کیا؟"

"آپ کو اس بات کی خبر کس طرح ملی کہ وہ فائل میری کتابوں کے ریک میں ہی رکھی ہے۔"

"سوری" فی الحال میں اس کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھتا۔"

رام دیال مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا پھر وہ جانے کے ارادے سے اٹھنے کی خاطر پر تول ہی رہا تھا کہ ڈیوٹی آفیسر ہیڈ کانسٹیبل گنگا رام نے کمرے میں داخل ہو کر زوردار سلوٹ مارا اور پھر بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"سر' زمیندار حشمت خان کا دیہانت ہو گیا ہے۔ ابھی ابھی فون پر اطلاع ملی ہے۔ اے، سی ایم صاحب نے آپ کو بلایا ہے۔"

حشمت خان کا شمار بھی روپ نگر کے بڑے زمینداروں میں ہوتا تھا۔ میری اور اس کی زیادہ واقفیت نہیں تھی بس واجبی سی علیک سلیک تھی لیکن اس کے بارے میں میرا اندازہ یہی تھا کہ وہ خاصی مضبوط قوت ارادی کا مالک تھا۔ آدمی ملنسار بھی تھا لیکن حسب مراتب لوگوں سے فاصلہ بھی برقرار رکھتا اس کی سرشت میں داخل تھا۔ مجھے اس کی موت کی اطلاع پا کر دکھ ہوا لیکن بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی کہ گنگا رام نے وہ خبر اس قدر بوکھلاہٹ میں کیوں سنائی تھی اور راکیش ورما صاحب نے مجھے وہاں کس مقصد کے تحت طلب کیا تھا۔ چنانچہ میں نے گنگا رام کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم اس قدر بوکھلائے ہوئے کیوں نظر آ رہے ہو؟"

"وہ... وہ دراصل بات ہی ایسی ہے سرکار کہ مجھے سن کر اچنبھا ہوا ہے۔"

"کیا بات ہے؟" میں نے گنگا رام کو گھورتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"وہ جی ...... جو اپنے زمیندار صاحب تھے نا! ان کی لاش کے پاس سے ایک سانپ بھی ملا ہے۔ رر کا سانپ۔"

"واٹ نان سنس۔" میں نے جھلا کر کہا۔ "بھلا رر کا سانپ کسی کی موت کا باعث کیسے بن سکتا ہے۔"

"یہی تو حیرت کی بات ہے سر۔"

"رر کے سانپ والی اطلاع تمہیں کس نے دی ہے؟"

"میرے ایک جوڑی دار نے سر۔ وہ مرنے والے کے قریب ہی رہتا ہے۔"

مجھے وہ خبر جو گنگا رام کی زبانی ملی تھی خاصی سنسنی خیز تھی

لیکن راکیش ورما کی حشمت خان کے گھر پر موجودگی یقیناً اہمیت کی حامل تھی۔ میں نے رام دیال کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا پھر دفتر سے باہر آ کر اپنی جیپ میں بیٹھ گیا۔

"حشمت خان بڑے بھلے آدمی تھے سر۔" رام دیال نے مجھے بتایا۔ "روپ نگر کے تمام چھوٹے بڑے ان کی عزت کرتے تھے۔ بڑے مشہور شکاری تھے اور خاص طور پر شکار کھیلنے والے

سیاحوں کی بڑی آؤ بھگت کرتے تھے۔ بہت بڑی حویلی کے مالک تھے۔"

رام دیال مجھے حشمت خان کے سلسلے میں اپنی معلومات سے آگاہ کر رہا تھا لیکن میرا ذہن ربڑ کے اس سانپ کے بارے میں الجھ رہا تھا جو گنگا رام کی اطلاع کے مطابق لاش کے قریب ہی ملا تھا۔ پندرہ منٹ بعد ہم اس شاندار حویلی کے اس کمرے میں موجود تھے جہاں حشمت خان کی لاش مسہری پر پڑی تھی۔ راکیش ورما کے علاوہ وہاں روپ نگر کے دوسرے بہت سارے ذمہ دار لوگ بھی موجود تھے۔ میرے پہنچنے تک لاش کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ انسپکٹر بدر اقبال بھی وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اندر زنان خانے سے رونے پیٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

گنگا رام نے جو اطلاع دی تھی وہ غلط نہیں تھی۔ حشمت خان کے مردہ جسم کے ساتھ ہی ربڑ کا ایک کوڑیالے رنگ کا سانپ بھی موجود تھا۔ یہ بات ناقابل یقین تھی کہ ربڑ کے سانپ کے ڈسنے سے کسی کی موت واقع ہو سکتی تھی لیکن سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ حشمت خان کا پورا جسم ہلکا نیلا ہو کر رہ گیا تھا اور فوری طور پر یہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ موت کسی سریع الاثر زہر ہی کی وجہ سے واقع ہوئی تھی۔ میرے علاوہ راکیش ورما اور دھرم داس نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔ بہرحال ضروری کارروائی کے بعد لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دیا گیا۔

تفتیش کے دوران یہی پتا چل سکا تھا کہ لاش کو سب سے پہلے حشمت خان کے دیرینہ ملازم نے دریافت کیا تھا پھر وہ خبر جنگل کی آگ کے مانند روپ نگر کے کونے کونے تک پہنچ گئی تھی۔ لاش پر ایسے کچھ نشانات بھی نہیں ملے تھے جن کو تفتیش کے لیے اہم کہا جا سکتا۔ حشمت خان کی موت پر بیشتر آنکھیں نمناک تھیں لیکن خان دلاور جو مرحوم کا واحد وارث تھا۔ کسی بے جان بت ہی کی طرح اپنے خیالوں میں گم دکھائی دے رہا تھا۔ جس وقت لاش حویلی سے اٹھی اس وقت بھی اس کی آنکھوں سے ایک آنسو بھی نہیں ٹپکا تھا۔ میرے ذہن میں ایک خیال نے تیزی سے سر ابھارا' طاقت اور اقتدار کے حصول کی خاطر انسان اپنے اور پرایوں کی شناخت کو بھی کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ حشمت خان کے انتقال کے بعد خان دلاور ہی قانونی طور پر تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کا مالک تھا اور یہ کچھ بعید از قیاس نہیں تھا کہ اس نے اقتدار اور دولت کی ہوس میں وہ سب کچھ کر ڈالا ہو جو اسے نہیں کرنا چاہئے تھا اور بعد میں جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ سکتے کی کیفیت سے دوچار ہو گیا ہو۔

واپسی میں رام دیال کے علاوہ انسپکٹر بدر اقبال بھی میرے ہمراہ تھا۔ کچھ دیر تک ہمارا سفر خاموشی سے جاری رہا پھر میں نے بدر اقبال سے پوچھا۔ "حشمت خان کی موت کے سلسلے میں آپ نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے؟"

"بظاہر یہی لگتا ہے کہ موت کسی زہر کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔"

"خان دلاور کے بارے میں آپ کا مشاہدہ کیا کہتا ہے۔" میں نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی حیرت ہوئی ہے جناب۔" بدر اقبال نے دبی زبان میں کہا۔ "باپ کی موت پر اس کے اکلوتے وارث کی آنکھوں سے ایک آنسو کا بھی نہ ٹپکنا بہت سارے شبہات کو جنم دیتا ہے۔"

"کیا یہ ممکن ہے کہ خان دلاور ہی نے حشمت خان کو اپنے راستے سے ہٹانے کی خاطر اسے کسی طرح سے زہر دے کر ہلاک کر دیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آنے تک ہم کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکتے۔"

"میں اس خیال سے اتفاق نہیں کرتا سر۔" رام دیال نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "یہ اور بات ہے کہ موت کا سبب زہر ہی ثابت ہو لیکن خان دلاور ایسا نہیں کر سکتا۔"

"اس یقین کی کوئی وجہ؟" میں نے رام دیال کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"میری معلومات کے مطابق حشمت خان نے اپنی زندگی میں بھی کئی بار زمینداری کے کاغذات کی منتقلی خان دلاور کے نام کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا لیکن خان دلاور نے مرحوم کو ایسا کرنے سے باز ہی رکھا تھا۔"

"دولت اور ہوس کا نشہ کسی وقت بھی انسان کی سوچوں کے دھاروں کا رخ تبدیل کر سکتا ہے۔" بدر اقبال نے جواز پیش کیا۔

"لیکن لاش کے قریب کسی ربڑ کے سانپ کی موجودگی کا اشکال ایک معمہ ہی ہے۔" میں نے حالات پر غور کرتے ہوئے کہا۔ "کوئی ہوش مند آدمی کسی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اتنی مضحکہ خیز حرکت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔"

"مجھے ایک شبہ اور بھی ہے سر۔" رام دیال نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تحصیل دار لالہ بنارسی جی مرنے والے کے بارے میں زیادہ روشنی ڈال سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے کہا۔ "لالہ بنارسی جی کا حشمت خان کی موت سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"ایک بار گرداور (پٹواریوں کے حلقہ یا چٹی کے علاقے) افسر جان محمد نے یہ بات بتائی تھی کہ زمیندار حشمت خان نے لالہ بنارسی جی سے اس زمین کا سودا کرنے کی بات کی تھی جو ... کے کنارے خالی پڑی ہے اور......"

"اور کیا......؟" میں نے رام دیال کے اچانک خاموش ہو جانے کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم کچھ کہتے کہتے خاموش

کیوں ہو گئے؟"

"میں جس زمین کی بات کر رہا ہوں سر! اسی پر جنتا نے اپنی جھونپڑی ڈال رکھی ہے۔" رام دیال نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا تو میرے علاوہ انسپکٹر بدر اقبال بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"آئی سی۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "گویا تمہارا خیال ہے کہ حشمت خان کی موت کا سبب بھی وہی زمین ہے جس کی خاطر اب تک پراسرار حالات میں اوم پرکاش اور منشی پریم چندر کی موت واقع ہو چکی ہے۔"

"میں پورے وشواس سے نہیں کہہ سکتا جناب لیکن میرا خیال ہے کہ جب تک جنتا اس زمین پر آباد ہے کوئی بھی اسے حاصل نہیں کر سکتا۔"

"کیا جنتا کے پاس ایسی کوئی شکتی موجود ہے جو وہ اپنے راستے میں آنے والوں کو ختم کر دیتی ہے۔" میں نے دیدہ دانستہ رام دیال کو کریدنے کی کوشش کی۔

"حالات تو یہی بتاتے ہیں۔"

"کیا تم یہ نہیں جانتے کہ وہ کس کی قوت پر سر اٹھا کر دیدہ دلیری سے چلتی ہے۔"

"کوئی نہ کوئی ضرور ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم بھی کھل کر شنکر کا نام لینے سے گھبرا رہے ہو؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

میری زبان سے شنکر کا نام سن کر رام دیال کے علاوہ انسپکٹر بدر اقبال بھی چونکا' خاص طور پر رام دیال کے چہرے پر شنکر کا نام سن کر خوف کی لہر دوڑ گئی تھی لیکن میں نے اسے مزید کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے میرا خیال تھا کہ اگر رام دیال کی وہ اطلاع درست تھی کہ حشمت خان نے جھیل کے قریب والی زمین خریدنے کی بات لالہ بنارسی سے کی تھی تو پھر اس کی موت میں شنکر کا ہاتھ بھی کسی نہ کسی زاویے سے شامل ہو سکتا تھا۔ میرے ذہن میں شنکر کا خیال ابھرا تو ایک بار پھر بے شمار سوالات میرے دماغ میں کلبلانے لگے۔

دو روز بعد پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آئی۔ رپورٹ کے مطابق حشمت خان کی موت کسی سانپ کے زہر ہی سے واقع ہوئی تھی لیکن اس کے جسم پر ایسی کوئی علامت نہیں مل سکی تھی۔ جس سے اس خیال کی تصدیق ہو سکتی کہ سانپ کا زہر حشمت خان کو انجکٹ کیا گیا ہے۔ البتہ ربڑ کا وہ سانپ لاش کے جس حصے کے قریب پایا گیا تھا وہاں جسم پر بالکل ویسے ہی نشانات ملے تھے جیسے کہ سانپ کے ڈسنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو صورت حال سامنے آئی تھی اس کے پیش نظر کسی کو حشمت خان کا قاتل قرار نہیں دیا جا سکتا تھا لیکن میں نے کاغذی کارروائی مکمل کرنے کی خاطر اس کیس کی تفتیش رام دیال کے سپرد کر دی۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا تھا کہ رام دیال نے اس کیس کی انوسٹیگیشن سے کترانے کی کوشش کی تھی لیکن پھر میرے حکم سے مجبور ہو کر وہ فائل اسے لینی ہی پڑی تھی۔

پوسٹ مارٹم رپورٹ آنے کے دوسرے ہی دن خان دلاور میرے آفس میں موجود تھا۔ اس وقت اس کے تیور مجھے خطرناک نظر آ رہے تھے۔ وہ مجھ سے ہمکلام ہوئے بغیر ایک کرسی گھسیٹ کر اس پر اس طرح بیٹھ گیا جیسے کسی اہم بات کا فیصلہ کر کے آیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں تیرنے والی خون کی سرخی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ بڑی مشکل سے اپنے غصے کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کہیں سے جھگڑ کر آیا ہو۔ ابھی میں اس کے آنے کا مقصد اور چہرے کے تاثرات سمجھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ وہ بڑے برہم اور کھردرے لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

"میں نے سنا ہے بابا جانی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ آ گئی ہے۔" بابا جانی سے اس کا اشارہ حشمت خان کی طرف تھا۔

"ہاں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "رپورٹ کے مطابق موت سانپ کے زہر ہی کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور مرحوم کے جسم کے ایک دو حصوں پر سانپ کے ڈسنے کے نشانات بھی ملے ہیں۔"

"کیا ربڑ کا وہ سانپ ڈسنے کی صلاحیت رکھتا تھا؟" خان دلاور نے حقارت سے کہا۔

"میں نے مرحوم کی کیس فائل رام دیال کو بغرض تفتیش مارک کر دی ہے۔" میں نے خان دلاور کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "یہ بات ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ ربڑ کا کوئی معمولی سانپ اپنے اندر ڈسنے کی صلاحیت نہیں رکھتا لیکن تفتیش مکمل ہوئے بغیر کسی کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ ویسے بائی دی وے کیا آپ کو کسی پر شبہ ہے؟"

"جی ہاں۔" خان دلاور دانت پیس کر بولا۔

"کون ہے وہ؟"

"شنکر۔" خان دلاور کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ میز پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "وہی چمار کی اولاد جس سے روپ نگر کے بڑے بڑے سورماؤں کی جان نکلتی ہے لیکن خان دلاور اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ بابا جانی کی موت کا انتقام لینے کی خاطر میں اس مکروہ انسان کا پورا جسم گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔"

"جو اقدام اشتعال کی حالت میں کیا جائے وہ دیوانگی کہلاتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہیں صبر کی تلقین کروں گا۔"

"میں جانتا ہوں کہ قانون کو کسی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنانے کی خاطر کسی ٹھوس ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ خان دلاور یہ تحریری بیان دینے کو تیار ہے کہ بابا جانی کو اسی حرام

زادے نے مارا ہے۔" وہ جھلا کر بولا۔ "میں چشم دید گواہ ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم اس وقت بہت زیادہ جذباتی ہو رہے ہو۔"

"یہ میرا قطعی ذاتی اور نجی معاملہ ہے لیکن کیا میرے تحریری بیان کی روشنی میں اس مردود کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا؟"

"تم کیا بیان دو گے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا رر کا سانپ.......؟"

"یہ سب بکواس ہے۔" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولا۔ "میرا تحریری بیان بڑا مدلل ہو گا۔ شنکر ایک سانپ کی پٹاری لیے بابا جانی کی خواب گاہ میں داخل ہوا تھا۔ پٹاری میں موجود زہریلے سانپ سے بابا جانی کو ڈسوایا گیا پھر آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر لاش کے قریب ایک رر کا سانپ ڈال دیا گیا۔"

"تم نے یہ سب کچھ اپنی نگاہوں سے دیکھا تھا؟"

"جی ہاں۔"

"پھر تم نے شنکر کو اسی وقت پکڑنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" میں نے خان دلاور سے جرح کی۔ ویسے یہ دیگر بات تھی کہ اس نے جو دلیل پیش کی تھی اسے بعید از قیاس نہیں کہا جا سکتا تھا بلکہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کی روشنی میں بھی خان دلاور کی کہانی میں بڑی جان نظر آرہی تھی۔ اس نے یقیناً وہ خیال شنکر کو ہتھکڑی لگوانے کی خاطر ظاہر کیا تھا لیکن اس کی بات کے امکان سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سرجن کی رپورٹ کے بعد وہ امکانی پہلو مجھے زیادہ ٹھوس محسوس ہو رہا تھا۔

"میں اس....... کتے کے پلے کو پکڑنا چاہتا تھا لیکن مجھے بابا جانی کے پاس پہنچنے میں دیر ہو گئی۔" خان دلاور نے شنکر کے خلاف زہر اگلتے ہوئے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔ "بابا جانی کی آواز سن کر جس وقت میں ان کی خوابگاہ میں داخل ہوا اس وقت میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس ولد الحرام کو عقبی کھڑکی کے راستے لان میں چھلانگ لگاتے دیکھا تھا اور....... اور اس کے ہاتھوں میں سانپوں والی پٹاری بھی موجود تھی۔"

"تم نے مرحوم کی موت کا جواز پیش کرنے کی خاطر جو تانے بانے بنے ہیں وہ بہت ٹھوس اور مضبوط ہیں۔ میں تمہاری ذہانت کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تمہیں کسی زمیندار کی اولاد ہونے کے بجائے ایک کامیاب جاسوس یا بڑے پائے کا وکیل ہونا چاہیے تھا لیکن تم سے بہرحال ایک غلطی ہو گئی ہے۔"

"کیا.......؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"جس وقت روپ نگر کے تمام ذمہ دار افسران مرحوم کی لاش کے گرد جمع تھے اس وقت تم نے کوئی بیان نہیں دیا نہ ہی کسی ایسے خیال کا شبہ ظاہر کیا تھا جو شنکر کو قاتل قرار دے سکتا۔"

"اس وقت بابا جانی کی موت کے سبب مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔" اس نے ایک بار پھر معقول دلیل پیش کی۔ "اس وقت میں پوری طرح سے ہوش و حواس میں نہیں تھا لیکن اس وقت میں اپنا تحریری بیان دینے کی غرض سے آیا ہوں کیا پولیس میرا بیان ریکارڈ نہیں کرے گی؟"

"خان دلاور، کیا تم میرے ایک سوال کا جواب دوستانہ ماحول میں دینا پسند کرو گے؟" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟" اس مرتبہ پہلی بار اس نے نرم لہجہ اختیار کیا تھا۔

"کیا تم جو بیان دینا چاہتے ہو، وہ حقیقت پر مبنی ہے؟"

خان دلاور نے فوراً ہی میرے سوال کا جواب نہیں دیا تھوڑی دیر تک کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہا پھر ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔

"مجھے یقین ہے وہی بدذات بابا جانی کی موت کا ذمہ دار ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"بابا جانی نے جھیل والی زمین کو خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا جہاں روپ نگر کی سب سے بدچلن اور بدکردار جمنا نامی عورت رہتی ہے اور یہ بات ہر مرد کو معلوم ہے کہ شنکر کی گندی قوتوں کی آڑ میں وہ سب کو دھونس دھڑلا دیتی رہتی ہے لیکن میں مسلمان ہوں، شنکر کی ناپاک طاقت میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔"

"میری ایک بات مانو گے؟"

"کیا؟"

"تم اپنا تحریری بیان دے دو لیکن دو تین روز تک تم براہ راست شنکر سے الجھنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"اور اس کے بعد......"

"اس کے بعد میں وہی کروں گا جو تم چاہو گے....... ان شاء اللہ۔"

"ٹھیک ہے لیکن......"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔" میں نے اسے نرم پڑتا دیکھ کر جلدی سے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ ایمان کی قوت کے آگے کوئی دوسری طاقت نہیں ٹھہر سکتی لیکن جان بوجھ کر خطرات کے منہ میں چھلانگ لگانا بھی دانشمندی کے خلاف ہے۔"

"میں موت سے نہیں ڈرتا مسٹر شہباز۔"

"میں تمہارے جذبات سمجھ رہا ہوں تم شنکر سے خائف نہیں ہو لیکن ہمیں کسی امکانی پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔" میں اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جس زمین میں تمہارے مرحوم والد دلچسپی لے رہے ہوں اسی پر کسی دوسرے کی نظر بھی ہو اور اسی شخص نے تمہارے والد کو

درمیان سے ہٹانے کے لیے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا ہو جو قانون کو شنکر کے خلاف بدظن ثابت کرنے کے لیے مؤثر ہو....... میں تمہاری اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ حشمت خان کی موت کسی اصلی اور زہریلے سانپ کے ڈسنے سے ہی واقع ہوئی ہو گی لیکن ہمیں ٹھنڈے دل سے یہ سوچنا ضروری ہے کہ اس واردات کے پیچھے کس کا ہاتھ کارفرما ہو سکتا ہے اور اس کے دو تین روز کا وقت بہرحال درکار ہو گا۔ فوری طور پر جلدبازی میں اٹھایا ہوا کوئی قدم قانون کے لیے نئی مشکلات بھی پیدا کر سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے....... میں آپ کے کہنے کے مطابق اپنا تحریری بیان لکھ کر دے دیتا ہوں لیکن اگر تین روز کے اندر اندر بابا جانی کے قاتلوں کا سراغ نہ ملا تو پھر شنکر کو میرے عتاب سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی خواہ اس کے نتیجے میں مجھے پھانسی کا پھندا کیوں نہ نصیب ہو۔" دلاور خان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا پھر تیزی سے اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا میرے دفتر سے باہر نکل گیا۔

خان دلاور کے جانے کے بعد بھی میں بڑی دیر تک حشمت خان کے کیس کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا مجھے اس بات کا یقین تھا کہ خان دلاور، جو مجھ کو میرے دفتر سے اٹھا تھا وہ اسے گزرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ میرے پاس قاتل کو تلاش کرنے کے لیے صرف دو دن تھے میں نے انسپکٹر بدر اقبال کو بلا کر کیس کے نئے امکانات اور خان دلاور کی گفتگو سے آگاہ کیا پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

اسی رات کھانے کے بعد میں جیپ پر بیٹھ کر تنہا شنکر سے ملنے چلا گیا، اس وقت رات کے دس بجے ہوں گے، شنکر نے میری آواز پر تیزی سے گھر سے نکل کر میرا استقبال کیا تھا لیکن اس کے ہونٹوں پر جو غلاظت موجود تھی وہ اس بات کی نشاندہی کر رہی تھی کہ میرے آنے سے پہلے وہ کھانے میں مصروف تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے حسب دستور ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا پھر مجھے اندر آنے کو کہا نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں میں نظر آنے والی چمک دیکھ کر مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میری آمد شنکر کے لیے غیر متوقع نہیں تھی۔

"میں اس وقت جلدی میں ہوں۔" میں نے جیپ میں بیٹھے بیٹھے کہا۔ "تم سے ایک ضروری بات کرنے کے لیے آیا ہوں۔"

"مجھے وشواس تھا مہاراج کہ آپ سیوک کو ایک بار پھر اپنی سیوا کا موقع ضرور دیں گے۔"

"کیا مطلب......"

"میرا من گواہی دے رہا تھا کہ آپ حشمت خان کی موت کا کھوج لگانے کی خاطر میرے دوار تو ش آئیں گے۔"

"اور مجھے بھی یقین ہے کہ تم گم شدہ قاتل کی طرح اس کیس میں بھی میری مدد ضرور کرو گے۔"

"سیوک آپ کے چرنوں کی دھول ہے سرکار....... بھلا میں اور آپ کی آگیا کا پالن نہ کروں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" شنکر بدستور میرے قریب کھڑے کھڑے بولا۔ "پرنتو ایک بنتی میری بھی ہے آپ مرنے والے کے بالک کو سمجھا دیں کہ وہ زیادہ اچھل کود کرنے کی کوشش نہ کرے۔" شنکر نے قدرے معنی خیز لہجے میں اپنا مافی الضمیر واضح کرتے ہوئے کہا۔ "اب شنکر مٹی کا مادھو بھی نہیں ہے کہ کل کے چھوکرے اسے موت کی دھمکی دینا شروع کر دیں۔"

"وہ جذباتی نوجوان ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "باپ کی موت نے اسے دیوانہ کر دیا ہے اس لیے وہ الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہے۔"

"میں جانتا ہوں سرکار کہ وہ مورکھ مجھے دوشی سمجھ رہا ہے۔ اس نے مجھے دو روز بعد جان سے مار دینے کی سوگند بھی اٹھائی ہے۔" شنکر نے سرسراتے انداز میں کہا۔ "میں نے کالی کے نام پر اسے شما کر دیا ہے ورنہ اگر میں چاہوں تو اسے باپ کی طرح اس کا کریا کرم بھی ہو سکتا ہے، ذات کا چمار ضرور ہوں سرکار لیکن پرکھوں سے جو کچھ سیکھا ہے وہ کم از کم اس نوجوان چھوکرے کا دماغ ٹھکانے لگانے کے لیے بہت کافی ہے۔"

شنکر ایک طرح سے مجھ پر اپنی قوت کا سکہ جمانے کی کوشش کر رہا تھا، اوم پرکاش کی قاتل کے سلسلے میں اس کی طاقت کا ایک مظاہرہ دیکھ چکا تھا اس لیے میں نے بات کو ٹالنے کی خاطر کہا۔

"میری خاطر خان دلاور کی جذباتی باتوں کو بھول جاؤ۔"

"اگر آپ کی اچھا ہے تو بھول گیا سرکار......" شنکر نے مسکرا کر کہا لیکن اس کی مسکراہٹ بھی بڑی پراسرار تھی۔

میں اس وقت حشمت خان کی موت کے سلسلے میں تمہاری مدد لینے کی خاطر آیا ہوں۔"

"سیوک جانتا ہے سرکار۔" اس نے پھر ہاتھ جوڑ کر جواب دیا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "حشمت خان کو اسی زمین کے ٹکڑے کے کارن مارا گیا ہے جس پر جمنا نے اپنا نمبر پیٹر ڈال رکھا ہے۔ مجھے خبر تھی کہ جمنا کا نام آنے کے ساتھ ساتھ میرا نام بھی ضرور آئے گا اس لیے کہ میرا اور اس کا بڑا پرانا سمبندھ ہے اسی لیے میں نے بڑے زمیندار کے مرنے کی خبر سنتے ہی اپنے جنتر منتر اور ودیا کے ذریعے اس دشٹ کا نام معلوم کر لیا ہے جس نے ایک تیر سے دو شکار کھیلنے کی کوشش کی ہے۔"

"کیا تم قاتل کا نام اور پتہ جانتے ہو۔" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اس سے نہ آتے سرکار تو شنکر اپنی شکتی کے زور سے اس حرامی کا کریا کرم کر دیتا پرنتو اب آپ اسے ثبوت سمیت ہتھکڑی پہنا سکتے ہیں۔" شنکر کا لہجہ پھر سنسنی خیز ہو گیا۔ "آپ کی جے جے کار ہوگی تو آپ سیوک کا بھی ضرور خیال رکھیں گے میں آپ کو اس بات کا بھی وشواس دلاتا ہوں کہ جس نے کوڑیالے ناگ کے ذریعے حشمت خان کو ٹھکانے لگایا تھا وہ گرفتار ہونے کے بعد اپنے سنگی ساتھیوں کا نام بھی اگل دے گا۔"

"کیا نام ہے اس کا۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"میں آپ کا سیوک ہوں مہاراج ۔۔۔۔۔۔ پرنتو ایک بنتی میری بھی ہے۔"

"وہ کیا ۔۔۔۔۔۔"

"آپ پورن ماشی کی رات سیوک کو اس کے دوار ایک بار پھر درشن دیں گے۔"

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔۔۔ میں آجاؤں گا۔" میں نے وعدہ کرتے ہوئے کہا۔ "اب تم مجھے اس شخص کا نام بتاؤ جس نے حشمت خان کو مارا ہے۔"

"وہ ایک نہیں ۔۔۔۔۔۔ دو ہیں سرکار۔" شنکر بڑے مکروہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "ایک ہتیارے نے دوسرے کی جیب گرم کی اور دوسرے نے حشمت خان کو کنارے لگا دیا۔"

"کیا مطلب ۔۔۔۔۔۔" میں چونک اٹھا۔

"اس دھرتی کا چکر بھی منش کو مایا جال میں پھنسا دیتا ہے۔" شنکر نے کہا۔ "روپ نگر کا چھوٹا (نائب) تحصیل دار نہیں چاہتا تھا کہ جھیل کنارے والی زمین حشمت خان کو ملے ۔۔۔۔۔۔ وہ اس کا سودا کسی اور سے طے کر رہا تھا۔ حشمت خان کے درمیان میں آجانے سے اس کے سپنے پورے نہیں ہو سکتے تھے اس لیے اس نے رامو کی مٹھی گرم کر دی اور کھیل ختم ہو گیا۔"

"رامو کون ہے ۔۔۔۔۔۔؟"

"سپیرا ہے سرکار۔" شنکر نے اس کے بارے میں مجھے تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے بڑے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "اسی نے کوڑیالے ناگ سے حشمت خان کے شریر کو ڈسوایا تھا پھر قانون کو چکر دینے اور مجھے جال میں الجھانے کے کارن وہاں رر کا سانپ چھوڑ آیا۔"

"تمہیں ان باتوں کا علم کس طرح ہوا۔"

"اسی گندے علم سے سرکار جو میں نے اپنے پرکھوں سے سیکھا ہے۔" وہ بڑی سنسنی خیز مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتا ہوا بولا۔ "بڑے جھمیلوں سے گزرنا پڑا۔ بڑی کٹھن تپسیا کرنی پڑی ہے جب جا کر جادو اور منتر اور ودیاؤں میں جھانکنے کی شکتی پراپت کی ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات کا بھی یقین ہے کہ رامو گرفتاری کے بعد اپنے جرم کا اقرار کرے گا۔"

"اوش کرے گا سرکار۔" شنکر نے پورے اعتماد سے کہا۔ "ناگ اور پٹاری بھی اس کی جھونپڑی میں موجود ۔۔۔۔۔۔ گرم موت پر چوٹ لگے تو وہ بھی تیر کی طرح سیدھا ہو جاتا ہے۔ رامو کس قیمت کی مولی ہے پولیس کی سختی اسے سب کچھ اگلنے پر مجبور کر دے گی ۔۔۔۔۔۔ پرنتو آپ خان دلاور کو سمجھا دینا ۔۔۔۔۔۔" شنکر نے ساتھ ہی کچھ لڑانے کا دھیان اپنے من سے نکال دے ورنہ اسے سارا جیون پچھتانا پڑے گا۔"

شنکر کی فراہم کردہ معلومات میرے لیے بہت قیمتی تھیں مگر جب میں نے جیپ کا انجن اسٹارٹ کیا پھر اچانک میرے ذہن میں وہ خون آلود روئی ابھر آئی جس کے جلانے کے بعد اس نے اوم پرکاش والی گمشدہ فائل کا سراغ لگایا تھا۔

"ایک بات پوچھوں شنکر ۔۔۔۔۔۔ سچ سچ بتاؤ گے۔" میں نے اسٹیرنگ پر ہاتھ جماتے ہوئے کہا۔

"پوچھو سرکار ۔۔۔۔۔۔ یہ سیوک آپ کے ساتھ کوئی چھل کپٹ نہیں کرے گا۔"

"تم نے جس روئی سے چراغ جلایا تھا وہ کس کے خون سے سرخ ہوئی تھی۔"

"دھیرج سے کام لو مہاراج ۔۔۔۔۔۔ پورن ماشی میں اب دن ہی کتنے باقی رہ گئے ہیں۔" شنکر نے نہ جانے کیوں بڑے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اس روز میں آپ کو اور بہت ساری باتوں سے بھی آگاہ کروں گا ۔۔۔۔۔۔ یہ میرا وچن ہے۔"

میں اس وقت چونکہ بہت جلدی میں تھا اس لیے میں نے شنکر کو زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ رات میرے لیے بڑی صبر آزما رات تھی مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ شنکر نے مایوس نہیں کیا تھا بلکہ چلتے چلتے اس نے اس بات کی تاکید بھی کر دی تھی کہ میں حشمت خان کے کیس میں اس کا نام درمیان میں نہ لاؤں۔ میں نے وہ رات تقریباً جاگ کر گزاری۔ دوسری صبح تک

جو شہرت ملنے والی تھی اس کے خیال نے ہی مجھے بے حد مسرور کر رکھا تھا۔ میں نے رات ہی کو انسپکٹر بدر اقبال کو فون کر دیا تھا کہ وہ صبح "وقت پر" دفتر آجائیں اور پولیس کے عملے کو تیار رکھیں چنانچہ جب میں صبح کو تیار ہو کر دفتر پہنچا تو بدر اقبال پولیس کے مسلح دستے کے ساتھ بالکل تیار تھا اور پوری طرح چاق و چوبند نظر آرہا تھا میں نے اسے ایک طرف لے جا کر کہا۔

"انسپکٹر ۔۔۔۔۔۔ خان دلاور کا غصہ اور حشمت خان کی موت کے سبب میں تمام رات سوچتا رہا ہوں۔ یہ کیس پولیس ڈپارٹمنٹ کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔۔۔۔۔۔ ہمیں ہر قیمت پر قاتل یا قاتلوں کا سراغ لگانا ہے اور اگر اس کام میں ہم نے دیر کی تو ممکن ہے قاتل پولیس کی دسترس سے دور نکل جائے۔"

"لیکن ۔۔۔۔۔۔"

بدر اقبال نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے اپنی ذہنی صلاحیتوں کا سکہ جمانے کی خاطر بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"رات بھر کی ذہنی جمناسٹک کے بعد میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ حشمت خان کی موت کسی سانپ کے ڈسنے سے ہی واقع ہوئی ہے' پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔ سہارہ کا سانپ تو وہ اس کیس کو بھی پراسرار بنانے کی خاطر بطور حربہ استعمال کیا گیا ہے۔"

"پھر ۔۔۔۔۔۔ اب آپ کا کیا فیصلہ ہے۔"

"ہمیں روپ نگر کے سپیروں کو راؤنڈ اپ کرنا پڑے گا۔" میں نے جذباتی لہجہ اختیار کیا۔ "سانپ سے کسی کو ڈسوانے کا کام کوئی تجربے کار سپیرا ہی کر سکتا ہے۔"

"میں رامو نام کے ایک ایسے سپیرے سے واقف ہوں جناب جس نے آج سے پانچ سال پہلے ایک پرانے کوڑیالے ناگ کو پکڑ کر بڑی شہرت حاصل کی تھی ۔۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ دو تین سپیرے اور بھی ہیں لیکن وہ بھی رامو کو اپنا سردار مانتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔۔۔ اگر یہ بات ہے تو ہم سب سے پہلے رامو ہی کو اٹھاتے ہیں۔"

ایک گھنٹے بعد رامو مع کوڑیالے ناگ کے پولیس لاک اپ کے اندر تھا۔ اس نے شنکر کے کہنے کے بموجب پولیس کے مخصوص "ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ" کے بعد ہی نہ صرف یہ کہ اپنے جرم کا اقرار کر لیا تھا بلکہ یہ بیان بھی دیا کہ حشمت خان کی موت کی خاطر روپ نگر کے نائب تحصیل دار اوتار ناتھ نے دس ہزار کے عوض اس کی خدمات حاصل کی تھیں' رامو کے بتائے ہوئے پتے پر اس کے جھونپڑے میں زمین کے ایک حصے کو کھودنے پر دس ہزار کی رقم بھی برآمد کی گئی۔

رامو کے بیان پر اس کا انگوٹھا لگوانے کے بعد ہم نے نائب تحصیل اوتار ناتھ کو بھی اس کے دفتر سے اٹھوا لیا' پہلے تو اس نے مرے سے اس الزام کو ماننے سے انکار کر دیا لیکن تھوڑی سی سختی کے بعد اس نے بھی "اپنے جرم کا اقبال کر لیا چنانچہ اسے بھی گرفتار کر لیا گیا' رامو اور اوتار ناتھ کے بیان چونکہ بیوی "مسز" رائیکش ورما کی موجودگی میں ہوئے تھے اس لیے مقامی ہندوؤں نے اسے اپنی عزت کا مسئلہ نہیں بنایا۔ میں نے اسی خیال کے پیش نظر رائیکش ورما کو بطور خاص درخواست کر کے پولیس چوکی پر بلوا لیا تھا۔ قاتلوں کی گرفتاری پر تفتیشی افسر رام دیال نے بھی بڑا سکون کا سانس لیا تھا۔

اصل قاتلوں کا سراغ مل جانے اور ان کے اقرار جرم کر لینے کے بعد خان دلاور کسی زخمی درندے کے مانند تڑپ اٹھا وہ رائیکش ورما کے جاتے ہی پوری طرح لیس ہو کر پولیس چوکی پہنچ گیا۔ وہ اپنے باپ کے قاتلوں کو ٹھکانے لگانے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا اگر بروقت مجھے اطلاع نہ ملی ہوتی اور میں نے اسے سمجھا بجھا کر واپس نہ کیا ہوتا تو وہ یقیناً" رامو اور اوتار ناتھ کے جسم چھلنی کر ڈالنے سے دریغ نہ کرتا۔ میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ اس کے باپ کے قاتل پھانسی کے پھندے سے کسی قیمت پر نہیں بچ سکیں گے۔

دوسرے روز تحصیل کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک میری شہرت پھیل گئی' دھرم داس جی کے علاوہ والد صاحب نے بھی مجھے اپنی ملازمت کی پہلی شاندار کامیابی پر فون کر کے

مبارک باد دی۔ مجھے وہ شہرت شنکر کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی' وہ یقیناً "سفلی" کے علاوہ اور کچھ گندے علوم پر بھی دسترس رکھتا تھا۔ اس کی پراسرار قوت میرے کام آ رہی تھی میں بہت خوش تھا لیکن کاش مجھے معلوم ہوتا کہ شنکر کی دوستی میرے لیے آگے چل کر اتنی مہنگی ثابت ہوگی کہ میں اپنے ہوش و حواس اور عقل و خرد سے بالکل بیگانہ ہو جاؤں گا تو میں کبھی بھول کر بھی اس کے قریب نہ پھٹکتا۔

پورن ماشی کی وہ رات میری زندگی کا سب سے بڑا المیہ تھی۔ اس رات میں حسب وعدہ شنکر کے ڈیرے پر چلا گیا۔ وہ شاید میرا ہی منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے گندے ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی جیسے اس کی من مانگی مراد حاصل ہو گئی تھی اس نے بڑے پرتپاک انداز میں میرا خیر مقدم کیا اور اصرار کر کے مکان کے اسی حصے میں لے گیا جہاں میں ایک بار پہلے بھی جا چکا تھا۔ اس روز وہ گھر پر تنہا نہیں تھا جنتا بھی اس کے ساتھ موجود تھی۔ جس نے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بناؤ سنگھار کر رکھا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس روز وہاں کی ہر چیز بڑی پراسرار نظر آ رہی تھی۔ شنکر کے اصرار پر مجھے اس کمرے میں پڑے صندوق پر بیٹھنا پڑا جسے جنتا نے اپنی اوڑھنی سے میری خاطر صاف کیا تھا۔

مجھے اس وقت جنتا کی وہاں موجودگی گراں گزر رہی تھی۔ ایک پولیس آفیسر ہونے کی حیثیت سے مجھے ان دو بدنام شخصیتوں کی ایک جگہ موجودگی کے پیش نظر وہاں نہیں رکنا چاہیے تھا ایسی صورت میں اگر کسی اور کو اس بات کا علم ہو جاتا تو میری شہرت کو دھچکا بھی پہنچ سکتا تھا میری بنی بنائی ساکھ' عزت اور شہرت سب برباد ہو سکتی تھی۔ میں جنتا کو وہاں دیکھ کر ہچکچایا بھی تھا میں نے الٹے قدموں واپس لوٹ جانے کا ارادہ بھی کیا تھا لیکن کوئی غیر مرئی قوت ایسی ضرور تھی جس نے مجھے وہاں رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"مجھے وشواس تھا سرکار کہ آپ اپنا وچن ضرور نبھائیں گے۔" شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا پھر پوچھا "کچھ جل پانی چلے گا مہاراج؟"

"نہیں ۔۔۔ میں گھر سے کھانا کھا کر نکلا ہوں اس لیے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ کی مرضی سرکار ۔۔۔ سیوک کے لیے تو یہی بہت ہے کہ آپ نے اپنا دیا ہوا وچن پورا کر دیا۔"

"تم نے مجھے کس مقصد سے بلایا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ شنکر میرے بالکل سامنے کچے فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ جبکہ جنتا کمرے کے مشرقی گوشے میں رکھی ہوئی چارپائی کے قریب موجود تھی۔

"اتنی جلدی کیا ہے مہاراج۔" وہ میری نگاہوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ "ابھی تو سیوک کو آپ کے بہت سارے سوالوں کے جواب دینے ہیں' آپ شاید بھول گئے اس روز آپ نے پوچھا تھا کہ جس روئی سے میں نے دیا روشن کیا تھا اس کا رنگ سرخ کیوں تھا۔"

"تم نے کہا تھا کہ وہ خون سے سرخ کی گئی تھی۔" میں سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔" شنکر کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل کر گہری ہوتی چلی گئی' اس کی آنکھوں میں مجھے دائرے سے چکراتے نظر آ رہے تھے۔

"وہ خون کس کا تھا ۔۔۔" میں نے پوچھا۔

"ایک نردوش بالک کا مہاراج۔" شنکر نے یکلخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "دھرتی کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کا کھوج لگانے اور مہان شکتی پراپت کرنے کی کارن مجھے اس بالک کی تلاش تھی جس کے بغیر مجھے کالی کا آشیرباد حاصل نہیں ہو سکتا تھا اور کالی کو رام کیے بغیر میرے بھاگ نہیں جاگ سکتے تھے' میری بھاونائیں بھی پوری نہیں ہو سکتی تھیں اسی کارن میں نے اپنے پرکھوں کے بتائے ہوئے عمل پر' عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا اور بھگوان کی دیا اور کالی کی کرپا سے وہ شکتی حاصل کر لی جو بڑے بڑے بلوانوں کو بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔"

"گویا تم ایک معصوم اور بے گناہ بچے کا خون کرنے کا اعتراف کر رہے ہو ۔۔۔" میں نے قدرے خشک اور سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں ۔۔۔ میں انکار نہیں کروں گا۔" شنکر نے بڑی بے پروائی سے کہنا شروع کیا۔ "میں نے اس چھ سات سال کے بالک کو بڑی کوششوں کے بعد حاصل کیا تھا ۔۔۔ میں نے اپنے پرکھوں کے بتائے ہوئے عمل کے انوسار اس کو ایک ایسے کمرے میں رکھا جہاں ہلکے سرخ رنگ کی روشنی ہوتی تھی' میں اسے کھانے کے لیے صرف مٹھائی دیتا تھا' نمک کی بنی ہوئی کوئی چیز میں نے اسے نہیں کھانے دی۔ تم پڑھے لکھے ہو مہاراج تمہیں معلوم ہوگا کہ میٹھا کھانے کے بعد منش کی پیاس بھڑک اٹھتی ہے۔ اس بالک کے ساتھ بھی یہی ہوا اکیس روز تک میٹھا کھاتے رہنے کے بعد اس کی آتما بھی پانی کے لیے تڑپنے لگی پر مجھے معلوم تھا کہ اگر اسے پانی کی ایک بوند بھی مل گئی تو میری ساری تپسیا اور تمام جتن برباد ہو جائیں گے' میں اسے زبردستی کر کے مٹھائی کھلاتا رہا۔ گھپ اندھیرے میں مٹیالی سرخ اور مدھم روشنی بھرے اسے تنہائی رہتی تھی میں جب بھی اس کے سامنے جاتا وہ تڑپ تڑپ کر مجھ سے پانی کی بھیک مانگتا اور میں ہر بار اس سے انکار کر دیتا پھر وہ سمے آ گیا جس کا مجھے انتظار تھا ۔۔۔ بالک کی حالت خراب ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے اندر بولنے کی شکتی بھی باقی نہیں رہی تھی اس کے ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں' اس

کی آتما پانی کے لیے ترس رہی تھی پھر جب میں نے محسوس کیا کہ وہ انت کال کے قریب ہے تو میں نے اس کے گلے پر چھری پھیر دی اسے ذبح کر کے میں نے سینے سے اس کا دل نکالا اور دل کو چیر کر اس کے خون سے روئی بھگوئی ۔۔۔ اب جب بھی میں اس روئی کی بتی سے دیا جلاتا ہوں تو اس کی بیاکل آتما روشنی کے منڈل کے چاروں اور سائے کے روپ میں چکرانے لگتی ہے وہ مجھ سے کیول پانی ۔۔۔ پانی ۔۔۔ پانی اور پانی کی درخواست کرتی ہے۔ اس کی آواز میرے علاوہ کسی اور منش کو نہیں سنائی دے سکتی میں اس کو پانی دینے کا وعدہ کرتا ہوں لیکن اس سے پہلے اس کی آتما سے اپنا سارا کام نکلوا لیتا ہوں ۔۔۔ اس روز بھی میں نے اسی بالک کی پراسرار آتما کے ذریعے اوم پرکاش کی لاش کا کھوج لگوایا تھا۔ حشمت خان اور اس کے ساتھیوں کے سلسلے میں بھی اسی کی بیاکل آتما نے میری سہائتا کی تھی ۔۔۔ پرکھوں کا سکھلایا ہوا یہ عمل ہر کوئی نہیں کر سکتا مہاراج پر تو میں نے کالی کے چرنوں میں بہت کچھ بلیدان کرنے کے بعد اس کا آشیرواد لیا تھا اور اس کی کرپا سے میری تپسیا بیکار نہیں گئی وہ روئی بڑے کام کی چیز ہے لیکن اس کا فائدہ صرف وہی اٹھا سکتا ہے جو اس کی آتما کو اپنے جنتر منتر سے قابو کرنے کے راز سے بھی واقف ہو۔ سفلی کا عمل کرنا بڑے جان جوکھم کا کام ہے اس کے لیے منش کو بڑے بڑے کٹھن جاپ کرنے پڑتے ہیں' گند کھانا پڑتا ہے مرگھٹ کی مٹی سے اشنان کرنا پڑتا ہے' مردہ کھوپڑیوں کے اندر برسوں بھوجن کرنا پڑتا ہے ۔۔۔ سونے کو کندن بنانے کا کام ہر کوئی تو نہیں کر سکتا۔"

شنکر اپنی مکروہ داستان بڑی بے پروائی سے مزے لے لے کر سنا رہا تھا مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سب کچھ خواب کی باتیں ہوں' میں نے کئی بار شنکر کو درمیان میں روک کر ذہن میں ابھرنے والے سوالات کی وضاحت طلب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کسی نادیدہ قوت نے میری قوت گویائی چھین لی تھی میں خاموش بیٹھا شنکر کی زندگی کے ایک ایک پہلو کی داستان سنتا رہا پھر جب وہ خاموش ہوا تو میں نے کہا۔

"تم نے ایک پولیس افسر کے سامنے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ایک معصوم بچے کو تم نے بھوکا پیاسا رکھا پھر اپنی ہوس کی خاطر اسے مار کر اس کے دل کے خون سے اپنے گندے عمل کی تکمیل بھی کی۔"

"ہاں مہاراج ۔۔۔ میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا۔

"اس اقرار جرم کے بعد تم پر قاتل ہونے کا الزام بھی لگ سکتا ہے۔"

"پھر بتا دو شنکر کے ہاتھوں میں بھی لوہے کی ہتھکڑی۔" وہ عجیب سنسنی خیز انداز میں مسکرایا پھر جنتا کی طرف اشارہ کر کے بولا "تم نے اسے بھی تو پاکٹ مارنے کے جرم میں لوہے کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا تھا پر اس کا انجام کیا ہوا ۔۔۔ لوہے کی سلاخیں موم بن کر پگھل گئی تھیں اور پریم چند اس سنسار کے کہنے کے انوسار خون کی الٹیاں کرتے ہوئے پرلوک سدھار گیا تھا ۔۔۔ ایک بات کہوں مہاراج' شنکر سے پنجہ لڑانے کا دھیان من میں کبھی نہ لانا ۔۔۔ ذات کا چمار ضرور ہوں پر اپنے دشمنوں کے دماغ کے کیڑے جھاڑنے بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔" آخری جملہ ادا کرتے وقت اس کی پتلیوں کی گردش اپنے حلقوں میں تیز ہو گئی۔ اس نے دبی زبان میں مجھے دھمکی دینے کی کوشش کی تھی۔ میں بمشکل خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا۔ شنکر کے اقرار جرم کے بعد بھی اسے گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا اس لیے کہ اس کے زبانی بیان کا کوئی گواہ نہیں تھا اور میں جنتا کو گرفتار کرنے

کے بعد اس کا انجام بھی خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔

میں شنکر کے جواب پر تلملا کر رہ گیا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا خونخوار نظروں سے اسے گھورنے لگا۔ میرا سروس ریوالور اس وقت بھی میری جیب میں تھا میں چاہتا تو طیش میں آکر اسے استعمال کر سکتا تھا لیکن ایسی صورت میں جنا بھی شاہد کا کردار ادا کرنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔

"موہے کے بے جان کھلونوں کا وچار من سے نکال دو سرکار۔" شنکر نے سرد آواز میں کہا۔ "میں من کے اندر کا حال بھی پڑھنے کی شکتی رکھتا ہوں..... ہم سے دوستی کر لو..... سارا جیون عیش کرو گے۔"

"اور اگر میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے سے انکار کر دوں تو.....؟"

"ایسا نہیں ہو سکتا....." شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس لیے کہ تم میرے لیے بہت کام کے آدمی ہو..... بڑے جتن کرنے اور پاپڑ بیلنے کے بعد میں نے تمہارا کھوج لگایا ہے' بھول گئے' یہی باتیں تو میں نے تم سے قبرستان میں کی تھیں میں اسی روز تمہیں اپنی شکتی کا چمتکار دکھا کر اپنے اشاروں پر ناچنے کو مجبور کر سکتا تھا پرنتو اس کمبل پوش بوڑھے نے میرا راستہ کاٹ دیا۔"

"وہ..... " میں نے حیرت سے کہا۔ "وہ سب تو خواب کی باتیں تھیں۔"

"بھی سپنے جھوٹے نہیں ہوتے بھولے ناتھ..... کچھ سچے بھی ہوتے ہیں۔" شنکر آہستہ آہستہ مجھے اپنی برتری کا احساس دلا رہا تھا اس کے تیور بھی رفتہ رفتہ بدل رہے تھے' میرے لیے فرار کے راستے مسدود ہو چکے تھے میں اس کی خوابگاہ میں تھا اور وہ دلوں کا بھید جاننے کی صلاحیت رکھتا تھا چنانچہ میں نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے نرم لہجہ اختیار کیا۔

"مجھے یاد ہے..... اس روز خواب میں تم نے مجھ سے کہا تھا کہ ایک مدت کی تلاش کے بعد تمہیں اس دھرتی پر اپنے کام کا آدمی ملا ہے۔"

"ہاں..... میں نے یہی کہا تھا۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا۔ اس کی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ان آنکھوں میں کوئی سحر تھا جو مجھے مغلوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے شنکر کی پراسرار آنکھوں سے بچنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

"تم..... تم مجھ سے کیا چاہتے ہو....." میں نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"میں..... میں تمہیں اپنے بعد سب سے زیادہ بلوان دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں..... مجھے یقین ہے کہ اگر تمہاری پراسرار قوتیں

میرے ساتھ رہیں تو پھر کامیابیاں میرے قدم چومیں گی لیکن وہ معصوم اور بے گناہ بچہ....."

"اسے بھول جاؤ۔" شنکر نے حقارت سے جواب دیا۔ "اب تو شمشان گھاٹ پر اس کی راکھ کا بھی کوئی نشان باقی نہیں بچا ہو گا۔"

"کیا یہ ظلم نہیں ہے۔"

"اچھا اور برا کیا ہوتا ہے اس روگ کو من سے نکال دو..... کیول اتنا یاد رکھو کہ منش صرف اسی کے آگے ڈنڈوت کرتا ہے جو اس سے زیادہ مہان شکتی کا مالک ہوتا ہے۔" شنکر نے بڑے فلسفیانہ انداز میں کہا پھر اچانک جنا کی طرف پلٹ کر بولا۔ "بیٹھی بیٹھی دیدے نچا نچا کر ہماری باتیں کیا سن رہی ہے..... اٹھ..... جا' جا کر ہمارے یجمان کے لیے سوم رس لے آ۔"

جنا بالکل مشینی انداز میں اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ شنکر کی نظریں میری طرف سے ہٹیں تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہو گیا ہوں۔ میں نے تیزی سے اٹھ کر اس گورکھ دھندے سے دور نکل جانا چاہا لیکن شنکر نے جیسے دل کا ارادہ بھانپ لیا تھا اس نے دوبارہ اپنی نظریں میرے چہرے پر جماتے ہوئے کہا۔

"اب بھاگنے کا دھیان من سے نکال دو مہاراج..... تم صرف اتنا جانتے ہو کہ آج پورن ماشی کی رات ہے لیکن یہ نہیں جانتے کہ اس رات کالی اپنے سیوکوں پر کس قدر مہربان ہوتی ہے..... اس رات کالی کی کرپا سے ہماری ہر اچھا پوری ہوتی ہے۔"

اس کی منحوس آنکھوں کے سحر نے ایک بار پھر مجھے تسخیر کر لیا۔ میں جیسے عضو معطل بن کے رہ گیا تھا۔ مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں تھا کہ چودھویں کی شب سفلی یا دوسرے جادو کرنے والوں کے لیے کس قدر اہم ہوتی ہے۔ اگر مجھے قبل از وقت اس بات کا ذرہ برابر بھی پتا ہوتا تو شاید اس رات میں شنکر کے جھونپڑے نما مکان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا۔ اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ مجھے اس وقت بھی یہ احساس ضرور تھا کہ میری رگوں میں پٹھان کا خون دوڑ رہا ہے اور یہ بھی کہ میں روپ نگر کی تحصیل کا سب سے بڑا پولیس آفیسر تھا لیکن ان تمام حقیقتوں کے باوجود میں خود کو بڑا بے بس اور مجبور محسوس کر رہا تھا۔

شنکر کچھ دیر تک میری آنکھوں میں جھانکتا رہا پھر اس کی آواز کمرے پر طاری سکوت کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔

"اس بچے کو یاد کرو جب تمہیں تپتے صحرا میں ایک ناگ نے ڈس لیا تھا۔"

"مجھے یاد ہے۔" میں نے خوابیدہ آواز میں کہا۔

"اور پاروتی نے شیش ناگ کا زہر چوس کر تمہیں ایک نیا جیون دان کیا تھا۔"

"ہاں۔"

"شکتی کی اس دیوی نے کیول میرے لیے تمہاری سہائتا کی تھی۔"

"میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"تم ابھی سوچ رہے ہو۔ تمہیں شنکر کتنی بنائے گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کی۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ دھیرج سے کام لو۔ سے خود تمہیں بتائے گا کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہاری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھانے کو تیار ہوں۔" میں نے حالات کے پیش نظر مفاہمت کا راستہ اختیار کیا۔

"مجھے پورا وشواس تھا کہ تم شنکر کی دوستی سے منہ نہیں پھیرو گے۔"

"لیکن میں تمہارے لیے کوئی غیر قانونی کام نہیں کروں گا۔" میں نے قدرے جسارت سے کام لیا۔

"اتنی جلدی کوئی فیصلہ مت کرو مہاراج۔" وہ طنزیہ آواز میں بولا۔ "کل کیا ہو گا اور کیا ہونے والا ہے۔ یہ تم نہیں جانتے۔"

"تم جانتے ہو کہ کل کیا ہو گا؟"

"ہاں..... " وہ یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "مہان شکتیوں کے ان گنت روپ ہوتے ہیں۔ ایک روپ میں اسے کاکا کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ کاکا کو پانے کے کارن اب تک نہ جانے کتنے بلوان اپنا جیون بلیدان کر چکے ہیں۔ میں نے اپنے پرکھوں سے یہی سنا ہے کہ جو کاکا پائے گا وہ اس دھرتی پر راج کرے گا۔ وہ جو چاہے گا وہ تورنت پورا ہو گا۔ اس کے ہر سپنے پورے ہوں گے۔ وہ سب سے زیادہ بلوان ہو گا اور تم..... تم..... اسے میرے لیے حاصل کرو گے۔"

"کاکا.....؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "کاکا کیا چیز ہوتی ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے تم نے میرا انتخاب کیوں کیا ہے؟"

"یہ سب جنتر منتر کی باتیں ہیں۔ ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

میں کوئی سوال کرنا چاہتا تھا کہ جنا لرزتی ہل کھاتی ہاتھوں میں مٹی کا ایک پیالہ لیے کمرے میں داخل ہوئی پھر میرے قریب آ کر بولی۔ "تمہیں..... اے پی لو' تم قسمت کے بڑے دھنی ہو جو تمہیں سوم رس پینے کو مل رہا ہے۔"

"سوم رس.....؟" میں نے شنکر کی طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ "یہ کیا شے ہوتی ہے؟"

"یہ ایک ایسی بوٹی کا رس ہے جسے پی کر منش امر ہو جاتا ہے۔"

"لیکن....."

"شنکر سے دوستی چاہتے ہو تو سوم رس پینے سے انکار نہ کرنا۔" اس کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

میں نے غیر اختیاری طور پر مٹی کا پیالہ جنا کے ہاتھ سے لے لیا۔ اس میں گہرے بادامی رنگ کا سیال مادہ موجود تھا۔ جس میں سے بڑی ناخوشگوار بو پھوٹ رہی تھی۔ میرا دل چاہا کہ میں اس کو اٹھا کر پھینک دوں لیکن میرے ہاتھوں نے میرے ذہن کا ساتھ نہیں دیا۔ میری کیفیت اس نوجوان کی سی تھی جو بظاہر پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہا تھا لیکن اس کی تمام جسمانی قوتیں مفلوج ہو کر رہ گئی تھیں۔ شاید وہ شنکر کے جنتر منتر کا اثر تھا جس نے وقتی طور پر مجھ سے میری صلاحیتیں چھین لی تھیں۔ میں بہت کچھ کر گزرنے کا خواہش مند تھا۔ مجھے موت سے بھی ڈر نہیں لگتا۔ میں شکار کا شوقین تھا اس لیے خطرات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھیلنے کا عادی تھا۔ میں نے کبھی کسی محاذ پر ہار نہیں مانی تھی لیکن اس وقت میں ایک ایسا مشینی انسان بن کر رہ گیا تھا جس کا ریموٹ کسی اور کے ہاتھوں میں تھا۔ میں پیالہ ہاتھ میں لیے عجیب شش و پنج میں مبتلا تھا جب شنکر کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"کس سوچ بچار میں گم ہو؟ پیالہ اٹھاؤ اور سوم رس کو حلق کے

نیچے اتار لو۔"

میں نے اس کے حکم کی تعمیل میں کسی حیل و حجت سے کام نہیں لیا۔ سیال مادہ کی بدبو سے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا لیکن میں نے سانس روک لی اور ایک دو گھونٹ میں ہی پیالہ خالی کر دیا۔ ایک لمحے کو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری رگوں میں خون کے بجائے لاوا دوڑنے لگا ہو۔ اس کی حدت میرے وجود کو جھلسائے دے رہی تھی۔ مجھے اپنے جسم کے مسامات سے چنگاریاں سی ابلتی محسوس ہو رہی تھیں لیکن پھر آہستہ آہستہ میری کیفیت اعتدال کی صورت اختیار کرنے لگی۔ شنکر کی سحر آلود نگاہیں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اس کے اندر چکراتے ہوئے دائروں کی گردش اور تیز ہونے لگی تھی۔ جنتا نے میرے ہاتھ سے پیالہ لے کر ایک طرف رکھا پھر شنکری کے قریب زمین پر پھسکڑا مار کر بیٹھ گئی۔ شنکر کے ہونٹوں پر بڑی فاتحانہ مسکراہٹ ابھر رہی تھی۔

"سوم رس پی لینے کے بعد اب تم میرے لیے کالکا کو حاصل کر سکتے ہو' میری ودیا نے مجھے یہی بتایا تھا کہ اگر سوم رس لیے بغیر تم کالکا کو ہاتھ لگاتے تو جل کر بھسم ہو جاتے۔"

"اسے حاصل کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا؟" میں نے پوچھا' سیال مادہ میرے ذہن پر ہلکی ہلکی غنودگی کی کیفیت طاری کر رہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں۔" شنکر نے بے پروائی سے کہا۔ "میں تمہیں اس جگہ لے چلوں گا جہاں کالکا موجود ہے اور تم اسے میرے لیے اس کے استھان سے باہر نکال لو گے۔"

"میں ہی کیوں؟ کیا تم خود اسے حاصل نہیں کر سکتے۔"

"اگر کر سکتا تو تمہارے ساتھ متھا ماری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" شنکر نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہم...... کہیں اس خزانے کی بات تو نہیں کر رہے جو روپ نگر کے قریب والی پہاڑیوں میں کہیں دفن ہے۔" میں نے اپنی یادداشت کو کریدتے ہوئے کہا۔ "یہاں اپنا چارج سنبھالنے سے پہلے میں اس خزانے کے بارے میں بہت کچھ سن چکا ہوں' میری اطلاع کے مطابق اب تک بہت سارے لوگ اسے حاصل کرنے کے چکر میں اپنی جان گنوا چکے ہیں۔"

"یہ کیول بدھی مانوں کی من گھڑت کہانی ہے۔" شنکر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایک بار میں نے بھی خون آلود روئی سے دیا جلا کر اس خزانے کی جانکاری کی کوشش کی تھی لیکن کچھ حاصل نہیں ہوا۔"

"پھر یہ سب کہانیاں کیوں مشہور ہیں؟" میں نے سادگی سے دریافت کیا۔

"غیر ملکی سیاحوں کو الجھانے کی خاطر۔ دھن دولت کمانے کی خاطر بھی منش کو بڑے جتن کرنا پڑتے ہیں۔"

"شنکر......" میں نے گفتگو کا رخ بدلنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا تم مجھے اس کمبل پوش بوڑھے کے بارے میں بتاؤ گے جس کے آجانے سے تم مجھے قبرستان میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔"

"میرا اور اس کا جنم جنم کا بیر ہے۔" شنکر نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم تو لازوال قوتوں کے مالک ہو۔"

"ہاں...... میں چاہوں تو اپنی شکتی سے پہاڑوں کو ان کی جگہ سے سرکا سکتا ہوں لیکن......"

"لیکن کیا؟"

"یہ اپنے دھرم اور ایمان کی بات ہے۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "وہ بوڑھا کئی بار میرا راستہ کاٹ چکا ہے۔ میرے بس میں ہوتا تو اسے ایسا کشٹ دیتا کہ وہ سارا جیون ... رہتا لیکن ہمارے درمیان پوتر آڑے آجاتی ہے۔"

میں نے محسوس کیا کہ اس بوڑھے کے ذکر نے شنکر کو بے چین کر دیا تھا' کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھا اپنا نچلا ہونٹ ... تلے چباتا رہا پھر بل کھا کر بولا۔

"ہم دونوں مہان ہیں۔ ہماری شکتیاں اپرم پار ہیں لیکن وہ مسلا (مسلمان) ہے اس نے میری طرح گند نہیں کھایا۔ اس لیے میں نے اس کے ساتھ پنجہ لڑانے کی کوشش بھی نہیں کی پرنتو ہمارے راستے الگ الگ ہیں۔"

"کیا تم مجھے ایک بات بتاؤ گے؟" میں نے دوسرا پہلو ... کیا۔ "اوم پرکاش کی پراسرار موت کا کیا راز ہے؟"

"نہیں......" شنکر نے کن انکھیوں سے جنتا کی ... دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں اپنی زبان بند رکھنے کا وچن دے چکا ہوں۔"

"کیا جنتا اور اوم پرکاش کا کوئی چکر تھا۔" میں نے ... لڑاتے ہوئے اظہار خیال کیا' سیال مادہ کی وجہ سے میری ... کی کیفیت بڑھتی جا رہی تھی۔

"نہیں۔ تم پولیس آفیسر ضرور ہو لیکن شنکر کی زبان نہیں کھلوا سکتے۔"

"کیا ہم ایک دوسرے کے دوست نہیں ہیں۔"

"ہاں...... میں نے تمہیں متر کہا ہے لیکن جانے ..."

"کا کارن کیا ہے؟"

"نہیں۔"

"کالکا۔" شنکر نے جواب دیا۔ "جیسے تم میرے لیے ... کرو گے پھر ہم دونوں مل کر ایک ایسی مہان شکتی کے ... گے کہ منش اس کے بارے میں سپنوں میں بھی نہیں ... سکتا۔"

"مجھے نیند آ رہی ہے۔" میں نے جماہی لیتے ہوئے ... "میں اب گھر جاؤں گا۔"

"جانتے ہو تمہیں کالکا کو حاصل کرنے کے کارن کیا ...

کہا؟" شنکر نے میری بات سنی ان سنی کرتے ہوئے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں......" میں نے نیند کے جھونکوں کی وجہ سے مختصراً کہا۔

"تمہیں جنتا کو موت کے گھاٹ اتارنا ہو گا۔" شنکر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "کالی کے چرنوں میں جنتا کی بلی (قربانی) دیے بغیر ہم کالکا کو نہیں حاصل کر سکتے۔"

"مت...... تمہارا اشارہ دھات کی اس مورتی کی طرف تو نہیں ہے جسے میں نے جنتا کے کہنے پر پہاڑوں کے ایک غار میں دلدل سے نکالا تھا لیکن وہ میرے ہاتھ سے پھسل کر نکل گئی تھی۔" میں نے ذہن کو بیدار کرتے ہوئے اس خواب کا حوالہ دیا جو میں کچھ دنوں پہلے دیکھ چکا تھا۔ جنتا نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ اس مورتی کو حاصل کرنے کے لیے مجھے اسے جان سے مارنا ہو گا۔

"ہاں......" شنکر نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "وہی کالکا ہے۔ مہان شکتیوں کی مالک۔ تم قسمت کے بڑے دھنی ہو۔ جو اس کا درشن کر چکے ہو' مجھے وشواس تھا کہ کالکا تم پر مہربان ہو گی اسی کارن میں نے برسوں تمہاری کھوج لگائی ہے۔"

"لیکن جنتا کے خون سے کالکا کی ذات کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔" میں نے نشیلی آواز میں پوچھا۔

"بہت گہرا سمبندھ ہے پرنتو تم ابھی اس راز کو نہیں سمجھ سکتے۔"

"نان...... سنس۔" میں لہراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ میری کیفیت اس شرابی جیسی تھی جس نے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی پی رکھی ہو۔ میری ٹانگیں میرے وجود کو سہارنے سے انکار کر رہی تھیں۔ میں نے ڈگمگاتے ہوئے بڑی حقارت سے کہا۔ "دیوی دیوتاؤں کے پتھروں کے بت کے بے جان قدموں پر انسانی زندگی کی بھینٹ چڑھانا۔ یہ سب بکواس ہے...... ای...... سان نہ...... کم...... زوری کی...... علامت ہے...... ایک...... نان...... سنس......" میرے چکراتے وجود کی طرح میری زبان بھی لڑکھڑانے لگی تھی۔ مجھے ہر شے دھندلی دھندلی نظر آ رہی تھی۔

"شہباز خان۔" شنکر کی نحوس اور بلند آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔ "تمہیں شنکر کی آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔ تمہارے بھاگ میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اسے اب دھرتی کی کوئی شکتی نہیں مٹا سکتی۔ میری بات دھیان سے سنو۔ ختم کر دو جنتا کو' دیوتاؤں کو یہی منظور ہے۔"

میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن غنودگی کا اثر تیز تر ہوتا گیا' پھر میں نے نظروں کے سامنے طاری دھند میں جنتا کو اٹھتے دیکھا۔ وہ لہراتی بل کھاتی اپنے ہونٹوں پر مسکان سجائے میرے بالکل قریب آکر رک گئی۔ اس نے اپنی باہیں پھیلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لو اور اتنی طاقت سے بھینچو کہ شریر اور آتما کا سمبندھ ٹوٹ جائے۔ جنتا کالکا کے کارن اپنے جیون کا بلیدان دے کر امر ہو جائے گی۔ اس کے سارے پاپ دھل جائیں گے۔ دیر مت کرو میرے کرشن کنہیا سمیٹ لو مجھے اپنی باہوں میں۔"

جنتا کی گرم گرم سانسیں مجھے اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کا قرب مجھے بڑا مکروہ لگ رہا تھا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی قوتیں آہستہ آہستہ میرا ساتھ چھوڑ رہی تھیں۔ مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں کسی ڈولتی ہوئی کشتی کے مانند لہروں کے رحم و کرم پر ہچکولے کھا رہا تھا۔ پھر اچانک پے در پے فائرنگ کی آوازیں سن کر مجھ پر طاری غنودگی دور ہو گئی۔ میں جیسے کوئی سہانا خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہو گیا تھا لیکن وہ سب کچھ خواب نہیں تھا۔ بڑی المناک حقیقت تھی۔ جنتا کا خون میں لت پت جسم میرے سامنے کچے فرش پر پڑا تھا اور میرا سروس ریوالور میرے ہاتھ میں تھا۔

میں نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے شنکر کی سمت دیکھا جس کے غلیظ ہونٹوں پر بڑی خباثت آمیز مسکراہٹ پھیل کر گہری ہوتی جا رہی تھی اور اس کی آنکھیں کسی روشن دیے کی طرح چمک رہی تھیں۔

شنکر کے کہے ہوئے جملے بازگشت بن کر میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ جنتا کی خون میں لت پت لاش میرے سامنے فرش پر پڑی ہوئی تھی اور میں اپنا سروس ریوالور تھامے کھڑا تھا۔ سوم رس کا سارا نشہ ہرن ہو چکا تھا' میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس عورت کی بے جان لاش کو دیکھ رہا تھا جس کی خاطر روپ نگر میں اب تک کئی پراسرار وارداتیں رونما ہو چکی تھیں لیکن ان کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا شاید اس لیے کہ سب شنکر کی وجہ سے جنتا سے خائف رہتے تھے اس کا نام زبان پر لاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ وہ بڑے بڑے سیٹھ اور ساہو کاروں کے سامنے سینہ تان کر چلتی تھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ترکی بہ ترکی ان کی باتوں کا کرارا جواب دیتی تھی۔ جو بات اس کی زبان سے نکل جائے وہ پتھر کی لکیر بن جاتی تھی۔

شنکر کی گندی قوتیں وقتاً فوقتاً جنتا کے جسم پر اپنا قبضہ جما لیتی تھیں پھر اسے خود بھی ہوش نہیں رہتا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے کیا کہہ رہی ہے؟ لیکن جو وہ کہتی تھی وہ ہر قیمت پر پورا ہوتا تھا' حوالات کی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلانے کے بعد میں ایک بار جنتا کو اس کیفیت سے دوچار ہوتا دیکھ چکا تھا۔ وہ پتھر کی کوئی بے جان بت بن کر رہ گئی تھی پھر اسی حالت میں اس نے منشی پریم چندر کو بددعا دی تھی اور اس کی دی ہوئی بددعا کے مطابق پریم چندر اچھا خاصا بیٹھا خون کی الٹیاں کرتے ہوئے

لوٹ پوٹ ہو گیا تھا۔

لالہ بنارسی اور دھرم داس جی سے لے کر میرے اپنے ماتحتوں تک سب ہی کھل کر جمنا کا نام لینے سے کتراتے تھے۔ وہ ایک بدنام اور بدکردار عورت ہونے کے باوجود نادیدہ خطروں اور پراسرار اموات کی علامت سمجھی جاتی تھی' دانشمند افراد اسے سامنے سے آتا دیکھ کر اپنا راستہ بدل لیتے تھے' کترا کر گزر جاتے تھے لیکن اس وقت اسی جمنا کا لہو میں لتھڑا بے جان جسم میرے سامنے پکے فرش پر بکھرا پڑا تھا۔

میں نے بوکھلا کر اپنا سروس ریوالور چیک کیا جس میں سے چار گولیاں جمنا کے وجود کو چاٹ گئی تھیں' میں روپ نگر کا سب سے بڑا پولیس آفیسر ایک قاتل کے روپ میں اس وقت شنکر کی جھونپڑی میں موجود تھا اور شنکر کے ہونٹوں پر بے حد غلیظ مگر فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی' وہی اس قتل کا واحد عینی گواہ بھی تھا۔ اسی بدبخت نے مجھ سے غنودگی کی حالت میں کہا تھا کہ میں کالی کے قدموں میں جمنا کی قربانی پیش کر کے اپنے اور کاکا کے درمیان تمام رکاوٹوں کو دور کر دوں۔

کاکا۔ دھات کی بنی ہوئی وہ مورتی جو ایک بار خواب میں میرے ہاتھ میں آکر نکل گئی تھی' شنکر کے کہنے کے بموجب وہ بے جان مورتی لازوال اور پراسرار قوتوں کی مالک تھی جسے حاصل کرنے والا دھرتی پر راج کر سکتا تھا لیکن...... میں نے جمنا کو تو اپنے اور کاکا کے درمیان سے ہٹا دیا تھا مگر اب مجھے پھانسی کا پھندا' اور رسوائی اپنے اور کاکا کے درمیان حائل نظر آ رہی تھی۔ ایک بار میرے دل میں آیا کہ میں جمنا کے قتل کے اس واحد گواہ کو بھی موت کی نیند سلا دوں جس نے مجھے سوم رس پلا کر ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا تھا' ایک جھوٹ چھپانے کی خاطر انسان کو دس جھوٹ اور بولنے پڑتے ہیں۔ میں نے ایک قتل بے ہوشی کی حالت میں کیا تھا اسے چھپانے کی خاطر اگر دوسرا قتل ہوش مندی کی حالت میں بھی کر دیتا تو اسے دانشمندی کے منافی نہیں کہا جا سکتا تھا' اس طرح میں شنکر کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد روپ نگر سے اس دہشت اور خوف وہراس کو دور کر سکتا تھا جس نے چھوٹے بڑوں سب کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ میں نے نظریں اٹھا کر شنکر کی جانب دیکھا وہ بدستور بڑے اطمینان سے آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا' جمنا کی لاش اس کے مکان میں موجود تھی اگر اس وقت پولیس موقع واردات پر آجاتی تو میرے ساتھ ساتھ وہ بھی قانونی چکروں سے نہیں بچ سکتا تھا لیکن اسے اس کی مطلق کوئی فکر نہیں تھی۔

"کس وچار میں گم ہو مہاراج" اس نے جیسے میرے دل میں ابھرنے والا خیال پڑھ لیا تھا۔ "شنکر کوئی جنگلی خرگوش نہیں ہے جو تیز روشنی آنکھ پر پڑنے سے سہم کر رک جاتا ہے اور پھر شکاری کا نشانہ بن جاتا ہے۔ میں نے اپنے چاروں اور جو منڈل باندھ رکھا ہے اس سے گزر کر تمہاری گولی بھی میرے شریر تک نہیں پہنچ سکتی۔ میری بات پر وشواس نہیں ہے تو اپنے کھلونے کو ایک دوبار اور داغ کر دیکھ لو' تمہیں شنکر کی شکتی کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔"

میں نے جواب دینا چاہا لیکن زبان نے میرا ساتھ نہیں دیا' آنے والے کل کی بدنامی اور رسوائیوں نے پہلے مجھے گنگ کر دیا تھا۔ شنکر صرف پراسرار گندی قوتوں کا مالک ہی نہیں تھا بلکہ اس قتل کا عینی گواہ بھی تھا جو مجھ سے نہ جانے کس طرح سرزد ہو گیا' اس نے منڈل باندھنے (حصار کھینچنے) والی جو بات کی تھی وہ بھی غلط نہیں کہی ہوگی۔ اس کے منحوس اور مکروہ وجود سے ہر بات کی توقع کی جا سکتی تھی چنانچہ میں نے دوسرے قتل کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

"مجھے وشواس تھا کہ تم اپنی بدھی (عقل) ہی سے کام لینے کا فیصلہ کرو گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ ہو چکا ہے اسے ایک سپنا سمجھ کر بھول جاؤ' میں تمہیں وچن دیتا ہوں کہ جمنا کی موت کا کارن میرے سینے کی گہرائیوں میں دفن رہے گا' تمہارے خلاف میری زبان بند ہی رہے گی۔"

"لیکن جمنا کی لاش اور اس پر میرے ریوالور سے چلائی ہوئی گولیوں کے نشانات......" میرا چہرہ پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ دل کی دھڑکنیں پورے شباب پر تھیں' تلخ حقائق نے میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا' میں اپنا جملہ پورا نہ کر سکا۔

"کوئی چنتا مت کرو......" شنکر نے بے پروائی سے کہا "روپ نگر کے باسی جس کی چنگ حلک سے خوفزدہ رہتے تھے اس کی آتما پرلوک سدھار چکی ہے' جو باقی بچا ہے وہ سب بھی اس طرح نشٹ ہو جائے گا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی' شنکر اس دھرتی کے ٹکڑے کے جھگڑے ہی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گا جس نے روپ نگر کے باسیوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔"

"ہم...... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔" میں نے مردہ سی آواز میں اس سے وضاحت چاہی۔

"تم کیول اتنا سمجھ لو کہ شنکر جو چاہتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا۔ "کالی کو راضی کرنے میں جو کٹھن تپسیا جاپ اور بھینٹ لگائی ہے وہ شنکر کو بھی نراش نہیں کر سکتی۔"

"مگر جمنا کی لاش اور میرے ریوالور سے نکلی ہوئی گولیاں۔"

"میں نے کہا نا......! سب کچھ بھول جاؤ۔" اس نے جھڑکی سے کہا۔ "چل تھوڑا پھرا کر ریوالور کو صاف کر ڈالو اور ریوالور کی گولیوں کی تعداد کو پورا کر لو...... میرا آشیرباد تمہارے ساتھ ہے' کوئی مائی کا لال تمہاری طرف نظریں اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب تک تمہیں شنکر کی سہائتا حاصل ہے دھرتی کی کوئی شکتی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور ابھی تو تمہیں کاکا کو میرے

لیے حاصل کرنا ہے جس کے کارن میں نے جمنا کی بھینٹ دی ہے۔"

"نہیں...... کاکا کو کس طرح حاصل کروں گا۔" میں نے خوابیدہ آواز میں سوال کیا۔

"ابھی تمہیں کیول آرام کی ضرورت ہے۔ اس سے پورے روپ نگر پر خاموشی اور سناٹا طاری ہے' مجبور ہونے سے پہلے پہلے اپنی جیپ میں بیٹھ کر خاموشی سے نکل جاؤ۔ باقی شنکر پر چھوڑ دو۔ پر تم اس بات کا دھیان رہے کہ تم شنکر کے ساتھ کوئی چال چلنے کا دھیان بھی من میں نہیں لاؤ گے ورنہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں سارا جیون اپنی بھول پر پچھتانا پڑے' میں نے تمہیں اپنا متر کہا ہے اور متر وہی ہوتا ہے جو چھل کپٹ سے کام نہ لے ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ جو بچن (عہدوپیمان) کیا ہے تمہیں ہر حال میں اس کا پالن کرنا ہوگا۔"

"شنکر......" میں نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ میں کسی قتل کے کیس میں ملوث نہیں ہوں گا۔"

"جب تک شنکر تمہارے ساتھ ہے ایسا ہی ہوگا۔"

"ایک بات اور......"

"پوچھو مہاراج۔" وہ میری کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"تم کاکا کو خود کیوں نہیں حاصل کر لیتے۔" میں نے ہمت کر کے کہا۔ "تمہیں کالی کے قدموں کے لیے جو نذرانہ پیش کرنا تھا وہ جمنا کے خون کی شکل میں پیش کیا جا چکا ہے۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں نے کیا کہا تھا۔" وہ خلا میں گھورتے ہوئے بولا۔ "اگر میں کاکا کو خود حاصل کرنے کی شکتی رکھتا تو ان تمام جھمیلوں میں کیوں پڑتا۔"

"کاکا کو تمہارے حوالے کر دینے کے بعد کیا میں آزادی کا سانس لے سکوں گا۔"

"ہاں...... میرا خیال ہے کہ ایسا ہی ہوگا لیکن......" شنکر کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا' اس کی آنکھیں بڑی بے چینی سے خلا میں کچھ تلاش کرنے کی خاطر اپنے حلقوں میں گردش کر رہی تھیں۔

"لیکن کیا......" میں نے اس کے تذبذب کی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"کاکا کو پا لینے کے بعد تمہیں اسے کچھ دنوں اپنے پاس رکھنا ہوگا پھر سمے آنے پر میں اسے تم سے حاصل کر لوں گا۔" شنکر نے بدستور الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کل کیا ہوگا۔ مجھے معلوم ہے لیکن کچھ سیاہ بادل کے ٹکڑے میری نظروں کے سامنے آجاتے ہیں' میں ابھی تک اس کے پار نہیں دیکھ سکا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تحیر سے کہا۔

"شانت رہو......" شنکر نے مجھے تسلی دی۔ "ان سیاہ بادلوں

کا کوئی سمبندھ تمہاری ذات سے نہیں ہے۔"

"میں اب چلتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "مگر تم اپنا وعدہ یاد رکھنا' جنتا کی موت کے سلسلے میں میرا نام نہیں آنا چاہئے۔"

"نہیں آئے گا۔" اس نے پورے اعتماد سے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

اس وقت رات کے تقریباً دو بجے کا عمل رہا ہوگا جب میں شنکر کے جھونپڑے سے باہر نکلا' روپ نگر پر شنکر کے کہنے کے مطابق گہرا سکوت اور سناٹا طاری تھا' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے جیپ اسٹارٹ کی پھر شنکر پر ایک آخری نظر ڈالتا ہوا [illegible] کے لیے چل پڑا' گھر تک پہنچنے میں' میں نے خاصی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا تھا لیکن گھر میں قدم رکھتے ہی میں چونکے بغیر نہ رہ سکا' دھرم داس جی کو اس وقت خلاف توقع وہاں دیکھ کر مجھے [illegible] ہوا تھا۔

"آپ...."

"کہاں چلے گئے تھے۔" دھرم داس نے مجھ سے استفسار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "دو گھنٹے سے تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں۔"

"چودھویں کا چاند میری کمزوری ہے۔" میں نے فوری طور پر بڑی خوبصورتی سے بہانہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں یونہی ذرا چاندنی رات سے لطف اندوز ہونے کی خاطر چلا گیا تھا لیکن آپ ---"

"تمہارے والد کا فون آیا تھا میرے پاس۔" دھرم داس نے جواب دیا۔ "احمد علی کا خیال تھا کہ تم میرے پاس ہوگے اس لیے خان صاحب نے میرے نمبر بھی گھما دیے۔"

"سب خیریت تو ہے۔"

"باقی تو سب خیریت ہے لیکن تمہاری ماتا جی کا حکم ہے کہ تم یا تو فوری طور پر لمبی چھٹی لے کر واپس چلے جاؤ یا پھر سروس سے ریزائن کر دو۔"

"اوہ...." میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ "آپ کو میری وجہ سے زحمت اٹھانی پڑی اس کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔ ڈیڈی اور ممی سے صبح ہی فون پر بات کر لوں گا۔"

"میں تم سے ایک بات اور کرنا چاہتا ہوں۔" دھرم داس نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"میرے لائق کوئی خدمت...."

جواب میں دھرم داس کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے۔

"میں جادو ٹونے اور جنتر منتر کو زیادہ نہیں مانتا لیکن پھر بھی ایک بات کا ذکر تم سے کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اگر بعد میں کوئی انہونی ہو جائے تو تم اس بات کی گواہی دے سکو۔"

"میں سمجھا نہیں...."

"جھیل کے کنارے والی زمین کسی بھی مقامی زمیندار کے لیے سونے کی کان سے کم اہمیت نہیں رکھتی۔"

"اور اسی زمین کے ایک ٹکڑے کی خاطر اب تک کئی پراسرار حادثے رونما ہو چکے ہیں جن کو پولیس کوشش بسیار کے باوجود ابھی تک حل کرنے سے قاصر ہے۔"

"قسمت میں اگر موت لکھی ہے تو وہ کسی بہانے سے بھی آ سکتی ہے۔" دھرم داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس زمین کی خاطر اب تک جو کچھ ہو چکا ہے میں اس سے بھی جانکاری رکھتا ہوں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں نے آج شام ہی [illegible] ہاری سے بات کی ہے۔"

"مگر میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا' اس لیے کہ منشی پریم چندر کی موت ابھی تک پولیس کے لیے معمہ بنی ہوئی ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "جان بوجھ کر جلتی ہوئی آگ میں کودنا میرے نزدیک دانشمندی کے خلاف ہے اور...."

"ریلیکس مائی بوائے۔" دھرم داس جی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اب تو اوکھلی میں سر دے چکا ہوں' جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

دھرم داس کے جانے کے بعد میں لباس تبدیل کر کے سونے کے ارادے سے لیٹ گیا لیکن جنتا کی خون میں لت پت لاش میرے تصور میں بار بار ابھرتی رہی پھر کب مجھے نیند آئی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے کچھ یاد نہیں' ویسے اتنا ضرور یاد ہے کہ سونے سے پیشتر میں نے اپنے سروس ریوالور کی صفائی اس قدر احتیاط سے کی تھی کہ اسے دیکھ کر کوئی اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اسے حال ہی میں بھی استعمال کیا گیا ہوگا۔

دوسری صبح میں اپنے دفتر میں بیٹھا ضروری کام نمٹا رہا تھا لیکن میرے ذہن کی اسکرین پر گزشتہ رات پیش آنے والے واقعات رہ رہ کر ابھر رہے تھے' دھرم داس سے ہونے والی ملاقات کے بعد خود میں نے بھی ارادہ کیا تھا کہ فوری طور پر اپنا تبادلہ کسی دوسری جگہ کرا لوں گا یا پھر کسی بہانے طویل چھٹی منظور کرا لوں' حالات اور حادثات نے میرے ذہن کو بری طرح الجھا رکھا تھا' شنکر نے مجھے نہ صرف اپنا دوست کہا تھا بلکہ اس بات کا وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ جنتا کے قتل کے سلسلے میں اپنی زبان بند رکھے گا لیکن میں اس کی بات پر آنکھ بند کر کے یقین کیسے کر سکتا تھا وہ شخص جو گند کھا سکتا ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے اور یہ بھی ممکن تھا کہ شنکر نے وہ وعدہ محض کاکا کی پراسرار مورتی حاصل کرنے کی وجہ سے کیا ہو اور مورتی حاصل کرنے کے بعد اپنے وعدے سے منحرف ہو جائے۔ حالات کے پیش نظر یہ ساری باتیں ممکن ہو سکتی تھیں میں ان ہی ممکنات کے مختلف پہلوؤں پر غور کر رہا تھا کہ اسسٹنٹ سب انسپکٹر رام دیال [illegible] ہوا میرے آفس میں داخل ہوا۔ "بیٹھو...." میں نے اشارہ کیا' وہ میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کسی ایسی بات سے بہت زیادہ الجھا ہوا ہے

غالباً" اس کی توقع کے خلاف سرزد ہو گئی تھی۔ میں ایک لمحے تک رام دیال کے چہرے کے تاثرات کو پڑھتا رہا۔ ایک خیال یہ بھی میرے ذہن میں ابھرا تھا کہ ممکن ہے اسے جنتا کے قتل کی اطلاع کسی اور ذریعے سے مل گئی ہو' عین ممکن تھا کہ شنکر نے جنتا کی لاش کو جنگل یا پھر کسی دوسرے ایسے محفوظ مقام پر پھینک دیا ہو جہاں سے اس کے دستیاب ہونے کی توقع نہ ہو لیکن اتفاقاً" کسی کی نظر اس پر پڑ گئی ہو۔ بہرحال میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"سناؤ رام دیال۔۔۔ کوئی خاص خبر۔"

"سر۔۔۔ وہ۔"

"تم اس وقت ضرورت سے کچھ زیادہ ہی گھبرائے ہوئے دکھائی دے رہے ہو۔"

"سر۔۔۔ وہ بات ہی کچھ ایسی ہے۔" رام دیال کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔

"یہ ہمیشہ یاد رکھا کرو رام دیال کہ تم ایک پولیس آفیسر ہو اور اگر کسی حادثے یا واقعے سے خود پولیس کے ہاتھ پیر پھول جائیں تو پھر عوام کی پریشانی کا سدباب کون کرے گا۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر لیکن آپ شاید شنکر سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔"

"شنکر کون۔۔۔؟" میں نے دیدہ و دانستہ انجان بننے کی اداکاری کی۔

"وہ سفلی کے پلید علم کا ماہر ہے سر۔"

"پھر۔"

"سر۔۔۔ آپ شاید بھول رہے ہیں کہ اب تک روپ نگر میں جتنے پراسرار حادثات نے جنم لیا ہے۔ اس میں کسی نہ کسی طرح جنتا کا ہاتھ ضرور شامل تھا لیکن پولیس ابھی تک کسی ایک کیس کو بھی حل نہیں کر سکی۔" رام دیال نے کہا۔ "میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں سر کہ جنتا اسی شنکر کی وجہ سے کسی کو خاص نہیں ڈالتی تھی۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا کہ آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں۔" میں نے خود کو پوری طرح سنبھالتے ہوئے کہا۔

"جھیل کے قریب جس ٹکڑے پر جنتا نے اپنی جھونپڑی بنا رکھی تھی اس کی وجہ سے اب تک کئی لوگ قتل ہو چکے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"لیکن کل رات کسی نے جنتا کی جھونپڑی کو آگ لگا دی۔" رام دیال نے ایک بار پھر قدرے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ "آگ نے صرف جھونپڑی ہی کو نقصان نہیں پہنچایا سر' بلکہ جنتا اور اس کی اندھی بوڑھی ماں بھی جل بھن کر راکھ کا ڈھیر بن چکی ہیں' سوائے جلی ہوئی انسانی ہڈیوں کے اور کچھ باقی نہیں بچا۔"

"یہ حادثہ کس وقت پیش آیا۔" میں نے پوچھتے ہوئے سوال کیا۔

"جو کچھ ہوا ہے وہ کل رات ہی کو کسی وقت ہوا ہے۔"

"آپ کو اس حادثے کی اطلاع کس طرح ہوئی۔"

"ہیڈ کانسٹیبل گنگا رام روز صبح جھیل پر اشنان کرنے جاتا ہے۔ اسی نے مجھے اس حادثے کی اطلاع دی تھی۔" رام دیال نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی اسی طرف سے آرہا ہوں سر۔۔۔۔۔ وہاں اب راکھ اور جلی ہوئی ہڈیوں کے سوا اور کچھ باقی نہیں بچا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "آپ حادثے کی تفصیلی رپورٹ درج کر کے انکوائری شروع کر دیں۔"

"وہ تو میں ضرور کروں گا سر لیکن شنکر اس حادثے کی خبر سن کر چپ نہیں رہے گا۔" رام دیال نے اپنے خوف کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں سر کہ جنتا اور شنکر کے درمیان کیا سمبندھ تھا اگر شنکر کا دماغ الٹ گیا تو پھر روپ نگر میں بھونچال آجائے گا۔"

"نہیں۔۔۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "شنکر کوئی ایسی حماقت نہیں کرے گا جو اسے قانون کی نظروں میں مجرم بنا دے' میرا مطلب ہے کہ جو لوگ جنتر منتر' جادو ٹونا اور تعویذ گنڈے کرتے ہیں وہ کبھی کھل کر سامنے آنے کی کوشش نہیں کرتے' جھیل والی زمین کی خاطر اب تک جو قتل اور پراسرار حادثات رونما ہوتے رہے ہیں اس میں بھی شنکر کا ذکر کہیں نہیں آیا۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر' لیکن جنتا کی موت شنکر کو پاگل بنا سکتی ہے۔"

"جو کچھ ہو گا اسے بہرحال تمہیں قانون کے دائرے میں رہ کر فیس کرنا پڑے گا۔۔۔۔ ویسے بائی دی وے تمہارا کیا خیال ہے' جنتا کی جھونپڑی کو آگ لگانے کی ہمت کون کر سکتا ہے۔"

"بہت سارے زمیندار اس زمین پر دانت لگائے ہوئے ہیں' ہو سکتا ہے کہ ان ہی میں سے کسی نے یہ حرکت کی ہو۔"

"نان سنس۔۔۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "جس آدمی نے جھونپڑی کو آگ لگائی ہے کیا وہ شنکر کی پراسرار اور گندی قوتوں سے واقف نہیں ہو گا۔"

"جی۔۔۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب۔"

"او کے' آپ ضابطے کی کارروائی مکمل کر کے تفتیش شروع کر دیں لیکن ایک بات کا خاص خیال رکھیں۔ کسی ٹھوس ثبوت کو حاصل کیے بغیر آپ شنکر کو چھیڑنے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے جناب کہ اس کا نام سرے سے درمیان میں نہ لایا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

رام دیال کے جانے کے بعد میں سنجیدگی سے شنکر کے بارے میں سوچنے لگا اس نے گزشتہ رات مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ سب کچھ اس طرح تباہ و برباد کر دے گا کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو گی' شنکر نے یقیناً" جھونپڑی کی آگ کو جتا کی آگ بنا کر بڑی دور اندیشی سے کام لیا تھا' سب کچھ جل کر خاک ہو جانے کے بعد اب کوئی ثبوت باقی نہیں رہ گیا تھا اور بقول شنکر کے زمین کے اس ٹکڑے کا جھگڑا بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا تھا جس نے روپ نگر کے باسیوں کی راتوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں' گزشتہ رات سے میرے ذہن پر جو ایک بوجھ طاری تھا وہ بڑی حد تک ہلکا ہو گیا' جنتا کی لاش اگر دستیاب ہو جاتی تو اس کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ قتل کی کہانی سنا سکتی تھی' اب صرف شنکر باقی رہ گیا تھا اور جھونپڑی میں آگ لگ جانے اور سب کچھ جل کر راکھ ہو جانے کے بعد اس کی گواہی بھی میری خلاف زیادہ موثر ثابت نہیں ہو سکتی تھی لیکن اس کے باوجود میں دل ہی دل میں شنکر کا شکریہ ادا کیے بغیر نہ رہ سکا جس نے میرے راستے کی نوے فیصد مشکلات اور پریشانیاں دور کر دی تھیں۔

کچھ دیر تک میں اپنے آفس میں بیٹھا حادثات کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا پھر کچھ سوچ کر میں نے تحصیل دار' پنڈاری' ہومیو' ڈی سی اور تحصیل کے دوسرے ذمہ داروں کو اس حادثے کی اطلاع دی' خاص طور پر میں نے رائیش وہناکی سے درخواست کی تھی کہ اگر وہ بھی جائے وقوعہ پر پہنچ جائیں تو بہتر رہے گا۔۔۔۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر میرے علاوہ تحصیل کے دوسرے ذمہ دار آفیسر بھی جائے حادثہ پر پہنچ گئے پھر ضروری کارروائی کے بعد راکھ اور بچی کچی ہڈیوں کو بھی دیگر بکھرے ہوئے سامان کے ساتھ ہندو رسم و رواج کے مطابق' اے' سی' ایم رائیش وہنا کی ہدایت پر جھیل کے بہتے پانی میں بہا دیا گیا' میں نے تمام کارروائی مکمل ہونے کے بعد ایک بار پھر سکون کا سانس لیا۔

جنتا اور اس کی بوڑھی ماں کے خاتمے کے بعد میرا خیال تھا کہ اب حالات بھی سازگار ہو جائیں گے' مجھے اس بات کا بھی کامل یقین تھا کہ شنکر اس وقت تک میرے ساتھ دوستی ضرور نبھائے گا جب تک کالا کی مورتی اسے حاصل نہیں ہو جاتی لیکن میرا اندازہ ٹھیک ثابت نہیں ہوا' جس روز جنتا اور اس کی ماں کی جلی ہوئی راکھ کا کریا کرم پورا کیا گیا تھا اس کے دو روز بعد ہی میں شام کو اپنے مکان کے لان پر بیٹھا ایک میگزین کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ میرے ملازم احمد علی نے خان دلاور کی آمد کی اطلاع دی' میں نے اسے اندر بلوا لیا لیکن یہ بات میں نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لی تھی کہ خان دلاور کے تیور اچھے نہیں تھے۔ میں نے احمد علی کو اس کے لیے چائے لانے کو کہا' چائے کے ختم ہونے تک وہ زیادہ تر خاموش ہی رہا' میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر کسی بات پر کھول رہا تھا پھر جب احمد علی چائے کے برتن سمیٹ کر چلا گیا تو خان دلاور نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"آپ کا کیا خیال ہے۔۔۔۔ جنتا کی جھونپڑی کو کس نے آگ لگائی ہو گی۔"

"تفتیش جاری ہے۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ "ابھی تک اس حادثے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آسکی' ہو سکتا ہے کہ کھانا پکاتے ہوئے چولہا بھڑک اٹھا ہو یا کسی چنگاری نے آہستہ آہستہ خطرناک شعلوں کا روپ اختیار کر لیا ہو کہ جنتا کو اسے بجھانے کی خاطر اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔۔۔۔"

خان دلاور چپ چاپ بیٹھا میری بات سنتا رہا' میں خاموش ہوا تو اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ حالات کی روشنی میں قائم کردہ مفروضے ہیں لیکن میرا خیال اس کے برعکس ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔" میں نے میگزین ایک طرف رکھتے ہوئے خان دلاور کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"آگ لگی نہیں بلکہ جان بوجھ کر اور ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت لگائی گئی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔ "تم اس بات کو اس قدر یقین سے کس طرح کہہ رہے ہو۔"

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ باقاعدہ لکھ کر دینے کو بھی تیار ہوں۔" خان دلاور نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"کسی بات کو کہہ دینا یا لکھ کر دے دینا اور بات ہوتا ہے

"لیکن اسے ثابت کرنا اتنا آسان نہیں ہو گا۔"

"میں بھی ان ہی خطوط پر ابھی تک خون کا گھونٹ پی کر خاموش ہوں۔" وہ جذباتی انداز میں بولا۔

"کیا مطلب ـــــ" میں نے اسے غور سے دیکھا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

"چونکہ ہم جنس باہم جنس پرواز ـــــ" وہ معنی خیز آواز میں بولا۔ "ان کا تعلق چونکہ ایک ہی ذات پات سے ہے اور روپ نگر میں ان کی اکثریت بھی زیادہ ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ دروغ گوئی سے کام لے کر ایک سچ حقیقت کو جھٹلا دیں لیکن خان دلاور موت سے نہیں ڈرتا' وہ بھی حالات کے دھاروں کا رخ بدلنا جانتا ہے' یوں بھی ایمان کی قوت باطل کے مقابلے میں زیادہ مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ ہم کھل کر صاف صاف باتیں کریں۔"

"آپ بابا جانی کی موت کو فراموش نہیں کر سکتے۔" خان دلاور ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "اسی زمین کے حصول کی وجہ سے انہیں ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹا دیا گیا۔"

"مجھے معلوم ہے اور شاید تم بھی جانتے ہو کہ حشمت خان صاحب کی موت کی سازش میں شامل نائب تحصیل دار اونکار ناتھ اور رامو سپیرے کو گرفتار کیا جا چکا ہے' ان پر عدالت میں کیس چل رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ دونوں لمبی سزاؤں سے نہیں بچ سکیں گے۔"

"جنتا اور اس کی بوڑھی اندھی ماں کو بھی ایک سازش کے تحت راستے سے ہٹایا گیا ہے۔" خان دلاور نے پہلو بدل کر سرد لہجے میں جواب دیا۔ "وہ آگ لگی نہیں بلکہ لگائی گئی تھی اور ان دونوں ماں بیٹیوں کو زبردستی اس میں جلا کر راکھ کر دیا گیا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھ سکا کہ جنتا کی موت میں تم کس سازش کا ذکر کرنا چاہتے ہو۔"

"مجھے یقین ہے کہ اس سازش میں دھرم داس اور لالہ بہاری برابر کے شریک ہیں۔" خان دلاور کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ "ہو سکتا ہے کہ ان دونوں نے کوئی لمبی رقم دے کر اس چمار کی اولاد شنکر کو بھی خرید لیا ہو۔"

"دھرم داس ـــ" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ "یہ نام تمہارے ذہن میں کیسے آیا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ـــــ"

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دھرم داس اور آپ کے والد بہت گہرے دوست ہیں لیکن کیا آپ اسے بھی اتفاق کہیں گے کہ جس روز شام کو لالہ بہاری اور دھرم داس کے درمیان زمین کے اس ٹکڑے کی لین دین کی بات ہوئی تھی اسی رات جنتا اور اس کی ماں اپنے تمام اثاثے کے ساتھ جل بھن کر خاک ہو گئی اور وہ ولد الحرام شنکر ـــــ وہ گندی قوتوں کا مالک ہونے کے باوجود ابھی تک خاموش ہے۔"

خان دلاور کی بات سن کر میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی بات میں وزن تھا' اگر مجھے یہ نہ معلوم ہوتا کہ جنتا کا قتل کس نے کیا ہے اور اس کی جھونپڑی کو کس نے نذر آتش کیا ہے تو شاید میں بھی اسی لائن پر پڑ جاتا جس پر خان دلاور کا ذہن کام کر رہا تھا' میں بذات خود اس بات کا گواہ تھا کہ جس روز میں جنتا کو ختم کر کے گھر واپس لوٹا تھا اسی رات دھرم داس نے زمین کے سلسلے میں تحصیل دار سے اپنی ہونے والی گفتگو کا ذکر کیا تھا' میری جگہ اور کوئی دوسرا ہوتا تو وہ دھرم داس پر یقینی طور پر شبہ کر سکتا تھا۔

"تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ دھرم داس اور تحصیل دار کے درمیان اس زمین کے سلسلے میں بات ہوئی تھی۔" میں نے تھوڑے توقف کے بعد سوال کیا۔

"میرے آباؤ اجداد کا تعلق بھی اسی تحصیل سے رہ چکا ہے۔ کچھ لوگ ہمارے بھی وفادار ہیں اور پھر زمین کے لین دین کی بات چھپی بھی نہیں رہتی۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارے مخبر نے تمہیں جو اطلاع دی ہو وہ درست ہو لیکن ـــــ"

"میں جانتا ہوں کہ آپ پرانے تعلقات کی بنا پر دھرم داس کو شامل تفتیش نہیں کریں گے۔" خان دلاور کے لہجے میں بلا کا سا طنز بھی شامل تھا۔ وہ پہلو بدل کر بولا۔ "میں اس وقت دھرم داس کے خلاف ایف آئی آر کٹوانے نہیں آیا ہوں۔"

"پھر ـــــ"

"میں صرف یہ بتانے کے لیے حاضر ہوا تھا کہ جس زمین کو حاصل کرنے کی خاطر بابا جانی کو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا ہے وہ میرے علاوہ کوئی اور حاصل نہیں کر سکے گا خواہ اس کے لیے مجھے کتنی ہی بھاری قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔"

"میرے خیال میں تم دھرم داس کے خلاف بلاوجہ بدگمان ہو رہے ہو۔" میں نے خان دلاور کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "تم تحصیل دار سے بات کر لو اگر وہ تمہارے حق میں آمادہ ہو جائے تو دھرم داس کو میں سمجھا لوں گا۔"

"آپ ابھی یہاں نئے نئے تعینات ہوئے ہیں اس لیے آپ کو حالات کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔" خان دلاور نے کہا۔ "یہاں ہر بات کو فرقہ واریت کی ترازو میں تولا جاتا ہے۔ رہا زمینداری کا مسئلہ تو اس کے چکر بھی اتنی جلدی آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ اس وقت تو معاملہ میرا اور دھرم داس کا ہے لیکن اکثر و بیشتر زمین کے کسی ٹکڑے کی خاطر ایک ہی ذات برادری کے لوگ بھی خون خرابے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔"

"پھر میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟" میں نے اکتاتے ہوئے پوچھا اس لیے کہ میں خان دلاور کی آمد کا مطلب اور مقصد سمجھنے سے قاصر تھا۔

"میں صرف یہ درخواست کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ کل کلاں کو اگر معاملہ کوئی پیچیدہ صورت اختیار کر جائے تو آپ غیر جانب دار رہیں گے۔"

"ایک بات میں بھی تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔" میں نے قدرے خشک لہجہ اختیار کیا۔ "جہاں تک زمین کے لین دین کا معاملہ ہے اس سے پولیس ڈپارٹمنٹ کا براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اسی لین دین کے سلسلے میں اگر صورت حال کوئی سنگین صورت اختیار کرے تو پھر وہ معاملہ قابل دست اندازی پولیس بن جاتا ہے۔"

"کیا آپ غیر جانب داری سے میرے ایک سوال کا جواب دیں گے۔"

"خان دلاور ـــ" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ تم جو بار بار غیر جانب داری کی بات کر رہے ہو اس سے تمہارا کیا مقصد ہے' کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کیس میں جانب داری سے کام لیا ہے۔"

"آپ غلط سمجھے۔" اس نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "میں دراصل کچھ اور کہنا چاہ رہا تھا۔"

"کہو ـــ"

"میری جگہ آپ ہوتے اور خدا نخواستہ جو حادثہ میرے والد صاحب کو پیش آچکا ہے وہی آپ کے والد کو پیش آتا تو کیا آپ زمین کے اس ٹکڑے کے سلسلے میں خاموش رہ سکتے تھے۔"

"نہیں ـــــ" میں نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "اسے حاصل کرنے کے لیے میں بھی سر دھڑ کی بازی لگا دیتا لیکن اس کے باوجود کسی غیر قانونی اقدام سے گریز ہی کرتا۔"

"فرض کر لیجیے کہ لالہ بہاری جانب داری سے کام لے کر وہ زمین دھرم داس کے نام کر دیتا ہے تو۔"

"ایسی صورت میں اگر تم سمجھتے ہو کہ قانونی طور پر تمہاری کوئی حق تلفی ہوئی ہے تو تم عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتے ہو۔"

"یہی تو مصیبت ہے جناب۔" خان دلاور نے تلملا کر جواب دیا۔ "میں اس زمین کی جو قیمت بھی لگاؤں گا اس کا علم دھرم داس کو تحصیل دار یا پٹواری کے ذریعے ہو جائے گا اور پھر ـــــ"

"اب میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"پھر آپ ہی مشورہ دیں کہ مجھے اس زمین کے حصول کے سلسلے میں کون سا ایسا قدم اٹھانا چاہیے جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

میرے لیے فوری طور پر کوئی جواب دینا مشکل تھا' ایک طرف معاملہ دھرم داس کا تھا جو میرے والد کے دیرینہ ساتھیوں میں سے تھے اور دوسری جانب خان دلاور تھا جو مسلمان تھا اور بہت زیادہ جذباتی بھی ہو رہا تھا' اس کے علاوہ تیسری شخصیت خود میری تھی جس کی وجہ سے وہ زمین جنتا اور اس کی ماں کے وجود سے ہمیشہ کے لیے پاک ہو چکی تھی اگر خان دلاور کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی وہی کچھ کرنے کی ٹھان لیتا جو اس کے ذہن میں کلبلا رہا تھا لیکن وہ شنکر کی گندی قوتوں سے واقف نہیں تھا۔ خود شنکر نے بھی حشمت خان کے قاتلوں کی گرفتاری کے سلسلے میں میری مدد کرتے وقت یہ درخواست کی تھی کہ خان دلاور کو زیادہ اچھل کود کرنے سے روک دوں ورنہ پھر اسے اپنی نادیدہ قوتوں سے کام لینا پڑے گا۔ میں شنکر کی طاقت کا اندازہ لگا چکا تھا' اس نے جو کچھ کہا تھا اسے کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتا تھا مگر میرے لیے دشواری یہ تھی کہ میں خان دلاور کو شنکر کے سلسلے میں محتاط روی اختیار کرنے کی تلقین بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حالات اور واقعات نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا تھا' میں اگر جانب داری سے کام لیتا تو اس سے دھرم داس کی حق تلفی ہو سکتی تھی' غیر جانب دار رہتا تو شنکر کی ماورائی قوتیں خان دلاور کو نقصان پہنچا سکتی تھیں۔ میں ابھی اسی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ خان دلاور نے میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کو کوئی حتمی فیصلہ کرنے میں دشواری پیش آ رہی ہے۔" اس کے لہجے میں ہلکے طنز کی آمیزش بھی تھی جسے موقع کی نزاکت کے پیش نظر میں نے نظر انداز کر دیا۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم فوری طور پر کسی جذباتی قدم اٹھانے سے گریز کرو۔"

"اور دھرم داس اس زمین کو ہڑپ کر جائے۔"

"نہیں ـــ ایسا نہیں ہو گا۔" میں نے فوری طور پر اس معاملے کا ایک درمیانی حل تلاش کرتے ہوئے کہا۔ "میں راکیش وساجی اور لالہ بہاری سے مل کر کوشش کروں گا کہ فی الحال دو تین مہینے تک اس زمین کی فروخت کا معاملہ روک دیا جائے' اس عرصے میں پولیس کی تفتیش بھی مکمل ہو جائے گی۔"

"اور اگر آپ کسی وجہ سے اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے تو ـــ"

خان دلاور نے ایک بار پھر مجھے الجھن میں ڈال دیا تھا' میں نے ایک لمحے تک سوچنے کے بعد پوچھا۔

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ وہ زمین دھرم داس کو تمہارے مقابلے میں نہ مل سکے۔"

"جی ہاں ـــ"

"اور اگر کوئی تیسرا شخص اسے خرید لے تو۔"

"اگر اس تیسری شخصیت کا گٹھ جوڑ دھرم داس سے نہ ہوا تو پھر میں خاموش ہی رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے ـــ میں کوشش کروں گا تمہارے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچ پائے لیکن تمہیں مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہو گا۔"

"وہ کیا ـــ"

"تم مجھ سے مشورہ کیے بغیر اس سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے نرمی سے کہا۔ "تم میری پوزیشن سمجھ رہے ہو' ایسی صورت میں تمہارا کوئی جذباتی قدم مجھے کسی سخت امتحان سے دوچار کر دے گا۔ تم غالباً میرا مطلب سمجھ رہے ہو؟"

"ٹھیک ہے۔" خان دلاور نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں کوشش کروں گا کہ آپ کو کسی امتحان سے دوچار نہ ہونا پڑے۔" پھر اس سے پیشتر کہ میں اسے مزید سمجھانے کی کوشش کرتا وہ تیزی سے گھوما اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا لان عبور کر کے مکان کے پھاٹک سے باہر نکل گیا!

٭

میں نے دو تین روز کی دوڑ دھوپ کے بعد راکیش ورما کے مشورے سے تحصیل دار لالہ بہاری کو اس بات کے لیے پابند کر دیا تھا کہ جب تک جمنا کی موت کے کیس کی تفتیش مکمل نہ ہو جائے اس زمین کا سودا کسی بھی پارٹی کے ساتھ نہ کیا جائے' لالہ بہاری نے میری بات سے اتفاق تو کر لیا تھا لیکن میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی تھی کہ وہ اس فیصلے سے خوش نہیں تھا۔

تین روز بعد میں اپنے دفتر میں بیٹھا روز مرہ کے معاملات نمٹا رہا تھا کہ گھر سے والدہ کا فون آ گیا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر "ہیلو" کہا تو دوسری جانب سے والدہ کی آواز سنائی دی۔

"خیریت سے تو ہو۔"

"جی ہاں۔ خدا کا شکر ہے' سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔"

"تمہیں وہاں کسی قسم کی کوئی پریشانی تو لاحق نہیں ہے۔"

"قطعی نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں پریشان نہیں ہوں۔"

"ہو سکتا ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن اب روپ نگر میں تمہارا زیادہ دنوں قیام میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔" والدہ کی سنجیدگی میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔ "جتنی جلدی ہو تم اس تحصیل کی حدود سے باہر نکل آؤ۔"

"آپ جو حکم دیں گی میں وہی کروں گا لیکن ابھی میرے کچھ کام ادھورے رہ گئے ہیں' ان کا پورا کرنا بھی میرے فرائض منصبی میں شامل ہے۔"

"کسی ایک آدمی کے ہونے نہ ہونے سے دنیا کے کام رک نہیں جاتے۔" والدہ نے کہا۔ "جب تم روپ نگر گئے تھے اس وقت بھی تمہیں بھی کچھ پرانے قصے نمٹانے پڑے ہوں گے' اب تم واپس چلے آؤ گے تو تمہاری جگہ تعینات ہونے والا اپنی ذمہ داری پوری کرے گا۔ دنیا کے کاروبار ہمیشہ اسی طرح چلتے رہتے ہیں۔"

"آپ مطمئن رہیں' میں جلد از جلد ضروری فائلوں کی خانہ پری کر کے واپس آجاؤں گا۔"

"یہ بات تم نے پہلے بھی کہی تھی لیکن وہاں جا کر پھر ۔۔۔ جھمیلوں میں الجھ گئے ہو۔"

"آپ تو جانتی ہیں امی حضور کہ پولیس کی نوکری میں یہ بات ۔۔۔ کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اگلے لمحے کیا ہونے والا ہے۔"

"جہنم میں جھونکو پولیس کی ملازمت کو اور استعفیٰ دے ۔۔۔ واپس آجاؤ۔" امی نے جھلائے ہوئے لہجے میں اپنا حتمی فیصلہ ۔۔۔ دیا۔

"کیا کوئی خاص بات ہے۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت ۔۔۔ کیا۔

"ہاں ۔۔۔ میں گزشتہ تین روز سے برابر خواب میں دیکھ رہی ۔۔۔ ہوں کہ تم کسی لق و دق صحرا میں بے یار و مددگار کھڑے ہو' ۔۔۔ دور تک بادلوں کا کوئی نام و نشان نہیں ہے لیکن ایک گہرے ۔۔۔ رنگ کا ٹکڑا تمہارے سر پر ایک دائرے کی شکل میں گردش ۔۔۔ رہا ہے۔" امی نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "کل رات میں ۔۔۔ بڑے ابا کو دیکھا' وہ بھی تمہاری طرف سے بہت پریشان دکھائی ۔۔۔ دے رہے تھے اور بار بار ہاتھ جھٹک جھٹک کر تمہیں بادل کے ۔۔۔ سیاہ ٹکڑے سے دور ہونے کا اشارہ کر رہے تھے۔"

"اگر آپ کا یہی حکم ہے تو میں ایک ہفتے کے اندر اندر ۔۔۔ واپس آجاؤں گا خواہ مجھے ملازمت کو چھوڑنا ہی کیوں نہ پڑے۔"

"ایک ہفتے رکنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔"

"پلیز امی!" میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ "میں ۔۔۔ وعدہ کرتا ہوں کہ اب روپ نگر میں میرا قیام صرف سات ۔۔۔ ہو گا' آٹھویں روز میں آپ کے پاس ہوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ایک ہفتہ اور انتظار کیے لیتی ہوں لیکن ۔۔۔ اس کے بعد بھی تم نے میرا حکم نہ مانا تو پھر مجھے خود آنا ہو گا۔"

"اس کی نوبت نہیں آئے گی۔" میں نے انہیں یقین دلایا۔

"اچھا خدا حافظ۔"

"خدا حافظ امی حضور۔"

میں نے اپنی والدہ سے ایک ہفتے کی مہلت مانگی تھی ۔۔۔ اس بات کا فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ خواہ حالات کچھ ہی کیوں نہ ۔۔۔ میں آٹھویں روز روپ نگر کی تحصیل کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیر ۔۔۔ کہہ دوں گا لیکن کاش! میں نے امی سے ضد نہ کی ہوتی اور ان ۔۔۔ کا فوری طور پر مان لیا ہوتا تو ان ہولناک اور پراسرار ۔۔۔ سے دوچار نہ ہونا پڑتا جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔ امی ۔۔۔ بات کرنے کے بعد میرے ذہن میں والد صاحب کا وہ جملہ ۔۔۔ ابھرا تھا کہ۔ "لالچ اور دولت کی ہوس انسان کو گھن کی طرح ۔۔۔ اندر ہی اندر چاٹ جاتی ہے' ہر شخص طاقت ور بننے کے خواب ۔۔۔ ضرور دیکھتا ہے اور اسی خواب کی تکمیل کی خاطر وہ مال و زر ۔۔۔ سنہرے جال میں پھنس جاتا ہے۔" میں ابھی ان ہی خیالوں ۔۔۔

گم تھا کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔ اے ایس پی شہباز خان اسپیکنگ۔"

"میں تمہارا ہتھیارا جبر بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے شنکر کی مکروہ آواز منمناتی ہوئی سنائی دی۔ "اپنے سیوک کو پہچانا مہاراج۔"

"کہاں سے فون کر رہے ہو۔" میں نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔

"چنتا مت کرو ۔۔۔ میں اتنا مورکھ بھی نہیں ہوں کہ تمہیں کسی ایسی جگہ سے فون کروں گا کہ دوسروں کو کسی قسم کا شبہ ہو۔"

"کوئی خاص بات۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ۔۔۔" اس نے روکھے انداز میں جواب دیا۔ "روپ نگر سے اتنی جلدی جانے کا وچار دھیان سے نکال دو اور کیول اتنا یاد رکھو کہ بھگوان منش کے بھاگ میں جو لکھ دیتا ہے وہ اوش پورا ہوتا ہے۔ بھوش کے لکھے کو دھرتی کی کوئی شکتی نہیں مٹا سکتی۔"

"لیکن ۔۔۔" میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا تو شنکر نے میری بات کاٹتے ہوئے سرسراتی آواز میں کہا۔

"شنکر نے تم سے کہا تھا مہاراج کہ اس کی کالی طاقتیں من کے بھیتر کا حال بھی جان لیتی ہیں۔"

"میں تمہاری پراسرار قوتوں کا تماشا دیکھ چکا ہوں لیکن ۔۔۔"

"پھر وہی لیکن اور اگر مگر۔" وہ بڑی سنجیدگی سے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں بولا۔ "کیا تم اپنے سیوک کی تعریف نہیں کرو گے کہ اس نے اپنے بیسے ہوئے وچن کے انوسار جمیل کنارے والی دھرتی کا سارا جھگڑا ختم کر دیا اور جمنا کے قتل کا راز بھی اس کی راکھ اور بچی کچھی ہڈیوں کے ساتھ ہی بہتے ہوئے پانی میں ڈوب گیا۔"

"میں مانتا ہوں۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "تم نے بہت دور اندیشی سے حالات کا رخ بدل دیا ہے۔"

"میں اپنے وچن کا پالن کر چکا ہوں۔ اب تمہاری باری ہے۔"

"مطلب ۔۔۔"

"تمہیں کالکا کو میرے لیے حاصل کرنا ہے۔ اس کے بغیر تم روپ نگر سے باہر نہیں جا سکو گے۔"

"تم شاید مجھے دھمکانے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"نہیں مہاراج۔ تمہارا سیوک تو تم سے پیار تھا کر رہا ہے۔" اس نے تلخ آواز میں جواب دیا۔ "پرنتو اتنا یاد رکھو کہ شنکر نے تمہاری کھوج میں جو پاپڑ بیلے ہیں اور جو سے برباد کیا ہے

وہ اتنی آسانی سے اسے بھلا بھی نہیں سکتا۔"

"میرا خیال ہے کہ جمنا کے انجام کے بعد اب تم میرے خلاف قتل کا الزام ثابت نہیں کر سکو گے۔"

"یہ تمہاری بھول ہے سرکار۔" اس نے پھر منمناتی آواز میں کہا۔ "تم ابھی تک شنکر کی شکتی سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔ میں جو چاہتا ہوں وہ اوش پورا ہوتا ہے۔ میں چاہوں تو تم سے بہت دور رہ کر بھی اپنے جنتر منتر کے ذریعہ تمہیں اس بات پر مجبور کر سکتا ہوں کہ تم خود اپنے منہ سے جمنا کو مارنے کی ذمہ داری قبول کر لو گے ۔۔۔ اس کے بعد جو ہو گا اس میں شنکر کا کوئی دوش نہیں ہو گا۔"

"پھر ۔۔۔ تم کالکا کو کس طرح حاصل کر سکو گے۔" میں نے اس کی دکھتی رگ کو چھیڑا تو وہ قہقہہ لگا کر بولا۔

"مہان کھیلیاں اپنا فیصلہ سنا چکی ہیں۔ کالکا کو تم ہی میرے لیے حاصل کرو گے۔"

"اسے حاصل کرنے میں کتنے دن لگیں گے۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"صرف تین دن ۔۔۔" وہ منحوس لہجے میں بولا۔ "تین روز بعد ناگ پنچمی کا تہوار ہے' اس روز بڑے بڑے پنڈت پجاری اور گیانی بھی سانپوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اس روز کالی اپنے

سڑکوں پر مہربان ہوتی ہے۔۔۔ میری بات دھیان سے سنو آج سے چوتھے روز ٹھیک رات کے بارہ بجے تم میرے پاس آؤ گے۔ میں تمہیں اس استھان تک لے جاؤں گا جہاں ایک بار تم پہلے بھی جتا کے ساتھ جا چکے ہو۔۔۔ اسی دلدل کے بیچ سے تمہیں کاکا کی مورتی کو میرے لیے نکالنا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "میں وعدے کے مطابق وہ مورتی تمہارے لیے ضرور نکال دوں گا لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ طے ہے کہ سات روز بعد میں روپ نگر کی پراسرار حدود سے باہر نکل جاؤں گا۔"

"دھیرج سے کام لو سرکار۔۔۔ منش سوچتا کچھ ہے اور ہو کچھ اور ہے۔ اتنی ترنت کوئی آخری فیصلہ نہ کرو۔"

"تمہیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے۔ میرے نجی معاملات سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے۔ ہمارے درمیان ایسا کوئی وعدہ بھی نہیں ہوا تھا۔"

"اگر تمہاری یہی اچھا ہے تو شنکر تمہارے اور تمہاری ما (تا) کے بیچ نہیں آئے گا۔"

"اور کچھ کہنا ہے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا مہاراج کہ حشمت خان کے چھوکرے کو اچھل کود کرنے سے منع کر دو لیکن اس نے تمہارا کہا بھی نہیں سنا۔"

"کیا مطلب۔۔۔"

"وہ شنکر کے خلاف زہر اگلنے کی کوشش کر رہا ہے۔" اس بار شنکر نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔ "کیا اس نے دھرم داس اور لالہ بناری والی زمین کی بات میں میری ٹانگ گھسیٹنے کی حماقت نہیں کی۔ کیا اس دو دمڑی کے پرش نے تمہاری موجودگی میں میری ماتا جی کا اپمان نہیں کیا تھا۔ میں مانتا ہوں کہ وہ چمار تھے لیکن میں کسی پاپ کی نشانی نہیں ہوں۔ انہوں نے مجھے جنم دینے میں کوئی اپرادھ نہیں کیا تھا۔"

"میں نے خان دلاور کو سمجھا دیا ہے۔" میں نے شنکر کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ "اس نے تمہارے خلاف جو کچھ کہا وہ جذبات کی رو میں بہک کر کہا تھا لیکن اب وہ تمہارے خلاف کچھ نہ کرے گا۔"

"یہ اشبھ (منحوس) اور اشدھ (پلید) چھوکرا شنکر کے خلاف کر بھی کیا سکتا ہے۔" شنکر نے حقارت سے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ اس کی شریانوں میں خون دوڑ رہا ہے پرنتو وہ یہ نہیں جانتا کہ شنکر کی رگوں میں خون کے بجائے آگ دوڑتی ہے۔ اب اسے سبق دینا ضروری ہو گیا ہے۔ اسے بتانا ہو گا کہ شنکر کی شکتی اپرم پار ہے۔"

"نہیں شنکر۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "تم فی الحال خان دلاور کے خلاف کچھ نہیں کرو گے۔"

"میری کہا مانتا ہے مہاراج پرنتو اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ مجھے وشواس ہے کہ ایک دو روز گزرنے کے بعد اس چھوکرے کا گھمنڈ ٹوٹ جائے گا۔"

"شنکر۔۔۔ میری بات سنو۔۔۔"

"سمے بیت چکا ہے سرکار، اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔" شنکر نے سپاٹ اور سرد آواز میں کہا۔ "ناگ پنچمی والی رات کی بات دھیان میں رکھنا۔ ٹھیک بارہ بجے شنکر اپنے ڈیرے پر تمہارا سواگت کرے گا۔"

پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ شنکر کی گفتگو نے جہاں مجھے اس سلسلے میں سکون کا سانس لینے کا موقع فراہم کیا تھا کاکا کی مورتی اس کے حوالے کرنے کے بعد مجھے اس کی گندی اور کالی قوتوں سے مکمل آزادی نصیب ہو جائے گی وہاں خان دلاور کے بارے میں اس نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ شنکر سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے اس بات کا یقین بھی آ گیا تھا اس کی قوتیں فاصلوں کی قید سے آزاد ہیں، وہ دور رہ کر بھی کسی کے دل کا بھید جاننے کی قوت رکھتا تھا، ہو سکتا تھا کہ اس کے جنتر منتر کے موکل اس کے مطلوبہ آدمیوں پر نظر رکھتے ہوں اور اسے ہر بات سے آگاہ کرتے رہتے ہوں۔ بہرحال شنکر سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے خان دلاور کے سلسلے میں تشویش لاحق ہو گئی تھی۔ شنکر نے میرے سمجھانے پر یہی جواب دیا تھا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے اور وہ اپنے فیصلوں کو واپس لینے سے قاصر ہے۔ اس کی باتوں سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ وہ خان دلاور کو خرافات بکنے کے عوض تھوڑی بہت سزا ضرور دے گا۔

ہندوؤں کی اکثریت رکھنے والے علاقوں میں کسی بھی مسلمان آفیسر کی تعیناتی پھولوں کی سیج کے بجائے کانٹوں کا بستر تصور کی جاتی تھی۔ ایسے حساس علاقوں میں کوئی قدم اٹھانے سے پیشتر بہت غور و خوض سے کام لینا پڑتا تھا۔ روپ نگر میں میری تعیناتی کے آرڈر لینے کے بعد والد صاحب نے بھی دبی زبان میں یہی کہا تھا وہ میری پہلی پوسٹنگ سے کچھ زیادہ مطمئن نہیں ہیں اس کے بعد ایک موقع پر دھرم داس نے بھی کہا تھا کہ میں اپنا تبادلہ کہیں اور کرا لوں اس لیے کہ روپ نگر کا ماحول مجھے سازگار آنا مشکل ہے اور سب سے زیادہ اہم وہ فون کال تھی جو شنکر سے پہلے مجھے اپنی والدہ کی طرف سے موصول ہوئی تھی انہوں نے بھی میرے پرنانا کے خواب میں نظر آنے کے حوالے سے اس بات پر زور دیا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو روپ نگر کی حدود سے نکل جاؤں۔

خان دلاور بلاشبہ ایک جذباتی نوجوان تھا جس نے شنکر کے بارے میں مختلف موقعوں پر چند نازیبا جملے کہے تھے لیکن ایک پولیس آفیسر ہونے کے ناتے میرا فرض تھا کہ اسے کسی بھی

مصیبت کا شکار ہونے سے بچانے کی کوشش کروں لیکن یہاں میں اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار بھی نہیں کروں گا کہ میں شنکر کی پراسرار کالی اور گندی قوتوں سے خائف بھی تھا۔ انسان انسان کا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن مادیہ اور ماورائی قوتوں کا مقابلہ کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ اس خیال کے پیش نظر اور خان دلاور کی حفاظت کرنے کے سلسلے میں اس وقت میں جس ذہنی اذیت کا شکار تھا اس کا اندازہ کچھ میں ہی بہتر طور پر لگا سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر شنکر نے خان دلاور کو گزند دینے کی ٹھان لی ہے تو پھر اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نکالنا کم از کم میرے اختیار سے باہر تھا۔ ابھی میں اسی ذہنی چپقلش میں مبتلا تھا کہ انسپکٹر بدر اقبال کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر بڑی گمبھیر سنجیدگی مسلط تھی۔

"کوئی خاص خبر۔۔۔" میں نے پوچھا۔

"بات کچھ سمجھ نہیں آتی سر۔ پہلے یہاں اس قسم کے واقعات رونما نہیں ہوتے تھے جیسے اب ہو رہے ہیں۔" بدر اقبال نے کہا۔ "رام دیال کا کہنا ہے کہ اب جو کچھ بھی نہ ہو جائے وہ کم ہے۔ وہ یہاں ایک طویل عرصے سے تعینات ہے لیکن۔۔۔"

"بات کیا ہے آخر۔" میں نے الجھتے ہوئے سوال کیا۔

"وہ حشمت خان کا جو بیٹا ہے نا۔ خان دلاور، وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے، عجیب بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے سر۔" بدر اقبال نے جواب دیا۔ "میں ابھی اسی کے گھر سے آ رہا ہوں، لوگوں نے اسے بڑی مشکلوں سے پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا ہے، رام دیال سرکاری ڈاکٹر کی طرف گیا ہے، میں آپ کو خبر دینے کی خاطر ادھر آ گیا۔"

"گھر والوں کا کیا بیان ہے۔" میں نے بھڑکتے ہوئے سوال کیا۔

"ابھی کوئی دو گھنٹے پہلے تک وہ بالکل ٹھیک تھا۔" بدر اقبال نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا۔ "صبح وہ تحصیل دار کے پاس بھی گیا تھا، حشمت خان کی زمینوں کا کچھ حساب کتاب سمجھنا تھا، لالہ بناری کا بھی یہی بیان ہے کہ جب وہ اس سے ملا تھا تو ہوشمندوں کی طرح باتیں کر رہا تھا، تحصیل دار سے مل کر واپس آنے کے بعد وہ زمینوں پر جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک اس پر دماغی دورہ پڑ گیا۔ اس نے دیوانوں کی طرح اپنے کپڑے پھاڑ کر واہی تباہی بکنی شروع کر دی اور جب دیواروں سے ٹکریں مارنی شروع کر دیں تو پھر گھر والوں کو قابو کرنے کی خاطر اسے رسیوں سے باندھنا پڑ گیا۔۔۔ گھر کے سارے ہی لوگ اور نوکر چاکر بھی پریشان ہیں کہ اچانک بیٹھے بٹھائے اسے کیا ہو گیا۔۔۔ اچھا خاصا ہٹا کٹا نوجوان تھا لیکن اب اس کے چہرے کی رنگت بالکل ہلدی کی طرح زرد پڑ گئی ہے، یوں لگتا ہے جیسے اس کے بدن میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ بچا ہو، کسی کو بھی نہیں پہچان رہا۔ بس پاگلوں کی طرح ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے کہ "میں ہنومان ہوں اور دم ہلا کر راون کی لنکا ڈھا دوں گا۔ جلا کر سب کچھ بھسم کر دوں گا۔ خاک کر دوں گا۔"

بدر اقبال کی اطلاع میرے لیے کچھ زیادہ غیر متوقع نہیں تھی، شنکر نے یہی کہا تھا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ بہرحال میں تیزی سے اٹھا اور انسپکٹر کے ہمراہ حشمت خان کی حویلی کی سمت روانہ ہو گیا، مجھے معلوم تھا کہ خان دلاور کے پاگل پن کا علاج ڈاکٹروں کے بس کی بات نہیں ہے، اسے صرف شنکر ٹھیک کر سکتا تھا جس نے اپنے دعوے کے مطابق اپنی پلید قوتوں کے ذریعہ اس کا دماغ پلٹ دیا تھا۔ میں شنکر سے مل کر اسے اس بات پر آمادہ کر سکتا تھا کہ وہ خان دلاور کو دیا ہوا سراپ (سزا، بددعا) واپس لے لے لیکن دن کے اجالے میں روپ نگر تحصیل کے سب سے بڑے پولیس آفیسر کا شنکر جیسے بدنام شخص سے ملنا مناسب بھی نہیں تھا، میرے ہاتھ میں شنکر کے سلسلے میں ایک ٹرمپ کارڈ تھا ۔۔۔ "کاکا" جسے میں خان دلاور کے لیے استعمال کر سکتا تھا، مجھے یقین تھا کہ کاکا کے حصول کی خاطر شنکر میری کوئی بات بھی مان سکتا تھا لیکن دن کی روشنی میں میرا شنکر سے ملنا میری پوزیشن اور ذاتی حیثیت کے منافی تھا اور خود میں بھی اپنے علاقے کے لوگوں کی نگاہوں میں اپنا امیج (IMAGE) گرانا نہیں چاہتا تھا۔

میں جس وقت حشمت خان کی حویلی پہنچا رام دیال سرکاری ڈاکٹر کے ہمراہ وہاں موجود تھا، خان دلاور کو وسیع اور عریض صحن کے درمیان ایک درخت سے باندھ دیا گیا تھا۔ گھر کے لوگوں کے علاوہ پاس پڑوس کے افراد بھی اس کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے تھے اور ہر شخص کے ذہن میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا کہ خان دلاور کو اچانک کیا ہو گیا؟

سرکاری ڈاکٹر بڑے محتاط انداز میں خان دلاور کا معاینہ کر رہا تھا اور خان دلاور اسے یوں آنکھیں پھاڑے گھور رہا تھا جیسے اسے شناخت کرنے کی کوشش کر رہا ہو، بدر اقبال کے کہنے کے موجب اس کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی لیکن اس کی آنکھیں اس وقت بھی شعلہ بار نظر آ رہی تھیں، کچھ دیر تک وہ بالکل پاگلوں جیسے انداز میں دیدے نچا نچا کر ڈاکٹر کو گھورتا رہا پھر یکلخت وہ زور لگا کر خود کو رسیوں کی قید سے آزاد کرنے کی کوشش کرتا ہوا دیوانگی کی کیفیت میں چلایا۔

"کیوں چھپا رکھا ہے تم لوگوں نے راون کو۔۔۔ اسے باہر نکالو پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس نے شری رام چندر جی کے خلاف یدھ لڑنے کی جرأت کس طرح کی۔۔۔ میں ہنومان ہوں، سینا پتی (فوج کا سپہ سالار) ہوں اس دھرتی کے کیڑے مکوڑے بھی مجھے بجرنگ بلی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔۔۔ میں دم ہلا کر لنکا کو بھسم کر دوں گا۔۔۔ اب میرے کشٹ سے دھرتی کی کوئی شکتی بھی اس

چڑال کو نہیں بچا سکتی ـــ نکلو باہر ـــ کہاں دبک کر بیٹھ گیا ہے ـــ آ ئے ـــ اب میرے سامنے چھاتی ٹھوک کر آئے ـــ آخ تھو۔"

خان دلاور کے آخ تھو کے بعد ہی سرکاری ڈاکٹر جلدی سے اٹھ کر اس سے دور ہو گیا۔

"آپ کا کیا خیال ہے ڈاکٹر۔" میں نے ڈاکٹر کے قریب جا کر انگریزی میں پوچھا۔

"یہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔" ڈاکٹر نے خان دلاور کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ "اسے کوئی ایسا ہی شاک پہنچا ہے کہ جس نے اس کے سوچنے سمجھنے کی قوت کو ڈس بیلنس کر دیا ہے ـــ کیس از سیریس۔"

"پھر ـــ"

"فوری طور پر ذہنی سکون اور آرام کی خاطر نیند کا انجکشن ہی کار آمد ہو سکتا ہے۔ باقاعدہ علاج ضروری ٹیسٹ وغیرہ کے بعد ہی شروع ہو سکے گا۔"

"آپ کا کیا مشورہ ہے۔" میں نے پوچھا۔ "کیا ایسی حالت میں مریض کو گھر پر رکھنا مناسب ہو گا۔"

"ناٹ ایٹ آل۔" ڈاکٹر نے تیزی سے کہا۔ "اسے جتنی جلدی ممکن ہو سپتال اسپتال پہنچانا ہو گا جو کم از کم اس تحصیل میں نہیں ہے۔ شہر لے جانا پڑے گا۔ ابھی مرض کا حملہ زیادہ شدید نہیں ہے ورنہ یہ سر کو درخت سے ٹکرا ٹکرا کر خود کو لہولہان بھی کر سکتا ہے اور اس صورت میں اس کی ذہنی کیفیت اور زیادہ ڈینجرس ہو جائے گی۔"

"میں اسے شہر لے جانے کا بندوبست کرتا ہوں۔" انسپکٹر بدر اقبال نے جو میرے قریب ہی کھڑا تھا' جلدی سے کہا۔ "اگر ابھی روانہ ہو جائیں تو سورج ڈھلنے سے پہلے شہر پہنچ سکتے ہیں۔"

"ٹی کو ٹھیک ـــ" ڈاکٹر سنجیدگی سے بولا۔ "فی الحال میں اسے نیند کا انجکشن دے دیتا ہوں تاکہ اس کی حالت زیادہ تشویش ناک نہ ہو سکے۔"

میں خان دلاور کے مرض کے پس منظر کو بخوبی سمجھ رہا تھا لیکن اس وقت سوائے خاموشی کے اور کچھ کرنا میرے اختیار سے باہر تھا' شنکر کے گندے عمل نے اس کا دماغ پلٹ دیا تھا اور میں جانتا تھا کہ جب تک وہ اپنے عمل کا توڑ نہیں کرتا خان دلاور کا کسی علاج سے دوبارہ صحت مند ہونا مشکل ہی تھا۔

ڈاکٹر نیند کے انجکشن کی سرنج تیار کر رہا تھا کہ اچانک کھٹ ـــ کھٹ کی آواز سن کر میں بے اختیار چونک اٹھا' یہی آواز میں ایک بار پہلے بھی خواب میں سن چکا تھا' میں تیزی سے پلٹا اور پھر میری نگاہ اس سفید ریش بوڑھے کے چہرے پر جم کر رہ گئی جو اپنے جسم کو پھٹے پرانے کمبل میں لپیٹے سیدھے ہاتھ میں ایک ٹیڑھی میڑھی لکڑی تھامے مجمع کو چیرتا ہوا خان دلاور کی سمت بڑھ رہا تھا' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں' خواب میں نظر آنے والے قبرستان میں اسی بزرگ نے مجھے شنکر سے نجات دلائی تھی' میری پلکیں جھپکے بغیر اس کے چہرے پر مرکوز تھیں جو ماحول سے بے نیاز قدم اٹھاتا خان دلاور کی جانب بڑھ رہا تھا' میرے علاوہ کسی اور نے بھی اس بوڑھے کے راستے میں حائل ہونے کی جسارت نہیں کی۔

خان دلاور گلا پھاڑ کر دیوانوں کی طرح چیخے چلا جا رہا تھا اور رہ رہ کر مغلظات بک رہا تھا لیکن پھر اس کی نظریں جیسے ہی بوڑھے سے چار ہوئیں وہ اس طرح سہم کر اپنے وجود میں سمٹنے کی کوشش کرنے لگا جیسے وہ اچانک خوف زدہ ہو گیا ہو۔ ڈاکٹر نے سرنج تیار کرنے کے بعد بوڑھے کی سمت اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے دریافت کیا۔

"ہوازی (وہ کون ہے)؟"

میں نے ڈاکٹر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا' بوڑھے کے چہرے پر نظر جمائے رہا جو بڑے جلالی انداز میں خان دلاور کو گھور رہا تھا' صحن میں موجود دوسرے لوگ بھی اپنی اپنی جگہ خاموش کھڑے تھے پھر سفید ریش بوڑھے کی آواز خاموشی کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری' وہ خان دلاور سے مخاطب ہوا۔

"اب غل غپاڑہ مچانا کیوں بند کر دیا ـــ گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخ۔"

خان دلاور نے بھی کوئی جواب نہیں دیا بس سہمی سہمی نظروں سے بوڑھے کو دیکھتا رہا۔

"کھول دو اس کی رسیاں۔" بوڑھے نے کسی کی سمت دیکھے بغیر بلند آواز میں کہا۔ "سر لینے دو اسے خود کو لہولہان۔ گندا خون جسم سے بہہ جائے گا تو یہ راہ راست پر آجائے گا۔"

میں نے قدم آگے بڑھائے تو ڈاکٹر نے جلدی سے مجھے منع کرتے ہوئے کہا۔

"او نو پلیز ـــ اسے مت کھولیے ورنہ یہ کسی کا مرڈر بھی کر سکتا ہے۔"

میں نے ڈاکٹر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا' خان دلاور کے ایک قریبی رشتے دار نے بھی مجھے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اس کا کہا بھی نہیں مانا اور خان دلاور کے قریب جا کر اسے رسیوں کی قید سے آزاد کر دیا' بندشوں سے آزادی ملنے کے بعد خان دلاور آہستہ آہستہ اٹھ کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا' وہ اپنے دونوں بازوؤں کو اپنے ہاتھ سے سہلا رہا تھا لیکن اس وقت بھی وہ خوفزدہ نظر آ رہا تھا' اس کی نگاہیں بدستور بوڑھے کی آنکھوں سے چار تھیں۔

"خاموش کیوں کھڑا ہے ـــ قلابازی لگانا شروع کر دے ـــ کپڑے پھاڑ کر باہر نکل جا ـــ سڑکوں اور گلیوں میں جا کر ناچنا گانا شروع کر دے ـــ اپنے بزرگوں کی قبروں کو پیروں تلے

روند ڈال۔ چہرے پر بھبھوت مل کر کسی مرگھٹ کی طرف چلا جا۔ زمین پر مجھے ٹیک دے ـــ"

بوڑھے کے لہجے میں رفتہ رفتہ کرختگی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔

"ن ـــ نہیں ـــ نہیں۔" خان دلاور نے سہمی ہوئی آواز میں کہا پھر خوفزدہ نظروں سے خلا میں گھورتے ہوئے بولا۔ "وہ ـــ وہ مجھے مار رہے ہیں ـــ"

"ہنڈی ہالی کے کیڑوں سے بدک رہا ہے ـــ بدبخت۔" بوڑھے نے غصے سے کانپتے ہوئے بڑی جلالی حالت میں کہا۔ "زمین پر جھک جا' تھوڑی سی خاک پھانک لے ـــ دیوانگی کا شوق ہے تو پھر پیشانی کو زمین پر رگڑ رگڑ کر لہولہان کر لے۔"

خان دلاور بوڑھے کی آواز سن کر وہیں زمین پر سجدہ ریز ہو گیا اور پیشانی کو رگڑنے لگا' بوڑھے نے پلٹ کر ایک نظر مجھ پر ڈالی ان نظروں کی تپش مجھے اپنے جسم پر محسوس ہو رہی تھی' میں بس ایک لمحے کو لڑکھڑایا' میری نگاہوں کے سامنے ایک دھند سی طاری ہو گئی پھر جب دھند کا غبار دور ہوا تو بوڑھا وہاں موجود نہیں تھا' میں تیزی سے باہر کی جانب لپکا لیکن اس کا دور دور تک کوئی نشان نظر نہیں آیا۔ کچھ دیر بعد میں دوبارہ حویلی میں داخل ہوا تو ششدر رہ گیا۔ میرے علاوہ دوسرے تمام افراد بھی خان دلاور کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جو اب ہوشمندوں کی طرح باتیں کر رہا تھا۔ ڈاکٹر کے ہاتھوں میں دبی ہوئی سرنج اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر چکی تھی!!

◆

جس روز ناگ پنچمی کا تہوار تھا اس روز نہ جانے کیوں میرا دل صبح سے ہی دھڑک رہا تھا' وعدے کے مطابق مجھے رات ٹھیک بارہ بجے شنکر سے اس کے ڈیرے پر ملاقات کرنی تھی پھر اس کی رفاقت میں مجھے پہاڑی سلسلے کے اس حصے میں جانا تھا جہاں میں ایک بار پہلے خواب کی کیفیت میں جنتا کے ساتھ جا چکا تھا' وہاں سے مجھے کالکا کی پراسرار سورتی نکالنی تھی' اس کے بعد وہ سورتی شنکر کے حوالے کرنے کے بعد میں اس کی مکروہ اور منحوس شخصیت کے سحر سے مکمل خلاصی کر سکتا تھا۔ والدہ سے کیے ہوئے عہد کے مطابق بھی اب میرے پاس صرف پانچ روز کی مہلت باقی تھی اس کے بعد مجھے ہر قیمت پر روپ نگر کی حدود سے باہر نکل جانا تھا' اپنے پرنانا کی بزرگی کے واقعات میں اپنی والدہ اور والد دونوں کی زبانی سن چکا تھا اور شنکر کے حوالے سے مجھے اب اس بات کا شبہ بھی لاحق ہو گیا تھا کہ اگر میں نے روپ نگر کو خیرباد کہنے کے سلسلے میں والدہ کا کہنا نہ مانا تو کسی بڑی مصیبت سے بھی دوچار ہو سکتا تھا۔ یوں بھی خان دلاور کو پیش آنے والے حادثے نے میرے ذہن کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ میرا ذہن اس بزرگ کی شخصیت کے بارے میں بھی الجھ رہا تھا جس نے ایک بار خواب میں مجھے شنکر سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی اور دوسری بار اسی بزرگ نے سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں خان دلاور کو شنکر کے عتاب سے نجات دلائی تھی' یہ بات اس حقیقت کی ترجمان تھی کہ اس بزرگ کی قوت شنکر کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ خان دلاور کو شنکر کی گندی قوت کے سحر سے آزاد کرنے کے بعد بزرگ نے مجھے جن تیز نگاہوں سے گھورا تھا اس کا مفہوم میری سمجھ میں پوری طرح نہیں آسکا تھا لیکن مجھے اس بات کا احساس ضرور ہو گیا تھا کہ ان تیکھی نظروں کے انداز میں میرے لیے بھی کوئی پیغام ضرور تھا۔ جسے میں سمجھنے سے قاصر تھا وقتی طور پر میرے ذہن پر غنودگی سی طاری ہو گئی تھی' میری نگاہوں کے سامنے دھند کا ایک پردہ حائل ہو گیا تھا اور جب وہ پردہ درمیان سے ہٹا تو بزرگ میری تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل سکے تھے البتہ خان دلاور پوری طرح ہوش میں آچکا تھا۔ وہ ڈاکٹر جس نے خان دلاور کو خطرناک قسم کا ذہنی مریض قرار دیا تھا وہ بھی اس کے دوبارہ ہوش میں آجانے پر ششدر رہ گیا تھا' باقی افراد بھی اس بزرگ کی آمد کو خان دلاور کے سلسلے میں قدرت کا ایک کرشمہ سمجھ رہے تھے۔ اس کرشمے کا اثر شنکر کی ذات پر بھی اثر انداز ہوا تھا یا نہیں مجھے بظاہر اس کی کوئی اطلاع نہیں تھی لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ کمبل پوش بزرگ کے مقابلے میں اسے اپنی شکست کا احساس ضرور ہونے لگا رہا ہوگا۔ شاید اس لیے کہ

وہ دوسرا موقع تھا جب اسی بزرگ نے شنکر کو نیچا دکھایا تھا۔

اس روز میں دن بھر اسی کشمکش سے دوچار رہا کہ شنکر سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرنے کی خاطر اس کے ڈیرے پر جاؤں یا نہ جاؤں۔ ایک دل یہ کہتا تھا کہ پہلی فرصت میں روپ نگر کی سرحدوں کو عبور کر جاؤں اور شہر جانے کے بعد میڈیکل سرٹیفکیٹ بھیج دوں اور اس عرصے میں یا تو کہیں دوسری جگہ تبادلے کی کوشش کروں یا پھر والدہ کے کہنے کے مطابق ملازمت چھوڑ دوں لیکن دوسرا خیال یہ بھی تھا شنکر کی گندی قوتیں نہ صرف فاصلوں کی قید سے آزاد تھیں بلکہ وہ دور رہ کر بھی دلوں کا بھید جان لینے کی قوت رکھتا تھا اور ایسی صورت میں جبکہ وہ کاکا کے حصول کی خاطر برسوں مجھے تلاش کرنے میں لگا رہا تھا کیا وہ آسانی سے مجھے نظر انداز کر سکتا تھا؟

میں روپ نگر کا سب سے بڑا پولیس آفیسر ہونے کے باوجود اس روز خود کو بہت مجبور محسوس کر رہا تھا۔ قانون نے میرے ہاتھ ضرور مضبوط کر رکھے تھے لیکن شنکر کی پلید قوتوں نے مجھے بے بس کر رکھا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس بات کا یقین تھا کہ کاکا کی حصولیابی سے پہلے اس کا منحوس وجود اور اس کی مکروہ طاقتیں ایک لمحے کو بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گی چنانچہ بہت غور و خوض کرنے کے بعد میں نے یہی فیصلہ کیا کہ شنکر سے کیے ہوئے عہد کو پورا کروں اور اس کے بعد اس سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کر لوں۔

میں نے روانگی کے وقت اپنی دستی گھڑی پر نگاہ ڈالی اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ بجے کا عمل تھا' مجھے آدھے گھنٹے کے اندر اندر شنکر کے ڈیرے پر پہنچنا تھا' اس نے مجھ سے یہی کہا تھا وہ ٹھیک بارہ بجے اپنے دروازے پر میرے استقبال کو موجود ہوگا چنانچہ میں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور روانہ ہو گیا۔ راستے بھر بھی مجھے والدہ کی کہی ہوئی باتیں یاد آتی رہیں اور کبھی اس کمبل پوش بزرگ کی نگاہوں کی تپش کا خیال پریشان کرتا رہا' کاش میں ان ڈھکے چھپے غیبی اشاروں کا مفہوم سمجھ لیتا جو قدم قدم پر مجھے اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ میں جس راستے پر قدم آگے بڑھا رہا ہوں وہ راستے میرے لیے اتنے پر خطر تھے کہ ان پر چلنے کے بعد مجھے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ بڑے پراسرار اور عجیب و غریب حالات کے شکنجے میں گزارنا ہوگا۔ اگر کسی قدم پر ایک لمحے کو بھی ان خطرناک راستوں سے آگاہی ہو جاتی تو اس رات میں شنکر کے پاس کبھی نہ جاتا خواہ اس کے عوض مجھے اپنی جان کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑتی لیکن دانشوروں کا یہ قول بھی اپنی جگہ غلط نہیں کہ ہر انسان کو اپنے قسمت کے لکھے کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ شنکر نے بھی یہی کہا تھا کہ ایک بار جو بات انسان کے مستقبل میں رقم کر دی جاتی ہے پھر اسے دنیا کی کوئی طاقت حرف غلط کی طرح مٹا نہیں سکتی' اسے ہر حال میں نوشتہ تقدیر کے ایک مرحلے سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے چنانچہ میں بھی شاید تقدیر کے ان چکروں سے دوچار ہونے کو مجبور تھا!

وقت کے لحاظ سے میں گاڑی کی رفتار بڑھاتا رہا پھر ٹھیک بارہ بجے میں نے شنکر کے دروازے پر پہنچ کر گاڑی روک دی۔ حسب وعدہ وہ اس وقت اپنے کچے مکان کے دروازے پر ہی تھا' مجھے اپنے سامنے دیکھ کر اس کے غلیظ ہونٹوں پر بڑی فاتحانہ مسکراہٹ ابھر آئی پھر وہ تیزی سے میرے قریب سرسراتے لہجے میں بولا۔

"مجھے وشواس تھا کہ تم اپنے دیئے ہوئے وچن کو پورا کرو گے' یہ اور بات ہے کہ کئی بار تمہارے من میں کھوٹ ابھارا تھا۔"

"کیا مطلب۔"

"اب چھوڑو بھی مہاراج۔۔۔" شنکر نے زہر خند لہجے جواب دیا۔ "میں پہلے بھی تمہیں کئی بار بتا چکا ہوں کہ میری اپرم پار ہے اور میں من کا بھید کا حال بھی جان لیتا ہوں۔ اچھا کیا جو روپ نگر کو چپ چپاتے چھوڑ دینے کے دھیان من سے نکال دیا۔ اگر تم نے ایسا کیا ہوتا تو بڑی مصیبت پھنس جاتے۔۔۔ تیر ایک بار کمان سے نکل جائے تو پھر واپس لانا مشکل ہی ہوتا ہے۔"

"لیکن خان دلاور کے سلسلے میں ایسا نہیں ہوا۔" میں اسے کریدنے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے اسے کی بات کی تھی لیکن وہ کمبل پوش بوڑھا۔۔۔"

"ہاں۔۔۔" شنکر نے بل کھا کر کہا۔ "وہ دوسری بار بھی راستہ کاٹ گیا۔"

"اور تم اس کے خلاف کوئی تیر اور کمان استعمال نہیں سکے۔"

"ان چکروں کو بھول جاؤ۔" شنکر ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "یہ تمہاری نہیں بلکہ مہاپرشوں کے سمجھنے کی بات ہے۔ ایک سمان نہیں ہوتے سمے بدلتا رہتا ہے اور بلوان ہمیشہ کہلاتا ہے جو سمے کو دیکھ کر اور سوچ و بچار کے بعد قدم ہے۔"

"ایک بات پوچھوں۔۔۔"

"میں جانتا ہوں تم کیا پوچھو گے۔" شنکر نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "خان دلاور کی اور بات ہے۔ لیکن تمہاری جنم کنڈلی تیار کر کے تمہارے بھوش میں لکھی ایک ایک بات پڑھ چکا ہوں' اس کمبل پوش بوڑھے نے تم کو جس نظروں سے گھورا تھا تم اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے پر جانتا ہوں کہ اس نے تم سے کیا کہنے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا۔۔۔" میں نے تیزی سے سوال کیا تو شنکر کے ہونٹوں پھر ایک مکروہ مسکراہٹ مچل اٹھی۔

"وہیں سے کام تو سرکار۔" وہ معنی خیز آواز میں بولا۔ "ابھی تو بھوش کا چکر شروع بھی نہیں ہوا اور تم ابھی سے پاگل ہو گئے۔ سمے بیتنے دو۔ آہستہ آہستہ تم سب کچھ جان جاؤ گے۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ میں آنے والے کل کے بارے میں بھی سب کچھ جانتا ہوں لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا۔۔۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "تم کچھ کہتے کہتے چپ کیوں ہو گئے۔"

"کیا تم میری ایک بات مانو گے۔" شنکر نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ کیا۔۔۔"

"یہ کہ کاکا کی مورتی حاصل کرنے کے بعد تم اس وقت تک روپ نگر سے باہر نہ جاؤ جب تک میں نہ کہوں۔"

"شنکر۔" میں نے جواب دیا۔ "تم وچن دے چکے ہو کہ مجھے روکنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"ہاں۔۔۔ مجھے یاد ہے۔۔۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "میں تمہیں روکنے کے لیے اپنی شکتی استعمال نہیں کروں گا۔"

"پھر کیا بات ہے۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر سوال کیا۔

"تمہیں کاکا کی مورتی حاصل کرنے کے بعد اسے کچھ دنوں اپنے پاس رکھنا ہوگا' دیوی دیوتاؤں کی یہی اچھا (خواہش) ہے پر تو ایک بات مجھے پریشان کرتی رہتی ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔"

"کاکا کی سمان مورتی میرے قبضے میں کب آئے گی۔"

"کیا مطلب۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا تم اپنی شکتی کے زور سے نہیں معلوم کر سکتے۔"

"میں نے کئی بار کوشش کی ہے لیکن ہر بار سیاہ بادلوں کا ایک ٹکڑا میری نظروں کے سامنے آجاتا ہے' میں ابھی تک اس کا کارن نہیں سمجھ سکا۔ اسی لیے میں نے کہا تھا کہ جب تک میں سیاہ بادلوں کے اس پار نہ دیکھ لوں تم روپ نگر میں رہتے تو اچھا ہوتا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "پانچ روز کے اندر اندر میں ہر قیمت پر روپ نگر کی حدود سے باہر چلا جاؤں گا۔"

"کوئی خاص وجہ۔"

"میری والدہ کا حکم ہے۔۔۔" میں نے کہا۔ "لیکن تمہیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے' مجھے کاکا کی مورتی اور لازوال قوتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم چاہو تو اسے آج ہی مجھ سے لے سکتے ہو۔"

"یہی تو الجھن کی بات ہے۔" شنکر نے خلا میں گھورتے

ہوئے کہا۔ "جب تک کالی کی اور (جانب) سے کوئی اشارہ نہ ملے میں اس مورتی کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔"

"بہرحال' میں حسب وعدہ آگیا ہوں اور تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی طے ہے کہ میں روپ نگر میں پانچ روز سے زیادہ نہیں رکوں گا۔"

شنکر نے کوئی جواب نہیں دیا' اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں' اس کے ہونٹ متحرک ہو گئے شاید وہ کسی منتر کا جاپ کر رہا تھا یا ان سیاہ بادلوں کے اس پار دیکھنے کی کوششوں میں مصروف تھا جو اس کے اور کاکا کے درمیان حائل تھے۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی' چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کسی ذہنی خلفشار میں مبتلا تھا کچھ دیر تک وہ آنکھیں بند کیے اپنے خیالوں میں گم رہا پھر جب اس نے آنکھیں کھولیں تو میں چونک اٹھا' اس کی آنکھوں کے ڈھیلے دہکتے انگاروں کی مانند روشن اور سرخ نظر آ رہے تھے' آنکھ کھولنے کے بعد وہ دیر تک گھورتا رہا پھر بولا۔

"کیا تم میرے ساتھ چلنے کو تیار ہو۔"

"ہاں۔۔۔"

"اگر تم اپنا سرکاری کھلونا ساتھ لائے ہو تو اسے یہیں میرے جھونپڑے میں چھوڑ دو' کاکا کی سمان شکتی کے سامنے ان بے جان کھلونے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔"

"تم مطمئن رہو۔۔۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "آج میں اپنا ریوالور نہیں لایا ہوں۔"

"سمجھا۔" وہ حقارت سے مسکرایا۔ "جناتے کے قتل نے شاید تمہیں سنبھل سنبھل کر قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے' پر تو ایک بات ہمیشہ دھیان میں رکھنا۔ شنکر جو چاہتا ہے وہ اوش پورا ہوتا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' شنکر کچھ دیر تک مجھے تیز نگاہوں سے گھورتا رہا' شاید وہ میرے احساسات کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا پھر وہ کچھ کہے بغیر میرے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور میں اس کے بتائے ہوئے راستوں پر گاڑی چلانے لگا۔ ایک لمبا چکر کاٹ کر ہم پہاڑی سلسلوں کے قریب پہنچ گئے پھر میں نے شنکر کے کہنے پر گاڑی چھوڑ دی اور اس کے ساتھ پیدل چل پڑا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک ہم ناہموار راستوں سے گزرنے کے بعد ایک غار میں داخل ہو گئے۔ شنکر اور میرے درمیان کسی قسم کی کوئی گفتگو نہیں ہو رہی تھی۔ جنتا کی طرح وہ بھی اندھیرا ہونے کے باوجود تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا پھر ہم ایک مقام پر پہنچ کر رک گئے' اندھیرے میں مجھے کچھ زیادہ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن پھر وہ شاید شنکر کی گندی قوتوں کا چمتکار ہی تھا جس نے غار کے اس حصے کو روشن کر دیا۔ جنتا نے بھی خواب میں غار کو اسی طرح روشن کیا تھا' اب میں صاف طور پر ہر چیز کو بہ آسانی دیکھ سکتا تھا' میرے سامنے وہی کٹورے نما چٹان قدرے نشیب میں موجود تھی جس کے اندر دلدل نظر آ رہی تھی' شنکر کی آنکھیں فاتحانہ انداز میں چمک رہی تھیں' کچھ دیر تک وہ دلدل کو حسرت بھری نگاہوں سے گھورتا رہا پھر مجھے مخاطب کر کے بولا۔ "یہی وہ پوتر استھان ہے جہاں کاکا کی مورتی موجود ہے۔ اب تم اسے شنکر کے لیے حاصل کرو گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور حسب سابق گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر دلدل میں ہاتھ گھمانے لگا پھر وہ مورتی میرے ہاتھ آ گئی' میں نے اسے دلدل سے باہر نکالا تو خود مجھے بھی حیرت سے دو چار ہونا پڑا' میرا سیدھا ہاتھ کہنی تک کیچڑ میں سن گیا تھا لیکن کاکا کی مورتی اس طرح صاف و شفاف نظر آ رہی تھی جیسے اسے دلدل سے نکال کر پانی سے دھولیا گیا ہو۔ شنکر نے دھات کی اس مورتی کو دیکھا تو اس کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی وہ چٹانوں ہی پر ڈنڈوت کرنے لگا' میں نے جیب سے رومال نکال کر اپنا ہاتھ صاف کیا پھر آستین ٹھیک کرلی' کاکا کی مورتی اندھیرے کے باوجود میرے ہاتھ میں دبی چمک رہی تھی' میں نے اسے غور سے دیکھا' وہ ایک حسین عورت کی مورتی تھی جسے نہایت چابکدستی سے تراشا گیا تھا۔

شنکر ڈنڈوت سے فارغ ہو کر اٹھا تو ایک بار پھر مورتی کو للچائی نظروں سے گھورنے لگا۔ اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ اس مورتی کو جھپٹ کر میرے ہاتھوں سے چھین لینا چاہتا ہو لیکن کوئی نادیدہ قوت اسے روکے ہوئے تھی۔

"تم چاہو تو اسی وقت مورتی کو حاصل کر سکتے ہو۔" میں نے کاکا کی مورتی کو اس کی جانب بڑھایا تو وہ اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"نہیں۔۔۔" اس نے حسرت بھری آواز سے جواب دیا۔

"ابھی وہ شبھ گھڑی نہیں آئی کہ میں اس مہان مورتی کو ہاتھ لگاؤں۔"

"پھر۔۔۔"

"فی الحال تمہیں اسے اپنے پاس رکھنا ہوگا۔۔۔"

"لیکن پانچ روز بعد۔۔۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارا من روپ نگر سے اکتا گیا ہے۔" شنکر نے میری بات سمجھتے ہوئے کہا پھر مورتی کو گھورتے ہوئے بولا۔ "کاکا کی مورتی تمہارے پاس میری امانت ہے۔ اس بات کا دھیان رہے۔"

"مگر۔۔۔"

"تمہیں چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ تیزی سے میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولا۔ "تم دھرتی کے کسی حصے میں رہو۔ کہیں بھی جاؤ۔ سمے آنے پر شنکر تم سے یہ مورتی حاصل کر لے گا۔ آج میرے جنون کی ایک ایسی آشا پوری ہوئی ہے جس کے لیے بڑے بڑے بھگت' پنڈت' پجاری اور گیان دھیان رکھنے والے سپنوں میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے۔"

واپسی پر بھی میں شنکر کی بے چینی کو محسوس کر رہا تھا' اس کی نگاہیں بار بار مورتی کی جانب اٹھ رہی تھیں' وہ بار بار پہلو بدل رہا تھا' کوئی اندرونی جذبہ یا احساس ضرور ایسا تھا جو اسے پریشان کر رہا تھا' میں نے اسے اس کے ڈیرے پر اتارا تو اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"کاکا کے سلسلے میں جنتا نے تم سے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں تھا' اس کی مہان شکتی منش کے من کی تمام خواہشوں کو پل بھر میں پورا کر سکتی ہے پرنتو اس کے لیے بھی کچھ جنتر منتر کرنے پڑتے ہیں' دیوی دیوتاؤں کے چرنوں میں بلی چڑھانی پڑتی ہے۔۔۔ یوں جان لو کہ منش کو کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔"

"مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "یہ مورتی میرے پاس تمہاری امانت رہے گی جب تم سیاہ بادلوں کے پار دیکھنے کے قابل ہو جاؤ تو آکر اسے لے جانا۔" پھر اس سے پیشتر کہ شنکر کوئی جواب دیتا میں نے گاڑی موڑی اور اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا' اس وقت رات کے پونے دو بجے کا عمل تھا لیکن میرا ملازم احمد علی جاگ رہا تھا۔

"آج تو آپ نے بہت دیر لگا دی۔" اس نے دبی زبان سے پوچھا۔

"ہاں' کچھ ضروری کام تھا۔ تم جا کر آرام کرو۔" میں نے احمد علی سے کہا پھر مورتی کو جو لمبائی میں نو انچ سے زیادہ نہیں ہوگی اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر شیشے کے شوکیس میں رکھا اور لباس تبدیل کر کے سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔

دن بھر کی ذہنی جناتنگ اور تکان کی وجہ سے مجھے جلد نیند آ گئی' میں کتنی دیر تک خواب خرگوش کی حالت سے دو

مجھے یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ وہ ایک مترنم آواز ہی تھی جس نے میری نیند میں خلل ڈالا تھا' میں نے اسے دھندلائی آنکھوں سے دیکھا' اس کی بادامی اور خمار آلود نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں' اس کا گداز جسم اور جسم کے نشیب و فراز اتنے حسین اور دلکش تھے کہ میں اس کے سراپے سے نظر نہ ہٹا سکا' وہ سرتاپا کسی ماہر سنگ تراش کا ایک انمول شاہکار نظر آ رہی تھی' اس کی سیاہ زلفیں اس کے شانوں پر بکھری ہوئی تھیں' آنکھوں میں مستی کے ساغر چھلک رہے تھے' اس کے وجود سے پھوٹتی ہوئی مہک میرے دل و دماغ کو ترو تازہ کر رہی تھی' وہ مجھ سے بس ایک قدم کے فاصلے پر کھڑی مجھے مدھ بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اور میں اس کے حسن' اس کی رعنائیوں اور اس کی آنکھوں کے سحر میں ڈوبتا جا رہا تھا' اس کے گلابی ہونٹوں پر کھیلنے والی مسکراہٹ میرے وجود اور احساسات کو گدگدا رہی تھی۔

"اتنے غور سے کیا دیکھ رہے ہو۔" اس کی نقرئی آواز میرے کانوں میں رس گھول گئی۔

"تم۔۔۔ تم۔۔۔" میں نے رک رک کر کہا۔ "میں شاید تم کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔"

"ہاں۔۔۔ تم ہی وہ قسمت کے دھنی ہو جس نے میرا دیدار کیا ہے۔" وہ میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ "تم ہی نے میرے شریر کو چھو کر مجھے سوتے سے جگایا ہے۔"

"میں۔۔۔ میں۔۔۔ سمجھا نہیں۔" میں نے اس کے پیکر کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہیں کہاں دیکھا تھا۔"

"غور سے دیکھو۔۔۔" وہ زیر لب مسکرائی۔ "تم نے مجھے کاکا کے روپ میں دیکھا تھا۔"

"کاکا۔۔۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں' میں کاکا ہوں' مجھے پانے کے لیے اب تک نہ جانے کتنے ہی بھگت' مہارشی اور پنڈت پجاری اپنا سب برباد کر چکے ہیں۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولی۔ "بڑے بڑے گیانی میری پراپت کرنے کے کارن اپنے جیون سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ شنکر بھی اپنے مقصد میں سپھل نہیں ہو سکا پرنتو تمہاری بات اور ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "تم مجھے سندر لگے تھے اسی لیے میں نے شنکر کے ذریعے تمہیں اپنے استھان پر بلا لیا۔ تم قسمت کے دھنی ہو کہ کسی جاپ اور بھگتی کے بغیر ہی میں تمہارے ہاتھ آ گئی۔"

"لیکن شنکر۔۔۔" میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "کیا اسے اس بات کا علم نہیں ہوگا کہ تم مجھ پر مہربان ہو گئی ہو۔"

"نہیں۔" کاکا نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم شاید بھول گئے ہو کہ شنکر نے تم سے کیا کہا تھا' سیاہ بادلوں کا ایک پردہ اس کے اور میرے درمیان پڑا ہوا ہے' وہ پردہ میں نے ہی اس کی نگاہوں کے سامنے تان دیا ہے جب تک میں نہ چاہوں وہ اس پردے کو چاک نہیں کر سکے گا۔"

"لیکن۔۔۔ تم مجھ پر کس لیے مہربان ہو گئی ہو۔۔۔"

"میں نے کہا نا کہ تم مجھے سندر لگے تھے' اسی کارن میں تمہیں اس دھرتی کا سب سے بلوان منش بنانے کو تمہارے پاس آئی۔" کاکا کے لہجے میں اپنائیت تھی۔

"اور۔۔۔ اور اگر میں بلوان نہ بننا چاہوں تو۔۔۔" میں نے کسمساتے ہوئے سوال کیا۔

"اب تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے مجھے پیار سے گھورتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "اب صرف وہی ہوگا جو میں چاہوں گی۔"

"لیکن۔۔۔"

"مورکھوں جیسی باتیں مت کرو۔" اس نے تیزی سے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم ابھی کاکا کی مہان شکتی سے پوری طرح جانکاری نہیں رکھتے۔ میں جو چاہتی ہوں وہ اوش پورا ہوتا ہے' اس دھرتی کی کوئی شکتی کاکا سے زیادہ مہان نہیں ہے۔"

"ہاں۔۔۔ جنتا اور شنکر دونوں نے مجھ سے یہی کہا تھا۔"

"ابھی تم نے صرف کاکا کو دیکھا ہے' اس کی شکتی کا چمتکار دیکھو گے تو تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی پرنتو ایک بات کا دھیان رکھنا۔۔۔ مجھ سے چھل کپٹ کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"میں۔۔۔ میں روپ نگر سے دور جانا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا یہ ممکن ہوگا۔"

"تمہارے من میں جو دھیان بھی آئے گا وہ اوش پورا ہوگا۔" کاکا نے بڑے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا پھر بولی۔ "میری مانو تو اس ملازمت سے ہاتھ کھینچ لو۔ اتنی چھوٹی حیثیت تمہیں شوبھا نہیں دیتی۔"

"پھر۔۔۔ پھر کیا کروں؟"

"یہ تم اپنی کاکا پر چھوڑ دو۔۔۔" اس کی نگاہوں میں مستی کے ساغر چھلک اٹھے' اس نے اپنی نرم انگلیوں سے میرے بالوں کو چھیڑا تو میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کمرے میں زیرو پاور کا بلب روشن تھا' وہاں میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا' جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ خواب تھا۔ ایک حسین خواب تھا لیکن جب میں نے اپنے دل کی تسلی کی خاطر شوکیس کی سمت دیکھا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں' میں نے تیزی سے اٹھ کر شوکیس کا کونا کونا کھنگال ڈالا لیکن کاکا کی مورتی وہاں موجود نہیں تھی۔۔۔

کاکا کی مورتی کو گم دیکھ کر میں بری طرح بوکھلا گیا' اس کی آواز کے گھنگرو اور نرم انگلیوں کا لمس جس نے میرے وجود کو گنگنانے پر مجبور کر دیا تھا' اب مجھے سر کے بال نوچنے پر مجبور کر

رہا تھا، شوکیس اسی طرح بند تھا جس طرح میں نے اسے بند کیا تھا۔ خواب گاہ کے دروازے بھی اندر سے مقفل تھے، ایسی صورت میں اس مورتی کا غائب ہو جانا میرے لیے کچھ کم پریشانی کا باعث نہ تھا۔

"شنکر۔" میرے ذہن میں اس دبلے پتلے، دراز قد اور منحنا کریہہ قد والے منحوس پجاری کا تصور ابھر آیا جس کے نام ہی سے روپ نگر کے لوگ کتراتے تھے، جس طرح کالکا کی مورتی غائب ہوئی تھی بالکل اسی طرح میری الماری کے بند سیف سے اوم پرکاش کی اہم فائل گم ہوئی تھی۔ ایک لمحے کو میرے ذہن میں شنکر کے خلاف نفرت کا غبار ابھرا لیکن پھر میں نے خود ہی اس خیال کی نفی کر دی۔ اگر شنکر کالکا کی مورتی کو اس طرح پراسرار انداز میں غائب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوتا تو اسے دلدل سے نکالنے کی خاطر میری خدمات بھی مستعار نہ لیتا۔

"پھر۔۔۔ کالکا کی وہ مورتی کہاں گئی۔۔۔" میرے ذہن میں یہ سوال بازگشت بن کر گونج رہا تھا، ابھی میں اس سوال کے جواب کے لیے الجھ ہی رہا تھا کہ خواب گاہ میں رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی اور میں اس طرح چونک اٹھا جیسے گہری نیند سے اچانک بیدار ہو گیا ہوں۔ میں نے گھڑی کی سمت نظر اٹھائی۔ اس وقت صبح کے سوا چار کا عمل تھا۔ "اتنی صبح کون فون کر سکتا ہے؟" میں نے حیرت سے سوچا پھر تیسری گھنٹی پر ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"ہیلو۔۔۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اے، ایس پی شہباز خان۔"

"میں تمہارا سیوک بول رہا ہوں صاحب بہادر۔" دوسری جانب سے شنکر کی منمناتی ہوئی مکروہ آواز سنائی دی تو ایک بار پھر دل میں یہی وسوسے جاگ اٹھے کہ کالکا کی مورتی کی گمشدگی میں اسی منحوس کا ہاتھ شامل ہے۔

"اتنی صبح فون کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔" میں جماہی لیتے ہوئے بولا۔ "خواہ مخواہ سوتے سے جگا دیا۔"

"تم سو رہے تھے۔۔۔ بڑے اچنبھے کی بات ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔" میں نے چڑ کر کہا۔ "کیا تمہارا خیال ہے کہ رات جاگنے کے لیے ہوتی ہے۔"

"ہاں۔۔۔ کالکا کی مہان مورتی جس بھاگوان کے ہاتھ لگ جائے پھر اس کی آنکھوں میں نیند کہاں باقی رہ جاتی ہے۔" شنکر نے ٹھنڈی سسکاری لیتے ہوئے کہا۔ "تم قسمت کے دھنی ہو جو کالکا کی مورتی تمہارے پاس ہے اور میں۔۔۔"

"تمہیں کیا ہوا۔۔۔"

"میں اس کے درشن کے خیال سے ابھی تک کروٹیں بدل رہا ہوں۔"

"کیا۔۔۔" میں نے کسی فوری خیال سے چونکتے ہوئے کہا۔ "کیا تم اپنے گھر سے فون کر رہے ہو۔"

"نہیں سرکار۔۔۔ سیوک اس سے کہیں اور سے بول رہا ہے۔" شنکر نے سرد آہ بھری۔ "جب سے کالکا رانی کو تم نے حاصل کیا ہے۔ میرا سکھ چین سب ختم ہو گیا ہے۔ کاش اس سمے وہ میرے پاس ہوتی۔"

"تم چاہو تو اسی وقت آ کر اسے لے جاؤ۔" میں نے خالی شوکیس کی جانب دیکھتے ہوئے شنکر کو ٹٹولنے کی خاطر کہا۔ "مجھے تمہاری کالکا رانی یا اس کی مہان شکتیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"اس لیے کہ تم اس کے بارے میں پوری جانکاری نہیں رکھتے۔"

"مجھے اس کے بارے میں زیادہ جاننے کی خواہش بھی نہیں ہے۔" میں سپاٹ لہجے میں بولا۔ "میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا۔ اب تم جانو اور تمہاری کالکا۔"

"مہاراج۔۔۔" شنکر نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔ "میری بات مانو گے؟"

"کہو۔۔۔"

"اگر تم اگلے پورنماشی کے چاند تک اور رک جاؤ تو میرے وارے نیارے ہو سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"مجھے وشواس ہے کہ سیاہ بادلوں کو اپنے اور کالکا رانی کے درمیان سے ہٹانے میں مجھے زیادہ سے زیادہ پندرہ دن نہیں لگیں گے۔" شنکر نے کہا۔ "بس، مجھے دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے پندرہ دن کسی ویرانے میں منڈل کے اندر دھونی مار کر ایک جاپ کرنا ہو گا، اس کے بعد راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔"

"شنکر۔۔۔" میں نے نحوس آواز میں جواب دیا۔ "کیا تم مجھے پھر کسی چکر میں پھنسانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں سرکار۔۔۔" اس نے وضاحت چاہی۔ "اگر تم پندرہ دن روز کے جنتر منتر اور منڈپ منڈل کے اندر اور اپنے درمیان منڈلاتے ہوئے سیاہ بادلوں کا سینہ چیر سکتے تو مجھے اس کام کے لیے بھی منتخب نہ کرتے۔ کیا تم نے اس بات کا اقرار نہیں کیا تھا کہ میرا کھوج لگانے کی خاطر تمہیں جنگل جنگل اور بستی بستی خاک چھاننی پڑی تھی۔"

"ہاں۔۔۔ میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن ہر شخص اپنے سپنوں کو پورا کرنے کی خاطر ہاتھ پاؤں ضرور مارتا ہے، دیوی دیوتا اگر مہربان ہو جائیں تو سب کچھ ممکن ہو سکتا ہے۔"

"یہ مت بھولو شنکر کہ تم نے مجھے کیا وچن دیا تھا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "ٹھیک پانچ روز بعد میں روپ نگر سے دور چلا جاؤں گا اور تم میرا راستہ کھوٹا کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"ہاں۔۔۔ میں نے یہی وچن دیا تھا پرنتو۔۔۔"

"شنکر۔۔۔" یکلخت میرا لہجہ سرد اور خشک ہو گیا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم سفلی علم کے ماہر ہو لیکن میں بھی اپنی دھن کا پکا ہوں، میں نے اپنی والدہ سے جو وعدہ کیا ہے اسے ہر حال میں پورا کروں گا خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔"

"آج بڑے اونچے سُروں میں بات کر رہے ہو مہاراج۔۔۔ کیا شنکر کو بالکل ہی بھول گئے۔"

"کالکا میرے پاس تمہاری امانت ہے، تم جب چاہو اسے واپس لے سکتے ہو لیکن میں نے بھی جو فیصلہ کر لیا ہے وہ اپنی جگہ اٹل ہے۔"

"اگر شنکر نہ چاہے تو اس کی آگیا کے بغیر کوئی پتا بھی اپنی جگہ سے نہیں سرک سکتا، پر تو تمہاری بات اور ہے میں نے تمہیں بچن دیا ہے اس لیے تمہارا راستہ کاٹنے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

"مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"پر تم کو بھی اپنا وچن یاد رکھنا ہو گا۔۔۔ کالکا رانی کے سلسلے میں تم شنکر کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کرو گے ورنہ اس کا انجام اچھا نہیں ہو گا۔۔۔" شنکر کے لہجے میں دھمکی تھی۔

"کل کیا ہونے والا ہے یہ سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔" میں نے اس بار سرد لہجے میں کہا پھر دوسری جانب سے جواب کا انتظار کیے بغیر سلسلہ منقطع کیا اور ریسیور کریڈل سے ہٹا کر نیچے رکھ دیا مبادا مجھے شنکر کی مزید حماقتوں سے دوچار ہونا پڑتا۔

فون بند کرنے کے بعد میں نے دوبارہ شوکیس کی سمت نظر اٹھائی، کالکا کی مورتی اس وقت بھی اپنی جگہ نہیں تھی، نیند کا خمار میرے پپوٹوں کو بوجھل کر رہا تھا چنانچہ میں نے ہر شے سے بے نیاز ہو کر خود کو بستر پر گرا دیا اور آنکھیں بند کر لیں پھر مجھے کب نیند آئی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے کچھ یاد نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ جب میں نیند کی آغوش میں ہچکولے کھا رہا تھا اس وقت کسی کی نرم انگلیاں آہستہ آہستہ میرے بالوں میں کنگھی کر رہی تھیں، مجھے تھپک تھپک کر سلا رہی تھیں اور میرا ذہن نیند کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا جا رہا تھا۔

دوسری صبح حسب معمول احمد علی نے مجھے جگانے کی خاطر

دروازے پر دستک دی تو میں جماہی لیتا ہوا اٹھ بیٹھا' اس وقت صبح کے ساڑھے آٹھ کا عمل تھا' بستر سے نیچے اترتے ہوئے میری نگاہ یونہی غیر اختیاری طور پر شوکیس کی جانب اٹھی تو میں حیرت سے اچھل پڑا۔

کاکا کی مورتی ٹھیک اسی جگہ موجود تھی جہاں میں نے اسے رکھا تھا۔ اس کے چہرے کی تراش خراش ہو بہو اس حسین دوشیزہ سے ملتی جلتی تھی جسے میں نے گزشتہ رات خواب میں دیکھا تھا۔ میرے ذہن میں ایک سوال بڑی شدت سے بار بار ابھر رہا تھا۔ جو کچھ میں نے دیکھا اور محسوس کیا تھا کیا وہ محض ایک خواب تھا یا ایک پراسرار اور حیرت انگیز حقیقت؟

*

دوسری صبح میں دفتر پہنچا تو ہیڈ کانسٹیبل گنگا رام نے مجھے بتایا کہ اے' سی' ایم راکیش ورما دوبار مجھے فون کر چکے ہیں کوئی ضروری کام ہے۔ میں نے کرسی پر بیٹھ کر ایک لمحہ سکون کا سانس لیا پھر راکیش ورما کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ایک منٹ بعد ہی وہ لائن پر تھے۔

"آپ نے مجھے یاد کیا تھا؟" میں نے رابطہ قائم ہونے کے بعد دریافت کیا۔

"ہاں۔" راکیش ورما نے جواب دیا۔ "سنا ہے آپ روپ نگر سے واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"جی ہاں......"

"کیس تبادلہ ہو گیا ہے یا چھٹی پر جانے کا ارادہ ہے؟"

"فی الحال تو چھٹی پر جانے کا خیال ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا چھٹی منظور ہو گئی ہے؟"

"جی نہیں۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔ "گھر جانے سے پہلے میڈیکل دے کر جاؤں گا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"بس یہ سمجھ لیجئے کہ اب روپ نگر سے دل بھر گیا ہے۔"

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ ابھی حشمت خان کے کیس کا فیصلہ نہیں ہوا۔" دوسری جانب سے سنجیدگی سے کہا گیا۔ "اس کیس کے نمٹنے تک آپ کا یہاں موجود رہنا بہت ضروری ہے۔"

"میں نے رام دیال کو انکوائری آفیسر مقرر کر رکھا ہے' وہ میری غیر موجودگی میں بھی پیشیاں بھگتاتا رہے گا۔"

"لیکن اس کے باوجود آپ کی موجودگی ضروری ہے۔"

"مجھے افسوس ہے جناب میں اپنا فیصلہ ملتوی نہیں کر سکتا۔"

"اور اگر مقامی ڈاکٹر آپ کو سرٹیفکیٹ دینے سے انکار کر

"میری صحت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" میں نے ... پروائی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ویسے میرا خیال تھا کہ اگر آپ رک جا... بہتر تھا۔"

"میری غیر موجودگی سے کیا فرق پڑ جائے گا۔" میں ... سنجیدگی سے پوچھا۔

"کبھی کبھی غلط فہمی کی بنا پر فرقہ وارانہ فساد بھی پھوٹ ... ہیں۔" راکیش ورما نے کہا۔ "ایک طرف خان والا ور... موت کی وجہ سے بہت جذباتی ہو رہا ہے اور دوسری جانب ... نے رام دیال کو تفتیشی افسر مقرر کر رکھا ہے۔ میرا خیال ... آپ میرا مقصد سمجھ رہے ہوں گے۔"

"حشمت خان کے کیس کی پیشی کب ہے۔" میں نے ... پوچھ لیا۔

"تین روز بعد۔"

"اس وقت تو میں بہرحال موجود رہوں گا۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا رامو سپیرا اور اونکار ناتھ ... پیشی پر اپنے جرم کا اقرار کر لیں گے۔"

"ہو بھی سکتا ہے۔"

"مسٹر شہباز ...... آپ شاید رامو کے بارے میں ... نہیں جانتے ...... اسے خاص طور پر ٹھکری کی پشت پناہ... ہے' اس کے علاوہ بھی وہ پیدائشی سپیرا ہے اور بہت ... ہے آسانی سے اپنے جرم کا اقبال نہیں کرے گا۔ اس ... پر جانب تحصیل دار اونکار ناتھ کے قبیلے کا بھی وارد ... مقامی لوگ بھی اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ ... کے مقابلے پر......"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" میں نے ق... لہجے میں کہا۔ "ویسے آپ کا ذاتی خیال کیا ہے' کیا ... اونکار ناتھ سزا سے بچ جائیں گے؟"

"اس کا فیصلہ تو گواہی اور شہادت کی بنیاد پر ہو گا ... وقت کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"بہرحال اس بات کو تو آپ بھی مانتے ہیں کہ ... کھلے کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ ... سوال تو مجھے کم عرصے میں اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ ... ٹھکری کے پلید عمل کا ماہر ہے بلکہ اپنے جنتر منتر ... اچھی خاصی جمی جمائی بازی بھی پلٹ سکتا ہے۔ اگر ... ساتھ ہے تو پھر فیصلہ بھی رامو کے حق میں ہو گا۔ میر... میں ہونے نہ ہونے سے کیا فرق پڑ جائے گا۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" دوسری جانب سے ... دیا گیا لیکن میں اس بات کو محسوس کیے بغیر نہ ... راکیش ورما مجھے بھی حشمت خان کے کیس میں ...

مگر کیوں؟ میں ابھی اس کیوں کے بارے میں حالات کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے چوتھی گھنٹی پر ریسیور اٹھا لیا۔

"اے' ایس' پی شہباز خان اسپیکنگ۔" میں نے ماؤتھ پیس میں سپاٹ آواز میں کہا۔

"آئی جی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔" دوسری جانب سے آئی جی صاحب کے پی' اے نے کہا پھر ہمارا براہ راست رابطہ قائم ہو گیا۔

"گڈ مارننگ سر......"

"مارننگ۔" آئی جی نے جس کا نام وجے چندر تھا ٹھوس لہجے میں جواب دیا پھر کسی تمہید کے بغیر پوچھا۔ "مجھے خاص ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ آپ میڈیکل گراؤنڈ پر روپ نگر سے جانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

"یس سر......" میں نے بغیر جھجکے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا بیماری ہے آپ کو۔" تلخ لہجے میں پوچھا گیا۔

"میں ذہنی طور پر کچھ اپ سیٹ ہوں جناب اس لیے۔"

"آئی ایم سوری۔" میرا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی دوسری جانب سے کہا گیا۔ "فی الحال آپ کی چھٹی منظور نہیں کی جا سکتی۔"

"ایسی صورت میں مجھے مجبوراً" ملازمت سے استعفیٰ دینا پڑے گا۔" میں نے تیزی سے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ...... آپ اپنا استعفیٰ بھجوا دیں' میں اس پر غور کروں گا لیکن اس کی منظوری تک آپ کو روپ نگر ہی میں ڈیوٹی دینی ہو گی...... اٹ از مائی آرڈر۔"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن اس کا موقع نہیں ملا چنانچہ میں نے جھلا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ روپ نگر سے میری روانگی کی اطلاع ٹھکری کے سوا کسی اور کو نہیں تھی' اس نے شروع سے بضد تھی کہ جب تک وہ سیاہ بادلوں کے اس پار نہ دیکھ لے میں روپ نگر ہی میں قیام کروں لیکن میرے انکار کے بعد اس نے دوسرے ذرائع سے میری ناکہ بندی کرنے کی کوشش کی تھی' مجھے یقین تھا کہ ٹھکری کے ذریعے میری روانگی کی بھنک راکیش ورما کے کان تک پہنچی ہو گی پھر اس کا علم آئی جی کو بھی ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ اگر میں نے فوری طور پر بھی استعفیٰ لکھ کر آئی جی آفس تک پہنچا دیا پھر بھی دفتری کارروائی میں پندرہ بیس روز ضرور صرف ہو جائیں گے جبکہ میں ... روز کے اندر اندر ہر قیمت پر روپ نگر چھوڑنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

میری طبیعت پر گھٹن سی طاری تھی' میں نے اپنی والدہ سے ... کیا تھا اسے ہر قیمت پر پورا کرنے کا تہیہ کر چکا تھا لیکن کچھ لوگ یقیناً کسی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت مجھے روپ نگر میں روکنے پر بضد تھے' میرے خیال میں اس کوشش میں ٹھکری کا ہاتھ کسی نہ کسی زاویے سے ضرور شامل تھا۔ وہ کاکا کی خاطر سب کچھ کر سکتا تھا۔ کاکا کے حصول کی خاطر برسوں بعد اس نے میرا کھوج لگایا تھا پھر وہ اتنی آسانی سے مجھے فراموش کس طرح کر سکتا تھا؟ اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی وہی کرتا لیکن میں نے اب اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا تھا۔ میرے خیال کے مطابق ٹھکری میرے راستے کی دیوار بن رہا تھا' میرا دل چاہا کہ اسی وقت دفتر سے نکلوں اور ٹھکری کے ڈیرے پر جا کر اس کا ناپاک جسم گولیوں سے چھلنی کر دوں خواہ اس کے بعد مجھے پھانسی کا پھندا ہی کیوں نہ قبول کرنا پڑے۔ میں ابھی اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ انسپکٹر بدر اقبال نے اندر داخل ہو کر سلیوٹ کیا پھر میرا اشارہ پا کر میرے سامنے پڑی خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کوئی خاص اطلاع......؟" میں نے سرسری طور پر سوال کیا۔

"خبر زیادہ اچھی نہیں ہے جناب۔"

"کیا مطلب؟"

"اونکار ناتھ پولیس لاک اپ میں مردہ پایا گیا ہے۔" انسپکٹر بدر اقبال نے کہا۔ "اس کا پورا جسم نیلا ہو رہا ہے' رام دیال کا خیال ہے کہ اسے کسی طرح زہر دے کر ہلاک کیا گیا ہے۔"

"اوہ نو......" میں حیرت سے اچھل پڑا' پولیس لاک اپ میں اونکار ناتھ کا مردہ پایا جانا میری راہ میں ایک اور رکاوٹ بن سکتا تھا' میں اسی وقت بدر اقبال کے ساتھ پولیس اسپتال روانہ ہو گیا جہاں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ تیار کرنے کے بعد مجھے یہی بتایا گیا کہ مرنے والے کے جسم میں سانپ کا سنکھ زہر پایا گیا ہے۔ پولیس لاک اپ جا کر میں نے وہاں تعینات عملے سے بھی باز پرس کی لیکن یہ معلوم نہ کر سکا کہ سانپ کا زہر کس طرح اونکار ناتھ کے جسم کے اندر داخل ہوا۔ لاک اپ میں میں نے رامو سپیرے سے بھی ملاقات کی جو ایک علیحدہ کوٹھری میں قید تھا' مجھے دیکھ کر وہ جس معنی خیز انداز میں مسکرایا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ اسے میری پریشانی کی وجہ معلوم ہو چکی تھی۔ اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلک دیکھ کر میرا غصہ اور تیز ہو گیا۔

"تین روز بعد عدالت میں تمہاری پیشی ہے۔ تم حشمت خان کو قتل کرنے کے الزام سے بری نہیں ہو سکو گے۔"

"اس کا فیصلہ تو آنے والا کل کرے گا۔" وہ بے پروائی سے بولا۔ "کل کیا ہو گا اس کا علم دیوی دیوتاؤں کے سوا کسی اور کو نہیں ہوتا۔"

"مجھے یقین ہے کہ اونکار ناتھ کی موت میں بھی تمہارا گندہ ہاتھ کسی نہ کسی ذریعے سے شامل ہے۔" میں نے اسے نفسیاتی طور پر مرعوب کرنے کی خاطر کہا۔ "اس کے جسم سے بھی ویسا زہر ملا

ہے جس کے ذریعے حشمت خان کی موت واقع ہوئی تھی۔"

"اگر آپ میرا گندہ ہاتھ شامل کرنے کی کوشش کریں گے تو آپ کو اپنے ایک آدمی کی قربانی بھی دینی ہوگی۔"

"کیا مطلب......"

"ظاہر ہے کہ وہ زہر اونکار ناتھ کے شریر تک پہنچانے میں آپ ہی کے کسی کارندے نے میری مدد کی ہوگی۔" وہ زہر خند لہجے میں بولا۔ "میں نے دیوار توڑ کر تو وہ زہر وہاں تک نہیں پہنچایا ہوگا اور پھر لاک اپ میں بند ہونے کے بعد میں وہ زہر کہاں سے لا سکتا ہوں۔ اس پر بھی غور کیا ہے سرکار نے؟"

رامو جو کچھ کہہ رہا تھا اس میں وزن تھا' پہلی بات تو یہ تھی کہ وہ زہر رامو کو کس طرح دستیاب ہوا پھر اسے اونکار ناتھ تک کس نے پہنچایا؟ یقیناً" وہ کوئی پولیس ہی کا کارندہ ہو سکتا تھا جس نے اس سازش میں سب سے اہم رول ادا کیا ہوگا۔

"یہ روپ نگر ہے سرکار۔" رامو نے میری خاموشی کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "یہاں سہاں بجلیاں اس قسم کا چمکار دکھاتی رہتی ہیں جن کا کوئی کھوج نہیں ملتا...... آپ رام پرکاش کی موت کو ہی لے لیجئے۔ قانون نے ہزاروں قلابازیاں کھائیں لیکن ابھی تک اس کی موت کا کوئی کارن نہیں معلوم ہو سکا......"

"لیکن یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ حشمت خان کی موت میں تمہارا ہی ہاتھ شامل ہے۔" میں دانت پیستے ہوئے بولا۔ "تم دبی زبان میں اس کا اقرار بھی کر چکے ہو۔ تمہارا بیان پولیس کے ریکارڈ پر موجود ہے۔"

"اس کاغذ کے پرزے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی سرکار۔" رامو نے اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔ "پولیس کی ڈنڈا ڈولی اور مار پیٹ سے بچنے کی خاطر اس قسم کا بیان دینا ہوتا ہے لیکن عدالت میں پہنچنے کے بعد سب دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ وہاں نئے سرے سے بیانات اور گواہی شہادت ہوتی ہے اور کوئی اتنا مورکھ نہیں ہوتا کہ خود اپنے ہاتھوں سے پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لے۔ رامو نے تو دنیا میں بہت کچھ دیکھ رکھا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم کس کے بل بوتے پر اچھل رہے ہو۔" میں نے اسے نفرت سے گھورتے ہوئے کہا۔

"اور تم اس کی شکتی کا تماشا بھی دیکھ چکے ہو......" وہ دیدے نچا کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"شٹ اپ......" میں نے ہاتھ میں دبے بید کو پوری قوت سے جنگلے پر مارا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے دفتر میں آگیا۔ انسپکٹر بدر اقبال بدستور میرے ساتھ تھا۔

"میرا خیال ہے جناب کہ اونکار ناتھ کی موت کسی سوچی سمجھی سازش کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔" بدر اقبال نے کرسی پر بیٹھنے کے بعد سنجیدگی سے کہا۔ "اور یہ بات بھی اپنی جگہ طے ہے کہ سانپ کا زہر خورد ونوش کی کسی اشیا میں ملا کر اونکار ناتھ تک پہنچایا گیا ہوگا۔"

"اور اس میں پولیس کے عملے کے کسی آدمی کا ہاتھ بھی ضرور شامل ہوگا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا' میرے ذہن میں رہ رہ کر شنکر کا منحوس تصور ابھر رہا تھا۔ مجھے روپ نگر میں روکنے کی خاطر یقیناً" وہی میرے راستے مسدود کر رہا تھا اور جیسے جیسے لمحے گزر رہے تھے میری الجھنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ راکیش ورما اور آئی جی سے گفتگو کرنے کے بعد بھی میں اپنے اسی فیصلے پر قائم تھا کہ روپ نگر کو چار روز بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دوں گا لیکن اونکار ناتھ کی پولیس لاک اپ میں موت نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حالات کے پیش نظر اب اس وقت تک میرا رکنا ضروری ہو گیا تھا جب تک اونکار ناتھ کی موت کا معما حل نہیں ہو جاتا' رامو کی لچھے دار اور معنی خیز گفتگو نے میرے ذہن میں شنکر کے خلاف اور بھی زہر بھر دیا تھا۔

دن بھر میں بدلتے حالات کے بارے میں سوچتا رہا' میں نے انسپکٹر بدر اقبال کے علاوہ پولیس چوکی کی باقی تمام نفری کو بھی بڑی سخت ہدایت کر دی تھی کہ رامو میرے پر کڑی نگرانی رکھی جائے اور اسے ایک لمحے کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ رام دیال چونکہ حشمت خان کیس کا انکوائری آفیسر تھا اس لیے وہ مجھ سے کچھ زیادہ ہی پریشان تھا۔

میں شام کو دفتر سے گھر جانے کے لیے نکلا تو حسب دستور دھرم اور موہن لال میرے ساتھ تھے' اس روز چونکہ ڈرائیور چھٹی پر تھا اس لیے گاڑی میں خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا' کچھ دیر تک راستہ خاموشی سے گزرا پھر موہن لال نے دبی زبان میں کہا۔

"یہ بیٹھے بٹھائے اونکار ناتھ کی موت ہمارے لیے مصیبت بن گئی۔"

"پولیس کی ملازمت میں اس قسم کے حادثات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔" میں نے سڑک پر نظریں جمائے جمائے کہا۔

"آپ کا شبہ کس پر ہے صاحب؟"

"کسی پر بھی نہیں......"

"آپ بڑے دیالو اور بھلے مانس ہیں جو ایسا کہہ رہے ہیں ورنہ......"

"ورنہ کیا......" میں نے وضاحت کی۔

"ہر محکمے میں کچھ کالی بھیڑیں بھی ضرور ہوتی ہیں سرکار جو دھن دولت کی لالچ میں آکر اپنا دھرم ایمان سب کچھ بیچ دیتی ہیں۔"

"تمہارا اشارہ کس کی سمت ہے؟" میں یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔

"ہو سکتا ہے میرا خیال غلط ہو لیکن اگر اونکار ناتھ کی موت میں ہمارے کسی آدمی کا ہاتھ ہے تو وہ سپاہی رام پرشاد کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا......"

میں موہن لال کی بات سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا اس لیے کہ اسے بھی دھرم کے اعتبار سے جس وقت اونکار ناتھ کی موت واقع ہوئی تھی اس وقت رام پرشاد ہی ڈیوٹی پر تھا۔

"تم اتنے یقین کے ساتھ رام پرشاد کا نام کیسے لے سکتے ہو؟" میں نے موہن لال کو کریدنے کی خاطر سوال کیا۔

"میں اسے دس سال سے جانتا ہوں مالک اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کی رامو میرے کے ساتھ ہمیشہ بہت گاڑھی چھنتی ہے۔"

"آئی سی......" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھ سے جو بات کہہ دی ہے اس کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا ورنہ خواہ مخواہ آپس میں دشمنی ہوگی......"

"جیسا حکم سرکار۔" موہن لال نے نہایت فرماں برداری سے جواب دیا پھر راستے بھر ہمارے درمیان کوئی اور بات نہیں ہوئی۔

بنگلے پہنچ کر میں کر سیدھی کرنے کے ارادے سے لیٹا ہی تھا کہ دھرم داس کا فون آگیا' انہوں نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں اونکار ناتھ کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ میں نے حقیقت بیان کی تو بولے۔

"جو بھی ہوا اچھا نہیں ہوا......"

"میں سمجھا نہیں......"

"اونکار ناتھ کے گھر والے تمہارے خلاف باقاعدہ جلوس نکالنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں' ان کا خیال ہے کہ وہ مرا نہیں بلکہ اسے جان بوجھ کر مارا گیا ہے۔" دھرم داس نے مجھے صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "لالہ بنارسی کے علاوہ دوسرے تمام لوگ بھی تمہارے خلاف زہر اگل رہے ہیں' بات اوپر تک جا پہنچی ہے' لوگوں میں سخت اشتعال پایا جاتا ہے' ڈر ہے کہیں فرقہ وارانہ فساد نہ پھوٹ پڑے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا میں نے اونکار ناتھ کو قتل کیا ہوگا۔"

"میرے سوچنے یا نہ سوچنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم روپ نگر کے لوگوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو' یہ تن کے اجلے ہیں من کے اتنے ہی کالے بھی ہیں۔ تمہیں شاید یاد ہو کہ میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ روپ نگر کی فضا تمہیں راس نہیں آئے گی۔ یہاں کے مقامی ہندو اپنے اوپر کسی مسلمان افسر کا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔ اس کی کرسی ہلانے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کر لیتے ہیں' اونکار ناتھ کی موت ایک بڑے حادثے سے کم نہیں ہے' تحصیل کے سارے بڑے ہندو آپس میں سر جوڑے بیٹھے تمہارے خلاف دنگا فساد

کھڑا کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں' خاص طور پر لالہ بنارسی اور منوہر لوگوں کو تمہارے خلاف بھڑکانے میں پیش پیش ہیں۔ اونکار ناتھ کی موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پوری تحصیل کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیل رہی ہے' کچھ بڑے زمینداروں نے تو آئی جی تک بات پہنچا دی ہے۔"

"پھر آپ کا کیا مشورہ ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس سے پہلے کہ آگ کے شعلے بلند ہوں تم روپ نگر سے دور نکل جاؤ؟"

"نہیں...... اب یہ ممکن نہیں ہے۔" میں نے دھرم داس کو راکیش ورما اور آئی جی سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "ایسی صورت میں اگر میں یہاں سے چلا گیا تو لوگ مجھے مجرم سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے۔"

"میں آئی جی کے بارے میں تو یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا پرنتو اتنا ضرور جانتا ہوں کہ روپ نگر میں تمہارا سب سے بڑا دشمن راکیش ورما ہے۔ اسی نے لوگوں کے دماغ میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی ہے کہ تم چونکہ مسلمان ہو اس لیے تم نے حشمت خان کی موت کا حساب چکتا کرنے کے لیے اونکار ناتھ کو راستے سے ہٹا دیا۔ صورت حال کسی وقت بھی باہر ہو سکتی ہے۔"

"لا اینڈ آرڈر کی پوزیشن پیدا ہونے کی صورت میں مجھے کچھ جوابی کارروائی تو کرنی ہوگی۔" میں نے اس بار ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"سپنوں کی بات مت کرو شہباز خان۔" دھرم داس نے تیزی سے کہا۔ "اول تو تمہارے پاس پولیس کی اتنی نفری نہیں ہے کہ تم کوئی جوابی کارروائی کر سکو اور اگر تمہارے عملے میں دو تین مسلمان ہیں بھی تو ان میں سے کوئی بھی تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔ تم کو شاید علم نہیں آج سے آٹھ دس سال پہلے بھی روپ نگر میں ایسا ہی ایک فساد ہوا تھا اور بلوائیوں نے بے شمار بے گناہ مسلمانوں کے گھر پھونک ڈالے تھے۔ ایک عرصے تک دونوں فریقوں میں تشدد اور کھینچا تانی رہی تھی پھر کہیں جا کر بڑی مشکلوں سے حالات ساز گار ہوئے تھے۔"

"ایسی پوزیشن میں تو ہنگامے کو ختم کرنے کی بس ایک ہی صورت ممکن ہے۔"

"وہ کیا......؟"

"میں جلوس کے سامنے جا کر اس بات کا اقرار کر لوں کہ اونکار ناتھ کو میں نے ہی جان بوجھ کر قتل کیا ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا؟"

"جو لوگ مشتعل ہیں وہ میری تکا بوٹی کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں گے۔"

"حماقت کی بات مت کرو۔" دھرم داس نے کہا۔ "میں تمہارے پتا کا پرانا متر ہوں' اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو انہیں کیا منہ

دکھاؤں گا۔ ابھی تمہارے پاس سے باقی ہے۔ میرا کہا مانو اور خاموشی سے روپ نگر سے دور چلے جاؤ' بعد میں جو ہوگا اسے دیکھ لیا جائے گا۔"

"میں آپ کے مشورے کا شکر گزار ہوں مگر آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ میں پٹھان ہوں۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "پٹھان اپنی زندگی تو داؤ پر لگا سکتا ہے لیکن اپنے بچاؤ کی خاطر دوسرے بے گناہوں کی موت کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"ایک صورت اور بھی ممکن ہے۔"

"وہ کیا......؟"

"تم خاموشی سے اسی وقت میرے گھر آجاؤ۔"

"اور مجرموں کی طرح چھپ کر بیٹھ جاؤں......؟ نہیں دھرم داس جی' میں ایسا نہیں کر سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "اب مجھے جو کچھ کرنا ہے وہ اپنی مرضی کے مطابق کروں گا۔"

میں نے اپنا جملہ مکمل کرتے ہی فون بند کر دیا اور ریسیور کو نیچے رکھ دیا تاکہ کوئی دوسری کال میری پریشانیوں میں مزید اضافہ نہ کرے' دھرم داس نے مجھے جو اطلاع دی تھی وہی میرے لیے کافی تھی' میرے ذہن میں ایک بار پھر شنکر کا منحوس تصور ابھر آیا۔ نہ جانے کیوں میرا دل یہی گواہی دے رہا تھا کہ ان تمام ہنگاموں کی پشت پر اسی کی خباثت کام کر رہی ہے۔ وہ مجھے روپ نگر سے باہر جانے سے روکنا چاہتا تھا اسی لیے اس نے میرے چاروں طرف خاردار باڑھ کھینچ دی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر مجھے اونکار ناتھ کا قاتل نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا لیکن یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب مجھے اپنی صفائی کا موقع دیا جاتا' جلسے اور جلوسوں میں ہونے والی ہڑبونگ اس بات کی تمیز نہیں کرتی کہ کون مجرم ہے اور کون بے گناہ' جو بھی زد پر آجاتا ہے اسی کا صفایا کر دیا جاتا ہے۔ مشتعل افراد جب آتش فشاں کے لاوے کے مانند بپھر کر آگے بڑھتے ہیں تو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ جب تک سچ اور غلط کے فیصلے کا وقت آتا ہے اس وقت تک ان گنت بے قصور افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

میں کسی زخمی درندے کی طرح اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا' روپ نگر کا سب سے بڑا پولیس آفیسر ہونے کے باوجود اس وقت مجھے دوسروں کی جان بچانے کے بجائے خود اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے' میں چاہتا تو دھرم داس کے مشورے پر عمل کر کے روپ نگر کی تحصیل سے نکل سکتا تھا لیکن میں چونکہ چور نہیں تھا اس لیے چوروں کی طرح پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار کرنے کو آمادہ نہیں تھا۔ میرے ذہن میں گرم آندھیوں کے جھکڑ چل رہے تھے' میرے کان خواب گاہ کی دہلیز پر لگے تھے جہاں سے کسی لمحہ بھی میرا پرانا اور وفادار ملازم احمد علی بوکھلایا ہوا اندر داخل ہو مجھے یہ خبر سنا سکتا تھا کہ میری رہائش گاہ کو بلوائیوں نے پو طرح اپنے نرغے میں لے لیا ہے اور تیل چھڑک کر اس اسے آگ لگانے کی تاک میں ہیں کہ میرے پاس بچاؤ کا راستہ نہ رہے اور میں بھڑکتی آگ کے شعلوں میں جل بھن خاک ہو جاؤں۔

موت کے تصور سے میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا نے تیزی سے لپک کر اپنا سروس ریوالور اٹھا لیا۔ چیمبر میں پو چھ گولیاں موجود تھیں' مجھے ایک لمحے کو طمانیت کا احساس پھر خود اپنے آپ پر ہنسی آگئی' ریوالور کی چھ عدد گولیاں کتنی تک میری زندگی کا تحفظ کر سکتی تھیں میں نے کچھ عجیب مضحکہ نظروں سے لوہے کے اس بے جان کھلونے کو دیکھا پھر اسے واپس بستر کی جانب اچھال دیا۔

اچانک میری نظر خواب گاہ میں رکھی ہوئی راکنگ چیئر پر جو اس طرح آگے پیچھے جھول رہی تھی جیسے کوئی اس پر باقاعدہ لطف اندوز ہو رہا ہو' میں آسیب اور بھوت پریت کا قا نہیں ہوں لیکن اس وقت کرسی کو جھولتا دیکھ کر ایک لمحے میرے بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہوگئے پھر کسی فوری خیا کے تحت میں نے شوکیس کی جانب نظر اٹھائی تو میرے دل دھڑکنیں تیز ہوگئیں' کالکا کی مورتی اپنی جگہ موجود نہیں میرے ذہن میں گزشتہ رات خواب میں نظر آنے والی حسین دوشیزہ کا تصور جاگ اٹھا' وہ مجھے نظر نہیں آرہی تھی لیکن میرا گواہی دے رہا تھا کہ وہ کالکا رانی ہی تھی جو راکنگ چیئر پر آگے پیچھے ہچکولے کھا رہی تھی۔ مجھے شنکر کے کہے ہوئے الفاظ آگئے اس نے کہا تھا کہ کالکا جس کے قبضے میں ہوتی ہے وہ دنیا کا سب سے طاقتور شخص ہوتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ ہر حال میں پورا ہوتا ہے' دنیا کی کوئی طاقت اسے نیچا نہیں دکھا سکتی۔

میں کچھ دیر تک خالی کرسی کو آگے پیچھے ہوتا دیکھتا رہا پھر نے ہمت کر کے پوچھا۔

"کون ہو تم......؟"

"تمہاری کالکا۔" ایک مترنم آواز میرے کانوں میں گو میں اس آواز کو خواب میں سن چکا تھا۔

میرے سوال کے جواب کے ساتھ ہی خالی کرسی کی حر بند ہو گئی پھر میں نے کسی کے قدموں کی چاپ کو سنا جو میرے قریب آکر تھم گئی۔ خوشبو کا ایک تیز جھونکا میری قوت شامہ ٹکرایا تو میں اپنی پریشانی کو یکسر بھول گیا' میرے ذہن کا سارا پل بھر میں دور ہو گیا۔

"کیا تم میرے قریب موجود ہو۔" میں نے عالم تصور میں کو مخاطب کیا۔

"ہاں...... میں تمہارے بہت قریب موجود ہوں۔"

سحر انگیز آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔

"کیا میں تمہیں دیکھ نہیں سکتا۔" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں...... ابھی اس کا سمے نہیں آیا۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ حالات کس طرح مجھے اپنے نرغے میں لے رہے ہیں۔"

"جب تک کالکا کی شکتی تمہارے ساتھ ہے تمہیں کسی بات کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کی خوابیدہ آواز نے مجھے تسلی دی۔ "گھبراؤ نہیں...... سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا تم اس جلوس کو روک سکو گی جو میرے خلاف نکالا جا رہا ہے۔"

"تمہاری خاطر میں گرتے ہوئے پہاڑوں کو بھی ایک اشارے سے روک سکتی ہوں۔" کالکا نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "تم کوئی چنتا مت کرو...... اب کوئی جلوس تمہارے خلاف نہیں نکلے گا۔"

"لیکن اونکار ناتھ کی موت......"

"اسے رام پرشاد نے میرے ہی اشارے پر کھانے میں زہر دیا تھا۔"

"کیا......" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"میں یہی چاہتی تھی کہ حالات خراب ہوں اور تمہارا آئی۔ جی وجے چندر خود یہاں دوڑا چلا آئے اور اب تم دیکھنا کہ وہ کس طرح ہاتھ باندھ کر تمہاری ہر بات کو مانے گا۔"

"اور وہ جلوس......؟"

"وہ اب نہیں نکلے گا۔" کالکا کی مترنم آواز ابھری۔ "رام پرشاد نے میرے اشارے پر اونکار ناتھ کے گھر جا کر اپنے جرم کو تسلیم کر لیا ہے' اس نے یہی کہا ہے کہ وہ زہر اس نے رامو میرے کے کہنے پر مرنے والے کے بھوجن میں ملایا تھا۔"

"اور اصلیت کیا تھی؟"

"اصلیت کے چکر میں مت پڑو۔" کالکا نے کہا۔ "کیول اتنا یاد رکھو کہ کالکا تمہارے اوپر مہربان ہے اور جب تک تمہیں اس کی سہائتا حاصل ہے دھرتی کی کوئی شکتی تمہیں کشٹ نہیں پہنچا سکتی۔"

"شنکر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے کہا' پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اسی نے مجھے ملوکنے کی خاطر۔"

"نہیں......" کالکا نے تیزی سے کہا۔ "وہ میرے مقابلے میں تمہارے خلاف سر اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔"

"کیا میں اپنی والدہ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کر سکوں گا؟" میں نے بے چینی کا مظاہرہ کیا۔

"صرف تم ہی سندر نہیں تمہارے اندر کا من بھی بڑا بھولا اور سندر ہے۔"

"کیا مطلب......؟" میں نے یہ محسوس کرتے ہوئے پوچھا کہ کالکا مجھے بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی ہوگی۔

"مطلب یہ کہ جب تک کالکا تمہارے ساتھ ہے تم جو چاہو گے وہ اوش پورا ہوگا۔" کالکا کے لہجے میں پیار کی آمیزش تھی۔

"کیا رامو میرا حشمت خان کو کوڑیالے سانپ سے ڈسوانے کا اقرار کرے گا۔"

"ہاں...... تم دیکھنا' وہ پہلی پیشی پر ہی سب کچھ سچ اگل دے گا۔" کالکا نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا۔ "رامو اور رام پرشاد دونوں کو پھانسی کے پھندے پر لٹکنا پڑے گا۔"

"ایک بات پوچھوں......!" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"پوچھو......"

"کیا میں جب بھی تمہیں یاد کروں گا تم میرے پاس آجاؤ گی؟"

"ہاں...... پرنتو ایک بات کا خیال رکھنا' جب تک میں خود سے تمہارے سامنے نہ آؤں اس وقت تک مجھے دیکھنے کی ضد نہ کرنا۔"

"کوئی خاص وجہ......!"

"ابھی نہیں...... سمے کا انتظار کرو' آہستہ آہستہ تم سب کچھ جان لوگے۔" کالکا نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا پھر اس کے قدموں کی چاپ ابھر ابھر کر دور ہوتی چلی گئی لیکن اس کے جسم کی خوشبو ابھی تک میرے دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی!

اسی شام سات بجے بدر اقبال نے مجھے اس تمام صورت حال سے آگاہ کیا جو مجھے دھرم داس کی زبانی معلوم ہو چکی تھی۔ بدر اقبال کی اطلاع کے مطابق تحصیل رام پرشاد کو اقرار جرم کے بعد گرفتار کیا جا چکا تھا' میرے خلاف جلوس نکالنے اور بلوا کرنے کا پروگرام بنا تھا اسے رام پرشاد کے بیان کے بعد ملتوی کر دیا تھا لیکن لالہ بہاری کی حویلی میں اس وقت بھی تمام بڑے ہندو سیٹھ ساہوکار اور ذمے دار افسران سر جوڑے بیٹھے میرے خلاف کسی نئی سازش کا جال بُن رہے تھے' ان افراد میں ہمارے محکمے کا آئی جی وجے چندر بھی موجود تھا جو بدر اقبال کے کہنے کے مطابق ایک گھنٹا پیشتر ہی روپ نگر پہنچا تھا۔

میں نے فوری طور پر اپنا استعفیٰ تحریر کیا' لباس تبدیل کیا اور کالکا کی مورتی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے لالہ بہاری کی حویلی کے اس بڑے ہال میں پہنچ گیا جہاں سب لوگ جمع تھے۔ میری وہاں اچانک آمد چونکہ ان کی توقع کے خلاف تھی اس لیے ایک ثانیے کو سب ششدر رہ گئے پھر لالہ بہاری ہی نے گفتگو کی ابتدا کی۔

"پدھاریے شہباز جی' بڑی لمبی عمر ہے آپ کی' ابھی ہم آپ ہی کو یاد کر رہے تھے۔"

"مجھے یاد کرنے کی کوئی خاص وجہ بھی ضرور ہوگی۔" میں نے ایک خالی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا' میں محسوس کر رہا تھا وجے چندر اور راکیش ورما کے علاوہ وہاں موجود باقی افراد بھی مجھے بڑی کینہ توز نظروں سے گھور رہے تھے۔

"آپ قسمت کی دھنی ہیں جو سپاہی رام پرشاد نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا۔"

"ورنہ......" میں نے جان بوجھ کر خشک لہجے میں سوال کیا۔

"پولیس لاک اپ میں کسی بھی قیدی کی ہلاکت کی تمام تر ذمے داری آپ پر عائد ہوتی ہے۔" راکیش ورما نے خالص افسرانہ شان سے کہا۔ "اگر رام پرشاد اپنے جرم کا......"

"اقرار نہ کرتا تو روپ نگر کے تمام بڑے ایک جھنڈے تلے اکٹھا ہو کر میرے خلاف جلوس نکالتے اور ہنگامہ آرائی کرتے۔" میں نے بھی دبنگ لہجے میں جملہ مکمل کرتے ہوئے کہا پھر زہر خند لہجے میں بولا۔ "اور اس ہنگامہ آرائی کی ذمے داری بھی میرے سر تھوپ دی جاتی۔"

"مسٹر شہباز......" آئی' جی نے میرے لہجے کی تلخی کو محسوس کرتے ہوئے سپاٹ آواز میں کہا۔ "آپ کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ آپ ایک ذمے دار آفیسر ہیں۔"

"کیا مجھ سے کوئی بھول ہو گئی ہے سر۔" میں نے براہ راست آئی جی سے دریافت کیا۔

"نہیں...... لیکن اس کے باوجود آپ کو بات چیت کرتے وقت دوسروں کی پوزیشن کا خیال رکھنا چاہیے۔"

"ہم سرکار کو پورا پورا محصول' چنگی' ٹیکس اور لگان ادا کرتے ہیں۔" ایک مقامی زمیندار نے آنکھیں لال پیلی کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارا شمار تو ہیچ لوگوں میں نہیں کیا جا سکتا۔"

"آپ اس ریاست میں ہماری خدمت کرنے کے لیے تعینات کیے گئے ہیں۔" دوسرے نے تیزی سے کہا۔ "ہم پر حکم چلانے کے لیے نہیں۔"

ان کی تعداد زیادہ تھی اس لیے جو کچھ ان کے منہ میں آیا کہتے چلے گئے' وہ متعصب لوگ تھے اس لیے اپنے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے تھے' رام پرشاد کے اقراری بیان نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیے تھے' ان کی حسرت چونکہ دل میں ہی رہ گئی تھی اس لیے وہ زبان سے کام لے رہے تھے لیکن میں نے ان کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ خاموش بیٹھا ان کی بکواس اور لن ترانیاں سنتا رہا پھر وہ خاموش ہوئے تو میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"مجھے روپ نگر میں اپنے عہدے کا چارج لیے ابھی بہت زیادہ دن نہیں ہوئے لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ لوگ یہاں میری تعیناتی سے خوش نہیں ہیں۔ ناخوش ہونے کی کیا وجہ ہے مجھے اس کا بھی کوئی علم نہیں اوتار ناتھ کی موت نے آپ حضرات کو قسمت سے میرے خلاف ہنگامہ آرائی کا ایک موقع عطا کیا تھا لیکن رام پرشاد کے اقرار جرم کر لینے کے بعد آپ لوگوں کو اپنی من مانی کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

"مسٹر شہباز۔" ایک مقامی ہندو زمیندار نے پہلو بدل کر کہا۔ "آپ ہمارے خلاف الزام تراشی کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔"

"میں یہ بھی محسوس کر رہا ہوں کہ آپ اپنی حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔" راکیش ورما نے حقارت سے کہا۔

"میں آپ کی رائے سے اتفاق نہیں کر سکتا۔" میں نے راکیش ورما کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "میں کوئی سفارشی ٹٹو نہیں ہوں جو اپنے اختیارات سے پوری طرح باخبر نہیں ہوتا' میں نے یہ مقام مقابلے کا امتحان پاس کر کے حاصل کیا ہے اس لیے مجھے اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ میرے دائرہ اختیار میں کیا کچھ آتا ہے۔ میں اپنی حدود سے بھی بخوبی واقف ہوں اس لیے جو کچھ میں نے کہا ہے مجھے اس پر کوئی شرمندگی نہیں۔"

"مسٹر شہباز۔" اس بار آئی' جی' وجے چندر نے مجھے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔ "کیا آپ کو اس بات کا بھی کوئی احساس نہیں ہے کہ اس وقت میں بھی یہاں موجود ہوں۔"

"مجھے اس بات کا احساس ہے سر...... اسی لیے میں آپ کے نالج میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ روپ نگر کے بڑے یہاں میری پوسٹنگ سے خوش نہیں ہیں...... شاید اس لیے کہ میں آنکھ بند کر کے کاغذات پر دستخط کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرا تبادلہ فوری طور پر کہیں اور کر دیا جائے۔"

"کسی ایسی جگہ جہاں آپ کو من مانی کرنے کی کھلی چھٹی مل جائے۔" کیلاش نامی ایک زمیندار نے مجھ پر طنز کیا تو میں چپ نہ رہ سکا۔ میں نے اسے حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔

"مسٹر کیلاش...... تم نے بغیر کسی ثبوت کے ایک سرکاری آفیسر پر الزام لگانے کی کوشش کی ہے' میں اگر چاہوں تو تمہیں حراست میں لے کر تمہارے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ بھی کر سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا اس لیے کہ تم جیسے لوگوں کے منہ لگنا میں اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔"

جواب میں کیلاش اٹھ کر کھڑا ہو گیا' اس کے تیور حد درجہ خطرناک نظر آ رہے تھے وہ مجھے کوئی سخت جواب دینے کے بارے میں الفاظ کا انتخاب کر رہا تھا کہ میں نے اس کے چہرے پر ایک سایہ لہراتے دیکھا پھر دوسرے ہی لمحے وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"مجھے شما کر دو...... میں بنتی کرتا ہوں...... مجھے شما کر دو۔"

کمرے میں موجود تمام افراد کیلاش کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"بیٹھ جاؤ مسٹر کیلاش......" میں نے بڑے دریا دلی سے کہا۔ "میں تمہاری گستاخی کو معاف کرتا ہوں۔"

ایک لمحے تک کمرے میں مکمل سکوت طاری رہا' کیلاش کے چہرے پر سائے کو لہراتے دیکھ کر ہی میں سمجھ گیا تھا کہ کالکا رانی کی مہان شکتی حرکت میں آ چکی ہے۔

"مسٹر شہباز۔" آئی' جی کی آواز سکوت کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔ "آپ کی خواہش ہے کہ آپ کا تبادلہ فوری طور پر روپ نگر سے کہیں اور کر دیا جائے۔"

"جی ہاں......"

"اور اگر میں آپ کی درخواست منظور کرنے سے انکار کر دوں تو؟"

"ایسی صورت میں مجھے مجبوراً آپ کی خدمت میں اپنا استعفیٰ پیش کرنا ہوگا۔" میں نے بے فکری سے کہا اور جیب میں رکھا ہوا استعفیٰ نکال کر سامنے میز پر ڈال دیا۔

"استعفیٰ کی منظوری میں دفتری کارروائی ضروری ہے اور اس میں کچھ وقت بھی لگ سکتا تھا۔" آئی' جی نے مجھے ذہنی طور پر پریشان کرنے کی خاطر کہا۔

"دفتری کارروائی تو ہوتی ہی رہتی ہے سر لیکن میں چار روز بعد اپنا چارج چھوڑ دوں گا۔"

"یہ آپ کا ذاتی فیصلہ ہوگا...... سرکار کا نہیں۔" وجے چندر نے رعونت کا مظاہرہ کیا۔

"لیکن مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ آج اور ابھی میرے استعفیٰ پر اپنے آرڈر صادر فرما دیں گے۔" میں نے دل ہی دل میں کالکا کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "اور آپ کا فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔"

"ملازمت چھوڑنے کے بعد آپ کیا کریں گے؟" راکیش ورما نے پوچھا۔

"مکھیاں ماروں گا۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔

راکیش ورما اپنی جگہ تلملا کر رہ گیا پھر اس نے آئی' جی سے کہا۔

"ابھی عدالت میں کچھ ایسے کیس پڑے ہیں جس میں مسٹر شہباز کی موجودگی ضروری ہوگی۔"

"مثلاً......؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ایک کیس تو حشمت خان کا ہے۔" راکیش ورما نے خباثت کا مظاہرہ کیا۔ "رام پرشاد کے اقرار کر لینے کے بعد نائب تحصیل دار کے قتل کا مسئلہ تو حل ہو گیا لیکن یہ طے ہونا ابھی باقی ہے کہ حشمت خان کو کس نے مارا تھا۔"

"اس قتل کا اقرار رامو سپیرا پہلی ہی پیشی پر کرے گا۔" میں نے بڑے وثوق سے کہا۔ "تین روز بعد اس کیس کی پیشی ہے اور رامو کے اقرار جرم کر لینے کے فوراً بعد میں ملازمت سے سبکدوش ہو جاؤں گا۔"

"مسٹر شہباز......" راکیش ورما نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "کل کیا ہوگا یہ آپ وقت سے پہلے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"کسی زمانے میں مجھے پامسٹری کا شوق بھی رہ چکا ہے۔" میں نے راکیش ورما کا مضحکہ اڑاتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ "رامو سپیرے کا ہاتھ دیکھنے کے بعد مجھے یہی اندازہ ہوا ہے وہ سچائی کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

آئی' جی' وجے چندر میرا استعفیٰ ہاتھ میں لیے کسی گہری سوچ میں غرق تھا' انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو' کچھ دیر تک وہ اسی حالت سے دوچار رہا پھر اس نے جیب سے قلم نکالا اور میرا استعفیٰ منظور کرتے ہوئے بولا۔

"میں نے آپ کا استعفیٰ تین روز بعد کی تاریخ سے منظور کر لیا ہے' رامو سپیرے کی پیشی بھگتانے کے بعد آپ انسپکٹر بدر اقبال کو چارج دے کر جا سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس عرصے میں آپ کی جگہ کسی اور کی پوسٹنگ عمل میں آ جائے۔"

"شکریہ سر۔" میں نے سنجیدگی سے کہا' مجھے یقین تھا کہ وجے چندر نے وہ استعفیٰ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ کالکا رانی کی پراسرار شکتی کے زیر اثر منظور کیا ہے۔ کمرے میں جتنے لوگ موجود تھے وہ آئی جی کے فیصلے سے خوش نہیں نظر آ رہے شاید انہیں اس بات کا دکھ تھا کہ ان کا شکار زخمی ہوئے بغیر ان کے جال سے بچ نکلا تھا۔

استعفیٰ کی منظوری کے بعد میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا خاموشی سے اٹھا اور صرف آئی' جی کو سلام کرنے کے بعد حویلی سے باہر گیا' پھر وہی ہوا جو میری زبان سے نکلا تھا۔ تین روز بعد حشمت خان کا کیس عدالت میں پیش ہوا رامو نے بڑی دیدہ دلیری سے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اس نے ذاتی رنجش کی بنا پر حشمت خان کو اپنے راستے سے ہٹانے کی خاطر کوڑیالے سانپ سے ڈسوا دیا تھا اور پولیس کو الجھن میں ڈالنے کی خاطر ربڑ کا سانپ لاش کے قریب چھوڑ گیا تھا۔ جس وقت رامو سپیرا اپنا

جان دے رہا تھا اس وقت میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا تھا کہ الفاظ غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے ادا ہو رہے تھے شاید کاکا کی ماورائی طاقت نے اس کے دل و دماغ پر اپنا تسلط جما رکھا تھا۔

حشمت خان کا کیس ختم ہوا تو میں نے چیمبر میں جا کر راکیش ورما کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب آپ کو اس بات کا وشواس ہو گیا ہو گا کہ میں نے پامسٹری والی بات غلط نہیں کہی تھی۔"

راکیش ورما نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بڑی متعصب نظروں سے مجھے گھورا پھر میز پر پڑی فائلوں کو الٹنے پلٹنے لگا' میں وہاں رکا نہیں اور واپس گھر آ گیا۔

وہ روپ نگر میں میری آخری رات تھی۔ دوسری صبح مجھے وہاں سے روانہ ہو جانا تھا' احمد علی نے میرے تمام ساز و سامان کو پیک کر رکھا تھا' میں اس بات پر بہت خوش تھا کہ روپ نگر سے میری گلو خلاصی ہو گئی تھی' اس رات میں سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی' میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو دوسری جانب سے شنکر کی منمناتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کل بھور سمے تم روپ نگر سے جا رہے ہو پر تو شنکر کی ایک بات کو ہمیشہ دھیان میں رکھنا۔ کاکا کی مہان مورتی تمہارے پاس میری امانت ہے۔ میں بہت جلد وہ مورتی تم سے واپس لے لوں گا۔"

"کیا تم کو یقین ہے کہ تم سیاہ بادلوں کے اس پار دیکھنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ میری نظر کاکا کی مورتی پر جمی ہوئی تھی جو شوکیس میں رکھی ہوئی تھی۔

"تم اس چکر میں مت پڑو..." شنکر نے کہا۔ "جو منش اس مہان شکتی کا کھوج لگا سکتا ہے وہ ایک نہ ایک دن اسے حاصل کرنے میں بھی ضرور سپھل ہو گا۔"

"ایک بات پوچھوں شنکر۔"

"پوچھو۔"

"اگر سیاہ بادلوں کے اس پار دیکھنے سے پہلے تم نے کاکا کی مورتی کو ہاتھ لگایا تو کیا ہو گا؟"

"تم ابھی بالک ہو.... ان بکھیڑوں میں الجھنے کی کوشش مت کرنا۔"

شنکر سے گفتگو کا سلسلہ منقطع کرنے کے بعد میں سونے کے ارادے سے بستر پر لیٹ گیا۔ میری نگاہیں کاکا کی پراسرار مورتی پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کا حسن بے مثال تھا۔ میں نے ہرچند کہ شنکر سے اس بات کا وعدہ کر لیا تھا کہ وہ جب بھی چاہے اس مورتی کو واپس لے سکتا ہے لیکن میرے دل کے کسی اندرونی گوشے میں یہ تمنا مچل رہی تھی کہ کاش کاکا کی وہ مورتی کبھی میری ذات سے علیحدہ نہ ہو۔ وہ دھات کی بنی ہوئی ایک مورتی ہی تھی لیکن نہ جانے کیوں مجھے اس سے عشق ہو گیا تھا۔ میں اس سے ایک لمحہ کو بھی جدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔

جب تک نیند کے خمار سے میرے بوجھل پپوٹے بند نہیں ہو گئے میں بڑی والہانہ نظروں سے کاکا کی مورتی کو دیکھتا رہا۔ ایک دلنواز تصور تھا جو میرے احساسات کو گدگدا رہا تھا' پھر جب نیند کی وادیوں نے مجھے اپنی آغوش میں لیا تو کاکا نے ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر ایک حسین پیکر کی صورت اختیار کر لی۔ اس کی مد بھری نظریں مجھے اپنے انگ انگ میں چبھتی محسوس ہو رہی تھیں' وہ میرے بہت قریب تھی اتنی قریب کہ میں اس کی گرم گرم سانسوں کا لمس اپنے گالوں پر محسوس کر رہا تھا۔ اس کے حسین اور گداز بدن کی خوشبو مجھ پر نشے کی کیفیت طاری کر رہی تھی۔ بہت دیر تک وہ ٹکٹکی باندھے مجھے گھورتی رہی پھر اس کے یاقوتی ہونٹوں میں جنبش ہوئی اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے بہت ساری داسیوں کی نرم و نازک انگلیوں نے سندر کی تمام گھنٹیوں کو ایک ساتھ چھیڑ دیا ہو۔

"شہباز.... کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں...." میں نے خوابیدہ لہجے میں جواب دیا۔ "میں تمہارے قرب سے بے خبر نہیں ہوں۔"

"کل ہم روپ نگر کی سرحدوں سے دور نکل جائیں گے۔" کاکا کے لہجے میں افسردگی چھلک اٹھی۔

"کیا تمہیں روپ نگر چھوڑنے کا دکھ ہو رہا ہے۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"تم ساتھ ہو تو پھر دکھ کس بات کا۔" اس نے بڑی اپنائیت کا اظہار کیا پھر آسمان کے دور پار خلاؤں میں گھورتے ہوئے بولی۔ "کیا تم وشواس کرو گے کہ تم نے مجھے جس دلدل سے نکالا ہے وہاں میں چالیس سال سے رہ رہی تھی۔"

"نہیں...... تم شاید میرے ساتھ چھیڑ کر رہی ہو۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔" اس نے پھر میری سمت سحر انگیز نظروں سے دیکھا۔ "میرا من تمہاری اس دھرتی اور اس پر رہنے والوں سے اچاٹ ہو گیا تھا اس لیے میں نے خود کو پجاری کے گھر میں چھپا لیا تھا۔ تم نہیں جان سکتے کہ میری شکتی کو پراپت کرنے کے کارن اب تک کتنے پنڈت پجاری۔ سنیاسی اور مہا رشی اپنا جیون نشٹ کر چکے ہیں پرنتو میں ان سب کے جنتر منتر کا توڑ کرتی رہی۔ شنکر بھی میرے پیچھے سات آٹھ سال سے لگا ہوا ہے۔ اس نے مجھے حاصل کرنے کی خاطر نہ جانے کتنے پاپڑ بیلے ہیں۔ کیسی کیسی کٹھن تپسیا اور جاپ کیے ہیں۔ جنگل جنگل خاک چھانی ہے۔ مرگھٹ کی راکھ سے اشنان کرتا رہا ہے' شمشان گھاٹ پر منڈل کے اندر بیٹھا مہینوں میرے شبھ نام کی مالا جپتا رہا ہے۔ پرنتو مجھے اس پر بھی کوئی دیا نہیں آئی پھر ایک روز تمہارا سندر مکھڑا میرے سامنے آ گیا...... وہ کاکا جسے پانے کے لیے بڑے بڑے منش اپنا جیون بلیدان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں وہ تمہیں دیکھ کر اپنا تن من دھن سب کچھ ہار بیٹھی' پھر میں نے شنکر کے من میں تمہاری یادوں کے دیپ جلا دیے۔ میں نے اسے سپنے میں کہا تھا کہ کیول تم ہی مجھے تلاش کر سکتے ہو اور اس روز سے شنکر نے تمہارا کھوج شروع کر دیا اور اب.... اب میں اپنے من کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہارے پاس آ گئی۔ میں نے شنکر کی آنکھوں کے سامنے سیاہ بادلوں اور گھنگھور گھٹاؤں کی چادر تان دی ہے۔ جب تک میں نہ چاہوں گی وہ ان بادلوں کے دوسری طرف نہیں دیکھ سکے گا۔"

"کیا.... کیا شنکر کبھی بھی اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو گا۔" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"تم کیا چاہتے ہو۔ کیا وہ مجھے حاصل کر لے؟"

"نہیں...." میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں نے تمہیں پا لیا ہے تو اب کھونا نہیں چاہتا۔"

"مجھے تمہارے من کا حال معلوم ہے لیکن کل کیا ہونے والا ہے تم یہ نہیں جانتے' بھوش کے لکھے کو دیوی' دیوتاؤں اور پرماتما کے سوا کوئی اور نہیں جان سکتا۔"

"مم...... میں سمجھا نہیں۔"

"من کے سمبندھ تن کے رشتوں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں لیکن منش سندرتا کا پجاری ہوتا ہے اس لیے اس کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں...... اور" کاکا نے مجھے حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور تم بھی کوئی دیوتا یا اوتار نہیں ہو...... منش ہمیشہ منش ہی رہتا ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"کل کیا ہو گا اور آنے والے برسوں میں کیا ہونے والا ہے یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتی...... مہان شکتیوں پر بھی آکاش کی طرف سے پابندیاں لاگو ہوتی ہیں لیکن میں تمہیں ایک بات ضرور بتا سکتی ہوں۔"

"وہ کیا......"

"اگر تم کاکا کو سارا جیون اپنے قریب دیکھنا چاہتے ہو تو تمہیں ایک بلیدان دینا ہو گا۔"

"میں ہر قربانی دینے کو تیار ہوں......"

"سوچ لو...... کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں تم بھی کسی عام منش کی طرح کسی ناری کی سندرتا میں گم ہو کر سب کچھ بھول جاؤ۔"

"مجھے بتاؤ...... کیا کرنا ہو گا مجھے۔"

"اگر تم کاکا سے من کا گٹھ جوڑ قائم رکھنا چاہتے ہو تو پھر تم نہیں سارا جیون اکیلے گزارنا ہو گا۔" کاکا نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "تم کبھی کسی سے وواہ نہیں کرو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری خاطر میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔" میں نے جذباتی لہجے میں جواب دیا تو کاکا مسکرا دی۔

"وچن دینا آسان ہے پر اس کا نبھانا مشکل ہے.... پر تو یاد رکھنا کہ جس روز تم نے کسی اور سندری کو من میں بسا لیا اس روز کاکا تم سے اپنے بندھن توڑ کر آزاد ہو جائے گی پھر تم مجھے بھی نہ پا سکو گے۔" اس نے میرے بالوں میں اپنی نرم اور ملائم انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے کہا۔ "کاکا کو تمہیں کھونے کا جتنا دکھ ہو گا تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے لیکن ایک بار بھاگ میں جو لکھ دیا جائے وہ ہر حال میں پورا ہوتا ہے۔"

"مجھے بتاؤ...... میری قسمت میں کیا لکھا ہے۔"

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے..... اب سو جاؤ۔" کاکا کی مترنم آواز میرے کانوں میں گونجی تو اس کا حسین وجود میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا لیکن میں اتنا ضرور محسوس کر رہا تھا کہ کوئی مجھے مدھر آواز میں لوری سنا رہا تھا۔ وہ آواز مجھے بہت دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی اور میں اس آواز کے سحر میں ڈوبتا جا رہا تھا پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا!

□

میں واپس گھر پہنچا تو میری والدہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا لیکن والد صاحب کو اس بات کا ملال ضرور تھا کہ میں نے جتنی تگ و دو اور محنت کے بعد مقابلے کا امتحان دے کر ملازمت حاصل کی تھی اسے اتنی جلدی چھوڑ دیا' ان کا خیال تھا کہ مجھے ملازمت چھوڑنے کے بجائے اپنا تبادلہ کسی اور جگہ کرا لینا چاہیے تھا۔ اپنے اس خیال کو ظاہر کرتے ہوئے انہوں نے بڑے خوبصورت الفاظ میں کہا تھا۔

"شہباز بیٹے...... ہر پتھر اپنی جگہ بھاری ہوتا ہے۔ اسے اس کے مقام سے ہٹا دیا جائے تو پھر اس کی قدر و منزلت باقی نہیں رہ جاتی۔"

"آپ کا کہنا بجا ہے لیکن روپ نگر میں مجھے جو حالات درپیش تھے......"

"اس کے بارے میں دھرم داس نے مجھے بتایا تھا۔" والد صاحب نے کہا۔ "بہرحال جو گزر گیا اسے بھول جاؤ پیچھے مڑ کر دیکھنے سے اب کوئی فائدہ بھی نہیں ہو گا لیکن آئندہ جو کچھ کرنا بہت سوچ سمجھ کر کرنا۔"

"اتنی جلدی کیا پڑی ہے۔" والدہ نے بڑی محبت سے کہا۔ "ابھی کچھ دن آرام کرو پھر کیا کرنا ہے یہ بعد میں سوچا جائے گا۔ تمہارے باپ کو تو بس ذرا ذرا سی بات پر جلال آ جاتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں....." میں نے والدہ سے پوچھا۔ "بات کیا ہے......؟"

"تمہارے والد نے اپنے ایک پرانے دوست نرنجن لال کو کاروبار شروع کرنے کے لیے ایک معقول رقم دی تھی۔" والدہ

نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "قسمت کی بات ہے کہ زرنجن لال اب کروڑپتی تاجروں میں شمار ہوتا ہے لیکن طبیعت کا اس قدر کنجوس ہے کہ اس نے ابھی تک تمہارے والد کی رقم واپس نہیں کی۔ ٹال مٹول کرتا رہتا ہے اور تمہارے والد......"

"اس میں غلط نہیں کہتا۔" والد صاحب نے جھلا کر جواب دیا۔ "اگر میں پولیس کی ملازمت سے ریٹائر نہ ہو گیا ہوتا تو زرنجن لال کے فرشتے بھی میری دہلیز پر ناک رگڑ کر میری رقم واپس کر دیتے۔"

"کتنی رقم کا معاملہ ہے؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"شروع شروع میں تو اس نے تھوڑی بہت رقم واپس کر دی تھی لیکن اب بھی اس کی طرف پورے نوّے ہزار باقی ہیں۔" والدہ نے کہا۔

"افسوس تو اس بات کا ہے کہ میں نے دوستی کی وجہ سے اس سے کوئی قانونی دستاویز نہیں لکھوائی۔" والد صاحب نے تلملا کر کہا۔ "اگر میرے پاس رقم کی لین دین کا کوئی تحریری ثبوت ہوتا تو میں اس حرام کے تخم کو آج بھی ناکوں چنے چبوا سکتا تھا۔ نوّے ہزار کی رقم اتنی معمولی بھی نہیں کہ اسے آسانی سے فراموش کر دیا جائے...... بہرحال میرا نام بھی نادر خان ہے۔ میں نے پولیس کی ملازمت میں رہ کر صرف بھاڑ نہیں جھونکا۔ اگر میں نے اس مردود سے رقم نہ وصولی تو میرا بھی نام نہیں۔"

"لیکن آپ نے اس سے پہلے تو رقم کا کوئی ذکر نہیں کیا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تو زرنجن انکل کو ہمیشہ آپ کا دوست سمجھتا رہا۔"

"آج بھی یہ بات زبان پر نہ آتی لیکن تمہاری ماں نے سب کچھ اگل دیا۔" والد صاحب کے چہرے پر شدید زلزلے کی کیفیت طاری تھی۔

"آپ فکر نہ کریں۔" میں نے والد صاحب کو تسلی دی۔ "رقم تو زرنجن انکل کو مع سود کے ادا کرنی پڑے گی۔"

"نہیں...." والد صاحب نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "کروڑپتی بن جانے کے بعد اس کی آنکھوں میں سؤر کا بال آ گیا ہے۔ وہ اتنی شرافت سے رقم واپس نہیں کرے گا......"

"جہنم میں جھونکو اس رقم کو۔" والدہ بولیں۔ "خدا کا دیا ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے۔"

"بات رقم کی نہیں اصول کی ہے۔" والد صاحب نے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا۔ "میں نے پولیس کے محکمے میں رہ کر بھی کبھی بالائی آمدنی کا تصور نہیں کیا۔ وہ رقم میرے گاڑھے پسینے کی کمائی تھی جسے میں نے تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا...... اور...... کل تک وہ بدبخت میرے دروازے کے چکر لگاتا تھا مگر اب کام نکل جانے کے بعد اپنے دفتر میں ہوتے ہوئے بھی انکار کرا دیتا ہے۔"

کچھ دیر تک اسی رقم کی بات چیت ہوتی رہی پھر خود والد صاحب نے موضوع بدل دیا اور مجھ سے آئندہ کے پروگرام پر بات کرنے میں مصروف ہو گئے۔ میں نے بھی دیدہ و دانستہ رقم کے معاملے میں کچھ نہیں کہا لیکن دوسری ہی صبح میں تیار ہو کر گھر سے نکلا اور زرنجن لال کے دفتر پہنچ گیا۔ اس کا دفتر واقعی شاندار تھا اور دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ دفتر کی تین منزلہ عمارت کو قیمتی پتھروں سے مرصع کیا گیا تھا۔ زرنجن لال خود تیسری منزل پر بیٹھتا تھا جب کہ اس کا دوسرا عملہ نچلی منزلوں پر اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتا تھا۔

مجھے تھوڑی بہت دشواری ضرور پیش آئی لیکن میں بہرحال تیسری منزل کے اس کمرے تک پہنچ گیا جہاں زرنجن لال کی پرائیویٹ سیکریٹری شیتل موجود تھی۔ وہ اتنی زیادہ حسین نہیں تھی جتنا اس نے میک اپ کے کمال سے خود کو ظاہر کر رکھا تھا۔

"کیسی ہے......" میرے کانوں میں کاکا کی آواز ابھری۔ مجھے احساس ہوا کہ وہ بھی میرے ساتھ ساتھ تھی۔ شاید اسی ماورائی قوت کا کرشمہ تھا جو میں تیسری منزل تک پہنچ گیا تھا ورنہ بغیر اپائنٹمنٹ کے کسی کو بھی زرنجن لال سے ملنے کی اجازت نہیں تھی۔

"غازے اور لپ اسٹک کی چمک دمک نے اسے جاذب نظر بنا دیا ہے ورنہ اس کی اوقات شاید دو کوڑی کی بھی نہ ہو۔"

"کاکا کو خوش کرنے کے لیے کہہ رہے ہو یا......"

"تمہاری شکتی اپرم پار ہے۔ مجھے شنکر نے یہی بتایا تھا کہ سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی جھانک کر دیکھ سکتی ہو۔" میں نے عالم تصور میں اسے جواب دیا۔ "تم چاہو تو میرے دل میں بھی جھانک کر دیکھ سکتی ہو۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارے من میں کیا ہے...... مگر تمہارے منہ سے جواب سننا چاہتی تھی۔"

میں کاکا کی بات پر مسکراتا ہوا شیتل کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کے دروازے پر کھڑے ہوئے ملازم نے یا تو مجھے بوجھ کر نظرانداز کر دیا تھا یا پھر کاکا کی پراسرار قوت نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ قدموں کی چاپ سن کر شیتل نے نظریں اٹھا کر میری سمت دیکھا پھر بڑے مہذب لہجے میں بولی۔

"فرمایئے...... میں آپ کی کیا سیوا کر سکتی ہوں؟"

"مجھے زرنجن لال جی سے ملاقات کرنی ہے۔" میں نے بے پروائی سے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ کا شبھ نام؟" اس نے کاروباری انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"خاکسار کو شہباز کہتے ہیں۔"

جواب میں شیتل نے ایک خوبصورت سی ڈائری اٹھا کر... پھر مجھے حیرت سے گھورتی ہوئی بولی۔

"کیا آپ کا کوئی اپائنٹمنٹ تھا؟"

"نہیں......" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

"آئی ایم سوری۔" شیتل کے چہرے کی مسکراہٹ یکلخت غائب ہو گئی۔ اس نے سردمہری سے کہا۔ "بغیر اپائنٹمنٹ کے آپ مسٹر زرنجن لال سے ملاقات نہیں کر سکتے۔"

"مس شیتل۔" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ نے کبھی بغیر میک اپ کے بھی اپنے چہرے کی جغرافیائی حالت پر غور کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔

"مطلب یہ کہ میں یہاں تک واپس جانے کے ارادے سے نہیں آیا ہوں اور تمہیں مسٹر زرنجن لال کو یہ بتانا ہو گا کہ میں ان سے آج اسی وقت اور بغیر کسی اپائنٹمنٹ کے ملنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر زرنجن لال بڑے اصول پرست آدمی ہیں۔" شیتل نے میرے لہجے کی سختی کو محسوس کرتے ہوئے مفاہمت کی راہ اختیار کی۔ "ان کا حکم ہے کہ بلاوجہ انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

"آپ سمجھنے کی کوشش کریں جناب۔" وہ کرسی پر کسمسا کر بڑی عاجزی سے بولی۔ "یہ میری ملازمت کا مسئلہ ہے۔"

"فکر مت کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ زرنجن لال تمہیں تمہاری ملازمت سے برطرف نہیں کرے گا۔"

"لیکن آپ جو کچھ چاہتے ہیں وہ میں نہیں کر سکتی۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟" کاکا کی آواز میرے کانوں میں سرگوشی بن کر ابھری۔ "کہو تو اس سندری کو کھڑکی سے باہر چھلانگ لگانے پر مجبور کر دوں۔"

"نہیں......" میں نے دل ہی دل میں جواب دیا۔ "میں کسی بے گناہ کے خون سے بلاوجہ اپنے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا۔"

"ٹھیک ہے...... پھر میں اسے مجبور کرتی ہوں کہ یہ تمہارا پیغام زرنجن تک پہنچا دے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری نظریں بدستور شیتل کے چہرے پر مرکوز تھیں جو اپنی کرسی پر بیٹھی الجھ رہی تھی لیکن پھر اچانک اس کے چہرے کا کھنچاؤ کم ہو گیا۔ غالباً کاکا کی پراسرار قوت نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

"آپ نے کیا نام بتایا تھا؟" شیتل نے بڑے نرم لہجے میں سوال کیا۔

"شہباز خان۔"

جواب میں اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی پھر نہایت شرافت سے میری آمد کے بارے میں زرنجن لال کو مطلع کر دیا اس کے بعد ریسیور رکھتے ہوئے بولی۔

"آپ اندر جا سکتے ہیں سر۔ باہر نکل کر بائیں ہاتھ کا آخری کمرہ زرنجن لال جی کا ہے۔"

میں اٹھ کر باہر راہداری میں آیا تو کاکا نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"تمہارے کہنے کے انوسار میں نے ایسا کام کیا ہے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ میرا مطلب ہے کہ زرنجن تم سے ملنے پر بھی آمادہ ہو گیا ہے اور سندری کی نوکری پر کوئی بات بھی نہیں آئے گی۔"

"مجھے یقین ہے کہ تمہارے ہوتے ہوئے مجھے کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔"

"ایک بات بتاؤ...... تم زرنجن سے صرف نوّے ہزار کی رقم وصول کرنا چاہتے ہو یا اسے کوئی سزا بھی دینے کا ارادہ ہے؟"

"مجھے تیسری منزل تک آتے ہوئے بے شمار لوگ دیکھ چکے ہیں اور خاص طور سے شیتل مجھے نہیں بھول سکتی۔" میں نے کہا۔ "بات اگر بگڑ گئی تو میں بھی کسی مصیبت میں پھنس سکتا ہوں۔"

"جب تک کاکا تمہارے ساتھ ہے تمہیں کسی بات کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنی شکتی سے ان تمام لوگوں کے ذہن سے تمہارے یہاں آنے کا دھیان اس طرح مٹا دوں گی کہ وہ چاہنے پر بھی تمہاری شکل نہیں پہچان سکیں گے۔"

"رقم مجھے کیش کی صورت درکار ہو گی تاکہ اس کا کوئی ثبوت بھی نہ رہے کہ زرنجن لال نے آج کی تاریخ میں میرے یا والد صاحب کے نام پر کوئی چیک وغیرہ کاٹا تھا۔"

"جو تم چاہو گے وہی ہو گا۔" کاکا کی کھنکتی ہوئی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "تمہیں تمہارے پتا کی رقم مع بیاج کے ملے گی اور میں زرنجن لال کو بھی ایسی سزا دوں گی کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"کچھ سمجھنے کی کوشش مت کرو بس خاموشی سے تماشا دیکھتے رہو۔"

مجھے زرنجن لال کے کمرے میں داخل ہونے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ وہ ایک وسیع و عریض ائرکنڈیشنڈ ہال تھا جس کے ایک ایک گوشے کو نہایت اعلیٰ اور نایاب اشیا سے آراستہ کیا گیا تھا۔ پورے فرش پر نرم اور دبیز قالین اور قیمتی فرنیچر موجود تھا۔ زرنجن لال ایک بڑی گول میز کے پیچھے بیٹھا تھا جس پر رنگ برنگے کئی فون نظر آ رہے تھے۔ کاکا نے شاید تفریح لینے کی خاطر اس کے ذہن کو آزاد کر دیا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ مجھے اپنے روبرو دیکھ کر اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ میں نے اس کے چہرے کے تاثرات کو بڑی بے پروائی سے دیکھا پھر اس کی اجازت کی پروا کیے بغیر ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم......؟" زرنجن نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں کسی جنگلی درندے کی غراہٹ شامل تھی۔

"آپ نے شاید مجھے پہچانا نہیں انکل۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میں نادر خان کا بیٹا شہباز خان ہوں۔"

"تمہیں اندر آنے کی اجازت کس نے دی؟" وہ دوبارہ گویا ہوا۔

"آپ کے اسٹاف نے۔"

"میں انہیں گولی مار دوں گا۔" اس نے غصے سے تلملا کر کہا پھر مجھے گھورتا ہوا بولا۔ "تم یہاں کس کارن آئے ہو؟"

"تریسٹھ ہزار کی وہ رقم واپس لینے جو والد صاحب نے آپ کو ادھار دی تھی۔"

"کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ تمہارے پتا نے مجھے رقم دی تھی؟" زرنجن لال نے حقارت سے پوچھا۔

"رقم آپ کو آٹھ سال پہلے دی گئی تھی جسے آپ نے کاروبار میں لگایا اور لاکھوں کمائے۔ بہرحال تریسٹھ ہزار کی رقم پر صرف دس فیصد سالانہ منافع لگایا جائے تو کل رقم میرے حساب کے مطابق ایک لاکھ باسٹھ ہزار بن جاتی ہے۔"

"تم یہاں سے اپنے پیروں پر چل کر جانا پسند کرو گے یا مجھے اپنے ملازموں کو بلانا ہو گا؟" زرنجن لال نے غصے سے میز پر مکا مارتے ہوئے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"میری درخواست ہے کہ آپ اگر چیک کے بجائے مطلوبہ رقم کیش کی صورت میں ادا کر دیں تو زیادہ مناسب ہو گا اور آپ بھی اپنے کھاتے میں حساب کتاب کی زحمت سے بچ جائیں گے۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"تم ۔۔۔۔ تم شاید اپنے ہوش میں نہیں ہو۔" وہ منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے بولا۔

"اور میرا خیال ہے کہ تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔" میں نے کاکا کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "سیدھی طرح شرافت سے اٹھو۔ تجوری کھول کر ایک لاکھ باسٹھ ہزار کی رقم نکالو اور بغیر کسی چوں وچرا کے میرے حوالے کر دو۔"

زرنجن کی قوت برداشت جواب دے گئی تھی۔ جس انداز میں وہ مجھے انگریزی میں ایک بیہودہ گالی بکتا ہوا اٹھا تھا اس سے یہی اندازہ ہوا تھا کہ وہ مجھے گولی مارنے سے دریغ نہیں کرے گا لیکن شاید ٹھیک اسی وقت کاکا کی ماورائی قوتوں نے اس کے ذہن پر اپنا تسلط جما لیا۔ زرنجن لال کے چہرے کے تاثرات یکلخت بدل گئے۔ اس نے کسی روبوٹ کے انداز میں دراز کھول کر ایک لمبی سی چابی نکالی۔ خاموشی سے چلتا ہوا تجوری کے قریب گیا پھر اس سے اس نے میری مطلوبہ رقم نکال کر نہایت شرافت سے ایک لفافے میں بند کر کے میرے سامنے رکھ دی اور چپ چاپ کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

"انکل ۔۔۔۔" میں نے اسے چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "اب شاید آپ نے مجھے پہچان لیا ہو گا کہ میں کون ہوں؟"

"ہاں ۔۔۔۔ تم ۔۔۔۔" زرنجن لال نے خوابیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"شہباز ۔۔۔۔" اسی لمحے کی کاکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "بے پرواہ مت کرو، رقم کا لفافہ اٹھاؤ اور جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے نکل جاؤ۔ میں نے تمہاری واپسی کے راستوں پر ایسے پردے ڈال دیے ہیں کہ کسی کو تمہارے جانے کی خبر بھی نہیں ہو گی۔"

"لیکن سنتل ۔۔۔۔"

"بھول جاؤ اسے۔ میں نے اس کے ذہن کو بھی دھو کر صاف کر دیا ہے۔" کاکا نے کہا۔ "کوئی بھی اس بات کی گواہی نہیں دے سکتا کہ تم اس عمارت میں داخل بھی ہوئے تھے۔"

"تم نے زرنجن لال کو سزا دینے کے بارے میں کیا سوچا ہے۔" میں نے لفافہ اٹھا کر جیب میں رکھتے ہوئے سوال کیا پھر میں اپنی کرسی سے اٹھا ہی تھا کہ زرنجن لال کے شاندار آفس کا دروازہ ایک جھٹکے کے ساتھ کھلا اور اس کے ساتھ ہی میری آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

ایک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور انسپکٹر کے علاوہ چھ مسلح سپاہی رائفل تانے دندناتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

"ہینڈز اپ۔" ڈی ایس پی کی کرخت آواز بازگشت بن کر گونجی۔ "اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ میں فائر کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔"

زرنجن لال بوکھلائے انداز میں اٹھا پھر اس کے دونوں ہاتھ مشینی انداز میں فضا میں بلند ہوتے چلے گئے۔ شاید کاکا نے اسی وجہ سے مجھے وہاں سے جلد از جلد نکل جانے کو کہا تھا لیکن اب وقت میرے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

ڈی ایس پی اور اس کے کارندوں کے تیور بے حد خطرناک نظر آ رہے تھے اس لیے غیر اختیاری طور پر میرے ہاتھ بھی فضا میں بلند ہوتے چلے گئے۔ اس کے سوا میرے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔

حالات نے یک لخت ہی ایسی صورت اختیار کی تھی کہ زرنجن لال کے ساتھ میں بھی پھنس گیا تھا۔ کاکا کی پراسرار قوت نے شاید آنے والے خطرے کو بھانپ لیا تھا اسی لیے اس نے مجھے وہاں سے جلد از جلد نکل جانے کو کہا تھا لیکن مجھے دیر ہو چکی تھی اور اب پولیس کی مسلح نفری کو ڈاج دینا میرے اختیار کی بات نہیں تھی۔

ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے تیور بہت خطرناک نظر آ رہے تھے۔ اس کی عدد آتشیں اسلحے ہماری جانب اٹھے ہوئے تھے۔ ہماری ایک سی لغزش بھی ہمیں گولیوں سے چھلنی بنا دینے کے لیے کافی تھی۔ میں نے زرنجن لال کی جانب دیکھا۔ وہ بھی اس اچانک افتاد سے بوکھلا گیا تھا لیکن اب وہ آہستہ آہستہ نارمل ہو رہا تھا۔ اسے اپنی

برتری اور کروڑ پتی ہونے کا احساس ہوا تو اس نے ریوالور اور رائفلوں کی پروا کیے بغیر اپنے ہاتھ نیچے گرا لیے۔ اس کے چہرے پر کھچاؤ کی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ شاید اسے پولیس پارٹی کا اس طرح بغیر اجازت لیے اندر داخل ہونا اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ ایک کامیاب تاجر تھا۔ اس کی رسائی آئی جی اور منسٹروں تک تھی۔ آئے دن پارٹیوں میں وہ ملک کے سربر آوردہ لوگوں سے ملتا جلتا تھا۔ اس کی پی آر (Public Relationing) ہی کی وجہ سے بڑے بڑے آفیسر اس کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کرنے سے کتراتے تھے۔ اس کی ساکھ بہت مضبوط تھی لیکن اس وقت حالات نے اسے گڑبڑا دیا تھا۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی اکثر وہ شکاری جو صرف آدم خور درندوں کو شکار کرنے کے عادی ہوتے ہیں وہ نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو کر ایک حقیر چوہے سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔

زرنجن لال کو بہت جلد اپنی حیثیت کا احساس ہو گیا۔ وہ ایک منٹ پہلے مجرموں کی طرح دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے عجیب مضحکہ خیز دکھائی دے رہا تھا لیکن اب اس کے چہرے کے تاثرات بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے تھے۔ وہ بڑی حقارت بھری نظروں سے پولیس پارٹی اور اس کے سربراہ کو گھور رہا تھا۔

"تم ۔۔۔۔" اچانک سکوت کا سینہ چیرتی ہوئی اس کی رعب دار آواز کمرے میں گونجی۔ وہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سے مخاطب تھا۔ "تمہیں اس انداز میں بغیر اجازت کے میرے آفس میں داخل ہونے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

"میرا نام سراج ہے ۔۔۔۔ سراج احمد۔" ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے مرعوب ہوئے بغیر کہا۔ "وہ لوگ جو جرائم کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ سراج احمد بک جانے والے آفیسروں میں سے نہیں ہے۔ قانون کی پیروی کرنا اور جرائم پیشہ افراد کی بیخ کنی میرے فرائض منصبی میں داخل ہے اور کسی مجرم پر ہاتھ ڈالتے ہوئے میں نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ وہ کتنا صاحب حیثیت اور کتنا قد آور ہے۔ مجرم ہر حال میں مجرم ہی کہلاتا ہے۔"

"جانتے ہو تم اس وقت کس سے بات کر رہے ہو۔" زرنجن لال نے اسے حقارت سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"اپنے شہر کے ایک کروڑ پتی تاجر سے جس کی پرواز بہت بلند ہے لیکن اس وقت وہ ایک مشتبہ شخص کی طرح میرے سامنے بے بس کھڑا ہے۔"

"تم اپنی اوقات بھول رہے ہو۔" زرنجن لال کسی زخمی درندے کے مانند غرایا۔ "میری ایک فون کال ملازمت سے تمہاری برطرفی کا کارن بن سکتی ہے۔"

"میں نے آج تک کبھی ادھار ہاتھ مارنے کی کوشش نہیں کی۔" سراج احمد نے ودنگ لہجے میں جواب دیا۔ "تم اگر کسی کو فون کرنا چاہتے ہو تو اپنے دل کی یہ حسرت بھی پوری کر لو ۔۔۔۔ لیکن ہیروئن کی اس بھاری مقدار کے بارے میں کیا جواب دو گے جو تمہارے بزنس مینیجر مسٹر شکلا کے کمرے سے برآمد ہوئی ہے۔ تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی بتا دوں کہ شکلا تحریری طور پر اپنے جرم کا اقرار کر چکا ہے۔"

"کیا اس نے میرا نام بھی لیا ہے۔" زرنجن لال کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ مجھے یہ اندازہ لگانے میں غلطی نہیں ہوئی کہ زرنجن لال وہ خبر سن کر چونکا ضرور تھا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ ہیروئن کے کاروبار میں براہ راست ملوث نہیں ہے۔

"نہیں ۔۔۔۔" ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "شکلا نے تمہارا نام نہیں لیا لیکن میں نے اس سلسلے میں تمہارا بیان اس لیے لینا ضروری سمجھا ہے کہ ہیروئن تمہارے آفس کے ایک کارندے کے پاس سے برآمد ہوئی ہے۔"

"میرا اس ناجائز اور بیہودہ کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" زرنجن لال تیوری پر بل ڈال کر بولا۔ "تم چاہو تو شکلا کو اریسٹ کر کے لے جا سکتے ہو، اصلیت کیا ہے اس کا جواب میرا وکیل عدالت میں دے گا۔"

"لیکن اس کے باوجود مجھے تمہارا بیان لینا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ شبہے کے طور پر تمہارے اس خوبصورت آفس کے فرنیچر اور الماریوں کو بھی تھوڑا بہت ڈسٹرب کرنا پڑے گا۔"

"سوچ لو ۔۔۔۔ تمہارا یہ قدم تمہارے ہوش کو تباہ بھی کر سکتا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ انسان جب جان بوجھ کر سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالتا ہے تو اسے ڈس لیے جانے کا خطرہ بھی لاحق ہوتا ہے۔" سراج احمد نے بے پروائی سے جواب دیا پھر بولا۔ "ایک بات کا اندازہ شاید تمہیں بھی ہو گا زرنجن لال جی ۔۔۔۔ شیشے میں ایک بار بال آ جائے تو پھر ہمیشہ اپنا نشان قائم رکھتا ہے۔ دانشمندی اسی میں ہے کہ تم میرے ساتھ تعاون کرو ورنہ کل صبح کو شائع ہونے والے اخبارات تمہاری بنی بنائی ساکھ کی دھجیاں اڑا دیں گے۔"

"تم ۔۔۔۔ تم دوشواس کرو۔" زرنجن لال اخبار کا حوالہ سنتے ہی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ "میرا اس ہیروئن سے کوئی تعلق نہیں جو تم نے شکلا کے دفتر سے برآمد کی ہے۔"

"گڈ ۔۔۔۔ مجھے یقین تھا کہ تم قانون کی راہ میں روڑے اٹکانے کی کوشش نہیں کرو گے۔" پھر سراج اور اس کے آدمیوں نے زرنجن لال کا پورا آفس کھنگال ڈالا لیکن وہاں سے کوئی قابل گرفت شے برآمد نہیں ہوئی پھر جب زرنجن لال سراج کو اپنا بیان لکھوا رہا تھا کاکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"کیا مرضی ہے تمہاری ۔۔۔۔ زرنجن لال کو الجھا دوں یا شاکر

دوں۔"

"میرا خیال ہے کہ بات اگر صرف شکا کی ذات تک محدود رہے تو کافی ہے۔ دوسری صورت میں نرنجن لال کی بنی بنائی عزت خاک میں مل جائے گی۔"

"میرا من گواہی دے رہا تھا کہ تمہارا جواب یہی ہوگا۔" کاکا نے کہا پھر تیزی سے بولی۔ "میں نے تمہارے اور دوسروں کے بیچ جو پردے تانے تھے وہ ابھی تک برقرار ہیں لیکن تم اب یہاں سے جتنی جلدی نکل جاؤ اتنا ہی اچھا ہوگا۔" کاکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم سراج کو نہیں جانتے لیکن کاکا اس کے من کے اندر جھانک کر دیکھ چکی ہے۔ وہ ایک سچا اور ایماندار آفیسر ہے۔ مجھے اسے قابو کرنے میں بھی کچھ سے بہلاو کرنا ہوگا ورنہ تمہارے نرنجن انکل کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

"ہاں..... میں بھی چاہتا ہوں کہ بات زیادہ آگے نہ بڑھے تو اچھا ہے۔"

"نہیں بڑھے گی لیکن تم اب یہاں سے چلے جاؤ۔"

میں نے جواب میں نرنجن لال کی سمت دیکھا جو بدستور سراج احمد کو اپنا بیان لکھوانے میں مصروف تھا پھر تیزی سے پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا گیٹ کی طرف چل دیا۔

*

والد صاحب میز پر پڑی ایک لاکھ باسٹھ ہزار کی رقم کے بجائے میری طرف ایسی چبھتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے جیسے میں وہ رقم کہیں سے چرا کر لایا ہوں۔ ابھی تک میرے اور ان کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ البتہ جس وقت میں نے نوٹ کی گڈیاں جیب سے نکال کر میز پر ڈالی تھیں اس وقت میری والدہ بھی چونکے بغیر نہیں رہ سکی تھیں۔ والد صاحب اس وقت حسب معمول لان میں بیٹھے اخبار کے مطالعے میں مصروف تھے اور والدہ ان کے لیے چائے بنا رہی تھیں۔ ناشتے کے بعد اخبار کے مطالعے کے دوران بھی ایک دو کپ چائے پینا ان کی پرانی عادت تھی۔

نوٹوں کی گڈی دیکھتے ہی انہوں نے اخبار ایک طرف رکھ دیا تھا اور مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورتے جا رہے تھے۔ انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا لیکن ان کی نگاہیں ایک دیانتدار اور بااصول ریٹائرڈ ڈی آئی جی کی نگاہیں تھیں جن میں بے شمار سوالات نظر آ رہے تھے۔ ان نگاہوں میں حیرت بھی تھی اور باز پرس بھی۔

"ایک کپ چائے میں بھی پیوں گا۔" میں نے بے پروائی سے میز کی ایک خالی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ والد صاحب کے ذہن میں یہ بات بھی نہ آئی ہوگی کہ وہ مع منافعے کے ان کی تقریباً "ڈوبی ہوئی رقم" تھی۔ نرنجن لال جو ان کے ان گنت تقاضوں کے باوجود روپے کی واپسی میں لیت و لعل برت رہا تھا اور دفتر میں ہوتے ہوئے بھی ملنے سے گریز کرتا رہا تھا وہ اس رقم کو مع منافعے کے بھی ادا کر سکتا تھا۔ یہ بات ان کے فرشتوں کے ذہن میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ شاید اسی لیے ان کی تجربہ کار نگاہیں میرے دل کا بھید جاننے کے لیے مضطرب نظر آ رہی تھیں۔ ممکن ہے ان کے ذہن کے کسی گوشے میں ایک خیال یہ بھی کلبلایا ہو کہ میں نے وہ رقم ملازمت کے دوران بالائی آمدنی کے طور پر جمع کی ہو بہرحال میں اس وقت ان کی کیفیت سے دل ہی دل میں محظوظ ہو رہا تھا۔

"یہ رقم کیسی ہے؟" پہلے ماں نے سوال کیا۔

"سب اصلی نوٹ ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "پورے ایک لاکھ اور باسٹھ ہزار۔"

"کہاں سے آئی یہ رقم؟" والد صاحب نے مدھم گرجدار انداز میں دریافت کیا۔ اس مدھم آواز کے اندر بھی میں نے ایک سخت گیر اور ایماندار پولیس آفیسر کی گرج محسوس کی تھی۔

"میں لایا ہوں۔" میں نے مختصراً جواب دیا تو والد صاحب کے چہرے کے نقوش کچھ اور تیکھے ہو گئے۔ قدرے برہمی سے بولے۔

"میں نے پوچھا تھا کہ کہاں سے آئی ہے یہ رقم؟" ان کے لہجے میں شبہے کی ہلکی سی آمیزش بھی شامل تھی۔

"انکل نرنجن لال سے لایا ہوں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "نوے ہزار اصل اور بہتر ہزار دس پرسنٹ منافع میرے حساب سے آٹھ سال کے منافعے کو شامل کر کے رقم یہی بنتی ہے جو آپ کے سامنے موجود ہے۔"

"تم گئے تھے اس کے دفتر؟"

"جی ہاں۔"

"اور اس بدذات نے جو مجھے اصل دینے سے بھی کتراتا تھا تمہیں منافعے سمیت رقم لوٹا دی۔" والد صاحب کی تیز نگاہیں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"جی ہاں۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو۔"

"جی ہاں۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا بہرحال میں اس سے یہ بات معلوم کروں گا کہ اس بے غیرت کی غیرت اچانک کس طرح جاگ اٹھی۔" والد صاحب نے نوٹوں کی گڈی کو گھورتے ہوئے کہا۔ اچانک مجھے کاکا کی بات یاد آگئی۔ اس نے کہا تھا کہ پولیس میرے بچاؤ کی خاطر اس نے اپنی پراسرار قوت سے نہ صرف سب کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی بلکہ ان کے ذہن اس طرح دھو ڈالے تھے کہ کسی کو میرے وہاں جانے کے بارے میں کوئی علم ہی نہیں تھا۔ ایسی صورت میں والد صاحب اور

نرنجن لال کے درمیان ہونے والی گفتگو میرے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی تھی چنانچہ میں نے کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ نرنجن لال کے خیال کو ذہن سے کھرچ ڈالیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ آپ سے اب کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔"

"تو میں اس حرامزادے سے کون سا تعلق رکھنا پسند کرتا ہوں۔" والد صاحب کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"بات کو حالات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کیجیے۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "آپ ایک تجربہ کار پولیس آفیسر رہ چکے ہیں اور آپ کے تجربوں کی روشنی میں میں نے بھی چند برس پولیس کی ملازمت کی ہے۔ گھی جب سیدھی انگلیوں سے نہ نکلے تو انہیں کبھی کبھی ٹیڑھا بھی کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ مجھے بھی نرنجن لال کے ساتھ اسی پالیسی پر عمل کرنا پڑا تھا۔ اس نے میرے تاؤ دلانے پر رقم مع منافعے کے تجوری سے نکال کر میرے سامنے پھینک دی پھر بڑی فرعونیت سے بولا کہ آئندہ وہ ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔"

"جہنم میں گیا وہ اور بھاڑ میں گیا اس کا تعلق؟" والدہ نے چائے کا کپ بنا کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا پھر والد صاحب سے بولیں۔ "لعنت بھیجیے آپ بھی اس پر..... اچھا ہے خس کم جہاں پاک۔ وہ ذات کا بنیا اور ہم پٹھان بھلا ہمیں اس کے ساتھ کون سی رشتے داری قائم کرنی ہے۔"

والد صاحب نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا وہ ایک تجربے کار پولیس آفیسر تھے شاید ابھی تک میرے بیان کی صحت پر غور کر رہے تھے۔ کبھی وہ نوٹوں کی گڈی کو دیکھنے لگتے اور کبھی میری جانب۔ "ڈوبی ہوئی رقم اور وہ بھی منافعے کے ساتھ" میرے خیال میں یہی ایک جملہ ان کے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔

"کس سوچ میں گم ہو گئے۔" امی نے کہا۔ "چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

"کچھ..... ہاں۔" والد نے چونکتے ہوئے کہا پھر چائے کا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ ایک دو گھونٹ لینے کے بعد بولے۔ "تم نے آئندہ کے لیے کیا سوچا ہے؟ میرا مطلب ہے کوئی دوسری ملازمت کرنے کا ارادہ ہے یا.....؟"

"فی الحال میں نے کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا لیکن میرا خیال ہے کہ کوئی بزنس کروں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا خیال ہے۔ ملازمت پھر ملازمت ہوتی ہے اور تجارت میں انسان خود اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے۔"

"کاروبار کون سا کرو گے؟" والدہ نے دریافت کیا۔

"امپورٹ ایکسپورٹ کا۔" میں نے چائے کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"نہایت مناسب خیال ہے تمہارا لیکن اس کے لیے تمہیں شروع شروع میں دن رات محنت کرنا پڑے گی۔" والد صاحب نے کہا۔ "ویسے مجھے یقین ہے کہ تم ایک کامیاب تاجر ثابت ہو گے۔"

"آمین....." والدہ نے ممتا کے جذبوں سے مغلوب ہو کر چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"آفس کے لیے کوئی جگہ وغیرہ دیکھی ہے؟"

"ایک دو روز بعد اس کی تلاش بھی شروع کروں گا۔"

"اندازاً" شروع شروع میں تمہیں کتنے سرمائے کی ضرورت ہو گی۔" والد صاحب نے کہا۔ "یوں تو کام چھوٹے پیمانے پر بھی شروع کیا جا سکتا ہے لیکن میرا مشورہ ہے تم بڑے پیمانے پر کاروبار کی ابتدا کرو۔ کامیابی یا ناکامی مقدر کی بات ہوتی ہے لیکن مجھے اس بات کا کامل یقین ہے کہ انسان اگر نیک نیتی اور دیانتداری سے کوئی کام کرے تو اسے اس کا پھل ضرور ملتا ہے۔"

"خدا نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا۔" والدہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا دیتے ہوئے کہا۔ پھر بڑی دیر تک میرے اور والد صاحب کے درمیان کاروبار کے سلسلے میں گفت و شنید کا سلسلہ جاری رہا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ انہوں نے نرنجن لال کو ذہن سے نکال دیا تھا۔

دس بارہ روز کی تگ و دو اور بھاگ دوڑ کے بعد مجھے ایک تجارتی مرکز میں تین کمروں پر مشتمل ایک آفس مل گیا۔ میں نے

فوری طور پر تین ملازم بھی رکھ لیے۔ ایک کا نام عابد تھا جو ایک مشہور مقامی فرم میں دس سال کام کر چکا تھا۔ میں نے اسے مارکیٹنگ کی خاطر آؤٹ ڈور کام پر تعینات کر دیا۔ دوسرا وارثی تھا اسے بھی کم و بیش سات سال کا تجربہ تھا۔ اسے میں نے آفس ٹھونٹھو اور پارٹیز سے لین دین اور خط و کتابت کا شعبہ سونپ دیا۔ تیسری شخصیت عارفہ کی تھی جو میری پرسنل سکریٹری اور اسٹینو گرافر تھی۔ اس سے قبل وہ دو سال ایک انگلش فرم کے ساتھ کام کر چکی تھی۔ غرضیکہ ایک ماہ کے مختصر عرصے میں میں نے اپنا کام جما لیا اور بیرونی منڈیوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ شروع شروع میں میں نے ریڈی میڈ گارمنٹس سے کام کی ابتدا کی۔ عابد نے خاص طور پر میری بہت مدد کی۔ اسے بیرونی منڈیوں کے ایسے پتے بھی معلوم تھے جہاں ریڈی میڈ گارمنٹس اور اسمال انڈسٹریز کی دوسری اشیا کی کھپت ممکن تھی۔ وارثی نے شب و روز محنت کر کے خط و کتابت کے ذریعے کئی ایسے کلائنٹس بنائے تھے جو ہمارے ساتھ تجارت کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ میں نے اپنی پالیسی میں اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ کاروبار زیادہ سے زیادہ پھیلے خواہ منافع کم ہی کیوں نہ ملے۔ اپنے اسٹاف کو میں نے منہ مانگی تنخواہ دی تھی اس لیے وہ میرے لیے پوری تندہی سے کام کر رہے تھے۔

والد صاحب نے کاروباری امور کے لیے مجھے دل کھول کر روپے دینے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے بڑی خوبصورتی سے ان کی پیش کش قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ میں خود اپنی صلاحیت اور اپنی قوت بازو کو آزمانا چاہتا تھا چنانچہ میں شب و روز اپنی مصروفیات میں الجھا رہتا تھا۔ میں نے کچھ ایسے آجر بھی پیدا کر لیے تھے جو صرف میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے بازاری ریٹ کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی مطالبہ کیا تھا جسے میں نے اس شرط پر قبول کر لیا تھا کہ وہ جو کام میری فرم یعنی شہباز انٹرپرائز کے لیے کریں گے وہ کسی اور کے لیے کسی قیمت پر نہیں کریں گے۔ میں نے ہر شعبے کے فرد کو چونکہ اس کے کام کے سلسلے میں مکمل آزادی اور اختیار دے رکھا تھا اس لیے ہر فرد میرے ادارے کو اپنا ادارہ سمجھ کر کام کرنے میں مصروف تھا۔

میرے ساتھ کالکا کی پراسرار قوت بھی تھی اس نے ایک بار مجھ سے شکایت بھی کی کہ میں اس کے ہوتے ہوئے بھی دن رات دوڑ دھوپ میں لگا رہتا ہوں۔ اس نے کہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو وہ راتوں رات مجھے نرنجن لال کی صف میں کھڑا کر سکتی ہے لیکن میں نے اسے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مجھے جب بھی اس کی ضرورت پڑی میں اس کے مدد لینے سے دریغ نہیں کروں گا۔

کاروبار شروع کرنے کے چھ ماہ کے اندر اندر مجھے خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ میرے پاس اچھے خاصے آرڈر جمع ہو گئے تھے جن میں سے بیشتر کی تکمیل ہو چکی تھی اور باقی زیر تکمیل تھے۔ یہاں اس بات کا اعتراف کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے پاس سرمائے کی کمی نہ ہوتی تو میں چھ ماہ کے مختصر عرصے میں خاصے بڑے پیمانے پر کام کر سکتا تھا اور اپنے فرم کی ساکھ مستحکم کر سکتا تھا لیکن مجھے اس کا کوئی غم نہیں تھا بلکہ خوشی اس بات کی تھی کہ میری محنت رنگ لا رہی تھی۔ جن کاروباری لوگوں اور بیرونی منڈیوں کے تاجروں سے میرے تعلقات استوار ہوئے تھے ان کی بنیادیں ٹھوس اور مستحکم تھیں۔ میں نے کاروباری امور میں بھی محنت، دیانت اور ایمانداری کو اپنا پہلا اصول رکھا تھا اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ جو لوگ میرے ساتھ میرے دفتر میں کام کر رہے تھے وہ بھی ان ہی اصولوں پر کاربند تھے اور مجھے کبھی انہیں سمجھانے بجھانے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔

ایک سال کی مدت میں میرا کاروبار اتنا پھیل گیا کہ مجھے اپنا اسٹاف بھی بڑھانا پڑ گیا۔ والد صاحب اور والدہ کو بھی اس بات کی بے حد خوشی تھی کہ اب میں اپنی انتھک کوشش کی وجہ سے اپنے پیروں پر آپ کھڑا ہونے کے قابل ہو گیا تھا۔ ایک سال کے منافع کی شرح کو دیکھتے ہوئے میں نے اپنے اسٹاف کی تنخواہ بھی بڑھا دی جس نے ان کی کارکردگی کو دوچند کر دیا۔

ایک روز میں اپنے دفتر میں بیٹھا ایک اہم فائل کے مطالعے میں مصروف تھا کہ عابد تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔

"خیریت تو ہے۔" میں نے فائل سے نظر اٹھا کر اس کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔ "آج خلاف توقع بہت زیادہ خوش نظر آ رہے ہو ورنہ تمہارے اوپر تو ہمیشہ کام، کام اور کام کا جنون سوار رہتی ہے۔"

"سر...... میں آپ کے لیے ایک بہت بڑی اور نہایت اہم خوش خبری لایا ہوں۔"

"میرے لیے یا فرم کے لیے۔" میں نے مسکرا کر دوستانہ انداز میں سوال کیا۔

"فرم کے لیے سر!"

"پھر وہ خوش خبری صرف میرے لیے کیسے ہو گئی؟ اس فرم میں تو تم سب کا کنٹری بیوشن شامل ہے۔ اس لیے یہ کہو کہ تم جو خوش خبری لائے ہو وہ ہم سب کے لیے ہے۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی سر ورنہ......"

"اب تکلفات کی باتیں چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ کیا خبر لائے ہو؟" میں نے عابد کی بات کاٹتے ہوئے سوال کیا۔

"سر...... ہمیں ریڈی میڈ گارمنٹس اور کچھ اسمال انڈسٹریز سے متعلق آئٹم کا ایک بہت بڑا آرڈر ملا ہے اور اگر یہ کام مل گیا تو ہماری فرم کو لاکھوں کا منافع ہو گا۔"

"تمہیں اس بات کا شبہ کیوں ہے کہ ہم اس کام کو سرانجام نہ دے سکیں گے۔" میں نے پوچھا۔

"ہمیں مال خریدنے اور سپلائی کرنے کے لیے فوری طور پر تقریباً ایک کروڑ روپے کی ضرورت ہو گی اور میرے حساب سے ڈیڑھ ماہ کے اندر اندر ہمیں تقریباً اٹھارہ سے بیس لاکھ کی آمدنی متوقع ہے۔"

"مال سپلائی کرنے کی آخری تاریخ کیا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہمیں زیادہ سے زیادہ بیس روز کے اندر اندر مال روانہ کر دینا ہو گا۔"

"فرم کا اکاؤنٹس میں اس وقت کتنا بیلنس ہے؟"

"تقریباً آٹھ دس لاکھ ہوں گے۔"

"آئی سی۔" میں نے کہا۔ "گویا ہمیں پورے ایک کروڑ کا بندوبست کرنا ہو گا۔"

"میں نے بینک سے معلوم کیا تھا جناب؟" عابد نے میرے اگلے سوال کو قبل از وقت بھانپتے ہوئے کہا۔ "مگر ہماری فرم کی ساکھ ابھی اتنی مستحکم نہیں ہوئی ہے کہ بینک سے اوورڈرافٹ مل سکے۔"

"پھر......"

"سود پر قرضہ لیا جا سکتا ہے لیکن اس طرح منافع کی شرح خاصی کم ہو جائے گی۔"

"نہیں......" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "میں سود پر کوئی کاروبار کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

"پھر تو یہ آرڈر ہماری فرم کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"تم پریشان مت ہو۔" میں نے کہا۔ "ابھی ہمارے پاس بیس روز کی مہلت باقی ہے۔ میں اس عرصے میں روپے حاصل کرنے کی کوئی سبیل نکالتا ہوں اور تم مقامی فرموں سے مال سپلائی کرنے کی بات طے کرو۔"

"رائٹ سر......" عابد چلا گیا تو میں ایک کروڑ کی رقم کے بارے میں سوچنے لگا۔ اتنی رقم میں والد صاحب سے بھی لے سکتا تھا۔ اس رقم کے عوض ملنے والا منافع خاصا چارمنگ تھا لیکن کاروبار کرنے والے جانتے ہیں کہ کاروبار میں اکثر ایسے نشیب و فراز بھی رونما ہوتے رہتے ہیں جو ایک شخص کو راتوں رات کروڑ پتی بھی بنا دیتے ہیں اور بھکاری بھی۔ میرے سامنے ایک ایسی فرم کی مثال بھی موجود تھی جس نے کروڑوں کا مال بیرونی منڈی میں سپلائی کیا تھا لیکن برآمد شدہ مال چونکہ فراہم کردہ سیمپل (sample) کے معیار سے کم تر درجہ کا تھا اس لیے اسے ریجیکٹ کر دیا گیا اور نتیجے کے طور پر وہ کمپنی جس کا طوطی بولتا تھا ایک ہی جھٹکے میں دیوالیہ ہو گئی اور اسے اپنا مال مقامی منڈی میں لاگت سے بھی کم قیمت پر فروخت کرنا پڑا۔ خدانخواستہ کوئی ایسی صورت میرے ساتھ بھی پیش آ سکتی تھی اور مجھے والد صاحب کے سامنے شرمندگی کا سامنا ہو سکتا تھا لہٰذا

میں نے والد صاحب یا کسی قریبی رشتے دار سے مطلوبہ رقم حاصل کرنے کا خیال سرے سے رد کر دیا۔

تین روز تک ایک کروڑ کی رقم کا سوال میرے ذہن پر مسلط رہا۔ مجھے بیس لاکھ کے ہونے والے منافع کی اتنی فکر نہیں تھی جتنا خیال اس بات کا لاحق تھا کہ مطلوبہ آرڈر نہ سپلائی کرنے کی صورت میں میری بزنس کی بنتی ہوئی ساکھ کو شدید دھچکا لگ سکتا تھا۔

چوتھے روز میں دفتر سے نکلا تو میری ملاقات اپنے کالج کے زمانے کے ایک دیرینہ دوست ندیم سے ہو گئی جو ایک بہت بڑے باپ کا بیٹا تھا۔ اس کے والد یوں تو اعلیٰ سرکاری آفیسر تھے لیکن ان کے پاس دولت کی اتنی فراوانی تھی کہ ندیم طالب علمی کے زمانے میں بھی قیمتی اور نئی نئی گاڑیوں میں کالج آتا تھا۔ کالج میں اس کی شناسائی بہت سارے طلبہ اور طالبات سے تھی اس کے دوستوں کا سرکل ضرورت سے کچھ زیادہ ہی وسیع تھا لیکن طبیعت کی ہم آہنگی کی وجہ سے وہ مجھ سے اوروں کے مقابلے میں زیادہ قریب تھا۔ چنانچہ آٹھ دس سال گزر جانے کے بعد بھی جب اس نے مجھے دیکھا تو اسی بے تکلفی اور اپنائیت سے ملا جیسے پہلے ملا کرتا تھا اس وقت بھی وہ ایک نئے ماڈل کی شارمنٹ کار میں بیٹھا تھا۔

ہمارے درمیان سڑک پر کھڑے ہی کھڑے بڑی دیر تک بے تکلفی کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی پھر وہ زبردستی مجھے اپنے ساتھ گھسیٹ لے گیا مجھے مجبوراً اپنی گاڑی ڈرائیور کے ساتھ گھر بھیجنی پڑی۔ شام کی چائے ہم نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں پی۔ ہمارے درمیان بہت دیر تک کالج کے زمانے کا تذکرہ رہا پھر ندیم نے پوچھا۔

"شادی کر چکے ہو یا نہیں؟"

"ابھی تک تو نہیں۔"

"گڈ۔۔۔" ندیم نے بے تکلفی سے کہا۔ "جب تک انسان تنہا رہے زیادہ آزاد ہے۔ ایک سے دو ہونے کے بعد اس کی تمام آزادی سلب ہو کر رہ جاتی ہے اور پھر جب ویسے ہی انسان کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے تو شادی بیاہ کے جھمیلوں میں کون پڑے۔"

"اوہ۔۔۔ گویا تم اب بھی اونچی ہواؤں میں اڑنے پھرنے کے قائل ہو۔"

"اور آج تمہیں بھی اپنی اس دنیا کی سیر کراؤں گا جہاں ہر طرف زندگی ہی زندگی بکھری نظر آتی ہے۔"

"لیکن۔۔۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔" وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولا۔ "اتنے عرصے بعد ملنے کی سزا تو تمہیں اب ہر حال میں بھگتنی پڑے گی۔ بارہ ایک بجے رات سے پہلے تو تمہاری چھٹی ہوتی نہیں۔ ہو سکتا ہے اس سے زیادہ وقت بھی لگ جائے۔"

میں نے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ میرے پاس ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

"اور سناؤ آج کل کیا کر رہے ہو؟"

"شہباز انٹرپرائز کے نام سے ایک چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔"

"اتنی جلدی کمانے کھانے کی فکر پالنے کی کیا ضرورت تھی۔" ندیم نے برا سا منہ بنا کر کہا پھر ایک آنکھ دباتا ہوا بولا۔ "ابھی تو تمہارے کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔ ان دنوں کی قدر کرو مائی ڈیئر ٹائم از منی (Time is money) ایک بار یہ دولت ہاتھ سے نکل جائے تو پھر واپس لوٹ کر نہیں آتی جسٹ انجوائے اٹ۔"

وہ ابھی تک بالکل نہیں بدلا تھا بالکل اسی انداز میں لاابالی پن کا مظاہرہ کر رہا تھا جیسا کالج کے زمانے میں کیا کرتا تھا۔ "دولت کو دونوں ہاتھ سے لٹاتا جا" اس کی پالیسی تھی۔ بیرے کو چائے کا بل ادا کرتے وقت بھی اس نے پچاس کا ایک کرارا نوٹ بطور ٹپ اس طرح دیا تھا جیسے اس کی نگاہوں میں پچاس کے نوٹ کی کوئی اہمیت نہ ہو۔ ایک لمحے کو میرے دل میں خیال آیا کہ بزنس کے سلسلے میں اپنی مطلوبہ رقم کا ذکر ندیم سے کروں وہ معنوی اعتبار سے بھی دوست اور رفیق تھا اور مجھے معلوم تھا کہ اگر وہ چاہتا تو ایک کروڑ کی رقم بھی مجھے کسی نہ کسی طرح فراہم کر سکتا تھا لیکن پھر میرے ضمیر کو یہ بات گوارا نہیں ہوئی کہ میں اس کے سامنے دست سوال دراز کروں۔

ہوٹل سے باہر نکل کر ہم گاڑی میں بیٹھے تو شام کے سائے پھیل کر تاریکی میں مدغم ہو گئے تھے۔ برقی قمقموں نے جگمگانا شروع کر دیا تھا۔ میں نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی تو آٹھ بج رہے تھے۔

"پلیز شہباز۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "اب اگر تم نے گھڑی کی سمت نظر ڈالی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

"او کے۔" میں نے مذاقاً جواب دیا۔ "اب میں تمہیں برا کہنے کی حماقت بھی نہیں کروں گا۔"

"گڈ۔ اچھے بچے اسی طرح بڑوں کا احترام کرتے ہیں۔" ندیم نے بزرگانہ انداز اختیار کیا پھر معنی خیز انداز میں بولا۔

"اب کہاں چلنے کا پروگرام ہے؟"

"جہاں تمہاری مرضی۔"

"مجرا وغیرہ سننے کا شوق ہے؟" ندیم نے بڑے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "ایک پرائیویٹ ڈانسر ہے جہاں ہر عام آدمی کی پہنچ نہیں ہو سکتی۔ یقین کرو کمبخت غضب کا ڈانس کرتی ہے۔ میں جب بھی اسے رقص کرتے دیکھتا ہوں تو مجھے اردو ادب سے کوئی

دلچسپی نہ ہونے کے باوجود جوش کی یاد ضرور آجاتی ہے۔ کیا غضب کی بات کہہ گیا ہے ظالم کہ رقص اعضا کی شاعری ہے۔ واہ۔"

"پلیز مجھے تو معاف ہی رکھو۔" میں نے کہا۔ "والد صاحب کو اگر بھنک بھی مل گئی تو کان پکڑ کر گھر سے نکال باہر کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔ پھر کسی اچھے کیسینو میں (casino) میں چلتے ہیں۔" ندیم نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ندیم۔۔۔۔۔۔ پلیز۔"

"اب تمہاری کوئی بات نہیں سنی جا سکتی۔ ویسے میں تمہارے والد کو جانتا ہوں بہت ایماندار اور فرض شناس آفیسر رہ چکے ہیں۔ اس لیے مجھے یقین ہے کہ کیسینو میں کم از کم ان کا کوئی قریبی دوست نہیں ہو سکتا۔"

میں نے لاکھ انکار کرنے کی کوشش کی لیکن میری ایک نہ چلی پھر تقریباً ایک گھنٹے تک یوں ہی سڑکوں کا چکر لگانے کے بعد میں ندیم کے ساتھ ایک ایسے کیسینو میں بیٹھا تھا جہاں زندگی کی رعنائیاں پورے شباب پر تھیں۔ وہاں کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ شراب کے جام بھی گردش میں تھے۔ خوبصورت اور شوخ و شنگ کال گرلز بھی تھیں جو اپنی مصنوعی اداؤں سے لوگوں کے دلوں کو گرما رہی تھیں۔ دولت کی فراوانی تھی۔ تقریباً ہر میز پر تاش کی گڈی کے ساتھ بڑے بڑے نوٹوں کے انبار نظر آ رہے تھے۔ ماحول میں سگریٹ، سگار اور سینٹ کی خوشبوؤں کی ملی جلی مہک بھی رچی بسی تھی۔ میں نے وہاں کچھ ایسے مانوس چہرے بھی دیکھے جو عام زندگی میں بڑے متقی اور پرہیزگار نظر آتے تھے لیکن اس وقت وہ بھی ہوش و حواس سے بیگانہ تھے اور وہاں کی رنگینیوں میں ہر زاویے سے غرق نظر آ رہے تھے۔

ندیم نے کیسینو میں قدم رکھا تو بے شمار نگاہوں نے اس کا استقبال کیا۔ خاص طور پر کال گرلز کے چہرے دمک اٹھے۔ شاید وہ ان کے لیے خاصی جانی پہچانی شخصیت میں شمار کیا جاتا تھا۔ مختلف لوگوں نے اسے اپنی میز پر بیٹھنے کی دعوت دی لیکن وہ سب کو مسکرا مسکرا کر ٹالتا رہا پھر وہ مغربی گوشے کی ایک میز پر جا کر خود ہی رک گیا جہاں چار آدمی پہلے سے موجود تھے۔ میز کے گرد کچھ کرسیاں خالی تھیں جس پر میں بھی ندیم کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ چاروں اس کے پرانے واقف کاروں میں سے تھے۔ ندیم نے باری باری ان سے میرا تعارف کرایا لیکن مجھے خوشی تھی کہ اس نے انہیں میرا اصلی نام نہیں بتایا۔

وہ چاروں بڑے بڑے سیٹھ اور ساہوکار تھے۔ عام زندگی میں وہی لوگ ایک ایک کوڑی کا حساب رکھنے کے عادی تھے لیکن اس وقت بڑے بڑے نوٹ نکال کر اس طرح میز پر ڈال رہے تھے جیسے وہ کرنسی نہیں ردی کاغذ کے ٹکڑے ہوں۔ چاروں ہی پینے میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے تھے۔ ندیم نے میری طرف دیکھا تو میں نے انکار میں سر ہلا دیا چنانچہ اس نے صرف ایک گلاس اپنے لیے منگا لیا۔

"کیوں؟" ایک مارواڑی سیٹھ نے میری طرف دیکھتے ہوئے ندیم سے پوچھا۔ "کیا تمہارا ساتھی اپن کے ساتھ شریک نہیں ہو گا۔"

"نہیں۔۔۔۔ یہ پہلے ہی سے فل ہے۔" ندیم نے کہا۔ "اپنا آج کا کوٹا پورا کر چکا ہے۔"

مجھے فلش کھیلنے میں کوئی زیادہ مہارت نہیں تھی نہ ہی کبھی مجھے اس کا شوق رہا تھا البتہ دوستوں کو کھیلتا دیکھ کر میں بھی اس کی ابجد سے تھوڑا بہت واقف ضرور تھا۔ شراب کے سلسلے میں تو ندیم نے بہانہ کر کے مجھے ایک گناہ سے بچا لیا لیکن پھر ان سب کے بار بار کے اصرار پر مجھے بھی فلش کھیلنے میں ان کا ساتھ دینا پڑا۔ اس وقت میرے دل کی کیا کیفیت تھی یہ مجھ میں ہی بہتر جانتا تھا۔ میرے پاس زیادہ روپے بھی نہیں تھے۔ دفتر سے نکلتے وقت میرے پرس میں دو تین ہزار روپے پڑے تھے جبکہ وہاں ایک ایک بازی میں ہزاروں اور لاکھوں کا الٹ پھیر ہو رہا تھا۔ میرے لیے ان کا ساتھ دینا تقریباً ناممکن تھا لیکن ان کے پیہم اصرار کے بعد انکار کی گنجائش بھی نہیں تھی۔ چنانچہ میں یہ سوچ کر شریک ہو گیا کہ جیب میں پڑی رقم ختم ہونے کے بعد کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے وہاں سے اٹھ لوں گا۔ ویسے بھی وہاں کے ماحول میں سانس لینا میرے لیے دوبھر ہو رہا تھا۔

بہرحال پتے بٹے اور چالیں شروع ہو گئیں۔ اس وقت میرے دل کی عجب کیفیت تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح ان لوگوں کو اس سے آگاہ کروں کہ میں ان کے ساتھ ایک بازی بھی نہیں کھیل سکتا تھا۔ بورڈ کی رقم سو روپے تھے جو میں نے بھی دوسروں کی طرح میز پر ڈال دی۔ پہلی چال میں سب نے دو دو سو روپے سے بلائنڈ کیا۔ دوسری چال میں بلائنڈ کی رقم دو سو سے بڑھ کر چار سو ہو گئی۔ تیسری چال میں میں نے پھر چار سو سے بلائنڈ کیا تو باقی پانچ آدمیوں نے پتے اٹھا لیے۔ ندیم نے پتے دیکھتے ہی پیک کر دیا لیکن جب باقی چار کھلاڑیوں نے آٹھ آٹھ سو کی چال چلی تو مجھے یقین ہو گیا کہ میں شاید ایک بازی بھی مکمل نہ کر پاؤں گا اور مجھے رقم نہ ہونے کی صورت میں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا چنانچہ صورت حال کے پیش نظر میں نے چوتھی چال میں چار سو کی بلائنڈ کی رقم بڑھا کر پانچ سو کر دی۔ اس مرتبہ دو کھلاڑی اور پتا پھینک گئے۔ ایک ابھی تک مقابلے پر موجود تھا۔ میرے پاس چونکہ رقم ختم ہونے والی تھی اس لیے میں نے تن بہ تقدیر پتا اٹھانے کے بجائے ایک بار پھر پانچ سو کا بلائنڈ کر دیا۔ اس بار میرا مدمقابل بھی میرے چہرے کی طرف

دیکھتا اور کبھی اپنے پتوں کی طرف' میں ڈر رہا تھا کہ اگر اس نے چال اور چل دی تو میرے پاس سوائے شرمندگی اٹھانے کے کوئی صورت باقی نہیں رہے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ آخری کھلاڑی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے ہزار روپے بورڈ پر ڈالے اور خود شو مانگ لی۔ میں نے دھڑکتے دل سے پہلا پتا الٹا جو پھول کا نہلا تھا۔ دوسرا پتا پھول ہی کا دہلا نکلا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں پھر میں نے تیسرا پتا پلٹا تو وہ حکم کا غلام تھا۔ میرے سامنے والے کھلاڑی نے اپنا پتا گڈی میں ملاتے ہوئے کہا۔

"یار ندیم..... یہ تمہارا دوست تو چھپا رستم نکلا۔"

پہلا بورڈ جب میں نے گیارہ ہزار سات سو کا اٹھایا تو میری ہمت کچھ بڑھ گئی لیکن میں بدستور محتاط انداز میں الٹا سیدھا کھیلتا رہا اور قسمت سے جیتتا بھی رہا۔ زیادہ تر میں بلائنڈ کر رہا تھا اور اتفاق سے میرے پتے بھی اچھے نکل رہے تھے پھر ایک بار جب مارواڑی سیٹھ نے جھلا کر شو کرانے کے بجائے اپنے دو چھکے گڈی میں ڈال دیے اور میں نے بیگم بیش پر تقریباً" اسی ہزار کا بورڈ سمیٹا تو وہ تلملا کر رہ گیا۔

"سالا اپن کی تو آج قسمت ہی خراب ہے۔"

"غلطی تمہاری تھی سیٹھ۔" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو کم از کم شو ضرور کراتا۔"

مارواڑی سیٹھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ چونکہ جھلا گیا تھا اس لیے بڑی بڑی رقمیں ہارنے لگا۔ رات کو تقریباً" ڈیڑھ بجے کھیل ختم ہوا تو میں پچھتر لاکھ کی رقم کی جیت چکا تھا۔ ندیم نے بھی میرے اندازے کے مطابق کوئی دو تین لاکھ روپے جیتے تھے۔ باقی تین کھلاڑی قریب برابر ہی چھوٹ گئے تھے۔ البتہ مارواڑی سیٹھ لگ بھگ ایک کروڑ کی رقم سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ میں ندیم کے ساتھ واپس ہوا تو اس نے کہا۔

"یار شہباز تو تو چھپا رستم نکلا' ایک ہی نشست میں اتنا لمبا ہاتھ مار دیا۔"

"ایک بات کہوں یقین کرو گے۔"

"کہو۔"

"آج میں نے زندگی میں پہلی بار جوا کھیلا ہے۔" میں نے اسے حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور جس وقت تم لوگوں نے مجھے کھیلنے پر مجبور کیا تھا اس وقت میرے پرس میں دو تین ہزار سے زیادہ رقم بھی نہیں تھی۔ اسی لیے میں مجبوراً" پتا اٹھانے کے بجائے بلائنڈ پر گزارہ کر رہا تھا۔"

"ہم کو دعائیں دو تمہیں قابل بنا دیا۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نہ آج میری تمہاری ملاقات ہوتی نہ تم کو میں زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹتا اور نہ تم نے اتنی لمبی رقم جیتی ہوتی اور وہ بھی اس مارواڑی سیٹھ سے جو کیسینو کے مشہور کھلاڑیوں میں شمار ہوتا ہے۔ آج رات وہ شاید ہی چین کی نیند سو سکے۔"

"لیکن میں ضرور بڑے سکون کی نیند سوؤں گا۔" میں نے کہا۔ "اس لیے کہ مجھے کچھ روپوں کی بڑی شدید ضرورت تھی۔"

"کیا تمہاری ضرورت پوری ہو گئی؟"

"نہیں..... ابھی کچھ رقم کی ضرورت اور بھی ہے۔"

"بزنس کے سلسلے میں؟"

"ہاں ایک بڑا آرڈر ہے ہول سیل منڈی میں سپلائی کرنا ہے۔"

"مجھے بتاؤ....." ندیم نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "تمہیں اور کتنی رقم درکار ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ اب باقی رقم کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔" میں نے اسے ٹالنے کی خاطر کہا۔

"وہ کس طرح؟"

"بینک اوور ڈرافٹ۔"

"شہباز۔" یکلخت ندیم نے بڑے خلوص سے کہا۔ "مجھ سے ایک وعدہ کرو۔"

"کیا؟"

"اگر تمہیں بینک اوور ڈرافٹ نہ مل سکے تو تم مجھے خدمت کا موقع ضرور دو گے۔ ہم پرانے دوست ہیں اور دوستوں کا حساب ہمیشہ دل میں ہوتا ہے۔ میں اگر تمہارے کسی کام آسکا تو مجھے خوشی ہو گی۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے اتنا عرض کر دوں کہ آٹھ دس کروڑ کی رقم بھی میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا تم بھی کوئی کاروبار کر رہے ہو۔"

ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر میری طرف دیکھا پھر کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ اچانک ایک سیاہ رنگ کی لمبی سی شیورلٹ کار نے سڑک کے بیچوں بیچ آکر ہمارا راستہ روک لیا۔ اگر ندیم نے بروقت اپنی گاڑی کو بریک لگانے میں ذرا دیر کی ہوتی تو ایک زبردست حادثہ رونما ہو سکتا تھا۔

اس اچانک افتاد سے میں بری طرح بوکھلا گیا تھا پھر میں نے دیکھا کہ شیورلٹ کے رکتے ہی اس میں سے چار نقاب پوش آتشی اسلحہ لیے تیزی سے نیچے اترے پھر پلک جھپکتے میں انہوں نے ہمیں دونوں دروازوں کی طرف سے کور کر لیا۔ ممکن تھا ان کے ایک دو ساتھی شیورلٹ میں بھی ہماری طرف سے ہونے والی کسی ممکنہ جوابی کارروائی سے نمٹنے کے لیے گھات لگائے بیٹھے ہوں۔

عام طور پر جب تک میں پولیس کی ملازمت میں تھا۔ میرا سروس ریوالور میرے ساتھ ہی رہتا تھا۔ میرے پاس اپنا ذاتی ریوالور بھی تھا لیکن کاروباری میدان میں قدم رکھنے کے بعد میں نے کبھی ریوالور ساتھ رکھنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی لیکن اس وقت مجھے ریوالور پاس نہ ہونے کا بڑی شدت سے

احساس ہو رہا تھا۔ اگر اس وقت وہ میرے پاس ہوتا تو کم از کم میں ان چار آدمیوں کا مقابلہ تو بہ آسانی کر سکتا تھا جو یقیناً" کسی خاص مقصد کے تحت اتنی رات گئے ہمارے راستے میں حائل ہوئے تھے۔ بہرحال ہم پوری طرح ان کے نرغے میں تھے۔ جن دو نقاب پوشوں نے مجھے کور کیا تھا ان میں سے ایک چھریرے بدن اور دراز قد کا تھا اور دوسرا درمیانہ قد اور دوہرے بدن کا مالک تھا۔ چھریرے بدن والے دراز قد نقاب پوش نے مجھے کرخت لہجے میں مخاطب کیا۔

"زندگی عزیز ہے تو شرافت سے جو کچھ تمہارے پاس ہے ہمارے حوالے کر دو۔ ہم تمہارا جسم چھلنی کر کے بھی اپنا مقصد پورا کر سکتے ہیں۔"

"تم لوگ کیا چاہتے ہو؟" میں نے قدرے بے جگری کا مظاہرہ کیا۔

"ہمیں تمہاری دعاؤں کی نہیں مال کی ضرورت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تمہارے جیب میں اچھی خاصی رقم موجود ہے۔"

"آئی سی۔" میں کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔ اس لیے میں نے اسے باتوں میں الجھاتے ہوئے کہا۔ "اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم لوگ کیسینو سے ہمارا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہو۔"

"آدمی ذہین معلوم ہوتے ہو لیکن اس کے باوجود ہمارا مطالبہ پورے کیے بغیر جان نہیں بچ سکے گی۔"

"اسلحہ کے زور پر بدمعاشی کرنا مردانگی نہیں کہلاتی۔"

"تم ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"بہت خوب۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "گویا اب تم جیسے لوگوں کو بھی وقت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہونے لگا ہے۔" میرا سیدھا ہاتھ دروازے پر جما تھا۔ مجھے اس بات کا انتظار تھا کہ وہ میرے ذرا اور قریب آئے اور میں ایک دم سے دروازہ کھول کر اسے ایک لمحے کے لیے بوکھلا دوں۔ وہی ایک لمحہ پانسا کا رخ بھی بدل سکتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے ندیم کی فکر تھی۔ میں نے پولیس ٹریننگ کے دوران جو کچھ سیکھا تھا اسے بروئے کار لا کر میں اپنا دفاع کر سکتا تھا لیکن ایسی صورت میں ندیم کا مارا جانا یقینی تھا۔ میرا ذہن ابھی آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ دوہرے بدن والے نے تاڑ لیا۔ میرا عندیہ بھانپ لیا چنانچہ اس نے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا۔

"استاد وقت ضائع مت کرو۔ گردن میں ہاتھ ڈال کر باہر کھینچ لو سالے کو اس کے بعد ہم اس کی مردانگی کا تماشا بھی دیکھ لیں گے۔"

چھریرے بدن والا دراز قد نقاب پوش بھی تاڑ گیا۔ "معاملے کی اہمیت کو بھانپ چکا تھا۔ وقت ضائع ہونے کی صورت میں کوئی دوسری گاڑی بھی ادھر آ نکلتی تھی اور پھر ان کو کسی ہی مصیبت کا

سامنا کرنا پڑ سکتا تھا چنانچہ وہ خود کار رائفل تانے ایک قدم آگے بڑھا تھا لیکن ٹھیک اسی وقت مجھے ندیم کی کرخت آواز پہلی بار سنائی دی۔

"راجو۔"

"یس باس۔" چھریرے بدن والا اپنی جگہ رک گیا۔

"یہ کوئی اجنبی نہیں۔ میرے پرانے ساتھیوں میں سے ہے۔" ندیم نے بدستور سخت لہجے میں کہا۔ "میرا عزیز دوست اور کلاس فیلو۔"

"سوری باس۔"

"او کے اینڈ فار گیٹ اباؤٹ۔"

ندیم کے جملے کے ساتھ ہی وہ چاروں تیزی سے لپک کر شیورلٹ میں واپس بیٹھے اور کار اڑاتے ہوئے نظروں سے غائب ہو گئے۔

"یہ سب کیا تھا؟" میں نے ندیم سے وضاحت چاہی۔

"ہم اس وقت جس کیسینو سے آرہے ہیں اس میں ففٹی پرسنٹ پارٹنرشپ میری بھی ہے اور یہ لوگ اسی کیسینو کے ملازم ہیں۔ پیشہ ور بدمعاش جو ایک معقول معاوضے کے عوض کسی کو دن دہاڑے بیچ سڑک پر بھی گولی مارنے سے دریغ نہیں کرتے۔"

"آئی سی۔ گویا یہ لوگ اس وقت مجھ سے جیت کی رقم چھیننے کی غرض سے آئے تھے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ اچھا دھندا ہے۔"

"تمہیں اس وقت جو کوفت ہوئی اس کے لیے میں شرمندہ ہوں لیکن ہمارے کاروبار میں اس قسم کے حربے ناجائز نہیں سمجھے جاتے۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔ "اس کاروبار کو چلانے کی خاطر ہمیں بہت ساری ایجنسیوں کا پیٹ بھرنا پڑتا ہے۔"

"گویا بڑی محنت کی کمائی پر گزارہ ہو رہا ہے۔" میں نے ہلکا سا طنز کیا۔

"ناؤ فارگیٹ اٹ۔" ندیم نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا پھر دوبارہ کالج کے دور کی باتیں کرنے لگا۔ میں نے بھی کیسینو والے معاملے میں اسے زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

⊛

دوسرے روز میں نے پچھتر لاکھ کی رقم بینک میں جمع کرنے کے بعد بینک مینجر سے تھوڑی سی کوشش کے بعد اوور ڈرافٹ کی رعایت حاصل کرلی۔ عابد کو جب معلوم ہوا کہ مطلوبہ رقم کا بندوبست ہو گیا ہے تو اسے بے انتہا خوشی ہوئی۔ اس نے تین دن کے بجائے بھاگ دوڑ کر کے ایک ہفتے کے اندر ہی اندر آرڈر کا تمام مال سپلائی کر دیا اور پھر اس کی توقع کے عین مطابق میری فرم کو ڈیڑھ ماہ کے اندر اندر پورے بیس لاکھ کا منافع ہوا تھا۔ میں نے عابد کے کام سے خوش ہو کر اس کی تنخواہ میں پانچ سو روپے ماہوار کا اضافہ کر دیا اور اس کے علاوہ دوسرے تمام عملے کو بھی ایک ایک ہزار نقد دے ڈالے جس سے ان کی کارکردگی میں مزید اضافہ ہو گیا۔

کاروبار کو وسعت دینے اور عابد کے مشورے پر میں نے کنسٹرکشن کے کام کے لیے ایک علیحدہ آفس کھول لیا۔ کنسٹرکشن کے کام کو میں نے والد صاحب کے نام یعنی نادر کنسٹرکشن کمپنی کے نام سے شروع کیا تھا اور اس کے لیے نہایت تجربہ کار افراد کو جمع کیا تھا جو اس کام کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ اس دفتر کا انچارج ماسٹر ٹونی تھا جس نے نہ صرف یہ کہ بیرونی ملک سے ڈگریاں حاصل کی تھیں بلکہ اپنے کام پر پوری طرح حاوی تھا۔ میرا مشورہ تھا کہ پہلے چھوٹے پیمانے پر ہر کام کی ابتدا کی جائے۔ اس کے بعد بتدریج کام کو وسعت دی جائے۔ اب میرے پاس سرمائے کی کوئی کمی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود میں رسک لینا نہیں چاہتا تھا مگر ماسٹر ٹونی کو میری تجویز سے اختلاف تھا۔ وہ ابتدا ہی سے بڑے پروجیکٹ پر کام کرنے کا خواہاں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح ہماری کمپنی نہ صرف یہ کہ بہت جلد اپنی ساکھ قائم کرے گی بلکہ اسے آگے بڑھنے کا موقع بھی ان کمپنیوں کے نسبت زیادہ ملے گا جو چھوٹے کاموں سے ابتدا کرتے ہیں۔ ویسے چھوٹی موٹی کمپنیوں کو کوئی بڑا پروجیکٹ حاصل کرنے میں خاصی تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ بہرحال ایک دو میٹنگ کے بعد میں نے ماسٹر ٹونی کے مشورے کو مان لیا۔

ماسٹر ٹونی کا تجربہ غلط ثابت نہیں ہوا۔ صرف دو پروجیکٹ پر تسلی بخش اور معیاری کام کرنے کے بعد ہمیں حکومت کی جانب سے ایک ایسے پروجیکٹ کا آرڈر مل گیا جس کے لیے نرنجن لال کے کارکن بھی دن رات متعلقہ شعبوں میں روپیہ بریف کیسوں میں بھرے چکر لگا رہے تھے۔ میرے لیے یہ سب سے بڑی کامیابی تھی۔ جب میں نے والد صاحب کو صورت حال سے آگاہ کیا تو وہ بڑی سنجیدگی سے بولے۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم تجارت کے میدان میں بھی ضرور کامیابی حاصل کرو گے۔"

"اس کنٹریکٹ کے ہاتھ سے نکل جانے پر نرنجن لال کی چھاتی پر سانپ لوٹ رہے ہوں گے۔" میری والدہ نے کہا۔

"بڑے ابا کی دعائیں بھی تمہارے ساتھ ہیں تم دیکھ لینا ان کی دعائیں کیا اثر دکھاتی ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ نرنجن لال کو اس پروجیکٹ کے ہاتھ سے نکل جانے کا اتنا افسوس نہیں ہوگا جتنا دکھ اسے اس بات کا ہوگا کہ وہ تمہارے مقابلے میں ہار گیا۔ بڑا ہی کینہ اور کینہ پرور آدمی ہے۔"

ہم نے وقت ضائع کیے بغیر ہی اس پروجیکٹ پر کام شروع کر دیا۔ ماسٹر ٹونی شب و روز نہایت مہارت سے اپنے کام میں مصروف تھا۔ مطلوبہ بلڈنگ کی دو منزلیں مقررہ مدت سے پہلے ہی تیار ہو گئی تھیں۔ ہر فرد اپنی جگہ نہایت خوش تھا۔ اس پروجیکٹ کی تکمیل پر ہمیں بہت لمبا پرافٹ ملنے کی قوی امید تھی لیکن ایک دن جب میں دفتر پہنچا تو ماسٹر ٹونی خلاف توقع میرے آفس میں پہلے سے موجود تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ بہت زیادہ پریشان ہے۔

"کیا بات ہے مسٹر ٹونی؟" میں نے پوچھا۔ "تم اس قدر بوکھلائے ہوئے کیوں نظر آ رہے ہو؟"

"سر غضب ہو گیا۔ ہماری ساری محنت راتوں رات اکارت ہو گئی۔"

"کیا مطلب؟"

"تیسری منزل کی چھت بیٹھ گئی ہے جس سے نچلی دونوں منزلوں کو بھی بھاری نقصان پہنچا ہے۔"

"لیکن یہ سب ہوا کیسے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میری سمجھ میں کوئی وجہ نظر نہیں آ رہی ہے کہ میں نے ہر کام اپنی ذاتی نگرانی میں کرایا تھا۔ خصوصی شٹرنگ کے معاملے میں میں ہمیشہ بہت محتاط رہتا ہوں۔ اس لیے کہ بڑے پروجیکٹ میں سارا دارومدار شٹرنگ اور بھرائی کے مال پر ہوتا ہے اور میں نے ان دونوں باتوں پر خاص توجہ دی تھی۔ ایسی صورت میں تیسری منزل کا اس طرح بیٹھ جانا۔ میری عقل حیران ہے سر۔"

"کوئی جانی نقصان تو نہیں ہوا۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"جی نہیں۔ بلڈنگ کے چوکیدار وغیرہ اس وقت چونکہ ایک دوسری زیر تعمیر عمارت کے عملے کے ساتھ بیٹھے قہوہ پینے میں مصروف تھے اس لیے وہ بال بال بچ گئے۔ میں نے نقصان کا جو تخمینہ لگایا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔"

"کوئی تخریبی کارروائی۔" میرے ذہن میں نرنجن لال کا خیال ابھرا۔ "ہو سکتا ہے کہ کسی دوسری فرم یا کمپنی نے محض پروفیشنل جیلسی کی بنا پر ہماری ساکھ خراب کرنے کی خاطر یہ کارروائی کی ہو۔"

"ہو سکتا ہے سر لیکن اس وقت میرا ذہن کام نہیں کر رہا۔" ماسٹر ٹونی نے کہا۔ "نقصان پورا کرنے کے لیے دوسرے بہت سارے راستے بھی اختیار کیے جا سکتے ہیں لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"حکومت کی انسپکشن ٹیم کو حالات کا پتہ چلے گا تو ہماری ساکھ کو شدید دھچکا پہنچ سکتا ہے۔"

"پریشان مت ہو۔ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔" میں نے بظاہر بے پروائی سے جواب دیا۔ "یہی کیا کم ہے کہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا ورنہ کیس بھی ہو سکتا تھا۔ اب تو صرف یہ سوچ کہ انسپکشن ٹیم کے ساتھ معاملات کس طرح پیچ اپ کیے جا سکتے ہیں۔"

"میں کچھ کرتا ہوں سر لیکن یہ نقصان۔"

"ناؤ فارگیٹ اٹ۔" میں نے اسے تسلی دینے کی خاطر کہا۔ "بزنس میں نفع و نقصان ہوتے ہی رہتے ہیں۔"

اس روز میں دن بھر پریشان رہا۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے بھاگ دوڑ کر کے اس بات کا انتظام کر لیا تھا کہ یہ خبر اخبارات میں نہ آنے پائے۔ اس کام کے لیے ہمیں مختلف ذرائع اختیار کرنے پڑے تھے۔ شام کو دفتر سے واپسی پر میں نے والد صاحب کو حالات سے باخبر کیا تو وہ بھی پریشان ہو گئے۔ والدہ کو بھی صدمہ ہوا تھا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد میں اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔ ذہن پریشان تھا اس لیے لیٹتے ہی نیند آ گئی لیکن پھر اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے میں کمرے میں تنہا نہیں ہوں۔ وہاں کوئی اور بھی موجود تھا جس کے قدموں کی چاپ میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے وہ والد یا والدہ ہوں میں نے کوئی توجہ نہیں دی لیکن جب قدموں کی چاپ میں تیزی آ گئی تو میں نے پلٹ کر دیکھا اور پھر میرے دل کی دھڑکن یکلخت تیز ہو گئیں۔ وہ کالکا تھی جو اپنے تمام روپ اور جمال کے ساتھ میرے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ اس کا حسن برہم دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ وہ مجھ سے خوش نہیں ہے۔ اس کے حسین چہرے

پر خون کی تمازت اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ بڑی مشکلوں سے اپنے غصے کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے سیاہ اور لانبے بال اس کے شانوں پر بل کھا رہے تھے۔

کاناکا کو دیکھ کر مجھے طمانیت کا احساس ہوا۔ شنکر کے بیان کے مطابق وہ پراسرار اور لازوال قوتوں کی مالک تھی اور اس کے لیے کسی ناممکن کو ممکن بنا دینا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ میں اس کی طاقت اور طلسماتی قوتوں کو نرنجن لال کے سلسلے میں دیکھ چکا تھا۔ روپ نگر میں بھی اس کی ماورائی طاقتوں نے میرا ساتھ دیا تھا۔ تجارت شروع کرتے وقت کاناکا نے مجھے اپنی مدد کی پیشکش کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ راتوں رات مجھے نرنجن لال سے بڑا مقام دلا سکتی تھی لیکن میں نے اس کی پیشکش کو رد کر دیا تھا۔ میں اپنے قوت بازو آزمانا چاہتا تھا جس میں مجھے ناکامی نہیں ہوئی تھی۔

کاناکا کو دیکھ کر مجھے اس بات کا بھی بڑی شدت سے احساس ہوا کہ میں نے اسے تقریباً دو سال سے قطعی فراموش کر دیا تھا وہ محض ایک دھات کی مورتی کی شکل میں میرے خوابگاہ کے شو کیس میں سجی رکھی تھی جبکہ اس نے مجھے حاصل کرنے کی خاطر شنکر کو میری کھوج پر لگایا تھا اور چالیس سال تک ایک پہاڑی غار میں مقید رکھنے کے بعد اس نے از خود مجھے اپنانے کی راہ پیدا کی تھی۔ اسے مجھ سے پیار تھا۔ میں نے اس کی نیلگوں آنکھوں کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھا۔ جہاں میرے لیے محبت کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ میں اس کے دل کی ایک ایک دھڑکن میں شریک تھا۔ بڑے بڑے پنڈت، پجاریوں، دھرماتماؤں اور برہمچاریوں نے اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی زندگیاں قربان کر دی تھیں لیکن اس قسمت کی دیوی کو ان میں سے کوئی بھی حاصل نہیں کر سکا۔ شنکر نے کٹھن تپسیا کرنے کے بعد اس جگہ کا کھوج لگا لیا تھا جہاں کاناکا کی مورتی موجود تھی لیکن وہ ذات کا چمار تھا اس لیے ایک خاص مدت تک کاناکا کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا ورنہ جل کر خاک ہو جاتا اس لیے اس نے کاناکا کی مورتی کو میرے پاس رہنے دیا اور پھر کاناکا مجھ پر مہربان ہو گئی تھی۔ اسے مجھ سے پیار ہو گیا تھا اور اسی پیار کی خاطر وہ اپنی مرضی سے میرے پاس آئی تھی۔ اس نے شنکر کی آنکھوں کے سامنے سیاہ بادلوں کا ایک ٹکڑا معلق کر دیا تھا تاکہ وہ ہمارے پیار میں حائل نہ ہو سکے۔ اس نے میری خاطر اپنی مہان قوتوں کی قربانی دی تھی۔ بغیر کسی جتن اور جنتر منتر کے میرے پاس پہنچ گئی تھی اور میں اپنے تجارتی مسائل میں ایسا الجھا رہا کہ اسے یکسر فراموش کر بیٹھا۔ اس کی برہمی اپنی جگہ جائز تھی۔ وہ اس وقت غصے کی حالت میں اور زیادہ حسین اور پرکشش لگ رہی تھی۔ مجھے اس پر پیار آ گیا۔ میں نے ہولے سے اسے مخاطب کیا۔

"کاناکا رانی..... کیا مجھ سے بہت زیادہ خفا ہو؟"

جواب میں اس نے پلٹ کر میری سمت دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں شکوے اور شکایتوں کا ایک دفتر موجود تھا۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ سپاٹ نظروں سے مجھے گھورتی رہی۔

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔" میں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "مصروفیات کی بنا پر میں تمہاری طرف سے غافل ہو گیا تھا۔ چلو معاف کر دو۔"

"کاناکا نے کہا تھا کہ وہ بڑے بڑے سنیاسیوں اور جگتوں کو ٹھکرا کر تمہارے پاس آئی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"اس کے باوجود تم نے مجھے اپنے من سے نکال دیا۔"

"یہ غلط ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "تمہاری شکتی من کے اندر کا حال بھی جان سکتی ہے۔ میرے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھو وہاں تمہیں اپنے سوا کسی اور کی صورت نظر نہیں آئے گی۔"

"میں جانتی ہوں اسی کارن میں نے تمہیں معمولی سا جھٹکا دے کر سوتے میں جگانے کی کوشش کی ہے۔" کاناکا نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تمہارے سپنوں کی تیسری منزل میرے ایک ہی اشارے پر بیٹھ گئی ہے۔" کاناکا نے شکوہ بھرے لہجے میں جواب دیا پھر پیار بھری نظروں سے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "مجھے تمہیں نقصان پہنچاتے ہوئے دکھ ہوا تھا لیکن میں تمہیں اپنے سے دور نہیں دیکھنا چاہتی۔ میں تمہاری داسی بن کر بھی تمہارے پاس رہنے کو تیار ہوں۔ پر تو صرف اس شرط پر کہ تم اپنی کاناکا سے دور رہنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ میں نے کہا تھا کہ تم سندر ہو۔ مجھے پسند آ گئے۔ اسی لیے میں تمہارے پاس ہوں ورنہ جب چاہوں تمہیں چھوڑ کر جا سکتی ہوں۔"

"نہیں..... ایسا مت کرنا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ تمہیں فراموش نہیں کروں گا۔ ہر لمحہ ہر پل تمہیں اپنے پاس رکھوں گا۔"

"میں تم سے دور ہی کب تھی۔" کاناکا کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ مسکرا کر بولی۔ "تمہارا کیا خیال ہے تم نے جو ترقی حاصل کی ہے وہ صرف اپنے بل بوتے پر حاصل کی ہے؟ تم اپنی بات کے دھنی ہو، تم جیون میں بڑا نام پیدا کرنے کی شکتی رکھتے ہو لیکن میری مہان قوتوں نے بھی قدم قدم پر تمہارا ساتھ دیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے بھولے ناتھ۔ کیا اس روز تم نے جو مایا جوئے میں سمیٹی تھی اس میں کاناکا کا کوئی ہاتھ نہیں تھا؟"

"اوہ..... گویا تم غائبانہ طور پر میری مدد کرتی ہو۔" میں نے

حیرت سے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں..... میں جب تک تمہارے پاس ہوں ہر قیمت پر تمہاری سہائتا کرتی رہوں گی۔ تم کو نہ کو لیکن میں تمہیں کسی معاملے میں دوسروں کے مقابلے میں کم نہیں دیکھ سکتی۔ تم ایک بار حکم دے کر دیکھو۔ میں تمہیں آکاش کی بلندیوں تک لے جا سکتی ہوں۔" کاناکا نے بڑی محبت اور اپنائیت سے کہا۔ "میں اپنے من سے مجبور ہوں تمہیں کبھی نراش نہیں دیکھ سکتی۔"

"اور وہ جو تیسری منزل بیٹھ گئی ہے اس کا کیا بنے گا؟"

"چنتا کیوں کرتے ہو؟ جو نقصان راتوں رات ہو سکتا ہے وہ راتوں رات پورا بھی ہو سکتا ہے۔" کاناکا معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"لیکن....."

"لیکن ویکن چھوڑو اور ایک بات دھیان میں رکھو تمہاری کاناکا جتنی مہان ہے اتنی ہی نرم و نازک ہے۔ ایک ذرا ٹھیس لگنے سے اس کا دل کانچ کی طرح ٹوٹ کر چکنا چور بھی ہو سکتا ہے اور..... پھر جب آشا نراشا میں بدل جائے تو عشق کے سارے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔" وہ جذباتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اس کے یاقوتی اور تراشیدہ ہونٹ بدستور متحرک تھے۔ "کاناکا نے جیون میں کبھی ہارنا نہیں سیکھا۔ وہ تمہیں بھی آسانی سے نہیں ہارے گی۔"

"اور میں تمہیں کیا کھونا چاہتا ہوں لیکن وہ تیسری منزل۔"

"میں نے کہا نا۔ چنتا مت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "جو کچھ ماسٹر ٹونی کی آنکھوں نے دیکھا وہ ایک سپنا بھی تو ہو سکتا ہے۔"

"مگر اس کا حال میں بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "میں نے اس کا تذکرہ اپنے ماں باپ سے بھی کر دیا ہے۔"

"آنکھ موند کر سونے کی کوشش کرو۔ کاناکا تمہیں لوری دے کر سلائے گی اور پھر جب تم بھور بھئے جاگو گے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن کاناکا کی خمار آلود آنکھیں مجھ پر غنودگی طاری کر رہی تھیں، پھر وہ لہراتی بل کھاتی میرے بالکل قریب آ کر میرے سرہانے بیٹھ گئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر میری آنکھیں بند کر دیں۔ اس کے ہاتھوں کے لمس سے میرے سارے جسم میں ایک لہری دوڑ گئی پھر وہ مدھر سُروں میں لوری سنانے لگی اور میں نیند کی آغوش میں ڈوبتا چلا گیا۔

دوسری صبح میری آنکھ کھلی تو رات کا سارا خواب میری پلکوں پر بکھرا ہوا تھا۔ میں نے شوکیس کی سمت دیکھا جہاں کاناکا کی مورتی رکھی تھی لیکن اس کے پتلے پتلے نرم اور گداز ہونٹوں پر اس وقت بھی مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ میں دیگر ضروریات اور ناشتے سے فارغ ہو کر دفتر پہنچا تو ماسٹر ٹونی وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس کے چہرے پر مسرت اور حیرت کے ملے جلے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

"سر..... وہ تیسری منزل..... وہ..... وہ..... صحیح و سلامت ہے جبکہ کل میں نے......"

"ہو سکتا ہے کہ کل تم نے کچھ زیادہ پی رکھی ہو؟"

"اوہ نو سر..... ٹونی ڈیوٹی آورز میں شراب کو ہاتھ لگانے کا بھی عادی نہیں ہے۔"

"پھر وہ تیسری منزل۔"

"مجھے خود بھی حیرت ہے جناب۔ جن چوکیداروں نے کل اس کے بیٹھ جانے کی اطلاع دی تھی۔ آج وہ بھی میری بات کا مذاق اڑا رہے تھے اور آپ نے بھی میرے ساتھ جا کر خود اپنی آنکھوں سے سائٹ کا معاینہ کیا تھا۔"

"ہم..... میں تمہارے ساتھ کب گیا تھا۔" میں نے جان بوجھ کر ایک حقیقت سے انکار کیا تو ٹونی کچھ دیر تک آنکھیں پھاڑے حیرت سے مجھے دیکھتا رہا پھر سر کھجاتا ہوا اٹھا اور منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا آفس سے باہر چلا گیا۔ میں اس کی بوکھلاہٹ پر مسکراتا رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ کاناکا کی پراسرار قوت نے نہ صرف یہ کہ تیسری منزل کو ٹھیک کر دیا ہو گا بلکہ دوسروں کے ذہن سے بھی اس حادثے کو کھرچ کر صاف کر دیا گیا ہو گا۔

دن کے گیارہ بجے تک میں دفتر میں بیٹھا کاموں میں مصروف رہا پھر ایک کال اٹینڈ کر رہا تھا کہ مریم سیٹی بجاتا ہوا دفتر میں داخل ہوا۔ اشارے اشارے میں ہمارے درمیان علیک سلیک ہوئی وہ بے تکلفی سے ایک کرسی پر بیٹھ کر بدستور سیٹی پر کوئی دھن الاپتا رہا۔ کیسینو والی ملاقات کے کوئی ڈیڑھ ماہ بعد وہ اچانک میرے دفتر میں وارد ہوا تھا۔ جبکہ میں نے اسے پتا بھی نہیں بتایا تھا۔ ویسے مجھے اسے دیکھ کر خوشی ہوئی۔ ہرچند کہ وہ جس راستے کا مسافر تھا اس میں اور میرے درمیان زمین و آسمان کا فرق تھا لیکن وہ بہرحال میرا کلاس فیلو اور دوست تھا اور مجھے دوست کی دوستی سے غرض تھی۔ اس کے فعل سے کوئی سروکار نہیں تھا بلکہ ایک زاویے سے میں اس کا ممنون بھی تھا۔ اس روز اگر اچانک میری اور اس کی ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو شاید ہی وہ آرڈر سپلائی نہ کر پاتا جس میں مجھے بیس لاکھ کا منافع ہوا تھا۔ جتنی دیر میں فون پر گفتگو کرتا رہا وہ میرے دفتر کی سجاوٹ پر غور کرتا رہا پھر میں فارغ ہوا تو اس نے کہا۔

"دفتر تو بہت زوردار سجا رکھا ہے۔"

"یہ میرا دفتر ہے۔ والد صاحب کے نام سے میں نے کنسٹرکشن کمپنی کا ایک آفس اور کھول رکھا ہے۔"

"اوہ..... " وہ چونکا۔ "نادر کنسٹرکشن کمپنی تمہارے والد کی ہے۔"

"شیریٹن ....."

"میں اس کا نام سن چکا ہوں۔" ندیم نے شوخی سے کہا۔ "وہاں جانے کا تو ابھی تک اتفاق نہیں ہوا لیکن میرا خیال ہے کہ تمہارے اس دفتر کی آب و ہوا زیادہ اچھی بھلی ہے۔"

"کیا پیو گے؟ کولڈ ڈرنک یا کافی۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جو چاہو منگا لو لیکن پندرہ منٹ کے اندر اندر۔ سولہویں منٹ پر تم اپنا سارا کام نمٹا کر میرے ساتھ چلو گے اور اس پروگرام میں نہ کوئی تبدیلی ہو گی نہ تمہارا کوئی عذر سنا جائے گا۔"

"جانا کہاں ہے؟"

"حشر کے میدان میں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج دسمبر کی کیا تاریخ ہے۔"

"پچیس ..... لیکن پچیس تاریخ کا حشر کے میدان سے کیا تعلق ہے؟" میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا پھر چپراسی کو بلا کر کافی کا آرڈر دیا۔

"اگر تم اتنے بھولے ہوتے جتنے شکل و صورت سے نظر آ رہے ہو تو پھر تم نے اتنی حسین' خوبصورت اور اسمارٹ لیڈی سکریٹری رکھنے یا پالنے کے بجائے' کسی مرد کو ترجیح دی ہوتی۔" ندیم نے اپنا کمنٹ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "پرائیویٹ آفس سے لے کر سپر اسٹورز اور بڑے بڑے اسٹیبلشمنٹس میں یہ خوبصورت اور رنگ برنگی تتلیاں جو نظر آتی ہیں دراصل یہ شاپنرز ہیں جو گاہکوں کو چھیلنے کا کام بڑی مہارت اور چابکدستی سے سرانجام دیتی ہیں۔ ویسے بائی دی وے ان خاتون کا نام کیا ہے؟"

"عارفہ ....." میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "بڑی دیانتدار اور محنتی لڑکی ہے۔"

"لڑکی ہر حال میں لڑکی ہی ہوتی ہے چاہے دیانتدار اور محنتی ہو یا نہ ہو۔" ندیم نے اپنا فلسفہ بگھارتے ہوئے کہا۔ "اب ہمارے کیسینو کو لے لو وہاں جتنی بھی کال گرلز ہیں سب کا کام گاہکوں کو فریب دے کر لمبی رقمیں گھسیٹنا ہے۔ لوگ ان کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے۔ ان میں سے بیشتر لڑکیاں جسم فروشی کا گھناؤنا کام کرتی ہیں لیکن دو چار ایسی بھی ہیں جو اس ماحول میں رہ کر بھی نہایت پارسا اور شریف زادیاں ہیں جو ضرورت سے مجبور ہو کر اور اپنا پیٹ پالنے کی غرض سے اس ماحول میں سانس لے رہی ہیں۔ کبھی کبھی مجھے ان پر بہت ترس آتا ہے۔ میں ان کی ضرورتوں کا خیال بھی رکھتا ہوں لیکن ایک شخص بھلا پورے معاشرے کو کیسے سنوار سکتا ہے۔"

"بہت خوب تمہارے منہ سے معاشرے کو سدھارنے کا کام سن کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور بے اختیار قہقہہ لگانے کو بھی جی چاہ رہا ہے۔"

"ہاں کبھی کبھی میں جذباتی ہو جاتا ہوں لیکن ہمیشہ نہیں۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اتنی دیر میں کافی آ گئی تھی۔ اس نے جلدی جلدی کافی ختم کی پھر اٹھتے ہوئے بولا۔

"کم آن گیٹ اپ۔"

"لیکن اس وقت کہاں چلنے کا پروگرام ہے۔"

"میں نے کہا نا حشر کے میدان میں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا پھر جلدی سے بولا۔ "جیب میں دس بارہ ہزار ڈال لو' اس کی ضرورت بھی پیش آ سکتی ہے۔"

"روپوں کی کوئی بات نہیں ہے لیکن۔"

"وقت مت برباد کرو پلیز۔"

مجھے مجبوراً ندیم کے ساتھ جانا پڑا وہ ہمیشہ سے اسی قسم کا جذباتی اور لاابالی واقع ہوا تھا۔ کیسینو کی پارٹنر شپ بھی غالباً اس کی اسی جبلت کا سبب بنی تھی۔ وہ شروع سے ہنگامہ کرنے اور ہنگاموں میں پیش پیش رہنے کا عادی تھا۔ اس وقت بھی اس نے زبردستی مجھے اپنے ساتھ گھسیٹا تھا اور اپنی گاڑی اس نے لی تھا۔ دفتر سے روانہ ہونے کے بعد اس نے مجھ سے بڑی سنجیدگی سے پوچھا تھا۔ "کبھی ریس کھیلنے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔"

"نہیں ..... لیکن ....." میں چونک اٹھا۔

"فضول باتیں مت کیا کرو' اب تم جوان اور کاروباری آدمی بن چکے ہو اور ہر مصروف اور کاروباری آدمی کے لیے ایک دو شوق پالنے بے حد ضروری ہوتے ہیں۔" اس نے بڑے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ "اس سے صرف چیخ ہی نہیں ملتی بلکہ کچھ دیر کے لیے وہ اپنے روز مرہ کے معمول کی اکتاہٹوں سے فرار بھی حاصل کر لیتا ہے۔"

"ندیم پلیز۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "مجھے اس شوق سے دور ہی رکھو۔ کیسینو کی بات اور تھی لیکن تم مجھے جس حشر کے میدان میں لے جا رہے ہو وہاں والد کے کسی دوست احباب سے بھی ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔"

"اور تم ان سے بھی یہ پوچھنے کا حق محفوظ رکھتے ہو کہ محترم آپ یہاں کس غرض سے چہل قدمی کر رہے ہیں۔"

"یار میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔" میں نے کہا۔ "تم والد صاحب کو نہیں جانتے خالص پٹھانی طبیعت کے آدمی ہیں ایک بار مزاج گرم ہو جائے تو مہینوں ٹھنڈا ہونے کا نام نہیں لیتا۔"

"اور اس کے باوجود تم ....."

"کبھی کبھی قومی جذبہ مجھے وہاں کھینچ لے جاتا ہے۔" اس نے میرا جملہ قطع کرتے ہوئے کہا۔ "آج دسمبر کی پچیس تاریخ ہے اور آج کے دن قائد اعظم گولڈ کپ ریس کا انعقاد ہوتا ہے۔ قوم کے اس عظیم ترین لیڈر اور رہنما کے نام پر دس پندرہ منٹ کے اندر اندر کروڑوں روپوں کا الٹ پھیر ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جو ریس نہیں کھیلتے آج کے دن وہ بھی تفریح کی خاطر آ جاتے

ہیں۔"

میں نے بہت کوشش کی بڑی منت سماجت کی لیکن ندیم نے میری ایک نہ سنی اگر مجھے پہلے سے اس کے پروگرام کا علم ہوتا تو میں کسی قیمت پر اس کے ساتھ نہ آتا۔ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ٹال جاتا۔ بہرحال جس وقت میں ریس کلب کے جم غفیر میں داخل ہوا تو اس وقت میری کیفیت بالکل اس پاک باز کی سی تھی جو بھٹک کر عبادت گاہ کے بجائے کسی مے خانے میں آ گیا ہو۔

ندیم نے ریس شروع ہوتے ہی کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے آدمی وہاں پہلے سے موجود تھے جو اس کے اشارے پر اس کی جانب سے بڑی بڑی رقمیں لگا رہے تھے اور میں اس بات سے خوفزدہ تھا کہ کہیں والد صاحب کا کوئی شناسا مجھے وہاں دیکھ نہ لے۔ تیسری ریس میں جب ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے ندیم سے آ کر گولڈ کپ والی ریس کے وننگ ہارس کے بارے میں بات شروع کی تو میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ والد صاحب کے ساتھ پولیس کے محکمے میں کام کر چکا تھا۔ بڑا راشی اور چھٹا پرزہ شخص تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ریس کلب میں میری موجودگی کی بات کسی نہ کسی طرح والد صاحب تک ضرور پہنچائے گا۔ طبیعتاً وہ بہت کینہ پرور تھا اور دوسروں کی برائی کو اچھالنا اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ وہ میرے بالکل سامنے کھڑا ندیم سے گفتگو کر رہا تھا۔ ابھی تک اس کی میری نگاہیں چار نہیں ہوئی تھیں لیکن یہ بھی ناممکنات سے تھا کہ میں اس کے سامنے صرف دو قدم کے فاصلے پر موجود تھا اور وہ مجھے دیکھ نہ پاتا۔ ابھی میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ کاکا کی مدھری آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میں تمہارے چہرے کی بے چین دھڑکنوں کو سن رہی ہوں لیکن تم کسی بات کی چنتا مت کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور جب تک میں ہوں تمہیں تمہارے دوست ندیم کے سوا کوئی دوسرا تمہیں نہیں دیکھ سکتا۔"

کاکا کی آواز سن کر مجھے سکون آ گیا پھر میرے دل کی کیفیت بتدریج ٹھیک ہوتی چلی گئی۔ اب میں بڑی دلچسپی سے گھڑ دوڑ اور اس میں جنونی انداز میں دلچسپی لینے والوں کی حرکات اور سکنات کو دیکھ رہا تھا۔ چوتھی ریس ختم ہوئی تو ندیم اس وقت تک تیس ہزار روپے ہار چکا تھا لیکن اسے ہار کا مطلق کوئی افسوس نہیں تھا۔

"شہباز۔" کاکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "کیا تمہیں اپنے رہبر کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہے؟"

"میں کیا کر سکتا ہوں۔" میں نے دل ہی دل میں جواب دیا۔ "مجھے تو ریس کے بارے میں اے بی سی ڈی بھی نہیں آتی۔"

"میں جو ہوں تمہارے ساتھ۔" وہ بڑے ٹھوس اور بااعتماد آواز میں بولی۔ "تم جس گھوڑے کی طرف اشارہ کرو وہ ہر قیمت پر اول آئے گا۔"

مجھے کاکا کی پراسرار قوتوں کا اندازہ تھا چنانچہ جب پانچویں ریس میں ندیم نے دو نمبر کے گھوڑے پر پانچ ہزار لگانے چاہے تو میں نے اسے روکتے ہوئے سرسری طور پر کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا اس ریس میں آٹھ نمبر کا گھوڑا ون نہیں کر سکتا۔"

"تم نے شاید بولڈ پر اس کے بھاؤ کو نہیں دیکھا۔" ندیم نے ایک تجربے کار کھلاڑی کی طرح کہا۔ "دس دس کے بھاؤ کے گھوڑے اتنی آسانی سے نہیں جیتتے۔"

"لیکن اگر آٹھ نمبر جیت گیا تو تمہارا نقصان پورا ہو سکتا ہے۔ رسک لینے میں کیا حرج ہے؟"

"ایک شرط پر ....." ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "اگر پانچ ہزار تم بھی لگاؤ تو میں تمہاری دوستی کی خاطر یہ رسک بھی لے سکتا ہوں۔"

میں نے کترانے کی کوشش کی لیکن کاکا کے اکسانے پر میں نے جیب سے پانچ ہزار نکال کر ندیم کے حوالے کر دیے۔ ندیم نے وعدے کے مطابق آٹھ نمبر گھوڑے پر دس ہزار کی رقم لگا دی پھر بولا۔ "ایک بات میری غور سے سن لو مائی ڈیئر آٹھ نمبر چھٹے نمبر پر بھی نہیں آ سکتا لیکن تمہیں مسلمان بنانے کی خاطر پانچ تو کیا میں دس ہزار بھی خرچ کر سکتا ہوں۔"

ندیم کے لہجے میں شوخی اور شرارت تھی۔ اسے ہم دونوں کی ہار کا یقین تھا اس لیے اس نے ریس شروع ہونے کے باوجود اپنی دوربین کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا سگریٹ کے مرغولے فضا میں چھوڑتا رہا لیکن جب کاکا کے کہنے کے مطابق آٹھ نمبر نے ریس جیت لی تو ندیم مجھے ایسی

نگاہوں سے دیکھنے لگا جیسے اسے میرے انسان ہونے پر شبہ تھا۔

"دیکھا تم نے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کبھی کبھی اناڑی بھی کھلاڑی پر نمبر لے جاتے ہیں۔"

"مجھے ایک بات بتاؤ۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "تم چار ریس تک سکون سے بیٹھے تھے پھر اچانک یہ آٹھ نمبر کا گھوڑا تمہارے ذہن میں کیسے آ گیا۔"

"ستاروں کی چال مائی ڈیئر۔" میں نے اسے چڑانے کی خاطر کہا۔ "مجھے دن میں بھی تارے نظر آتے ہیں اور اس وقت جب پانچویں ریس شروع ہونے والی تھی مجھے آسمان پر پورے آٹھ ستارے جگمگ کرتے نظر آئے تھے۔"

"میں نہیں مان سکتا کہ تم یہاں پہلی بار آئے ہو۔" ندیم نے مشکوک انداز میں کہا۔ "آٹھ نمبر کا گھوڑا آؤٹ چانس میں ضرور تھا لیکن آج وہ جن گھوڑوں کے ساتھ دوڑ رہا تھا ان میں اس کی جیت ناممکن ہی تھی۔"

"بہرحال تمہیں یہ کہاوت ضرور ماننی پڑے گی کہ کبھی کبھی اناڑیوں کا تکا بھی لگ ہی جاتا ہے اور یوں بھی تم میری قسمت کو اپنے کیسینو میں بھی آزما چکے ہو۔" میں نے ایک کمزور سا جواز پیش کیا بہرحال مجھے اپنی جیت کی اتنی خوشی نہیں تھی جتنی اس بات کی تھی کہ ندیم کا نقصان پورا ہو گیا تھا۔ "مجھے بھی یہی محسوس ہو رہا ہے کہ جوئے کے معاملے میں تم بہت خوش قسمت واقع ہوئے ہو۔" ندیم نے کہا پھر مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "جن لوگوں کو دن میں تارے نظر آنے لگیں پھر وہ زندگی میں کبھی ہار نہیں سکتے۔ میری مانو تو تم بھی کسی کیسینو میں پارٹنر بن جاؤ۔ کہو تو تمہارے لیے بات کروں۔"

"تھینکس ـــــ" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے بزنس سے جو حاصل ہو جاتا ہے وہی میرے لیے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "کچھ لوگ تمہاری طرح بہت قناعت پسند ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ہم جیسے بھی ہوتے ہیں جن کو زیادہ سے زیادہ دولت مند بننے اور روپے کمانے کی ہوس رہتی ہے۔"

"اب تم شاید مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟"

"بات مذاق کی ہو یا سنجیدگی کی لیکن ساتویں ریس میں ایک بار پھر تمہیں میری خاطر آسمان پر چمکتے تاروں کا شمار کرنا پڑے گا۔" ندیم سیریس تھا۔ "ساتویں ریس ہی قائد اعظم گولڈ کپ ریس ہے جو سیزن کی سب سے بڑی ریس شمار کی جاتی ہے اس ریس میں جیتنے والے گھوڑے کے مالک کو کپ اور انعام کی رقم دینے کی خاطر ملک کی کسی بہت ہی مشہور شخصیت کو مدعو کیا جاتا ہے۔"

"اور اس سلسلے میں اخبارات یا مذہبی رہنماؤں کی طرف سے کوئی احتجاج نہیں ہوتا۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"قائد اعظم کے نام کے علاوہ اسماعیلیوں کے روحانی پیشوا آغا خان کا گولڈ کپ بھی ہوتا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "بلکہ خان دوئم آغا علی شاہ جو اسماعیلی فرقے کے سینتالیسویں امام تھے انہیں تو گھڑسواری کا بے حد شوق تھا۔ برطانیہ کی مشہور ڈربی ریس میں انہوں نے متعدد انعام حاصل کیے ہیں۔ کس کس کے خلاف احتجاج کرو گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ندیم چھٹی ریس میں گم ہو گیا تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ لوگ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی کو اتنی بے دردی سے ریس کے گھوڑوں پر بڑھ چڑھ کر لگا رہے تھے۔ چھٹی ریس میں قسمت نے ندیم کا ساتھ نہیں دیا۔ ساتویں ریس کے آتے ہی اس نے ریس کی کتاب میری سمت بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ ـــــ اس میں تمام گھوڑوں کے نام درج ہیں۔ اب ذرا تم ستاروں کی چال یا تعداد دیکھ کر بتاؤ کہ آج قائد اعظم گولڈ کپ کون سا گھوڑا اٹھا رہا ہے۔"

"اور اگر اس بار بھی میری پیش گوئی درست ثابت ہوئی تو استاد مان لو گے۔"

"منظور ـــــ" اس نے گرم جوشی سے میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا۔

میں نے ریس کی کتاب زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔ اس میں گھوڑوں کے نام اور نمبر کے ساتھ جاکیوں کے نام بھی درج تھے۔ اس کے علاوہ بھی بہت ساری ایسی باتیں درج تھیں جو کم از کم میری سمجھ سے بالاتر تھیں۔ میں یوں ہی کتاب ہاتھ میں لیے اس پر نظر دوڑا رہا تھا۔ ندیم میرے چہرے کے تاثرات کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ پہلے کیسینو والی جیت اور پھر میرے بتائے ہوئے گھوڑے کی جیت نے اسے یقیناً الجھن میں ڈال دیا تھا۔ وہ میرے بارے میں نہ جانے کیا سوچ رہا ہوگا؟ اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میرے بھی وہی تاثرات ہوتے جو اس کے چہرے سے عیاں تھے۔ میرا مشاہدہ تھا کہ عام لوگ اتنے ضعیف الاعتقاد نہیں ہوتے جتنے جواری اور شادی بیاہ کا حال معلوم کرنے والے ہوتے ہیں۔ سڑک پر بیٹھا ایک مشکوک الحال نجومی بھی جو علم نجوم کے ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتا اپنی چرب زبانی اور لوگوں کی سادہ لوحی سے دن بھر میں اچھی خاصی رقم بٹور لیتا ہے جن کے بارے میں اس کی پیش گوئی کا تکا لگ جاتا ہے وہ اس کے معتقد بن جاتے ہیں اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ علم غیب سے بھی واقف ہے۔ یہ کبھی نہیں سوچتے کہ جو شخص خود فٹ پاتھ پر بیٹھا ہے اور اپنی قسمت نہیں سنوار سکا وہ بھلا دوسروں کے بارے میں کیا بتا سکے گا۔

بہرحال اس وقت ندیم کے دل کی جو کیفیت تھی وہ اس کے

چہرے سے عیاں تھی میں خود کو ایسا پوز کر رہا تھا جیسے واقعی کوئی پہنچا ہوا آدمی ہوں۔

"تم اس ریس میں چار نمبر کے گھوڑے پر رقم لگانے کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ کیوں۔" میں نے کاکا سے تمام صورت حال معلوم کرنے کے بعد ندیم سے سوال کیا تو وہ چونک اٹھا۔

"ہاں ـــــ میں انکار نہیں کروں گا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ویسے پانچ نمبر کا گھوڑا بھی چانس میں ہے۔"

"میری مانو تو کسی ایک رائے پر قائم رہو یا پھر ـــــ" میں نے جان بوجھ کر اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور خلا میں یوں گھورنے لگا جیسے واقعی ستاروں کی گردش کے بارے میں غور کر رہا ہوں۔

"تم خاموش کیوں ہو گئے۔" ندیم نے پوچھا۔ "تمہاری پسند کیا ہے۔"

"بات میری پسند یا ناپسند کی نہیں بلکہ سب کچھ ساعتوں کا الٹ پھیر ہے۔" میں نے اپنی دستی گھڑی پر ایک نظر ڈالی پھر انگلیوں پر یوں ہی کچھ شمار کرتے ہوئے بولا۔ "میری مانو تو تم چار اور پانچ کو جمع کر کے نو نمبر پر قسمت آزمائی کر لو۔"

"نو نمبر ـــــ" ندیم نے ایک لمحے کو کچھ سوچا پھر مسکرا کر بولا۔ "نو نمبر کا اس ریس میں کوئی چانس نہیں بنتا۔ میں تم سے دس ہزار کی بیٹ کر سکتا ہوں۔"

"تمہاری مرضی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم جو چاہو وہ گھوڑا کھیلو لیکن جیتے گا بہرحال نو نمبر۔"

"نکالو دس ہزار۔"

"کیا مطلب؟"

"میں چاہتا ہوں کہ جو انجام بھی ہو دونوں کا ایک ہی ہو۔"

میں نے کاکا کے مشورے پر دس ہزار روپے نکال کر ندیم کے حوالے کر دیے۔ ریس شروع ہونے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ نو نمبر بیچ کے بھاؤ میں کھل رہا تھا جبکہ چار اور پانچ نمبر دونوں ایک ایک کے بھاؤ میں تھے۔ اس کے باوجود لوگ ان ہی دو گھوڑوں پر لمبی لمبی رقمیں لگا رہے تھے۔ ندیم نے مجبوراً نو نمبر کے گھوڑے پر میری اور اپنی رقم ملا کر داؤ لگا دیا پھر جب ریس ختم ہوئی اور نو نمبر اول نمبر پر آیا تو ندیم نے بے اختیار مجھے لپٹا لیا اور گرم جوشی سے بولا۔ "مان گئے استاد کہ تمہیں ستاروں کی چال کا علم آتا ہے۔"

ہم ریس کورس سے واپس روانہ ہوئے تو راستے بھر ندیم اس بات پر زور دیتا رہا کہ میں اس کے ساتھ بزنس پارٹنر بن جاؤں اس نے نہ جانے میرے بارے میں کیا رائے قائم کر رکھی تھی بہرحال میں اتنا ضرور محسوس کر رہا تھا کہ وہ کم از کم جوئے کے بارے میں مجھے مقدر کا سکندر ضرور سمجھ رہا تھا۔ میں نے اس کی بات سے کھل کر انکار کرنا اس لیے پسند نہیں کیا کہ وہ پھر پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ جاتا۔ شروع ہی سے وہ کچھ ایسی ہی طبیعت کا مالک تھا۔ جو بات اس کے دماغ میں سما جائے اس کا نکلنا آسان نہیں ہوتا تھا چنانچہ میں نے اس سے وقتی طور پر جان چھڑانے کے لیے وعدہ کر لیا کہ اس کے مشورے پر فرصت سے غور کروں گا۔ راستے میں کاکا نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ میں ندیم کی پیش کش قبول کر لوں وہ اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعے ہمیں کروڑپتی بنا سکتی تھی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ ندیم کا روباری اشتراک سے میرے حق میں زیادہ کارآمد ہو سکتا ہے لیکن میں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو وہ قدرے خفگی سے بولی۔

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم مجھ سے کھنچے کھنچے رہنے لگے ہو۔"

"بات سمجھنے کی کوشش کرو جان من۔" میں نے اسے پیار سے مخاطب کیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم میری ہمدرد ہو تم نے ہر ہر موقعے پر میری مدد کی ہے۔ میں تمہارا احسان مند ہوں۔ مجھے قوی امید ہے کہ جب بھی میرے اوپر کوئی آڑا وقت آیا تم ہی میرے کام آؤ گی لیکن میں ابھی اپنے قوت بازو کو آزمانا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری مرضی، لیکن اتنا دھیان میں رکھنا کہ جو ایک بار بیت جائے تو واپس نہیں آتا۔" کاکا نے بات بیچ میں کہا پھر اس طرح اچانک چونک کر خلا میں گھورنے لگی جیسے اسے کوئی اہم چیز نظر آ گئی ہو۔ اس کا چہرہ غصے سے تپ کر دہک اٹھا تھا۔ اس کی حسین اور کشادہ پیشانی پر آڑی ترچھی لکیروں کا جال پھیل کر گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا جب وہ مجھے جاگتے میں نظر آئی تھی۔

ندیم نے مجھے میرے دفتر پر ڈراپ کیا۔ مجھے ایک دو ٹینڈر بھرنے تھے۔ کچھ ضروری کام بھی نمٹانے تھے۔ ندیم سے ہاتھ ملانے کے بعد میں لفٹ کے ذریعے اپنے آفس تک پہنچا۔ کاکا کچھ دور میرے ساتھ آئی تھی پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس سے پیشتر وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آ رہی تھی۔

پھر جب میں نے دروازہ کھول کر اپنے دفتر میں قدم رکھا تو میں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ شنکر جسے میں اپنی مصروفیات میں الجھ کر یکسر فراموش کر بیٹھا تھا اس وقت میرے دفتر میں ایک کرسی پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ ایک پنڈت نما شخص اور بھی تھا جس نے گیروے رنگ کی چادر جسم پر لپیٹ رکھی تھی۔ اس کے گلے میں متعدد مالائیں جھول رہی تھیں۔

"کیا کاکا کی الجھن کا سبب بھی شنکر تھا؟" میرے ذہن میں یہ خیال تیزی سے ابھرا پھر میں اپنی کرسی پر بیٹھا تو شنکر نے اپنے غلیظ ہونٹوں پر ایک ناگوار مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے حسب سابق ناک میں منمناتے ہوئے بولا۔

"پہچانا مہاراج' میں شنکر ہوں تمہارا جگر۔" اس کے لہجے میں اپنی برتری اور طنز شامل تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا پنڈت جس کا سر گنجا ہوا تھا اور جس نے اپنے ماتھے پر سفید رنگ کی تین چار لکیریں کھینچ رکھی تھیں مجھے ایسی چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے میرے دل کا حال پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ خاصا بتا کتا پنڈت نظر آرہا تھا لیکن اس کے چہرے پر طاری گمبھیر سنجیدگی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ اس نے زندگی کے تجربوں کا نچوڑ حاصل کرنے کی خاطر عمر کا ایک طویل عرصہ گزارا ہے۔ اس کی آنکھوں میں ایک قسم کی مقناطیسی کشش تھی جو دوسروں کو سحر زدہ کر دینے کی قوت رکھتی تھی۔ چنانچہ میں نے اس کی جانب سے توجہ ہٹاتے ہوئے شنکر کو مخاطب کیا۔

"تم اب آئے یہاں۔ میں تو ایک عرصے سے تمہارا انتظار کر

سکتا۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں اپنی شکتی کے زور سے من کی بات بھی جان سکتا ہوں۔" شنکر نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ تم مجھے بالکل ہی بھول گئے تھے اور اس سے مجھے اچانک دیکھ کر تمہیں اچنبھا ہوا ہے کیوں مہاشے میں نے غلط تو نہیں کہا۔"

"وہ دراصل کام کی مصروفیات ـــــ"

"میں دیکھ رہا ہوں۔" اس نے ایک سرسری نظر دفتر کے ساز و سامان پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اونچے اڑتے دکھائی دے رہے ہو۔ مایا جال کے چکروں نے تمہیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔"

"تمہارے دوست کی تعریف۔" میں نے بات بدلنی چاہی۔

"پنڈت جسی دھر۔ ہمارے گرو جو بارہ سال تک تبت کی برف پوش گپھاؤں میں کالی کا جپ نام جپنے کے بعد واپس آئے ہیں۔" شنکر نے مجھے مرعوب کرنے کی خاطر کہا۔ "تم ہماری شکتی کا چمتکار تو دیکھ چکے ہو۔ ذرا وچار کرو' جسے شنکر نے گرو مانا ہو وہ کتنا مہان اور بلوان ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم کاکا کی موتی لینے آئے ہو۔"

"کچھ جل پانی کی بات نہیں کرو گے۔" اس نے میری بات ٹالتے ہوئے کہا۔

میں نے ملازم کو بلا کر کافی لانے کو کہا۔ کافی پینے کے دوران بھی صرف شنکر مجھ سے بات کرتا رہا۔ پنڈت جسی دھر کی نظریں بدستور میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"جتنا یاد ہے تمہیں۔" کافی کا آخری گھونٹ لینے کے بعد شنکر نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "بہت سندر اور کٹیلی نار تھی۔ پر تو کاکا کی موتی کو حاصل کرنے کی خاطر میں نے اسے بھی کالی کے چرنوں میں بلیدان کر دیا تھا۔ یاد ہے تمہیں پورن ماشی کی وہ رات جب سوم رس پینے کے بعد تم نے ـــــ"

"کیا ہم صرف مطلب کی بات نہیں کر سکتے؟" میں نے شنکر کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے قدرے ناخوشگوار انداز میں کہا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ پنڈت جسی دھر کی موجودگی میں وہ اس منحوس رات کے حادثے کو بیان کرے جب میں نے مخموری کی حالت میں نادانستہ طور پر جمنا کو گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔

"کیا بات ہے مہاراج۔ اب تو تم نے اونچے سُروں میں بولنا بھی سیکھ لیا ہے۔ پر تو اس وچار میں بھی مت رہنا کہ تم جمنا کے جھمیلے سے بچ گئے ہو۔" اس نے سرد مہری سے کہا۔ "شنکر چاہے تو اس کی آتما بھی تمہارے خلاف گواہی دینے کی خاطر ایک بار پھر اپنے شریر میں واپس آ سکتی ہے۔"

"کس شریر کی بات کر رہے ہو؟ وہ جو راکھ کی صورت میں بہا دیا گیا تھا۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"شنکر سے پنجہ لڑانے کی کوشش کبھی بھولے سے بھی مت کرنا۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم بات بڑھانے کی کوشش کر رہے ہو؟" میں نے سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔ "میرے پاس وقت کم ہے مطلب کی بات کرو۔"

"میری ایک امانت تمہارے پاس موجود ہے۔ یاد ہے یا کے کی اڑان میں یہ کرو بھی بھول گئے۔" شنکر زہر خند لہجے میں بولا۔

"تم شاید "کاکا کی موتی کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں ـــــ ہم وہی موتی لینے آئے ہیں۔"

"کیا تمہاری شکتی کالے بادلوں کے اس پار دیکھنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"تمہارا ان باتوں سے کوئی سمبندھ نہیں ہونا چاہیے۔" شنکر کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ "اور یہ بات بھی دھیان میں رکھو بالک کہ شنکر اگر چاہے تو اپنی شکتی کے زور سے تمہیں اب بھی ناک سے زمین پر لکیریں نکالنے پر مجبور کر سکتا ہے۔"

"شنکر ـــــ" میں اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ "تم اب اپنی اوقات سے بڑھ رہے ہو۔"

"شانت ـــــ بالک ـــــ شانت۔" پنڈت جسی دھر نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "ہم یہاں تم سے کوئی یدھ کرنے کے کارن نہیں آئے ہیں۔ تم نے شنکر کو جو وچن دیا تھا اس کے انوسار کاکا رانی کی پوتر موتی ہمارے حوالے کر دو پھر ہمارا اور تمہارا کوئی جھگڑا نہیں رہے گا۔"

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے اور میں نے پوچھا بھی یہی تھا لیکن" "تم شاید بھول رہے ہو کہ روپ نگر میں تمہارے پولیس لاک اپ کی لوہے کی سلاخیں پگھل کر موم بن گئی تھیں۔" شنکر نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔ "تم تو کیول گوشت پوست کے بنے ہوئے ہو۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے شنکر کو تیز نظروں سے گھورا۔

"میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں مہاشے کہ تم دھرتی پر رینگنے والے کیڑوں کے انوسار ہو۔ ہوا میں اڑنے کا خیال من سے نکال دو ورنہ شنکر کی ایک پھونک ہی تمہارے لیے بہت ہو گی۔ کیا سمجھے؟" اس نے میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔ اگر میں اس وقت روپ نگر میں ہوتا جہاں چڑیلوں کی اکثریت تھی تو میں اس کی کھواس کو پی کر خاموش ہو جاتا لیکن اس وقت مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔ میں نے جواب میں اسے قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"شنکر ـــــ شاید تمہیں بھی اس وقت اس بات کا احساس نہیں ہے کہ تم ذات کے محض ایک چمار ہو اور اس وقت ایک صاحب حیثیت کوئی کے دفتر میں بیٹھے ہو جو اگر چاہے تو تمہیں

اپنے ملازموں کے ذریعے اٹھوا کر باہر سڑک پر بھی پھنکوا سکتا ہے۔"

"تمہارے آدمی ـــــ اور شنکر کو ہاتھ لگانے کی ہمت کریں گے۔" اس نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "تم شاید مجھے ہنسانے کی کوشش کر رہے ہو؟ میری مانو تو جنتا والے حادثے کو کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ شنکر کی شکتی اور اس کے زبان کی ذرّت تم پہلے بھی کئی بار دیکھ چکے ہو۔ میں چاہوں تو تم اب بھی بھری عدالت کے سامنے وہی بیان دینے پر مجبور ہو جاؤ گے جو میں چاہوں گا۔ شریر تمہارا اپنا ہو گا لیکن تمہاری کھوپڑی تمہارے وچار اور تمہاری زبان پر شنکر کا قبضہ ہو گا۔"

"تم مجھے بلیک میل کرنے کی دھمکی دے رہے ہو؟" میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"بلیک میلنگ کیا ہوتی ہے یہ ایک چمار کو کیا معلوم۔" وہ بل کھا کر بولا۔ "میں تو کیول اتنا جانتا ہوں کہ سچ ہمیشہ سچ ہی رہتا ہے اور جو لوگ قانون کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر سچ اگل دیتے ہیں وہ پھانسی کے پھندے پر بھی لٹک سکتے ہیں۔ جنتا کا شریر راکھ ہو چکا ہے لیکن یہ مت بھولو کہ اس کی آتما اب بھی زندہ ہے جو اس چمار کے اشارے پر تمہارے شریر پر بھی قبضہ جما سکتی ہے اور پھر وہی ہو گا جو وہ چاہے گی۔"

"شنکر ـــــ" پنڈت جسی دھر نے ایک بار پھر گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے شنکر کو مخاطب کیا۔ "دھیرج سے کام لو بالک" ابھی ہمارے پاس بہت سمے ہے۔ تم اپنا حساب کتاب بعد میں بھی چکتا کر سکتے ہو۔ اس سے تو ہمیں پوتر کالکا کی مورتی کی بات کرنی ہے۔"

جسی دھر کے تیور بھی مجھے کچھ ٹھیک نظر نہیں آرہے تھے میرا خون پوری طرح جوش مار رہا تھا۔ میں نے بڑے ارمانوں سے والد صاحب کے ایک دیرینہ خواب کو پورا کرنے کی خاطر دن رات محنت کی تھی اور مقابلے کا امتحان پاس کرنے کے بعد پولیس کی ملازمت اختیار کی تھی لیکن مجھے وہ ملازمت بھی شنکر ہی کی وجہ سے چھوڑنی پڑی تھی اور اس وقت بھی وہی منحوس اور مکروہ شخصیت میرے دفتر میں بیٹھی مجھے ایک کمزور اور مفلوج شخصیت ثابت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میرے تن بدن میں لاوا ابل رہا تھا۔ میرے دل میں فوری طور پر یہی خیال ابھرا تھا کہ ملازموں کو آواز دوں اور شنکر اور پنڈت جسی دھر کو دھکے دے کر دفتر سے باہر پھنکوا دوں یا پھر میز پر رکھا ہوا پیپر ویٹ اٹھا کر اتنی قوت سے شنکر کو ماروں کہ اس کی کھوپڑی پاش پاش ہو کر رہ جائے لیکن ابھی میں اپنے ارادوں پر عمل کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ کالکا کی سرگوشی میرے کانوں میں ابھری۔

"بدھی سے کام لینے کی کوشش کرو۔ تم نہیں جانتے لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ شنکر کے من میں اس سے کھوٹ ہی کھوٹ بھرا ہے۔ وہ تمہیں غصہ دلا کر پنڈت جسی دھر سے لڑوانا چاہتا ہے۔"

"کوئی خاص وجہ۔" میں نے دل ہی دل میں کالکا سے [illegible] کیا۔

"تم جسی دھر کو نہیں جانتے۔ اسے شیو شنکر مہاراج کا [illegible] پراپت حاصل ہے۔ بہت پہنچا ہوا پنڈت ہے۔" کالکا نے کہا۔ "[illegible] دھر نے شیو شنکر اور کالی کو رام کرنے کے کارن برسوں [illegible] کر جاپ کیا ہے۔"

"لیکن شنکر مجھے جسی دھر سے کیوں لڑوانا چاہتا ہے؟"

"من میں کھوٹ بھرا ہو تو منش کو کسی کروٹ چین [illegible] ملتا۔ شنکر میری مورتی کو ہاتھ نہیں لگا سکتا اس لیے وہ جسی دھر کو ساتھ لایا ہے۔ اسے اس بات کا شبہ بھی ہے کہ میں شاید تمہاری سہائتا کر رہی ہوں۔"

"کیا وہ اپنی جوتش ودیا یا شکتی کے گندے عمل کے ذریعے اصلیت نہیں جان سکتا۔"

"نہیں ـــــ وہ میری شکتی سے ٹکرانے کا سپنا بھی نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن یہ وہ بھی نہیں چاہتا کہ میری مورتی تمہارے پاس رہے۔"

"کیا جسی دھر تمہاری پراسرار اور ماورائی قوتوں سے [illegible] اٹھا سکتا ہے؟" میں نے بے چینی سے دریافت کیا۔

"کل کیا ہو گا اس چکر میں مت پڑو۔ یہ سمے ان باتوں [illegible] نہیں ہے۔" کالکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "میری مانو تو بات بڑھانے کے بجائے میری مورتی کو ان کے حوالے کر دو۔"

"لیکن میں تمہیں ایک لمحے کو بھی ـــــ"

"اس بات کی چنتا مت کرو۔ کالکا اپنی بات کی دھنی ہے۔ کسی طرح شنکر کو ٹالنے کی کوشش کرو ورنہ۔"

"ورنہ کیا وہ اپنے گندے اور ناپاک عمل کے ذریعے مجھے کسی مصیبت میں مبتلا کر دے گا؟" میں نے پوچھا۔ "کیا جنتا کی روح میرے جسم پر قبضہ جما کر میری زبان سے اپنے قتل [illegible] کا راز اگلوا سکتی ہے؟"

"تم جنتر منتر اور شکتی کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے [illegible] لیے بہتر ہے بیکار نہ کرو اور میرا کہا مانو اور میری مورتی پنڈت جسی دھر کے حوالے کر دو۔"

"لیکن تمہاری مورتی ـــــ"

"پریشان مت ہو۔" کالکا کی آواز ابھری۔ "تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں اس سے تمہارے سامنے رکھی لوہے کی الماری میں موجود ہوں۔"

نفسیاتی طور پر میری نظر اس الماری کی جانب اٹھ گئی [illegible] میرے دفتر میں باہر کھلنے والی کھڑکی کے ساتھ پاکے سے لگی [illegible] تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ میں نے کالکا کی مورتی کو [illegible]

خواب گاہ کے شوکیس سے کبھی باہر نہیں نکالا تھا پھر؟ وہ دفتر میں کس طرح پہنچ گئی؟ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ پنڈت جسی دھر کی آواز ابھری وہ مجھ سے مخاطب تھا۔

"بالک ـــــ کس وچار میں گم ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ شنکر کی بات کا کیا جواب دوں؟" میں نے شنکر کو گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ میرے آفس میں بیٹھا مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"یہ مورکھ ہے۔" جسی دھر نے تیزی سے کہا۔ "کالکا رانی کے بارے میں جذباتی ہو رہا ہے تم اس کی بات پر دھیان دو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں شنکر کو بدستور گھورتے ہوئے اپنی کرسی سے اٹھا۔ "اگر تم کہتے ہو تو میں کالکا کی مورتی اس کے حوالے کیے دیتا ہوں۔" پھر میں نے لوہے کی الماری کھولی۔ کالکا کی مورتی وہاں موجود تھی۔ میں نے اسے دھڑکتے ہوئے دل سے اٹھایا۔ میز پر واپس آیا تو شنکر کے چہرے کا تناؤ ختم ہو چکا تھا۔ وہ کسی بھوکے بچے کے مانند مورتی کو دیکھ رہا تھا۔ پنڈت جسی دھر کی آنکھیں بھی مورتی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کی نگاہوں میں ایک مخصوص چمک نظر آرہی تھی۔

"اسے اٹھا لو شنکر۔" میں نے بظاہر بڑی بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "مجھے تمہاری اس مورتی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"نہیں۔" شنکر بولا۔ "جب گرو موجود ہے تو مجھے کو پہل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

پنڈت جسی دھر کچھ دیر تک کالکا کی مورتی کو اس انداز میں دیکھتا رہا جیسے اسے اپنی قوت بینائی پر شبہ ہو رہا ہو پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر مورتی کو اٹھا کر چوم لیا۔ اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی پھر وہ جانے کے لیے اٹھے تو میں نے شنکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو یہ روپ نگر نہیں ہے۔ دوبارہ اگر مجھ سے کبھی ملنا تو اپنی حیثیت کا خیال ضرور رکھنا اور یہ بات بھی اپنے ذہن سے نکال دو کہ تم اپنے گندے اور پلید عمل کے ذریعے مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتے ہو۔"

جواب میں شنکر کا چہرہ سرخ ہو گیا اس کی آنکھوں میں شیطانی قوت کا جنونی رقص شروع ہو گیا۔ اس کے ہونٹ متحرک ہو گئے۔ شاید وہ کوئی مجھے نقصان پہنچانے کی خاطر کسی منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا لیکن پنڈت جسی دھر نے تیزی سے ہاتھ اٹھا کر اسے روکتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں شنکر ـــــ نہیں تم نے اپنے من میں جو سوچا ہے وہ کبھی پورا نہیں ہو گا۔"

"گرو ـــــ میں سمجھا نہیں گرو دیو؟" شنکر نے حیرت کا اظہار کیا تو پنڈت جسی دھر نے معنی خیز نگاہوں سے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بڑے بھاگوان ہو بالک شنکر ابھی گھپ اندھیروں میں دور تک دیکھنے کا عادی نہیں ہوا ہے۔ اس کے لیے اسے ابھی بہت سارے جاپ کرنے ہوں گے۔ دھونی رما کر منڈل میں آلتی پالتی مار کر بیٹھنا ہو گا۔ منش کو کوئی شکتی پراپت کرنے کے کارن کٹھن تپسیا کرنی پڑتی ہے۔ سونا اتنی آسانی سے تو کندن نہیں بن جاتا۔ بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں منش تب کہیں جا کر وہ اندھیاروں میں دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ پر تو میں دیکھ رہا ہوں۔ اس پرچھائیں کو جو تمہاری رکھشا کرنے کے لیے تمہارے سر منڈلا رہی ہے۔"

"کیا تم اس پرچھائیں کا کوئی توڑ نہیں کر سکتے۔" میں نے یوں ہی سنجیدگی سے کہا۔

"سمے سمے کی بات ہے بالک۔" جسی دھر نے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ اس پرچھائیں کی وجہ سے تمہارا پلڑا بھاری پڑ رہا ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہو گا۔"

پھر وہ وہاں رکا نہیں، شنکر کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے لمبے لمبے ڈگ بھرتا دفتر سے چلا گیا اور میں اس پرچھائیں کے بارے میں سوچنے لگا تھا جس نے جسی دھر کو بھی ششدر کر دیا تھا۔ فوری طور پر میرے ذہن میں کالکا کا خیال ابھرا۔ اس نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ وہ ہر صورت میں میری مدد کرتی رہے گی۔

"کالکا۔" میں نے بڑی حسرت سے اسے آواز دی۔ "تم میرا ساتھ چھوڑ تو نہیں دو گی۔"

"کالکا کو اپنا وچن یاد ہے۔" اس کی مانوس آواز میرے

کانوں میں گونجی۔ "تم اداس مت ہو میں جیون کے ہر موڑ پر تمہاری سہائتا کرتی رہوں گی۔ تم جب بھی مجھے آواز دو گے اپنے بہت قریب پاؤ گے۔ جسی دھر اور ششکر مل کر بھی تمہاری کاکا کی مہان شکتی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

"پھر تم میرے دشمنوں کے قبضے میں کیوں چلی گئیں؟" میں نے شکوہ کیا۔

"صرف اس لیے کہ وہ تمہارا پیچھا چھوڑ دیں۔ میں تمہارے پاس رہتی تو وہ تمہیں برابر کشٹ پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے۔"

"پنڈت جسی دھر نے کسی پرچھائیں کا ذکر کیا تھا۔" میں نے اپنا تجسس دور کرنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا وہ تم ہی تھیں؟"

"میری ایک بات مانو گے؟" اس نے میرے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"کہو۔"

"ششکر اور پنڈت جسی دھر سے ہمیشہ چوکنا رہنا۔ یہ دشٹ تمہیں نقصان پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔"

"وہ تمہاری مورتی لے گئے ہیں۔ اب میرے اور ان کے درمیان بھلا کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟"

"تمہارے بھوش میں کیا لکھا ہے یہ تم نہیں جانتے۔"

"کیا میری کاکا رانی بھی مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتائے گی۔" میں نے بڑے پیار سے اس کے تصور کو مخاطب کیا۔

"سمے کا انتظار کرو۔" کاکا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

پھر میرا بزنس اسسٹنٹ عابد اندر داخل ہوا تو میں اس کے ساتھ کاروباری باتوں میں مصروف ہو گیا لیکن میں اپنے دل کے ایک نرم گوشے میں کاکا کی مورتی کے ہاتھ سے نکل جانے کی کسک بھی محسوس کر رہا تھا۔

*

میرا بزنس روز افزوں ترقی کر رہا تھا۔ میں نے اپنے دفتر کے عملے کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ سلوک روا رکھا تھا اور اس کے علاوہ یہ پالیسی بھی وضع کر رکھی تھی کہ ہر کام میں ہونے والے کل منافعے کی رقم کا دسواں حصہ مساوی طور پر عملے میں تقسیم کر دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہر کام میں بڑی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ شہباز انٹرپرائز کا کام اتنا بڑھ چکا تھا کہ اس کے لیے مجھے ایک دفتر اور لینا پڑا جہاں میں نے عابد کو انچارج مقرر کر دیا۔ وارثی بدستور میرے ساتھ تھا۔ نادر کنسٹرکشن کمپنی کے کام میں اضافہ ہو رہا تھا لیکن وہاں کا عملہ چونکہ ماسٹر ٹونی کی نگرانی میں زیادہ تر سائٹ پر تعینات رہتا تھا اس لیے مجھے اس کے لیے کسی اضافی دفتر کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی البتہ تعمیراتی کام کے سلسلے میں میری نرنجن لال سے ضرور ٹھن گئی جس کی ایک وجہ تو یہ بھی تھی کہ ہماری کمپنی کی وجہ سے اس کے کئی ٹینڈر ہاتھ سے نکل گئے تھے اور دوسری وجہ والد صاحب سے قرض لی ہوئی رقم تھی جس کے بارے میں اسے یہی احساس تھا کہ وہ رقم ابھی تک اس پر واجب الادا ہے حالانکہ وہ رقم میں مع منافعے کے وصول کر چکا تھا لیکن کاکا کی پراسرار قوت نے اس حقیقت کو ہر شخص کے ذہن سے نکال دیا تھا۔

پنڈت جسی دھر اور ششکر کو کاکا کی مورتی لے گئے تقریباً [illegible] ہیں دن گزر چکے تھے لیکن ابھی تک ان کی طرف سے کسی انتقامی جذبے کا مظاہرہ نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ میرا خیال تھا کہ جسی دھر نہ سہی لیکن ششکر اپنی خباثت کا اظہار ضرور کرے گا لیکن ایسا بھی نہیں ہوا۔ ان ہی دنوں میں کئی بار میرا دل یہ چاہا کہ کاکا کو آواز دوں لیکن میں نے ایسا نہیں کیا کاکا نے میرے ساتھ جو عہد و پیمان کیے تھے میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ اس [illegible] کہاں تک سنجیدہ ہے۔

اس وقت ماسٹر ٹونی میرے دفتر میں بیٹھا مجھے بتا رہا تھا کہ اس نے ایک گورنمنٹ بلڈنگ کے تعمیر کے سلسلے میں جو ٹینڈر داخل کیا ہے اگر وہ منظور ہو گیا تو نرنجن لال کی ساکھ کو اتنا [illegible] دھچکا پہنچے گا کہ پھر اسے دوبارہ قدم جمانے میں خاصا وقت لگے گا۔ ایک بار میرے دل میں یہ خیال آیا کہ نرنجن لال کو [illegible] دکھانے کی خاطر کاکا کی ماورائی قوتوں سے کام لوں لیکن پھر [illegible] نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

"سر۔" ماسٹر ٹونی بڑے جذباتی انداز میں مجھے بتا رہا تھا۔ "اگر لک نے ہمارا ساتھ دیا تو نہ صرف یہ کہ ہمیں اپنی توقعات سے کہیں زیادہ منافع ہو گا بلکہ نرنجن لال کی ساری ہوا نکل جائے گی۔"

"ایک بات کا ہمیشہ خیال رکھنا ماسٹر ٹونی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "پرافٹ کا مارجن کم ہی کیوں نہ ہو لیکن ہمارے معیار میں کبھی کسی ادارے کو شکایت کا موقع نہیں [illegible] چاہیے۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں سر۔ آپ اس سلسلے میں ماسٹر ٹونی پر بھروسا کر سکتے ہیں۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ۔" میں نے ماسٹر ٹونی کو ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔ "نادر کنسٹرکشن کمپنی کا سارا کام چونکہ تم نے سنبھال رکھا ہے اس لیے ٹینڈرز کی منظوری سے لے کر تعمیری کام مکمل ہونے تک کے تمام مراحل کا سرا بھی تمہارے سر ہے۔ ایسی صورت میں کیا نرنجن لال یا اس کے آدمیوں نے تمہیں ہمارے ادارے سے توڑنے کی کوشش کبھی نہیں کی؟"

"کی تھی جناب۔" ماسٹر ٹونی نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں جواب دیا۔ "جتنی تنخواہ مجھے یہاں ملتی ہے اس سے ایک [illegible] روپے زیادہ کی آفر بھی دی لیکن ٹونی نے ان کی آفر کو [illegible] سے ٹھکرا دیا۔"

"تم نے برا کیا۔" میں نے اسے مزید کریدنے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔ "تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو شاید اس آفر کو خوشی خوشی قبول کر لیتا۔ ایک ہزار ماہوار کا اضافہ کم نہیں ہوتا اور ایسی صورت میں جبکہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایسا کوئی معاہدہ بھی نہیں ہے کہ ملازمت چھوڑنے یا ملازمت سے برطرف کرنے کے سلسلے میں کوئی نوٹس یا رقم دینی ہوگی۔"

"آپ نرنجن لال کو شاید اچھی طرح نہیں جانتے سر۔" ماسٹر ٹونی ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "وہ انتہائی کمینہ اور مطلب پرست طبیعت کا مالک ہے اور کنجوس اس درجے کا ہے کہ ملازموں سے براہ راست ایک ایک پائی کا حساب لیتا ہے۔ اس کا وقت پڑے تو گدھے کو بھی باپ بنا لیتا ہے اور مطلب نکل جائے تو باپ کو بھی گدھے کی طرح ڈنڈے مار کر نکال سکتا ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ نادر کنسٹرکشن کمپنی کی موجودگی میں وہ کم از کم تمہارے ساتھ کوئی فراڈ نہیں کرے گا۔"

"آپ کو ایک بات بتاؤں سر۔" ٹونی نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔ "جس زمانے میں اس نے نیا نیا کام شروع کیا تھا اس وقت میں اس کے ساتھ تھا اس بلڈنگ کنسٹرکشن کی اے بی سی بھی نہیں معلوم نہیں تھی نیچے سے لے کر اوپر تک تمام کام میں سنبھالتا تھا لیکن پھر وہ جب کسی قابل ہو گیا تو اس نے میری جگہ ایک اور آدمی کو سستے داموں ملازم رکھ لیا۔ ٹونی کو اس بات کا بھی افسوس نہیں ہوا۔ بزنس اور سروس دونوں میں اپ ڈاؤن ہوتا رہتا ہے مگر۔ اس نے میرے اوپر چار بوری سیمنٹ کی چوری کا الزام لگایا تھا۔ آپ خود فیصلہ کریں سر کیا ماسٹر ٹونی چار بوری سیمنٹ کی چوری کر سکتا ہے؟"

"نہیں۔ اور تمہاری محنت اور ایمانداری ہی کی وجہ سے میں نے تم کو تمام سیاہ و سفید کا مالک بنا رکھا ہے۔"

"تھینک یو سر۔" ٹونی نے مسرت اور احسان مندی کے ملے جلے احساسات کا اظہار کیا پھر اس سے پہلے کہ ہمارے درمیان کوئی اور بات ہوتی انٹرکام کا بزر بول اٹھا۔

"یس۔" میں نے ریسیور اٹھاتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"صبح سے اب تک مسٹر عدیم کا چار مرتبہ فون آ چکا ہے۔" دوسری جانب سے عارفہ کی آواز ابھری۔

"تم نے کیا جواب دیا؟"

"آپ کے حکم کے مطابق میں نے عدیم کو یہی بتایا ہے کہ آپ آؤٹ ڈور جاب پر نکلے ہوئے ہیں۔"

"گڈ، تم نے اچھا کیا۔"

"لیکن سر۔ وہ آپ کے دوست ـــــ" عارفہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"کوئی خاص بات؟" میں نے وضاحت چاہی تو عارفہ نے کہا۔

"وہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ماڈرن معلوم ہوتے ہیں۔ مجھ سے مستقل فری ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"ڈونٹ وری۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "دراصل وہ بڑے باپ کا بیٹا ہے اس لیے بہت آزاد خیال واقع ہوا ہے میں اسے سمجھا دوں گا' ویسے اگر تم کو عدیم کی کوئی بات ناگوار گزری ہو تو میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔"

"تھینک یو سر۔" عارفہ نے جواب دینے کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع کر دیا۔

"تمہیں اپنے آفس کے سلسلے میں کوئی پرابلم تو نہیں ہے؟" میں نے ماسٹر ٹونی سے پوچھا۔

"مجھے تو کوئی پرابلم نہیں ہے سر لیکن۔"

"لیکن کیا؟" میں نے ٹونی کے خاموش ہو جانے کی وجہ جاننا چاہی تو وہ کرسی پر پہلو بدل کر بولا۔

"میں نے اپنے کچھ ذریعوں سے معلوم کیا تھا سر ہمارے ریٹ نرنجن لال کے مقابلے میں کم ہیں لیکن نرنجن لال ایک نمبر کا ڈیپ آدمی ہے۔ وہ اس کام کو حاصل کرنے کی خاطر ہماری کمپنی کو بدنام کرنے کی خاطر کوئی بھی گھٹیا سے گھٹیا قدم اٹھا سکتا ہے۔"

"مثلاً۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن سر اگر یہ ٹینڈر اس کے ہاتھ سے نکل گیا تو وہ سکون کی نیند نہیں سو سکے گا۔"

ایک بار پھر انٹرکام کا بزر بولا۔ اس بار عارفہ نے مجھے علی کی آمد کے بارے میں اطلاع دی تھی۔ محسن علی کسی زمانے میں ایک انٹر کمپنی سے وابستہ تھا لیکن پھر کسی [illegible] کارروائی کے بعد اسے ملازمت سے برطرف کر دیا گیا تو۔ تعلیم یافتہ اور محنتی نوجوان تھا اس لیے ملازمت سے نکالے جانے کے بعد اس نے ہارڈ ویئر اور سینیٹری کے سازو سامان کو کمیشن ایجنٹ کے طور پر مختلف کمپنیز کو سپلائی کرنے کا کام شروع کر دیا تھا' چار پیسے پیدا کر لینے کے بعد وہ اکثر ایسے تعمیراتی سامان کو بڑی تعداد میں خرید کر اسٹور بھی کر لیا کرتا تھا جس کی قیمت بڑھنے کا امکان ہوتا ہے۔ چنانچہ اکثر کنسٹرکشن کمپنیز نے اسے ان لسٹ کر رکھا تھا' اس کی وجہ سے سب سے بڑی سہولت یہ تھی کہ تعمیر سے متعلق بیشتر سامان وہ بروقت سپلائی کر دیا کرتا تھا اور اداروں کو مختلف ڈیلرز کے پاس چکر لگانے کی پریشانی سے نجات مل جاتی تھی' اس کے ریٹ بھی چونکہ مارکیٹ کے مقابلے میں مناسب ہوتے تھے اس لیے اس نے بہت کم وقت میں خاصی ترقی کر لی تھی وہ اجیر اور تاجر دونوں کے کام کرتا تھا۔

پہلی بار جب وہ میرے پاس آیا تو مجھے اس بات کا علم تھا کہ وہ نرنجن لال کے لیے بھی کام کرتا ہے لیکن مارکیٹ میں چونکہ اس کی ساکھ بنی ہوئی تھی اس لیے میں نے بھی اسے اپنے

ادارے کے لیے ان لسٹ کرلیا۔ میں نے محسن علی میں ایک خاص خوبی جو محسوس کی تھی کہ وہ یہ تھی کہ وہ ایک ادارے کا راز دوسرے ادارے کے ہاتھ فروخت کرنے کا عادی نہیں تھا۔ اس وقت چونکہ ماسٹر ٹونی بھی موجود تھا۔ اس لیے میں نے عارفہ سے کہا کہ وہ محسن علی کو اندر بھیج دے۔ دو منٹ بعد ہی محسن علی اپنی روایتی مسکراہٹ چہرے پر بکھیرے آفس میں داخل ہوا۔ اس نے اپنے سیدھے ہاتھ میں ایک چرمی بریف کیس پکڑ رکھا تھا۔ میرا اشارہ ملنے کے بعد وہ میرے سامنے والی کرسی پر ماسٹر ٹونی کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"اور سناؤ محسن علی۔" میں نے کاروباری انداز میں پوچھا۔ "آج کل مارکیٹ کا کیا حال ہے؟"

"باقی تو سب ٹھیک ٹھاک ہے لیکن یہ اطلاع پوری مارکیٹ میں بڑے زور و شور سے گردش کر رہی ہے کہ سیمنٹ کی بوری کے ریٹ میں اضافہ ہونے والا ہے اور اگر ایسا ہوا تو دوسرے آئٹم بھی یقینی طور پر متاثر ہوں گے۔" محسن علی نے سنجیدگی سے کہا۔ "کنسٹرکشن کمپنیز نے ابھی سے حفظ ماتقدم کے طور پر سیمنٹ اسٹاک کرنا شروع کردیا ہے۔"

"یہ اطلاع میں نے بھی سن رکھی ہے۔" ماسٹر ٹونی نے مجھ سے کہا پھر محسن علی سے مخاطب ہو کر بولا۔ "کیا تمہارے پاس سیمنٹ کا اسٹاک موجود ہے۔ میرا مطلب ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کچھ دنوں بعد ہمیں بڑی مقدار میں سیمنٹ کی ضرورت پیش آئے۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" محسن علی نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا پھر اپنی دستی گھڑی پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے بولا۔ "بزنس کے معاملے میں 'میں' ہمیشہ کھری بات کرنے کا عادی ہوں۔ اگر آپ اپنا آرڈر ففٹی پرسنٹ ایڈوانس کے ساتھ بک کرادیں تو وقت مقررہ پر آپ کو سیمنٹ کی سپلائی آج ہی کے ریٹ پر مل جائے گی۔"

"تم نے تو اچھا خاصا مال اسٹاک کرلیا ہوگا۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا خاصا مال اسٹاک کرنے کے لیے اچھے خاصے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ میں جس حیثیت کا آدمی ہوں وہ کم از کم آپ جیسے بڑے اداروں کے آرڈر کو بغیر ایڈوانس بکنگ کے پورا نہیں کرسکتا۔"

"محنت اور ایمانداری سے کام کرتے رہو تم بھی بڑے اداروں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جاؤ گے۔" میں نے کہا پھر ماسٹر ٹونی سے پوچھا۔ "ہمارے اسٹاک میں جو سیمنٹ موجود ہے اس کے علاوہ ہمیں کتنی ضرورت پیش آئے گی؟"

ماسٹر ٹونی نے پیڈ اور پینسل لے کر حساب لگانا شروع کیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا۔ ڈی ایس پی' ایک انسپکٹر' دو مسلح سپاہیوں اور دو سادہ لباس والوں کے ہمراہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ سراج سے میری ملاقات نرنجن لال کے دفتر میں ہوئی تھی اور دوسری ملاقات رہائش گاہ پر اس وقت ہوئی تھی جب وہ والد صاحب سے کیس کے سلسلے میں کوئی ضروری قانونی مشورہ لینے آیا تھا۔ اس وقت اس کے تیور کچھ زیادہ اچھے نہیں تھے پھر جس انداز میں اس نے اپنا ریوالور ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا اس سے بھی سنگین صورت حال کا احساس ہو رہا تھا۔ میرے علاوہ ایک ماسٹر ٹونی کے چہرے پر بھی حیرت اور تعجب ملے جلے تاثرات ابھرے تھے۔

"مسٹر شہباز۔ آپ چونکہ خود بھی پولیس آفیسر رہ چکے ہیں اور میں آپ کے والد سے بھی واقف ہوں اس لیے آپ کی عزت میرا فرض ہے لیکن قانونی تقاضے پورے کرنے کی خاطر ہمیں کبھی کبھی ذاتی تعلقات کو بھی نظر انداز کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔"

"مجھے بھی اس قسم کے موقعوں سے واسطہ پڑ چکا ہے لیکن آپ اس وقت میرے دفتر میں کس ارادے سے تشریف لائے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"آپ مسٹر محسن علی کو کب سے جانتے ہیں؟" سراج نے میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے خشک لہجے میں سوال کیا۔ اس کے ساتھ جو انسپکٹر اور کانسٹیبل آئے تھے انہوں نے محسن علی اور ماسٹر ٹونی کو کور کر رکھا تھا مجھے وہ پوزیشن کچھ عجیب سی لگ رہی تھی پھر میں نے سنبھل کر جواب دیا۔

"مسٹر محسن علی سے میری ملاقات نادر کنسٹرکشن کمپنی کے قیام کے عمل میں آنے کے بعد ہوئی تھی۔"

"اندازاً کتنا عرصہ ہوا ہوگا؟"

"تقریباً ڈیڑھ دو سال۔"

"کیا آپ جانتے ہیں کہ محسن علی موجودہ کاروبار سے پہلے کیا کرتے تھے؟" ڈی ایس پی سراج نے بدستور تیکھے انداز میں پوچھا۔

"سنا ہے کہ یہ کسی ائر کمپنی سے وابستہ تھے۔"

"ٹھیک سنا ہے آپ نے۔" سراج نے کہا۔ "اور آپ کی اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کردوں کہ یہ اس ائر کمپنی میں بطور پرسر کام کرتے تھے اور موصوف کو منشیات اسمگلنگ کے سلسلے میں ملازمت سے برطرف کیا گیا تھا۔"

"ہو سکتا ہے لیکن۔۔۔"

"میری اطلاع ہے کہ آپ مسٹر محسن کے ذریعے ہیروئن کی اسمگلنگ کا کاروبار کر رہے ہیں۔" ڈی ایس پی سراج نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ اس کے لہجے میں ایک فرض شناس اور ایماندار آفیسر کی کاٹ موجود تھی۔

"کیا میں جان سکتا ہوں کہ یہ اطلاع جو خود میرے لیے بھی باعث حیرت ہے آپ کو کس ذریعے سے ملی ہے؟"

"آئی ایم سوری مسٹر شہباز۔ مخبر کا نام اور اس کی شخصیت کا اظہار کرنا پولیس کے اصول کے خلاف ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "میرا دفتر حاضر ہے آپ اپنے شبہے اور مخبری کی تصدیق کرسکتے ہیں۔"

"اس کے لیے ہمیں زیادہ تگ و دو کی ضرورت نہیں ہوگی۔" ڈی ایس پی سراج نے کہا پھر وہ قہر آلود نظروں سے محسن علی کو گھورتے ہوئے بولا۔ "سچ سچ بتاؤ تمہارے چرمی بریف کیس میں کیا چیز موجود ہے؟"

"جج۔۔۔ جی۔۔۔ وہ۔۔۔" محسن علی بوکھلا کر ہکلانے لگا۔

"شرافت سے سب کچھ اگل دو ورنہ ہمیں دوسرے طریقوں سے بھی سچ اگلوانے کے راستے آتے ہیں۔"

"اس میں میرا کیا قصور ہے جناب۔" محسن علی نے سٹپٹاتے ہوئے کہا۔ "مجھے مسٹر شہباز نے ایک معقول معاوضے پر یہ بریف کیس ایک خاص ملک تک پہنچانے کا کام سونپا ہے۔"

میں حیرت سے اچھل پڑا ماسٹر ٹونی کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ میرے ذہن میں فوری طور پر شنکر کا منحوس تصور ابھرا تھا اور ٹونی کے دماغ میں غالباً "نرنجن لال" کا نام گونجا ہوگا۔

"یہ سراسر بکواس ہے۔" میں نے احتجاج کیا۔ "میرا اس بریف کیس سے کوئی تعلق نہیں اور مجھے اس بات کا بھی کوئی علم نہیں کہ اس میں کیا ہے۔"

"تم بتاؤ۔" ڈی ایس پی نے محسن علی کو مخاطب کیا۔ "اس بریف کیس میں کیا ہے؟"

"ہیروئن۔ آپ کو یقین نہیں آتا تو اسے کھول کر چیک کرلیں لیکن میں بے قصور ہوں۔" محسن علی نے بڑی کامیاب اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس کام کے لیے مسٹر شہباز نے مجبور کیا تھا اور اگر میں پکڑا نہ جاتا تو یہ میرا پہلا پھیرا ہوتا۔"

محسن علی نے اس قدر سنجیدگی سے جھوٹ بولا تھا کہ میں بھی گڑبڑا کر رہ گیا میرے ذہن میں ماسٹر ٹونی کے کہے ہوئے وہ جملے گونجنے لگے جو اس نے کچھ دیر پیشتر نرنجن لال کے بارے میں کہے تھے۔ شنکر کا تصور بھی نرنجن لال کے نام کے ساتھ خلط ملط ہو رہا تھا پھر جب ڈی ایس پی سراج نے بریف کیس کھولا تو اس کے اور محسن علی کے چونکنے کی باری تھی۔ پولیس انسپکٹر اور سادہ لباس والے بھی حیرت بھری نظروں سے اس بریف کیس کو دیکھ رہے تھے جس کے اندر ہر طرح کھنگالنے کے باوجود سوائے کاروباری امور کے متعلق مختلف کمپنیز کے آرڈرز کے سوا اور کچھ برآمد نہیں ہوسکا تھا خاص طور پر محسن علی کی آنکھیں اس طرح پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔

"تم نے تو کہا تھا کہ اس بریف کیس میں ہیروئن ہے۔" سراج نے کرخت لہجے میں پوچھا۔ "کہاں گئی وہ ہیروئن؟"

"میں خود بھی۔۔۔ بھلا کیا کہہ سکتا ہوں جناب۔" محسن علی بری طرح بوکھلا گیا تھا۔

اپنی مزید تسلی اور اطمینان کے لیے پولیس والوں نے اس بریف کیس کا بخیہ ادھیڑ کر بھی ہر طرح اپنا اطمینان کرلیا پھر ڈی ایس پی سراج نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے بڑے تاسف سے کہا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر شہباز' پولیس کی کارروائی کی وجہ سے آپ کو جو ذہنی کوفت اٹھانی پڑی ہے ہم اس کے لیے معذرت خواہ ہیں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس حرامزادے محسن علی اور اس مخبر کو کسی قیمت پر بھی معاف نہیں کروں گا جس نے آپ کی بے داغ شخصیت پر کیچڑ اچھالنے کی جسارت کی ہے۔"

پھر پولیس والے نعرہ مارتے ہوئے محسن علی کو گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔

"سر۔" ماسٹر ٹونی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "دیکھا آپ نے 'میں نہ کہتا تھا کہ ٹینڈر ہاتھ سے نکل جانے کے بعد نرنجن لال اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے گا۔"

میں جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا لیکن اسی لیے کاکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"تم نے دیکھا۔ تمہاری کاکا تم سے دور ہونے کے باوجود تم سے کس قدر قریب ہے۔ اگر میں نے بریف کیس میں رکھی ہوئی ہیروئن کو اپنی مہان شکتی کے زور سے کاغذ کے پرزوں میں تبدیل نہ کیا ہوتا تو اس سے تمہاری کیا پوزیشن ہوتی۔"

"لیکن میرے خلاف یہ سازش کس نے کی تھی؟" میں نے عالم تصور میں کاکا سے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔ سمے کا انتظار کرو۔" کاکا نے بڑے پراعتماد اور ٹھوس لہجے میں کہا۔ "جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں کسی بھی بات کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں ہونٹ چبا کر رہ گیا پھر جیب سے رومال نکال کر اپنی پیشانی کا پسینہ خشک کرنے لگا۔

*

گزشتہ رات میں خاصی دیر سے گھر پہنچا تھا اس لیے صبح میری آنکھ دیر سے کھلی امی اور والد صاحب ناشتا کرچکے تھے اور میرے پرانے ملازم کے بیان کے مطابق اس وقت لان پر موجود تھے۔ میں نے جلدی جلدی ناشتا کیا پھر تیار ہو کر دفتر جانے کے لیے باہر پورٹیکو میں آیا تو والد صاحب نے آواز دے کر مجھے اپنے پاس بلالیا۔ میں ان کے قریب جاکر ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم کل رات بڑی دیر سے گھر واپس آئے تھے؟" والد صاحب نے ہاتھ میں دبا ہوا اخبار میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔ آج کل مصروفیت کچھ زیادہ ہے۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔ "ایک خاص ٹینڈر کے سلسلے میں بھاگ دوڑ کرنی پڑ رہی ہے امی۔ آفس میں ایک میٹنگ تھی جس میں دیر ہو گئی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم زنجن لال کے مقابلے پر ہونے کے باوجود وہ ٹینڈر حاصل کر لو گے۔"

"جی ہاں۔" میں نے تیزی سے جواب دیا لیکن چونک اٹھا۔ والد صاحب کو اس ٹینڈر کے بارے میں کسی بات کا علم نہیں تھا پھر اس وقت اچانک انہوں نے بطور خاص اسی کا ذکر کیوں چھیڑا تھا۔ میں والد صاحب کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ انہوں نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

"اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا کہ تم نادر خان کی اولاد ہو۔ میں نے زندگی میں بہت سارے نقصانات بھی اٹھائے ہیں لیکن اصولوں کے خلاف کسی سے سمجھوتا کرنا میری سرشت کے خلاف تھا۔"

"مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں آپ کی اولاد ہوں۔"

"لیکن تم اس موذی کو نہیں جانتے۔" والد صاحب نے اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "دولت کے حصول کی خاطر وہ شاید اپنی سگی اولاد کو بھی دھوکا دینے سے دریغ نہ کرے۔ تم تو پھر اس کے حریف ہو۔"

"آپ ..."

"زنجن لال کی بات کر رہا ہوں جو کسی دو منہ والے سانپ کی چال چلنے کا عادی ہے۔" والد صاحب کے تیور یکلخت ہی بدل گئے۔ "وہ خبیث قسم کا بنیا ہے جو گندی نالی میں گر جانے والے نوٹ کو بھی دانتوں سے پکڑ کر نکال سکتا ہے۔ جہاں لاکھوں کا معاملہ درپیش ہو وہاں اپنی حیثیت کی خاطر ہر قسم کے اوچھے اور گھٹیا سے گھٹیا ہتھکنڈے استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ تمہیں اس کے سائے سے بھی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"کوئی خاص بات۔" میں نے والد صاحب کی برہمی کا سبب جاننے کی کوشش کی تو وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولے۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر تم کوئی بات مجھ سے چھپانے کی کوشش کرو گے تو کیا وہ دوسرے ذریعے سے مجھ تک نہیں پہنچ سکتی؟"

"اوہ۔" میں نے معاملے کی نوعیت کو بھانپتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "بزنس میں پروفیشنل جیلسی تو ہوتی ہے لیکن میں ان باتوں سے کبھی ہراساں نہیں ہوں گا۔"

"ہر شخص نادر خان یا سراج نہیں بن سکتا۔" والد صاحب نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہاری خوش قسمتی تھی کہ سراج نے ریڈ کیا ورنہ اس کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو شاید وہ بھی۔ کیا نام ہے اس کا۔ ہاں محسن علی کی طرح منہ مانگے داموں کے عوض بک سکتا تھا۔"

"لیکن اس میں میرا کیا قصور تھا؟"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہاری رگوں میں نادر خان کا خون دوڑ رہا ہے۔" والد صاحب نے ٹھوس اور پاٹ دار آواز میں جواب دیا۔ "تم منشیات کی تجارت کے کام میں ملوث ہونے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے لیکن سچ اور جھوٹ کا فیصلہ ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہوتا۔ انسان کو بے قصور ہونے کے باوجود قانون کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر اپنی بے گناہی کا ثبوت پیش کرنا پڑتا ہے۔ قدرت کا انصاف اپنی جگہ اٹل ہوتا ہے لیکن عدالتوں کے فیصلوں نے اکثر و بیشتر شریف لوگوں کو بھی ناکردہ گناہوں کی سزا کے طور پر برسوں حوالات میں چکی پیسنے پر مجبور کیا ہے۔"

"کیا ڈی ایس پی سراج یہاں آئے تھے؟" میں نے دبی زبان میں سوال کیا۔

"ہاں۔" والد صاحب نے کہا۔ "اس نے ایک دیانتدار پولیس آفیسر کی طرح اپنا فرض ادا کیا ہے۔" زنجن لال نے راتوں رات اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے اپنے بزنس منیجر کو ضمانت پر رہا کرا لیا ہے لیکن محسن علی ابھی تک حوالات میں بند ہے۔ جانتے ہو محسن علی نے پولیس کو کیا بیان دیا ہے؟ شکلا نے اسے دو لاکھ کے عوض اپنی سازش کی تکمیل کی خاطر خریدا تھا۔"

"لیکن وہ ہیروئن۔"

"سراج کے خیال کے مطابق محسن علی نادانی یا کسی جلد بازی کی وجہ سے وہ بریف کیس لے جانا بھول گیا جس میں تمہیں پھنسوانے کی خاطر ہیروئن رکھی گئی تھی لیکن ایک بات سراج کو بھی پریشان کر رہی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"وہ بیان جو محسن علی نے مجسٹریٹ کے روبرو لکھوایا ہے اس بیان کے مطابق وہ ہمیشہ وہی بریف کیس استعمال کرتا تھا اس نے اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ بریف کیس میں ہیروئن کے ایئر ٹائٹ پیکٹ اسی کی موجودگی میں رکھے گئے تھے اور اسی بریف کیس کو لے کر وہ تمہارے آفس میں داخل ہوا تھا۔" والد صاحب نے پہلو بدل کر کہا۔ "ہیروئن کا غائب ہو جانا محسن علی کے علاوہ سراج کو بھی الجھن میں ڈال رہا ہے۔"

"شکلا نے کیا بیان دیا ہے؟"

"اس نے جرم کی صحت سے قطعی لاعلمی کا اظہار کیا اور اپنے بیان میں یہ لکھوایا کہ اس کی پوزیشن کو خراب کرنے کی خاطر کسی مرتب شدہ سازش کے تحت الجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔" والد صاحب نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "ایک بات جو خود میرے لیے پریشان کن ہے، وہ ہیروئن جو بریف کیس میں

تمہیں پھنسانے کی خاطر رکھی گئی تھی وہ کہاں غائب ہو گئی؟ اس کے برآمد ہونے کی صورت میں محسن علی بھی شکلا سے ملتا جلتا کوئی بیان ریکارڈ کرا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ کیا وہ بلا وجہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے پیر پر کلہاڑی مارنے کی حماقت کر رہا ہے۔"

"اس کا جواب تو وہی دے سکتا ہے۔" میں نے بڑی سادگی سے جواب دیا حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ کاکا کی پراسرار قوت نے بروقت میری مدد کی تھی اور ہیروئن کو غائب کر دیا تھا۔

"ممکن ہے عدالت میں جانے کے بعد حالات کا دوسرا رخ بھی سامنے آ سکتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"زنجن لال بڑا کائیاں اور خبیث شخصیت کا مالک ہے۔ ہو سکتا ہے کہ عدالت کے روبرو وہ یہ بیان دے کہ محسن علی کو ساتھ ملا کر اس کی ساکھ پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی تھی۔"

"ایسا کس طرح ہو سکتا ہے۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "ڈی ایس پی سراج نے تو شکلا کا بیان لینے کے بعد ہی ریڈ کیا ہو گا۔"

"ہاں۔ سراج نے باقاعدہ شکلا کا بیان ریکارڈ کیا تھا لیکن اب وہ بیان بھی اس کی فائل سے حیرت انگیز طور پر غائب ہے۔"

"اوہ گاڈ۔" میں چونکا۔ "ایسی صورت میں خود مسٹر سراج بھی کسی پریشانی میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں۔۔۔ قطعی۔۔۔ لیکن ایسا ہو گا نہیں۔" والد صاحب نے کہا۔ "اول تو سراج بھی اپنے میدان کا ایک تجربہ کار کھلاڑی ہے اور دوسرے یہ کہ زنجن لال بھی اس کی دشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کرے گا اور ایسی صورت میں جب کہ شکلا ایک بار پہلے بھی ہیروئن کے کیس میں سراج کے ہاتھوں گرفتار ہو چکا ہے۔ وہ کیس ابھی تک زیر سماعت ہے اور سراج کو قوی امید ہے کہ شکلا اس کیس سے اپنی گردن نہیں بچا سکے گا۔"

"بہرحال آپ پریشان نہ ہوں ڈیڈی۔" میں نے والد صاحب کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔ "میں آئندہ کاروباری معاملات میں زیادہ محتاط رہنے کی کوشش کروں گا۔"

"میرا بھی یہی مشورہ ہے۔" والد صاحب نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "رہا زنجن لال کا معاملہ تو اسے میں سراج کے ساتھ مل کر دیکھ لوں گا۔ اب اس کی سرکوبی ضروری ہو گئی ہے۔"

میں والد صاحب سے گفتگو ختم کر کے اٹھنے لگا تو والدہ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اب تم باپ بیٹے کی گفتگو ختم ہو گئی تو میری بھی سن لو۔"

"جی۔" میں نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے امی کی طرف دیکھا۔ والد صاحب بدستور غصے کی کیفیت سے دوچار تھے۔

"میں ادھر کئی دنوں سے بڑے ابا کو خواب میں دیکھ رہی ہوں۔"

"خیریت۔" میرے بجائے والد صاحب نے پوچھا۔

"وہ مجھے کچھ پریشان سے دکھائی دیتے ہیں۔" والدہ نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے کچھ اشاروں اشاروں میں بتانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ابھی تک میں واضح طور پر ان کے اشاروں کا مطلب نہیں سمجھ سکی۔ البتہ میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا ہے کہ وہ کسی شے کو بار بار اٹھاتے ہیں اور اسے پوری قوت سے زمین پر مارتے ہیں۔ یوں جیسے اسے ریزہ ریزہ کرنا چاہتے ہوں۔"

"وہ شے کیا ہے؟"

"میں نے اسے بھی صاف طور پر نہیں دیکھا لیکن وہ کھلونے نما کوئی شے ہے جس کی شباہت انسانوں سے ملتی جلتی ہے۔" امی نے کہا۔ "وہ مجھے بھی بار بار اسی شے کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔"

"کیا وہ کوئی مورتی تو نہیں تھی؟" والد صاحب نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "زنجن لال جس قماش کا انسان ہے وہ بدمعاشوں کے علاوہ جنتر منتر کرنے والے پنڈت پجاری اور سادھوؤں کی بھی بڑی آؤ بھگت کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو نقصان پہنچانے کی خاطر الٹے سیدھے عمل کرتے ہیں۔ مثلاً جس شخص سے انہیں بدلہ لینا ہو تو وہ اس کی مٹی کی شبیہ بنا کر اس میں سوئیاں چبھو دیتے ہیں تاکہ ان کا مطلوبہ دشمن مستقل عذاب میں گرفتار رہے۔ یا پھر اسی قسم کی دوسری خرافات کرتے رہتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے آپ کا خیال درست ہو لیکن بڑے ابا کی پریشانی اور ان کی حرکتوں کو بار بار دیکھ کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ مجھے بھی اسی کھلونے یا مورتی کو توڑ پھوڑ ڈالنے کی تلقین کر رہے ہوں۔"

"کاکا۔" میرے ذہن میں کاکا کی مورتی کا تصور ابھر آیا جو پراسرار قوتوں کی مالک تھی۔ والد صاحب کے ذریعے میں یہ بات بھی سن چکا ہوں کہ میرے پر نانا بڑے پائے کے بزرگ ہیں۔ چنانچہ اس وقت والدہ کی زبانی کسی مورتی کو توڑ ڈالنے کا ذکر سن کر میرے ذہن میں کاکا کی مورتی کا خیال ابھرا جسے میں خود کاکا کی ایما پر پنڈت جیسی دھر کے حوالے کر چکا تھا لیکن میرے نانا کو کاکا کی مورتی سے کیا پرخاش ہو سکتی تھی یہ بات میرے لیے تعجب خیز ہی ثابت ہوئی اس لیے کہ کاکا کی پراسرار قوتوں نے ابھی تک میرے ساتھ جو کچھ بھی کیا تھا وہ اچھا ہی کیا تھا۔ اسی کی حیرت انگیز اور نادیدہ قوت کا کرشمہ تھا جو محسن علی کے بریف کیس میں رکھی ہوئی ہیروئن کاروباری کاغذات میں تبدیل ہو گئے تھے ورنہ اس وقت میں آزاد اور کھلی فضا میں

سانس لینے کے بجائے شاید کسی لاک اپ میں ہوتا۔

پھر... میرے نانا اس مورتی کو توڑ ڈالنے کے درپے کیوں ہو گئے تھے؟ کیا ان کے خیال میں کاکا کی قوتیں آگے چل کر مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتی تھیں؟ وہ لوگ جو دنیا سے کنارہ کش ہو کر خدا کی عبادت میں غرق ہو جاتے ہیں پھر ان کے لیے زماں و مکاں کا فرق مٹ جاتا ہے۔ قدرت اپنے اس نیک اور برگزیدہ بندے کو پھر ایسی چشم بصیرت سے نواز دیتی ہے جو ماضی، حال اور مستقبل میں یکساں طور پر دیکھ سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ میرے پر نانا نے کسی ایسے نقصان یا خطرے کو بھانپ لیا ہو جو مستقبل قریب میں مجھے کاکا کی مورتی سے لاحق ہو سکتا تھا اور اسی وجہ سے انہوں نے امی کے خواب میں آکر کاکا کی مورتی توڑ ڈالنے کا اشارہ دیا ہو۔ وہ نقصان کیا ہو سکتا تھا؟ اگر کاکا کو مجھے کوئی نقصان پہنچانا مقصود تھا تو پھر وہ اب تک میرے کام کیوں آ رہی تھی؟ کیا وہ مجھے اپنے سحر میں مبتلا کر کے مستقبل میں کسی ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کرنا چاہتی تھی؟

میرا ذہن بڑی سنجیدگی سے کاکا کی پراسرار مورتی اور پر نانا کے امی کے خواب میں بار بار آنے کی کڑیوں کو آپس میں ملانے کی کوشش ہی میں مصروف تھا میری والدہ نے اچانک مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"شہباز بیٹے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تم نہ صرف کمانے کھانے کے لائق ہو گئے ہو بلکہ تجارت کے میدان میں بھی اپنے قدم مضبوطی سے جما لیے ہیں۔"

"یہ سب آپ کی دعاؤں اور پر نانا کی بزرگی کے طفیل ہوا ہے۔" میں نے انکساری سے جواب دیا۔

"پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے والدہ کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"ابھی اولاد ہو اس لیے میری بات کا مفہوم نہیں سمجھ سکے، اگر صاحب اولاد ہوتے تو شاید..."

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" میں نے والدہ کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "ابھی تو مجھے آپ لوگوں کی دعا سے اور بہت ترقی کرنی ہے۔"

"خدا تمہیں دن دونی اور رات چوگنی کامیابیوں سے ہمکنار کرے لیکن ہر ماں کی طرح اب میری بھی یہی خواہش ہے کہ تمہارے سر پر سہرا باندھ کر اپنے دل کے ارمان پورے کروں۔"

"کوئی لڑکی بھی ہے تمہاری نظروں میں یا خیالی پلاؤ پکا رہی ہو۔" والد صاحب نے کہا۔

"شہباز اپنی زبان سے ایک بار ہاں کر کے تو دیکھے۔" امی نے مجھے پیار بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر ایک سے ایک حسین اور اعلیٰ خاندان کی لڑکیوں کے رشتوں کے ڈھیر نہ لگا دوں تو کہنا۔"

"کیوں شہباز بیٹے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔" والد صاحب نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "اگر تم ہاں کر دو تو اپنا بھی بھلا ہو جائے گا۔"

"تمہارا کیا بھلا ہو گا؟" امی نے پوچھا۔

"ارے بھئی جب تم ایک کے بجائے کئی کئی لڑکیوں کے ڈھیر لگا دو گی تو ان میں سے ایک آدھ میرے حصے میں بھی آ جائے گی۔"

"بس رہنے دیجئے۔" والدہ نے شوخی سے کہا۔ "اولاد کے سامنے اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ آپ کی تو وہی مثل ہے کہ بوڑھے منہ مہاسے لوگ چلے تماشے۔"

"مجھے اب دفتر جانے کی دیر ہو رہی ہے۔" میں زیر لب مسکراتا ہوا اٹھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پورٹیکو میں آ گیا جہاں میری گاڑی موجود تھی۔

گاڑی اسٹارٹ کر کے میں جیسے ہی سڑک پر آیا کاکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"تم نے اپنی ماتا کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا؟"

"اس لیے کہ مجھے تمہاری کہی ہوئی بات یاد ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ویسے بھی اتنی جلدی میں اپنی آزادی کو ختم نہیں کرنا چاہتا۔"

"کل کیا ہو گا۔ تم نہیں جانتے۔" کاکا کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔ "پھر میں نے جو کچھ کہا تھا اسے یاد رکھنا۔ جس دن تم نے کسی اور سندری کو من میں بسایا اس روز کاکا تم سے تمام بندھن توڑ کر آزاد ہو جائے گی پھر تم اسے کبھی نہ پا سکو گے۔"

"اپنا جی میلا مت کرو کاکا رانی۔" میں نے اس کے تصور کو جواب دیا۔ "میں بھی اتنی جلدی تمہیں کھونا نہیں چاہوں گا۔"

"تمہیں کھو کر مجھے بھی دکھ ہو گا۔ پر ایک بات یاد رکھو۔ بھوش کا لکھا ہوا ہر قیمت پر پورا ہوتا ہے۔"

"اور میرے بھوش میں کیا لکھا ہے؟"

"سمے کا انتظار کرو۔ تم آہستہ آہستہ سب کچھ جان جاؤ گے۔"

"کاکا۔" میں نے یکلخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم میری ایک بات کا جواب دو گی۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔ کاکا جانتی ہے۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "تمہارے پرکھوں نے تمہاری ماتا کے سپنے میں آکر جس مورتی کو نشٹ کرنے کا کہا تھا وہ میری ہی مورتی ہے۔"

"کیوں وہ ایسا کیوں کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"یہ مہان شکتیوں اور مہا پرشوں کے سمجھنے کی باتیں ہیں۔ تم ابھی سے ان پہیلیوں میں پڑنے کی کوشش مت کرو۔"

"... تنگ..."

"میں مجبور ہوں۔" کاکا نے میری پوری بات سنے بغیر گمبھیرتا سے کہا۔ "آکاش دیوی دیوتاؤں کی اور سے ہمارے اوپر کچھ پابندیاں ہوتی ہیں۔ ہمارے بیچ جو ریکھائیں کھینچ دی گئی ہیں ہم انہیں پھلانگ نہیں سکتے۔ پرنتو میں تمہیں وچن دیتی ہوں کہ جیون کے ہر موڑ پر تمہاری سہائتا کرتی رہوں گی۔"

کاکا سے باتیں کرتا ہوا میں آفس پہنچ گیا۔ دفتر کا عملہ وہاں پہلے سے موجود تھا۔ میں ابھی اپنے آفس میں پہنچ کر سکون سے بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ عارف نے انٹرکام پر مجھے اطلاع دی کہ فون پر نرنجن لال مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔

"کیا تم نے اسے لائن پر لے رکھا ہے؟" میں نے نرنجن لال کا نام سن کر حیرت سے پوچھا۔

"یس سر۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے انٹرکام رکھ کر فون اٹھا لیا دوسری جانب نرنجن لال ہی کی آواز سنائی دی تھی اور میں نے پلک جھپکنے میں گفتگو ریکارڈ کرنے کی خاطر ریکارڈنگ سسٹم کا بٹن دبا دیا۔

"مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

"آپ حکم دیں انکل۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"سب سے پہلے میرا دھنے باد سوئیکار کرو۔ گورنمنٹ پروجیکٹ کے لیے تم نے جو ٹینڈر بھرا تھا وہ منظور ہو گیا ہے۔" نرنجن لال نے مجھے مبارک باد پیش کی لیکن وہ اپنے لہجے پر پوری طرح قابو نہیں پا سکا تھا۔ اس کی آواز سے ظاہر تھا کہ اسے وہ ٹینڈر ہاتھ سے نکل جانے کا شدید صدمہ پہنچا تھا۔ ماسٹر ٹونی نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ اگر وہ ٹینڈر اس کے ہاتھ سے نکل گیا تو اس کی ساکھ کو اتنا شدید دھچکا پہنچے گا جسے میک اپ کرنے کے لیے اسے طویل عرصہ درکار ہو گا۔

"شکریہ انکل۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں نے جو کچھ سیکھا ہے آپ ہی سے سیکھا ہے۔" میرے لہجے میں طنز کی ہلکی سی آمیزش بھی تھی۔

"تمہارے پتا جی کیسے ہیں؟"

"آپ کی دعا ہے انکل۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ کبھی آئیے ہمارے غریب خانے پر۔"

"سمے ملا تو ضرور آؤں گا۔"

"میرے لائق کوئی خدمت۔" میں نے پوچھا۔

"کیا تم اس سمے اپنے آفس میں اکیلے ہو؟"

"جی ہاں انکل۔" میں نے جواب دیا۔ "کرسی پر بیٹھتے ہی پہلی کال آپ ہی کی اٹینڈ کر رہا ہوں۔"

"مجھے تم سے کچھ ضروری کاروباری بات کرنی ہے۔"

"آپ حکم دیں تو میں حاضر ہو جاؤں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ پہلے فون پر بات ہو جائے اس کے بعد ہم مل بیٹھ کر معاملے کی بات بھی طے کر لیں گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ جو ٹینڈر تمہیں ملا ہے تم اس پر کام کرنے سے انکار کر دو۔" اس بار دوسری جانب سے سنجیدگی سے کہا گیا۔ "تمہارے بعد میرے ریٹ سب سے کم ہیں۔"

"آئی سی۔" میں نے دل ہی دل میں اپنی فتح کا جشن مناتے ہوئے کہا۔ "گویا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں درمیان سے ہٹ جاؤں اور وہ ٹینڈر آپ کی فرم کو مل جائے۔"

"ہاں۔ میری یہی اچھا ہے۔"

"لیکن انکل، اگر میں نے وہ ٹینڈر قبول کرنے سے انکار کر دیا تو..."

"تمہیں بہت بھاری نقصان برداشت کرنا ہو گا۔" نرنجن نے میرا جملہ مکمل کرتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے اسی سلسلے میں سودا کرنا چاہتا ہوں۔"

"سودا؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"ہاں۔" اس بار نرنجن لال کا لہجہ خالص کاروباری تھا۔ "تم اپنے خسارے کا حساب لگا کر مجھے بتا دو۔ میں تمہیں اس کے اوپر پانچ لاکھ اور دے سکتا ہوں۔"

"بات نفع نقصان کی نہیں ہے انکل۔ اپنی اپنی ساکھ کی ہے۔"

"دس لاکھ پر سودا ڈن کرو۔" نرنجن لال نے رقم دوگنی کرتے ہوئے کہا۔ "اس سے اچھی آفر تمہیں کوئی اور نہیں دے سکتا۔"

"دھن دولت تو آنی جانی چھایا ہے انکل۔" میں نے اس بار ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "آپ دس لاکھ کی بات کر رہے ہیں۔ میں بیس لاکھ کے عوض بھی اپنی فرم کی ساکھ خراب نہیں ہونے دوں گا۔"

"تم اس میدان میں ابھی نئے نئے آئے ہو۔ اس لیے شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ ساکھ بنانے کی خاطر سنس کو اکثر بڑی سے بڑی بلی بھی دینی پڑ جاتی ہے۔ میری بات مانو تو میرا راستہ کھوٹا کرنے کی حماقت مت کرو۔"

"سمجھ گیا۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "گویا اگر میں نے آپ کی آفر قبول نہ کی تو آپ مجھے نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔"

"یدھ اور پریم میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔" نرنجن لال نے جواب دیا۔ "تم میرے متر نادر خان کے سپوت ہو اس لیے مجھے وشواس ہے کہ تم ٹھنڈے دل و دماغ سے میری بات پر غور کرو گے۔"

"کس دوست کی بات کر رہے ہو مسٹر زنجن لال۔" میں ضبط نہ کر سکا۔ "جس سے وقت پڑنے پر تم نے نوتے ہزار کی رقم ادھار لی تھی اور پھر بڑا آدمی بن جانے کے بعد تم نے اس سے ملنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔"

"میں نوتے ہزار کی رقم بھی بیاج سمیت واپس کرنے کو تیار ہوں۔"

"ہم سود کا لین دین حرام سمجھتے ہیں زنجن لال۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "ایک بات صاف صاف سن لو۔ میں پچاس لاکھ کی آفر پر بھی اس کنٹریکٹ سے تمہارے حق میں دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"سوچ لو۔ تم کو زنجن لال کی دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔" اس بار اس نے دھمکی آمیز انداز میں کہا۔ "میں بچوں کے مقابلے میں ہارنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"اور مجھے یہ بات بہت اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر کسی زہریلے ناگ کی گردن پوری طرح گرفت میں آجائے تو اسے چھوڑ دینا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہوتا ہے۔" میں نے سرد مہری سے کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ ٹینڈر ہاتھ سے نکلنے کی خبر سن کر تمہارے اوپر کیا گزری ہوگی۔"

"تم۔۔۔" وہ گرجا۔ "زنجن لال کو چیلنج کر رہے ہو؟"

"بچہ انسان کا باپ ہوتا ہے۔ انگریزی کے اس محاورے کو یاد رکھنا۔ شاید میری بات تمہاری سمجھ میں آجائے۔" میں نے نفرت سے جواب دیا پھر سلسلہ منقطع کردیا اور اس کے ساتھ ہی ریکارڈنگ سسٹم کے بٹن کو دوبارہ پش کر کے وہ کیسٹ نکال لی جس میں میری اور زنجن لال کی گفتگو کا ایک ایک لفظ ریکارڈ ہو چکا تھا۔ کسی آڑے وقت میں وہی کیسٹ زنجن لال کے گلے میں پھانسی کا پھندا بن سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے نہایت حفاظت سے اسے آفس میں رکھی ہوئی الماری کے اس خفیہ خانے میں بند کردیا جس کا علم میرے سوا کسی اور کو نہیں تھا۔ وہ الماری میں نے پولیس کی ملازمت میں آنے کے بعد خاص طور پر آرڈر دے کر بنوائی تھی۔

ٹیپ کو محفوظ کرنے کے بعد میں نے عارفہ کو اندر بلا لیا اور ضروری کاروباری نوعیت کے خطوط لکھوانے لگا۔ وہ نہ صرف ایک ذہین سکریٹری تھی بلکہ میری اسٹینوگرافر بھی تھی اور قابل اعتماد تھی۔ کاروباری ترقی کے لیے عملے کا اعتماد بنیادی شے ہے ورنہ اگر ایک خبر بھی کسی ذریعے سے باہر نکل جائے تو لاکھوں کا نقصان ہو سکتا ہے۔ میں اس سلسلے میں خاصا خوش قسمت تھا، میرے بیشتر ملازم قابل اعتماد تھے جنہیں میں متعدد موقعوں اور مختلف ذریعوں سے آزما چکا تھا۔ ابھی میں عارفہ کو ڈکٹیشن دینے میں مصروف تھا کہ ماسٹر ٹونی آگیا۔ اس کے ہاتھ میں بادامی رنگ کا لفافہ دیکھتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ وہ مجھے کیا خوش خبری سنانے آیا ہے۔ وہ میرا حصہ دار، عزیز دار یا دوست نہیں تھا اس کے باوجود اس کی خوشی سے یوں دمک رہا تھا جیسے وہ جو خبر لے کر آیا تھا اس میں سب سے زیادہ اس کا فائدہ ہو رہا ہے۔

"خیریت تو ہے۔" میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ "تم بہت مسرور نظر آرہے ہو؟"

"خبر ہی ایسی ہے سر جسے سن کر آپ بھی خوشی سے اچھل پڑیں گے اور۔۔۔"

"اور کیا۔۔۔؟"

"اور ماسٹر ٹونی سوئز اپان کا دعویٰ ہے کہ اس وقت دشمن کے سینے پر سانپ لوٹ رہا ہوگا اور وہ بھی کوبرا۔ بلیک ڈریگن۔"

"کوئی بہت ہی اہم خبر معلوم ہوتی ہے۔" عارفہ نے کہا۔

"آف کورس۔" مسٹر ٹونی نے کہا پھر لفافہ میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "آئی کانگریچولیٹ یو سر۔ گورنمنٹ پروجیکٹ کے لیے ہم نے جو ٹینڈر بھرا تھا وہ ہماری کمپنی کے نام نکلا ہے۔"

"گڈ۔" میں نے خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس کامیابی کے لیے تم زیادہ مبارکباد کے مستحق ہو اس لیے کہ سب کچھ تمہاری ہی کوششوں کا نتیجہ ہے۔"

"تھینک یو سر۔" ٹونی نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "زنجن لال کی لٹیا تو اب ڈوبی ہی سمجھیے۔ اس ٹینڈر کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد اس کی ریپوٹیشن بری طرح اثر انداز ہوگی۔"

"مجھے اس ٹینڈر کے بارے میں پہلے ہی علم تھا۔" میں نے جواب دیا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے زنجن لال نے مجھے فون پر مبارکباد دی تھی۔"

"یہ خبر میرے لیے اور بھی حیرت انگیز ہے سر۔"

"جانتے ہو وہ اب ہم سے کیا چاہتا ہے؟"

"نہیں۔" ٹونی نے مجھے تکتے ہوئے پوچھا۔ "کوئی خاص بات؟"

"ہاں۔ زنجن لال چاہتا ہے کہ ہم اس ٹینڈر سے دستبردار ہو کر اس کے لیے راستہ صاف کردیں۔" میں نے ٹونی کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "اس نے مجھے دس لاکھ کی آفر دی ہے۔"

"پھر آپ نے کیا جواب دیا۔" ٹونی نے سنجیدگی سے سوال کیا۔ اس کے چہرے پر دمکنے والی خوشی جیسے ایک دم ہی ماند پڑ گئی تھی۔

"تمہارا کیا اندازہ ہے کہ میں نے کیا جواب دیا ہوگا؟"

"میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں سر۔" ٹونی نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔ "دس لاکھ کی آفر سن کر۔۔۔"

"میرے منہ میں پانی نہیں آیا تھا۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں پچاس لاکھ روپے کے عوض بھی اس ٹینڈر کو ہاتھ سے نہیں

جانے دوں گا۔ یہی فیصلہ میں نے زنجن لال کو بھی سنا دیا ہے۔"

"پھر۔ زنجن لال نے کیا جواب دیا؟"

"اس نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے اس کے ساتھ سمجھوتہ نہ کیا تو اس کی دشمنی مجھے بہت مہنگی پڑے گی۔" میں زہرخند لہجے میں بولا۔ "اس لیے کہ بقول خود اس کے 'وہ بچوں کے مقابلے میں ہارنے کا عادی نہیں ہے۔'"

"پھر آپ نے کیا سوچا ہے۔" ٹونی نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"کوئی سمجھ دار آدمی جب سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالتا ہے تو اسے کسی خطرناک انجام کا اندازہ پہلے سے ہوتا ہے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ زنجن لال بہت بڑا بزنس مین ہے، اس کے قدم سرکاری اور دوسری اداروں میں دور دور تک جمے ہوئے ہیں لیکن ایک بات میں نے بھی اسے باور کرادی ہے کہ اگر اس نے میرے ساتھ کوئی قاتل حملے کرنے کی حماقت کرنے کی کوشش کی تو وہ ناک آؤٹ بھی ہو سکتا ہے۔"

"گڈ۔" ٹونی کی باچھیں کھل اٹھیں۔ وہ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "ہمیں اس نئے پروجیکٹ میں سیکیورٹی کے انتظامات پر خاص نظر رکھنی ہوگی۔"

"فکر مت کرو۔ قسمت اگر ہمارے ساتھ ہے تو دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اگر اس نے ایسا کیا تو پھر مجھے ہونے والے خسارے کو بھی خود زنجن لال کو پورا کرنا ہوگا۔"

"میں سمجھا نہیں سر۔"

"ٹونی کا خیال درست ہے سر۔" عارفہ نے کہا۔ "ہمیں حفاظتی انتظامات پر خاص توجہ دینی ہوگی اس لیے کہ۔۔۔" عارفہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"تم نے اپنا جملہ نامکمل کیوں چھوڑ دیا۔" میں نے عارفہ کو غور سے دیکھا۔

"گستاخی کی معافی چاہتی ہوں سر۔ لیکن زنجن لال کی جگہ آپ ہوتے تو شاید آپ کو بھی اتنا بڑا ٹینڈر ہاتھ سے نکل جانے کا دکھ ضرور ہوتا اور پھر۔۔۔ پھر انسان اپنی شکست کو فتح میں تبدیل کرنے کی خاطر اوچھے ہتھکنڈے اختیار کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔"

"مجھے تمہاری بات سے اتفاق ہے۔ محبت اور جنگ میں کسی بھی حربے کا استعمال جائز ہوتا ہے لیکن محض اس کہاوت کے پیش نظر کوئی شخص اپنے کاروبار کو تالا لگانے کی حماقت نہیں کر سکتا۔ ویسے بھی جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں ہیں۔"

"یو آر رائٹ سر۔" ٹونی بولا۔ "میں مانتا ہوں کہ زنجن لال گرگ جہاں دیدہ ہے۔ اس نے دو چار بدمعاش بھی پال رکھے ہیں جن کی کفالت پر ہر ماہ وہ اچھی خاصی رقم خرچ کرتا ہے لیکن وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ ماسٹر ٹونی نے بھی ہاتھ میں چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔" ٹونی نے جذباتی انداز میں بل کھاتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس ٹونی کو ماضی میں دفن کردیا ہے جس کا نام سن کر بڑے اچھے اچھے، اٹھائی گیرے اور بدمعاش راستہ بدل دیا کرتے تھے لیکن ضرورت پڑنے پر اسے دوبارہ زندہ بھی کیا جا سکتا ہے۔"

ماسٹر ٹونی کی زندگی کا وہ پہلو ابھی تک میرے علم میں نہیں تھا۔ اس نے میری خاطر جن جذبات کا اظہار کیا تھا وہ قابل قدر تھے لیکن میرے لیے زنجن لال کی گفتگو کی وہ ٹیپ ہی بہت کافی تھی جو وقت پڑنے پر اس کے خلاف سب سے اہم اور ٹھوس ثابت ہوتی۔ بہرحال میں نے ٹونی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"تم دل لگا کر نئے پروجیکٹ پر کام شروع کردو۔ زنجن لال کو بھول جاؤ اس کے لیے صرف میں ہی بہت کافی ہوں۔" پھر میں نے ٹونی کی موجودگی ہی میں عارفہ کو ڈکٹیشن مکمل کرایا۔ مجھے ٹونی سے چونکہ نئے پروجیکٹ کے سلسلے میں کچھ اہم باتیں کرنی تھیں اس لیے میں نے اسے روک لیا۔

"سر۔" عارفہ نے ڈکٹیشن لینے کے بعد اٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ اتنے بڑے ٹینڈر کے ملنے کی خوشی میں مٹھائی بھی تقسیم نہیں کریں گے؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں تم لوگوں کی اس کامیابی کو شاندار طریقے سے مناؤں گا۔"

"تھینک یو سر۔" عارفہ اپنی شارٹ ہینڈ والی نوٹ بک لے کر دروازے کی جانب قدم اٹھانے لگی پھر دروازے پر پہنچ کر وہ رک گئی۔ شاید وہ کسی بات کی مزید وضاحت چاہتی تھی لیکن جب وہ پلٹی تو میرے علاوہ ماسٹر ٹونی بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ عارفہ کی مخمور نگاہوں میں اس وقت خون کی سرخیاں تیر رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں دہکتے ہوئے شعلوں کا رقص دیکھ کر مجھے جمنا یاد آگئی۔ روپ نگر میں شکری کی پراسرار اور گندی قوتوں نے لاک اپ کی لوہے کی مضبوط سلاخوں کو موم پگھلا دیا تھا پھر اس نے جمنا کے جسم پر قابض ہونے کے بعد شکتی پریم چندر کو بددعا دی تھی کہ وہ خون کی الٹی کرتا ہوا مرے گا اور ہوا بھی ایسا ہی تھا۔

اس وقت عارفہ کی کیفیت بھی بالکل ویسی ہی تھی۔ وہ کسی بے جان بت کی طرح اپنی جگہ کھڑی مجھے خالی خالی نظروں سے گھور رہی تھی اس کی نگاہوں میں نفرت اور حقارت کا ملا جلا احساس پھیل رہا تھا۔ اس کی پلکوں کی چلمنوں میں زندگی کے کوئی بھی آثار نظر نہیں آرہے تھے ابھی ہم اس کے بدلے ہوئے رویے پر غور کر ہی رہے تھے کہ عارفہ کے منجمد ہونٹوں میں ارتعاش پیدا ہوا۔

"تم نے زنجن لال سے ملنے کا خیال من میں لا کر اچھا نہیں کیا۔" وہ آواز یقیناً عارفہ کی ہی تھی لیکن اس کا لب و لہجہ

یکسر تبدیل ہوگیا تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ خواب بیداری کی حالت سے دوچار ہو۔ اس کی پتھرائی ہوئی شعلہ بار نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"عا۔۔۔ر۔۔۔فہ۔" ماسٹر ٹونی نے حیرت سے اسے مخاطب کیا۔

"تم یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"تم درمیان میں اپنی ٹانگ گھسانے کی کوشش مت کرو ماسٹر ٹونی۔" عارفہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "تمہاری حیثیت نالی میں رینگنے والے اس کیڑے کے انوسار ہے جسے میں جب چاہوں اپنے جوتوں تلے روند کر نشٹ کر سکتی ہوں۔"

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ کیا کہہ رہی ہے سر۔" ماسٹر ٹونی نے حیرت سے میری جانب دیکھا تو میں نے اسے اشارے سے چپ رہنے کو کہا۔

"شہباز۔" عارفہ میری سمت گھورتے ہوئے سرد لہجے میں بولی۔ "تم ابھی بالک ہو۔ میری مانو تو نرنجن لال کا راستہ کاٹنے کی کوشش مت کرو اسی میں تمہاری مکتی ہے۔ جیون پیارا ہے تو بیچ سے ہٹ جاؤ۔"

مجھے اب اس بات کا پوری طرح یقین ہو چکا تھا کہ اس وقت جو عارفہ کہہ رہی تھی وہ شنکر کی ایما پر کہہ رہی تھی۔ شنکر کی گندی قوتوں نے شاید عارفہ کی جسم پر قبضہ کر لیا تھا۔ میں نے کالا کا کو دل ہی دل میں یاد کیا پھر عارفہ کو گھورتے ہوئے بولا۔

"یہ اچانک تمہارا اور نرنجن لال کا گٹھ جوڑ کس طرح ہوگیا؟"

"مجھے وشواس تھا کہ تم اپنے بیتر کو یاد کرنے میں دیر نہیں لگاؤ گے۔"

"تم شاید بھول رہے ہو۔" میں نے شنکر کا نام ماسٹر ٹونی کے سامنے لینے سے گریز کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارے درمیان دوستی کا جو رشتہ تھا وہ اب ختم ہو چکا ہے۔ تمہیں تمہاری مطلوبہ چیز مل چکی ہے۔"

"پر تو مجھے ابھی تک یاد ہے کہ تم نے اپنے دفتر میں بیٹھ کر میرا اپمان کیا تھا۔ اس روز گرودیو کے کارن میں زہر کا گھونٹ پی کر خاموش ہو گیا تھا لیکن اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم نے مجھ سے پنجہ لڑانے کا دھیان من میں لا کر کتنی بڑی بھول کی ہے۔" عارفہ نے بدستور بدلے ہوئے لہجے میں مجھے حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "یاد کرو مہاراج۔ تم نے کہا تھا کہ میں ذات کا چمار ہوں۔"

"ہاں مجھے یاد ہے لیکن کیا تم اس حقیقت سے انکار کر سکو گے۔" میں نے خوفزدہ ہوئے بغیر سرد مہری سے جواب دیا۔

"نہیں۔" عارفہ نے زہر خند لہجے میں جواب دیا۔ "پر تو تم کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ میری شکتی اپرم پار ہے۔ کیا تمہیں اس بات پر کوئی اچنبھا نہیں ہوا کہ اس سمے تمہارے ہی دفتر کی ایک سندر ناری کا تن من میرے قبضے میں ہے۔ اگر میں چاہوں تو اسی سندر ناری کے ہاتھوں تمہارا انت (خاتمہ) بھی کرا سکتا ہوں لیکن ابھی میں ایسا نہیں کروں گا۔ ابھی تم کو کیول یہ سمجھانا ہے کہ تم نے میرا اپمان کر کے کتنی بڑی بھول کی ہے۔"

"ایک بات کہوں تم سے۔"

"کہو مہاراج۔ تم بھی کچھ کہو۔" عارفہ نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "تم بولتے ہوئے اچھے لگتے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

"میرے ساتھ ٹھٹھول کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں میں تمہیں اس قابل بھی نہیں سمجھتا۔"

"نرنجن لال کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔" عارفہ کی پتھرائی ہوئی آنکھوں میں شعلوں کا رقص تیز ہوگیا' اس کی کشادہ پیشانی پر نظر آنے والی آڑی ترچھی سلوٹیں اس کے غصے کا اظہار کر رہی تھیں۔

"نرنجن لال۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "وقت کا انتظار کرو ہو سکتا ہے کہ تم جس کی سہائتا کرنے کی کوشش کر رہے ہو وہ کچھ دنوں بعد بالکل ہی کنگال ہو جائے۔"

"آج تو بہت اونچے سروں میں بول رہے ہو۔ وجے (جیت) کا نشہ کچھ زیادہ ہی چڑھ گیا ہے۔ کیوں بالک؟"

"شہباز۔" اچانک کالا کا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "شنکر نے تمہیں باتوں میں الجھا کر ایک منتر کا جاپ شروع کر دیا ہے۔ وہ تمہیں اندھیرے میں رکھ کر وار کرنا چاہتا ہے لیکن تم چنتا مت کرو۔ جب تک کالا کا کی شکتی تمہارے ساتھ ہے وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"لیکن یہ نرنجن لال کا چکر درمیان میں کیسے آگیا۔" میں نے دل ہی دل میں کالا کا سے پوچھا۔

"اس نے بنسی دھر سے تمہیں تباہ کرنے کی بات کی تھی لیکن وہ پنڈت چونکہ آج کل میری شکتی کو اپنا غلام بنانے کی کارن ایک منڈل میں بیٹھا جاپ کر رہا ہے اس لیے اس پاپی نے شنکر کو درمیان میں ڈال دیا ہے۔"

"کالا کا۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔ "کیا پنڈت بنسی دھر تمہاری پراسرار قوتوں کو اپنے قبضے میں کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"یہ سمے ان باتوں کا نہیں۔" کالا کا نے تیزی سے کہا۔ "تم بس یوں ہی عارفہ کی جانب ہاتھ اٹھا کر جھٹک دو اور اسے ہوش میں آنے کا حکم دو۔ باقی میں سنبھال لوں گی۔ جلدی کرو۔"

"عارفہ' میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس پلید کی شکتی سے چھٹکارا پا کر ہوش میں آجاؤ۔" میں نے کالا کا کے کہنے کے بموجب کرخت لہجے میں عارفہ کو مخاطب کیا پھر ہاتھ اٹھا کر فضا میں بلند کر کے زور سے جھٹک دیا' اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے اور

ماسٹر ٹونی دونوں ہی کے لیے حیرت انگیز تھا۔ فضا میں ایک شعلہ اچانک بلند ہو کر عارفہ کے وجود سے ٹکرایا اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ ہوش میں آگئی۔

"سر۔" اس بار عارفہ نے اپنی زبان میں کہا۔ "آپ نے شاید مجھے کچھ کہنے کے لیے روکا تھا۔" اس کے لب و لہجے کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اس کی خون میں ڈوبی ہوئی سرخ آنکھیں بھی نارمل ہو گئی تھیں۔

"میں نے تمہیں جو ڈکٹیشن دیا ہے اسے ابھی ٹائپ کر دو۔ پلیز۔"

"او کے سر۔" عارفہ نے بڑی مستعدی سے جواب دیا پھر تیز قدم اٹھاتی ہوئی دفتر سے باہر چلی گئی۔

"سر۔" عارفہ کے جانے کے بعد ماسٹر ٹونی نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "یہ سب کیا تھا؟"

"میری ایک بات بہت غور سے سنو ٹونی۔" میں نے اسے بے حد سنجیدگی سے مخاطب کیا۔ "تم نے اس وقت جو کچھ دیکھا اور سنا ہے اسے ایک خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔ ان باتوں کا ذکر کسی اور کے سامنے نہیں آنا چاہیے۔"

"نہیں آئے گا سر لیکن یہ عارفہ کو اچانک کس قسم کا دورہ پڑ گیا تھا' وہ ہندی بول رہی تھی اور پھر وہ آگ کا شعلہ؟"

"ٹونی۔ میں نے تم سے کہا ہے کہ ان باتوں کو ذہن سے نکال دو۔" میں نے ایک بار پھر سنجیدگی سے مخاطب کیا پھر گفتگو کا رخ بدل کر نئے پروجیکٹ کی باتیں کرنے لگا۔ بظاہر ماسٹر ٹونی نے بھی نئے پروجیکٹ کی تکمیل کے سلسلے میں اپنے سوچے سمجھے منصوبے کی تفصیل بیان کرنی شروع کر دی تھی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی نگاہوں میں اس وقت بھی تجسس مچل رہا تھا۔

اس شام میں دفتر سے اٹھا تو میرے ذہن پر شنکر اور پنڈت بنسی دھر کا تصور بدستور طاری تھا۔ کالا کا نے مجھے بتایا تھا کہ نرنجن لال نے پنڈت بنسی دھر کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ خود کالا کا کی مہان شکتی پراپت کرنے کی خاطر کسی منڈل میں بیٹھا جاپ میں مگن تھا اس لیے اس نے شنکر کو اپنی ذمے داری سونپ دی تھی مطلب صاف ظاہر تھا۔ نرنجن لال اس گورنمنٹ پروجیکٹ کو جس کا ٹینڈر میرے نام کھلا تھا ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا تھا' ماسٹر ٹونی نے اس شبہے کا اظہار ٹینڈر داخل کرنے سے پیشتر ہی کر دیا تھا' ٹینڈر کھلنے کے بعد سب سے پہلے خود نرنجن لال نے مجھے اس کی مبارکباد دی تھی پھر اس نے میرے ساتھ سودے بازی کرنے کی خاطر دس لاکھ کی آفر دی تھی۔ میں ذرا نرم پڑتا تو وہ اس رقم کو مزید بڑھانے پر بھی آمادہ ہو جاتا لیکن میرے دو ٹوک فیصلے اور انکار نے اسے مایوس کر دیا تھا مگر وہ اتنی جلدی پلٹ کر انتقامی جذبے کے تحت کارروائی کر بیٹھے گا یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی پھر جس انداز میں شنکر نے

عارفہ کو اپنا معمول بنا کر مجھے دھمکی دینے کی کوشش کی تھی وہ بھی میرے لیے کچھ کم پریشان کن نہیں تھا۔ عارفہ کے بعد وہ میرے عملے کے کسی دوسرے فرد کو بھی اپنا معمول بنا کر میرے علم میں لائے بغیر ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ میں روپ نگر میں اس کی گندی قوت کے مظاہرے دیکھ چکا تھا۔ وہ سفلی جیسے گندے مگر ہلاکت خیز عمل کا ماہر تھا۔ وہ وقت اور فاصلوں کی قید سے آزاد تھا۔ اسے ابھی تک اس بات کا یقین نہیں تھا کہ کالا کا کی طاقت اس کے مقابلے میں میرا ساتھ دے گی ورنہ شاید وہ کبھی بھی کھل کر سامنے آنے کی حماقت نہ کرتا' اس کے علاوہ کالا کا نے جس انداز میں عارفہ کی گلو خلاصی کرائی تھی اس نے بھی شنکر کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہوگا۔ اس کا دوسرا وار پہلے کے مقابلے میں زیادہ ہولناک اور ہلاکت خیز ثابت ہو سکتا تھا۔ نرنجن لال نے مجھے راستے سے ہٹانے کی خاطر یقیناً خاصی بڑی رقم داؤ پر لگائی ہوگی۔ اس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ بچوں کے مقابلے پر اپنی شکست کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے۔ جو ٹینڈر مجھے ملا تھا وہ اس کی بنی بنائی ساکھ کو خراب کرنے کا سبب بھی بن سکتا تھا۔ اس خیال نے اسے بوکھلا دیا تھا' اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میں بھی ڈوبتے ہوئے جہاز کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا' دنیا کا یہی دستور ہے لوگ اپنے فائدے کا حساب اتنا نہیں رکھتے جتنا نقصان ہونے پر تلملا اٹھتے ہیں۔ میں ان ہی خیالوں میں غرق تھا کہ کالا کا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"تم نے ابھی سے ہمت ہار دی۔ آگے چل کر کیا کرو گے۔"

"کالا کا۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "کیا شنکر کو اس بات کا شبہ ہو گیا ہے کہ تم میرا ساتھ دے رہی ہو۔"

"نہیں۔ ابھی وہ اتنا طوفان نہیں ہوا ہے کہ کاکا کی شکتی کا بھید بھاؤ جان سکے' پرنتو تمہارے ہاتھ جھٹکنے سے جو شعلے بلند ہوئے تھے نور شنکر کے جنتر منتر کا توڑ ہوا تھا۔ اس نے اسے چوکنا کر دیا ہے' وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ تمہارے ساتھ بھی کوئی شکتی موجود ہے۔"

"میں نے وہ بھی تمہارے مشورے پر کیا تھا۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ شنکر کو تمہارے سلسلے میں الجھا دوں۔"

"لیکن۔"

"پریشان مت ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری کاکا رانی پھر تمہیں چنتا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کاکا۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "تم نے کہا تھا کہ پنڈت جسی دھر کسی منڈل میں دھونی جمائے بیٹھا تمہاری لازوال قوتوں کو اپنے تابع کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"ہاں۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"کیا وہ تمہیں مجھ سے چھیننے میں کامیاب ہو جائے گا۔" میں نے بے چینی کا اظہار کیا۔

"ابھی تو اس نے جاپ شروع کیا ہے۔ کل کیا ہو گا یہ کمیل دیوی دیوتاؤں کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا۔ میں بھی نہیں۔"

"کیا مطلب۔ اگر وہ اپنی جاپ مکمل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو کیا تم اس کے قبضے میں چلی جاؤ گی۔"

"جیوتش کے لکھے کو کوئی شکتی ٹال نہیں سکتی۔" اس بار کاکا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے حاصل کرنے کے لیے اسے پورے ساٹھ دنوں تک منڈل کے اندر رہ کر جاپ کرنا ہو گا۔"

"مجھے اس کا پتا بتا دو۔" میں نے جذباتی انداز میں کہا۔ "میں اسے ہر قیمت پر منڈل سے باہر نکلنے پر مجبور کروں گا۔"

"ایسا ممکن نہیں ہے۔" کاکا نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس چتر چنڈال نے اپنے چاروں طرف جو ریکھائیں کھینچ رکھی ہیں اس میں کوئی سادھارن شکتی بھی داخل نہیں ہو سکتی۔ تم اس کے قریب بھی جانے کی کوشش کرو گے تو جل بھن کر راکھ کا ڈھیر بن جاؤ گے۔"

"تم اس کی پروا مت کرو۔ مجھے صرف اس کا پتا بتا دو۔ تمہاری خاطر تو میں سنگلاخ چٹانوں سے بھی ٹکرا سکتا ہوں۔"

"بیٹا پریم ہو گیا ہے تمہیں اپنی کاکا رانی سے۔"

"ہاں۔ میں تمہیں کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا۔"

"ابھی سے چنتا مت کرو۔ ابھی تو اس پنڈت نے جاپ شروع کیا ہے۔ ساٹھ دن کم نہیں ہوتے۔ میں کوشش کروں گی کہ وہ اپنے مقصد میں سپھل نہ ہونے پائے۔" اس بار کاکا کے لہجے میں ہلکی سی مایوسی بھی شامل تھی۔ "کاش مجھے پہلے سے معلوم ہو جاتا کہ اس کے من میں کیا ہے۔"

"کاکا۔" میں سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا نرنجن لال مجھے کوئی بھاری نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"پنڈت جسی دھر کے منڈل سے باہر آنے تک وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"اور اس کے بعد؟"

"اس کے بعد دیکھا جائے گا۔" کاکا نے بڑی بے پروائی سے جواب دیا پھر چونکتے ہوئے بولی۔ "میں اب چلتی ہوں شہباز۔ شنکر نے تمہیں نیچا دکھانے کی خاطر ایک نیا جال بچھانے کی کوشش کی ہے۔ میں اس کا توڑ کرنے جا رہی ہوں۔"

میں نے کاکا سے اس نئے جال کے بارے میں دریافت کرنا چاہا لیکن اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا' شاید وہ اپنے سفر پر روانہ ہو چکی تھی۔ میں اپنے خیالوں میں اتنا گم تھا کہ مجھے اس بات کا احساس بھی نہیں تھا کہ میں گھر جانے کے بجائے کہیں اور جا رہا ہوں پھر میں اس وقت چونکا جب میں نے گاڑی کو عدیم کے کیسینو کے سامنے پہنچ کر بریک لگائے تھے۔ میں بہت دنوں سے اس سے نہیں ملا تھا۔ عارفہ نے مجھے بتایا تھا کہ وہ مجھے کئی بار کال کر چکا تھا' شاید میں اس وقت لاشعوری طور پر عدیم سے ملنے چلا آیا' ابھی میں اس بات پر غور کر رہا تھا کہ گاڑی سے نیچے اتروں یا واپس پلٹ جاؤں کہ ایک باوردی ملازم نے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے کیسینو کے اس اسمارٹ ملازم کو ایک نظر غور سے دیکھا پھر چابی اگنیشن میں ہی لگی چھوڑ کر نیچے اترا اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا کیسینو میں داخل ہو گیا جہاں خواب ناک اور سحر انگیز ماحول میں زندگی کے ہنگامے پورے شباب پر تھے۔ صدر دروازے سے ہال میں داخل ہوتے ہی بہت ساری مخمور نگاہوں نے میرا استقبال کیا۔ میں ان کو نظر انداز کرتا ہوا ایک خالی میز پر جا بیٹھا جس پر ریزرو کی تختی موجود تھی لیکن مجھے علم تھا کہ وہ میز ہمیشہ عدیم کے لیے مخصوص رہتی ہے۔ دو منٹ بعد ہی اسی ملازم نے میری گاڑی کو لاک کر کے چابی میرے حوالے کی جس نے کار کا دروازہ کھولا تھا۔ چابی حوالے کرتے وقت اس نے دبی زبان میں کہا تھا۔

"سر یہ میز مخصوص ہے۔"

"مجھے نظر آ رہا ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ میز کس کے لیے مخصوص ہے۔"

"سوری سر۔" اس نے بڑے ادب سے پوچھا۔ "کیا آپ باس کے واقف کاروں میں سے ہیں۔"

"ہاں۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"میں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔" اس نے دبی زبان میں پھر جلدی سے کہا۔ "کیا پیش کروں آپ کی خدمت میں۔"

"عدیم کب تک آئے گا۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"باس آنے ہی والے ہوں گے۔" اس نے کہا۔ "آج تو اس کیسینو میں ایک خاص مقابلہ ہونے والا ہے۔ ممکن ہے آپ نے مسٹر جوزف کا نام سن رکھا ہو۔ وہ ساؤتھ افریقہ کا ایک سیاہ فام ارب پتی جواری ہے جو شارٹنگ کرنے کے معاملے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا' خطرناک کھلاڑی ہے اس لیے اکثر ممالک کے مخصوص نائٹ کلبوں میں اس کے داخلے پر پابندی بھی عائد ہے۔ اس نے باس کو بھی مقابلے کی دعوت دی تھی جسے باس نے کچھ سوچ کر قبول کر لیا تھا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا عدیم یہ مقابلہ ہار جائے گا۔" میں نے یونہی پوچھ لیا۔ "کیا اسے اس بات کا علم نہیں ہے کہ جوزف ایک نمبر کا شارپر ہے۔"

"معلوم ہے سر لیکن باس نے نہ جانے کیا سوچ کر اس کا چیلنج قبول کر لیا۔"

"میں جانتا ہوں۔ عدیم کے اندر کا انسان دنیا میں کسی سے بھی ہار تسلیم نہیں کر سکتا' دولت ان کی نظروں میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے سر لیکن جان بوجھ کر۔"

وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔ بارٹینڈر کے اشارے پر تیر کی طرح لہراتا ہوا بار کاؤنٹر کی جانب چلا گیا اور پھر اس کے جاتے ہی ایک خوب صورت سی نوجوان لڑکی لہراتی بل کھاتی' قریب آ کر میرے سامنے والی کرسی پر بلا تکلف بیٹھ گئی۔ اس کی عمر بیس بائیس کے درمیان رہی ہو گی۔ اس کے گال کشمیر کے سیب کے مانند سرخ نظر آ رہے تھے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ میک اپ کا کمال رہا ہو بہرحال وہ ہر زاویے سے بہت حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک دل توڑ مگر کاروباری مسکراہٹ کھیلی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں بلا کا خمار تھا۔ شاید اس نے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی پی رکھی تھی۔

"آپ شاید مسٹر عدیم کے گیسٹ ہیں۔" اس نے میری آنکھوں میں اس طرح جھانکا کہ میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔" میں نے یونہی مسکرا کر کہا۔

"کیا آپ میرے ساتھ ایک دو پیگ پینا پسند کریں گے۔" اس کا لہجہ بڑا معنی خیز تھا۔

"سوری۔ میں ابھی تک اس لعنت سے محفوظ ہوں۔"

"اوہ۔" اس کی نگاہوں کا خمار یکلخت دور ہو گیا۔ دبی زبان میں بولی۔ "پھر مجھے دوسری میز پر قسمت آزمانی پڑے گی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہمیں گاہکوں کے ساتھ ہر پیگ پر کمیشن ملتا ہے لیکن آپ شاید ان باتوں کو نہیں سمجھیں گے۔" اس کے لہجے میں درد کی ہلکی سی کسک بھی شامل تھی۔

"کیا میں آپ کا نام دریافت کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں۔"

"یہاں سارے نام فرضی اور موقعے کی مناسبت سے بدلتے رہتے ہیں۔" وہ بڑی تلخی سے بولی۔ "ہمیں گاہکوں کا دل لبھانے کی خاطر اداکاری کرنی پڑتی ہے۔ جو جتنی اچھی اداکاری کرتی ہے اتنا ہی کما لیتی ہے۔"

"آپ ایک دن میں اندازاً" کتنا کما لیتی ہیں۔" میں نے تفریحاً دریافت کیا۔

"حالات پر منحصر ہے' کبھی کبھی تو خالی ہاتھ بھی گھر جانا پڑتا ہے۔" اس کے لہجے میں اس بار حقارت کی آمیزش بھی تھی۔ "شاید اس لیے کہ میں دوسری لڑکیوں کی طرح جسم فروشی کا کاروبار نہیں کرتی۔"

"پھر۔" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "آپ اس ماحول میں آئی کیوں ہیں؟"

"میں خود نہیں آئی۔ میری مجبوری مجھے یہاں لے آئی ہے۔"

"ہیلو مس تبسم۔" ایک بہکے ہوئے شرابی نے قریب آتے ہوئے بڑے بازاری سے انداز میں اسے مخاطب کیا۔ "آ جاؤ بلبل۔"

"دفع ہو جاؤ۔" لڑکی نے اسے حقارت سے دھتکارا۔ "مجھے تمہاری صورت سے نفرت ہے۔ آئی ہیٹ یو۔ گیٹ لاسٹ۔"

"آئی سی۔" شرابی نے میری جانب گھورتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "تم نے شاید آج کوئی موٹی آسامی پھانس لی ہے۔ وش یو گڈ لک۔"

مجھے ایسا ہی لگا تھا جیسے کسی نے بھرے بازار میں میرے کپڑے اتار لیے ہوں' میں برداشت نہ کر سکا۔

"یو باسٹرڈ۔" کہتا ہوا میں اٹھا اور اس کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔

کیسینو کے کئی ملازم بیچ بچاؤ کرانے کی خاطر ہماری جانب تیزی سے لپکے تھے۔

میں نے جسے انگریزی میں ایک عدد موٹی سی گالی سے نوازا تھا وہ اچھے خاصے ڈیل ڈول کا مالک تھا۔ کیسینو میں کسی کال گرل کو شب باشی کے لیے دعوت دینا کوئی جرم نہیں تھا۔ نائٹ کلبوں کے لیے اس قسم کی باتیں روز مرہ کا معمول تھیں جو لڑکیاں آتی تھیں ان کا مقصد ہی گاہکوں کو پھانسنا ہوتا تھا لیکن نہ جانے مجھے وہ لڑکی جسے تبسم کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا کچھ مختلف سی نظر آئی۔ وہ پیشہ ور نہیں لگتی تھی یا پھر اس کے بارے میں جو رائے میں نے قائم کی تھی ممکن ہے وہی غلط ہوتی لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ میں یو باسٹرڈ کہتا ہوا اس کے گریبان پر ہاتھ ڈال چکا تھا پھر اس سے پیشتر کہ کیسینو کے ملازم بیچ بچاؤ کرانے کی خاطر ہماری جانب لپکتے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے میرا سیدھا ہاتھ

کرانے کے اسٹائل میں اس کی گردن پر پوری قوت سے پڑا۔ وہ نشے میں تھا اور حملہ اس قدر اچانک اور اس کی توقع کے خلاف تھا کہ وہ خود کو سنبھال نہ سکا اور لڑکھڑاتا ہوا ایک قریبی میز سے ٹکرایا تو اس میز پر رکھے ہوئے شراب اور کباب کے سارے لوازمات اس کے ساتھ ہی فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ قرب و جوار میں بیٹھے ہوئے لوگ اس طرح بے تعلق نظر آ رہے تھے جیسے اس قسم کے حادثے ان کے لیے کوئی نئی بات نہ ہوں البتہ جس شخص پر میں نے بھرپور وار کیا تھا اس کا نشہ ضرور ہرن ہو گیا تھا۔

ہم ایک دوسرے کو جانی دشمنوں کی طرح خونخوار نظروں سے گھور رہے تھے لیکن اس سے پیشتر کہ وہ کسی انتقامی کارروائی کا جذبہ لے کر اپنے پیروں پر دوبارہ کھڑا ہو سکتا کیسینو کے بیرے تیزی سے درمیان میں آ گئے۔ البتہ جس لڑکی کو نسیم کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا وہ بری طرح سہمی سہمی سی نظر آ رہی تھی۔

"کیوں۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر ہمدردی سے دریافت کیا۔ "کیا تم اس شخص سے خائف ہو۔"

"میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری خاطر جھگڑا مول لیا لیکن آپ شاید اس سے واقف نہیں ہیں۔ یہ اس علاقے کا دادا سمجھا جاتا ہے۔" وہ لرزتے ہوئے مدھم آواز میں بولی۔ "کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ میری اطلاع کے مطابق ایک دو خون بھی کر چکا ہے لیکن ابھی تک آزاد گھوم رہا ہے۔ پولیس کو باقاعدہ بھتا دیتا ہے اس لیے ہمیشہ سینہ تانے دندناتا پھرتا ہے اور......"

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" اچانک ندیم تیزی سے سامنے آ گیا پھر مجھے اور نسیم کو ایک ساتھ کھڑے دیکھ کر ایک لمحے کو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری لیکن پھر دوسرے ہی لمحے خونخوار نگاہوں سے اس شخص کو گھورنے لگا جو مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بیروں کی موجودگی اور پھر ندیم کے آ جانے کے بعد وہ بات نہیں بڑھانا چاہتا تھا لیکن اس کی نگاہوں میں تیرتی ہوئی سرخی جیسے مجھ سے کہہ رہی تھی۔

"تم خواہ کوئی بھی لیکن اب میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکو گے۔ تمہارا انجام تمہاری توقع سے بھی کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہو گا۔"

"داور۔" ندیم نے اسے خشک لہجے میں مخاطب کیا۔ "میں دو تین بار تم کو پہلے بھی وارننگ دے چکا ہوں کہ اس کیسینو میں قدم رکھنے سے پہلے یہ بات بھول جایا کرو کہ تم بہت بڑے بدمعاش ہو۔ اب کیا مجھے تمہارا علاج کرنا ہو گا۔"

"بات میں نے نہیں۔ اس نے بڑھائی تھی۔" وہ میری طرف گھورتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔ "اس نے ایک کال گرل کی خاطر داور کو بانسڑی بولا۔ اس کو بتاؤ کہ داور کون ہے؟"

"تمہی ہی۔" ندیم نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔ "تم نے میرے منع کرنے کے باوجود نسیم کی طرف بری نظروں سے دیکھا تھا۔"

"ہم مسکری کیا تھا ہاں..... لیکن یہ....."

"یہ میرا دوست ہے۔ شہباز خان۔" ندیم اس کی بات کاٹتے ہوئے سفاک لہجے میں بولا۔ "اسے آنکھیں کھول کر اچھی طرح پہچان لو اور ایک بات یاد رکھنا۔ اگر تم نے کبھی اس کی طرف میلی نظروں سے دیکھنے کی کوشش کی تو دوسرے ہی دن تمہارے جسم کے ٹکڑے کسی گڑھے سے برآمد ہوں گے۔"

داور نے کوئی جواب نہیں دیا' کپڑے جھاڑتا اور ہونٹ چباتا ہوا ایک طرف چلا گیا' بیروں نے الٹی ہوئی میزوں کی از سر نو ترتیب کر دی تھی۔ داور کے جانے کے بعد ندیم مجھ سے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

"اچھا ہوا جو تم آ گئے۔ ابھی کچھ دیر پیشتر میں کیسینو آتے وقت تم ہی کو یاد کر رہا تھا۔"

"خیریت۔" میں نے پوچھا۔ "یہ آج خاص طور پر تمہیں میری یاد کس طرح آ گئی۔"

"پہلے بھی کئی بار تمہیں فون کر چکا ہوں اور ہاں....." ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ جو تمہاری سکریٹری ہے نا۔۔۔ عارفہ۔۔۔ اس کی آواز غضب کی ہے' دل چاہتا ہے کہ ریکارڈ کر کے دن بھر اسی کو سنتا رہوں۔"

"وہ مجھ سے شکایت کر رہی تھی کہ تم اس کے ساتھ خاصے فری ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے بے تکلفی سے جواب دیا۔

"آؤ۔ اوپر چلتے ہیں۔ وہاں چل کر اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

میں نسیم کو سرسری نظروں سے دیکھتا ہوا ندیم کے ساتھ پہلی منزل پر آ گیا۔ جہاں آج خاص اہتمام نظر آ رہا تھا' میزوں کی ترتیب بھی بدلی بدلی نظر آ رہی تھی۔ وسیع اور کشادہ ہال کے درمیان بیضوی شکل کی ایک میز رکھی تھی جس پر چار کرسیاں نظر آ رہی تھیں۔ دوسری میزیں اس سے فاصلے پر تھیں جن پر دوسرے گاہک اور کال گرلز نظر آ رہی تھیں ہال کے مشرقی گوشے میں ایک میز پر پانچ آدمی بیٹھے بظاہر شراب نوشی میں مصروف نظر آ رہے تھے لیکن وہ ندیم کے اپنے کرگے تھے' اس کا اندازہ میں نے راجو کو دیکھ کر لگایا تھا جس نے ایک بار مجھ سے بھی جیت کی رقم واپس حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں اس وقت ندیم کے ساتھ تھا اس لیے معاملہ رفع دفع ہو گیا تھا۔ ندیم نے کیسینو چلانے کی خاطر کچھ جی دار قسم کے ایسے کرگے بھی پال رکھے تھے جو وقت پڑنے پر اس کے پسینے کی جگہ خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کر سکتے تھے' اس کا انکشاف بھی خود ندیم نے کیا تھا۔ میں نے پہلی منزل پر قدم رکھتے ہی راجو کو دیکھ لیا تھا۔ اس نے بس ایک نظر ہمارے اوپر ڈالی پھر اس طرح اپنے شغل میں مصروف ہو گیا جیسے اس سے پہلے اس نے مجھے کبھی دیکھا ہی نہ ہو۔

ندیم مجھے ساتھ لے کر بیضوی میز پر آ گیا پھر اس نے دیوار گیر گھڑی پر نظر ڈالی جس میں دس بجنے میں صرف چند منٹ باقی رہ گئے تھے۔

"آج یہاں کچھ خاص اہتمام نظر آ رہا ہے۔" میں نے ندیم کو کریدنے کی خاطر پوچھا۔ "کوئی خاص بات ہے۔"

"خاص ہی سمجھو۔" ندیم نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے کہا پھر سگریٹ جلا کر بڑی مہارت سے دھوئیں کے مرغولے فضا میں اڑاتے ہوئے بولا۔ "آج میں نے ایک بہت بڑا رسک مول لیا ہے۔ جس کا انجام جانتے ہو کیا ہو گا۔ تخت یا تختہ۔"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے کہ تم نے بھی مسٹر جوزف کا نام سن رکھا ہو۔ ساؤتھ افریقہ کا ایک سیاہ فام ارب پتی تاجر ہے جو خاص طور پر جوا کھیلنے کے معاملے میں جنون کی حد تک کریزی واقع ہوا ہے۔ شارپنگ کے معاملے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ بڑا مولا ٹائپ ہے۔ کروڑ دو کروڑ کی رقم ہار یا جیت جانا اس کے لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اکثر ممالک کے نائٹ کلبوں نے اپنے ہاں اس کی انٹری بند رکھی ہے۔ آج کل وہ سیاحی کی غرض سے یہاں آیا ہوا ہے اور....."

"اور تم نے اسے غلش کھیلنے کی خاطر مدعو کر لیا ہے۔"

"ہاں۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"کیا تم نے ایسا کرنے میں حماقت کا ثبوت نہیں دیا۔ میرا مطلب ہے کہ جب تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ وہ شارپر ہے اور کروڑ دو کروڑ اس کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تو خواہ مخواہ اس سے ٹکر لینے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تجربہ۔" ندیم نے بڑے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا۔ "میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس میں ایسی کیا خاص بات ہے جو بڑے بڑے غلش کے ماہر بھی اس کے ساتھ مقابلہ کرنے سے کتراتے ہیں۔"

"میرے خیال میں محض تجربہ حاصل کرنے کی خاطر اگر تم نے اسے دعوت دی ہے تو اچھا نہیں کیا۔"

"وہ وقت کا بھی بہت پابند ہے۔" ندیم نے میری بات ٹالتے ہوئے کہا۔ "اس نے یہاں دس بجے پہنچنے کا وعدہ کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ بس اب پہنچنے والا ہی ہو گا۔"

"کیا تمہیں امید ہے کہ تم اس کے مقابلے پر ٹھہر سکو گے۔" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت ہی کرے گا۔ ویسے اب مجھے کسی قدر ڈھارس ہو گئی کہ میں اس کے ساتھ مقابلہ کر سکوں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہاری آمد میرے لیے نیک شگون بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

میں ندیم کی اس انوکھی منطق پر مسکرا دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ کالج کے زمانے سے بہت ضدی واقع ہوا تھا اس لیے جو بات اس کے سر میں سما جاتی تھی اسے کر گزرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا تھا۔ بڑے باپ کا بیٹا تھا اس لیے دولت کی بھی اس کے پاس کوئی کمی نہیں اس کے علاوہ اس نے اپنے مخصوص کرگوں کی ایک ٹیم بھی تشکیل دے رکھی تھی جو اس کے اشارے پر کسی بھی جیتے ہوئے جواری سے طاقت کے بل بوتے پر جیت کی رقم واپس جھپٹ لینے کے عادی تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے جوزف کے سلسلے میں کوئی الٹی سیدھی تجویز پہلے سے ذہن میں مرتب کر رکھی ہو۔ راجو اور اس کے ساتھیوں کی وہاں موجودگی میرے خیال کو تقویت پہنچا رہی تھی لیکن کیا ندیم اپنے منصوبے میں کامیاب ہو جائے گا؟ میں نے سوچا جوزف اگر عادی جواری تھا اور لمبی لمبی رقمیں داؤ پر لگانے کا عادی تھا تو پھر اس نے اپنے تحفظ کے لیے کچھ بدمعاش ضرور پال رکھے ہوں گے۔ حالات کے پیش نظر یہ بڑا آدمی اسی فارمولے پر عمل کرنے کا عادی ہو چکا تھا۔ ٹونی نے زنجن لال کے سلسلے میں بھی مجھے یہی بتایا ہوا تھا کہ اس نے بھی دو چار چھٹے ہوئے غنڈے پال رکھے ہیں جن کی کفالت پر وہ ہر ماہ اچھی خاصی رقم خرچ کرتا تھا۔ ایسی صورت میں یہ خیال کرنا کہ جوزف نے اپنی حفاظت کے لیے کچھ ماہر قتل و غارت گری کرنے والوں کی خدمات نہ حاصل کی ہوں گی۔ قرین خیال نہیں ہو سکتا تھا اور ایسی صورت میں جبکہ وہ ایک ارب پتی تاجر کی حیثیت سے بھی خاصی شہرت حاصل کر چکا تھا۔

میں ابھی ان باتوں پر غور و خوض کر رہا تھا کہ گھڑی نے دس بجنے کا اعلان کیا اور اس کے ساتھ ہی میں نے ایک قوی الجثہ سیاہ فام غیر ملکی کو زینہ طے کر کے اوپر ہال میں قدم رکھتے دیکھا۔

وہ جوزف کے سوا کوئی اور نہیں تھا اس لیے کہ کیسینو کے مینجر کے علاوہ عدیم کے کچھ اور ملازم بھی بڑے ادب کے ساتھ اس کی رہنمائی کر رہے تھے۔ جوزف تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا جو صورت شکل کے اعتبار سے اس کا باڈی گارڈ ہی نظر آ رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک بریف کیس پکڑ رکھا تھا۔

مینجر نے بیضوی میز کے قریب پہنچ کر جوزف اور عدیم کا تعارف کرایا۔ دونوں نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا پھر عدیم نے جوزف سے میرا تعارف کرایا میں نے بھی مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھائے لیکن جوزف سے ہاتھ ملانے کے بعد اس بات کا احساس بھی ہو گیا تھا کہ وہ لوہے جیسے ٹھوس اور طاقت ور جسم کا مالک ہے۔ میری توقع کے عین مطابق جوزف نے اپنے ساتھ آنے والے کا تعارف بحیثیت اس کے باڈی گارڈ ہی کے کرایا تھا۔

کچھ دیر تک رسمی گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ اس عرصے میں کیسینو کے مینجمنٹ نے وہ تمام لوازمات بیضوی میز پر سجا دیے جو پیشہ ور جواریوں کے لیے ضروری سمجھے جاتے تھے۔ عدیم اور جوزف کے درمیان انگریزی میں گفتگو ہو رہی تھی اسی گفتگو کے دوران جوزف نے دو ایک بار میری طرف بھی دیکھا اور میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ نگاہوں ہی نگاہوں میں میری حیثیت کو تول رہا تھا۔ اس کا باڈی گارڈ بظاہر خاموش تھا لیکن اس کی آنکھوں میں عقاب کی سی چمک موجود تھی۔ اس نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے ہال میں موجود تقریباً تمام افراد کو بہت غور سے دیکھا تھا۔ عدیم نے مہمان نوازی کے ثبوت کے طور پر اعلیٰ قسم کی شراب کا پیگ بنا کر جوزف کو پیش کیا تو وہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے ٹھوس لہجے میں بولا۔

"سوری مائی ڈیئر۔ میں کھیلتے وقت پینے کا عادی نہیں ہوں۔"

"کوئی خاص وجہ؟" عدیم نے پوچھا۔

"ہاں۔" جوزف نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایک بار پیرس کے قمار خانے میں میرے ایک حریف نے شراب کے اندر کوئی ایسی شے ملا کر پلا دی تھی کہ مجھے ہر شے ایک کے بجائے دو دو نظر آنے لگی' پھر انجام ظاہر تھا۔ اس روز میں خاصی لمبی رقم ہار گیا تھا لیکن میرے حریف کو اس کی وہ چالبازی بہت مہنگی پڑی تھی۔ ایک ہفتے بعد کچھ نامعلوم لوگوں نے اسے بڑی بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔" آخری جملہ ادا کرتے وقت اس کا لہجہ کچھ ایسا ہی تھا جیسے وہ قبل از وقت عدیم کو اپنی قوت اور درندگی کا احساس دلانا چاہتا ہو۔

"آپ نے درست فرمایا مسٹر جوزف۔" عدیم نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ ہاتھی کی مثال لے لیں۔ جسامت کے اعتبار سے کس قدر قد آور اور مضبوط نظر آتا ہے لیکن بسا اوقات ایک معمولی سی چیونٹی بھی اس کی موت کا سبب بن جاتی ہے۔"

"آپ خاصے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی۔"

کچھ دیر تک عدیم اور جوزف ایک دوسرے کو سمجھنے اور بھانپنے کی کوشش کرتے رہے پھر کھیل کا آغاز ہوا۔ تاش کی کئی ایک نئی اور سیلڈ پیک گڈیاں نکالی گئیں' پتے جوزف نے بانٹے عدیم کچھ دیر تک بلائنڈ کرتا رہا پھر اس نے اپنے پتے دیکھے بغیر بے پروائی سے اٹھا کر گڈی میں ملا دیے۔ دوسری بار بھی اس نے یہی کیا تھا لیکن تیسری بار جب اس نے پتوں کو دیکھے بغیر گڈی میں ملایا تو جوزف چپ نہ رہ سکا۔ تین بازیوں میں وہ اچھی خاصی رقم جیت چکا تھا مجھے عدیم کی اس حرکت پر تعجب ہو رہا تھا پھر میں نے سوچا کہ شاید اس طرح وہ نفسیاتی طور پر جوزف پر اپنا سکہ جتانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"مائی ڈیئر۔" جوزف نے عدیم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ آپ نے تین بازیوں میں ایک بار بھی اپنے پتے اٹھا کر نہیں دیکھے کیا میں ایک دوست کی حیثیت سے اس کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں۔" عدیم نے اپنے لیے ایک نیا سگریٹ سلگاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "یہ تینوں بازیاں میں نے مشرقی مہمان نوازی کے اظہار کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں۔"

جوزف مسکرا دیا۔ بعد میں بھی وہ برابر جیتتا رہا۔ آٹھویں بازی میں ہمیں اس بات کا ثبوت بھی مل گیا کہ وہ بہترین شارٹنگ کرنے کی صلاحیت کا مالک ہے۔ اس بازی میں بہت دیر تک بلائنڈ ہوتی رہی پھر عدیم نے پتے اٹھا لیے' جواریوں کی طرح گھس گھس کر آہستہ آہستہ ایک ایک پتے کو دیکھ رہا تھا پھر جب اس نے اپنے ہاتھ میں تین غلام دیکھے تو اس کے دل کی دھڑکن یقیناً تیز ہو گئی ہوگی لیکن اس نے چہرے سے اپنے جذبات کا احساس نہیں ہونے دیا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے چال چل دی۔ جوزف نے پھر بلائنڈ کیا۔ عدیم نے ایک بار پھر اپنے پتوں کو دیکھا ایک لمحے کو سوچا پھر دوسری چال چل دی۔ اسی طرح بیس چالیں ہو گئیں پھر جوزف کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ ابھری۔ اس نے بلائنڈ کرنے کے ساتھ ہی شو مانگ لیا۔ عدیم نے تینوں غلام میز پر ڈال دیے جہاں پچاس ہزار کے لگ بھگ رقم موجود تھی۔

"یہ جوزف کی جانب سے خیر سگالی کے جذبے کا ادنیٰ سا ثبوت ہے۔" اس نے میز پر پڑی رقم اپنی سمت کھینچتے ہوئے کہا۔ "ورنہ میں اگر چاہتا تو اسی بازی میں دس لاکھ بھی جیت سکتا تھا۔"

"مسٹر جوزف۔" عدیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "کارڈ شو لیے بغیر اسٹیک کی رقم کو ہاتھ لگانا میرے نزدیک کھیل کے اصول کے خلاف ہے۔"

"مجھے جوزف کہتے ہیں مائی ڈیئر۔" اس نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "بادشاہوں کی موجودگی میں غلاموں کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ تم چاہو تو خود اپنے ہاتھوں سے میرے پتے اٹھا کر دیکھ لو۔ اگر جوزف کا تین بادشاہوں کا اندازہ غلط ثابت ہوا تو وہ تمہیں اب تک جیتی ہوئی تمام رقم کی واپسی کا وعدہ کرتا ہے۔"

پھر اس وقت عدیم کے علاوہ خود میری بھی کوئی انتہا نہ رہی جب جوزف کے تینوں بند پتے تین بادشاہ ہی ثابت ہوئے تھے' میں نے پہلی بار عدیم کو کرسی پر پہلو بدلتے دیکھا۔ وہ کچھ کچھ نروس سا دکھائی دے رہا تھا۔ میں ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے بیٹھا عدیم کی تباہی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ ممکن ہے کہ راجو اور اس کے ساتھی بعد میں جوزف سے جیت کی رقم واپس لینے میں کامیاب ہو جاتے لیکن مجھے اس بات کا بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر عدیم تقریباً دس لاکھ سے زیادہ کی رقم سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

وہ میرا عزیز دوست بھی تھا اور کلاس فیلو بھی چنانچہ مجھے اس کی شکست منظور نہیں تھی میں نے کاکا کو یاد کیا' دوسرے ہی لمحے اس کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم نے اپنی کاکا رانی کو کس کارن یاد کیا ہے۔ شاید تمہیں اپنے متر کی ہار سے دکھ پہنچا ہے۔"

"ہاں یہی بات ہے۔" میں نے دل ہی دل میں اقرار کیا۔

"پھر تمہاری کیا اچھا ہے۔"

"میں اپنے دوست کی جیت چاہتا ہوں۔"

"اس کا صرف ایک طریقہ ہے۔" کاکا نے کہا۔ "اپنے دوست کی جگہ تم کھیلنے کے لیے بیٹھ جاؤ۔ پر تو ایک بات دھیان میں رکھنا۔ جیت اوش تمہاری ہی ہوگی لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا۔۔۔؟" میں نے پُرتجسس انداز میں سوال کیا۔

"کچھ نہیں۔" کاکا نے جواب دیا۔ "اپنے متر کو ہٹا کر تم کھیلنے کے لیے بیٹھ جاؤ۔ باقی باتیں مجھ پر چھوڑ دو۔"

میں نے فوراً ہی عدیم کو ہٹنے کو نہیں کہا لیکن جب وہ مسلسل بازی پر بازی ہارتا رہا تو میں نے جوزف کو براہ راست مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر جوزف۔ تم بلاشبہ ایک شاطر کھلاڑی ہو۔ تم سے جیتنا کوئی آسان بات نہیں ہے لیکن کیا تم مجھے بھی قسمت آزمانے کا موقع نہیں دو گے۔"

"کیوں نہیں۔ مجھے خوشی ہوگی۔" جوزف نے مسرت کا اظہار کیا اور میں نے عدیم کو ہٹا کر اس کی جگہ لے لی۔ ایک دو بازی میں بھی ہار گیا۔ میرے پاس اپنی رقم نہیں تھی میں عدیم کے پیسوں سے کھیل رہا تھا پھر ایک بار پتے بانٹنے کے بعد کاکا نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔

"شہباز' جوزف نے جو پتے لگائے تھے میں نے اپنی شکتی کے زور سے بدل دیے ہیں۔ اب جیت تمہاری ہی ہوگی۔"

کاکا کی یقین دہانی کے بعد مجھے اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا تھا۔ میں بڑھ چڑھ کر بلائنڈ کی رقم میں اضافہ کر رہا تھا' پتے چونکہ جوزف نے بانٹے تھے اس لیے اسے اپنی شارٹنگ پر اعتماد تھا' وہ مجھے بلائنڈ کرتا دیکھ کر اس طرح مسکرا رہا تھا جیسے کوئی ماہر شکاری اپنے شکار کو جال میں پھنستا دیکھ کر خوش ہو رہا ہو۔ میز پر رکھی ہوئی رقم میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا پھر جوزف نے مجھے مسکرا کر معنی خیز انداز میں مخاطب کیا۔

"مسٹر شہباز۔ آپ شاید بھول رہے ہیں کہ آپ کے مقابلے پر کون موجود ہے۔"

"اور آپ کو شاید اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں بلیک جیک کا ماہر بھی ہوں۔"

"آپ شاید مجھ سے مذاق کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"ایک تجربے کی بات عرض کروں۔" میں نے کسی پیشہ ور جواری جیسے انداز میں کہا۔ "جوئے میں جیت ہمیشہ اسی کی ہوتی ہے جو نفسیاتی طور پر اپنے حریف پر سبقت پا لے۔"

"اور شارٹنگ کے بارے میں آپ کا تجربہ کیا کہتا ہے۔" جوزف نے چال بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ مت بھولو جوزف کہ انسان غلطی کا پتلا ہے۔ ایک پتے کی غلطی بھی کھیل کا پانسا پلٹ سکتی ہے۔"

عدیم بار بار کرسی پر پہلو بدل رہا تھا۔ وہ پہلی بار اپنے کیسینو میں' دوسری بار ریس کورس کے میدان میری قسمت کو آزما چکا تھا پھر بھی اس وقت مجھے بے چین نظر آ رہا تھا ایسا اس لیے کہ میز پر پڑی رقم ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں تک پہنچ گئی تھی اور ابھی تک ہم دونوں میں سے کسی ایک نے بھی پتا اٹھانے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ جوزف کو اپنی شارٹنگ پر اعتماد تھا اور مجھے کاکا کی یقین دہانی پر۔

"مسٹر شہباز۔" جوزف نے کچھ دیر بعد مجھے مخاطب کیا۔ "میرا مشورہ ہے کہ آپ پتے اٹھا لیں۔"

"کیوں؟" میں نے قدرے چونک کر پوچھا۔

"کیا آپ کا دوسری بازی کھیلنے کا ارادہ نہیں ہے۔" اس نے بھی مذاق اڑانے کی کوشش کی' اس کے لہجے میں اعتماد جھلک رہا تھا۔ میں دل ہی دل میں اس کی خود اعتمادی پر مسکرا دیا پھر کوئی دس منٹ بعد میں نے کچھ سوچ کر پتے اٹھا لیے اور صرف ایک پتا دیکھ کر چال چل دی۔

"باقی پتے بھی دیکھ لیں مسٹر شہباز۔" جوزف نے پھر بلائنڈ کرتے ہوئے کہا۔ "تاش کے پتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے یہ

دھوکا بھی دے جاتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ شاید ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔" میں نے دوسرا کارڈ دیکھا تو وہ حکم کا بادشاہ ثابت ہوا پہلا کارڈ حکم ہی کی بیگم تھی۔ میں نے ندیم کی سمت دیکھا جو عجیب کشمکش کی کیفیت سے دوچار تھا۔ میں نے ایک لمحے کو کچھ سوچا پھر چال ڈبل کردی۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ بہت جذباتی کھلاڑی واقع ہوئے ہیں جبکہ فلش کھیلنے میں بڑے پیشنس (Patience) کی ضرورت ہوتی ہے۔" جوزف نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا پھر اس نے بلائنڈ کی رقم بھی دگنی کردی۔

کاکا کا آشیرباد میرے ساتھ تھا چنانچہ میں نے تیسرا پتا بھی دیکھا جو حکم کا اکا ہی تھا' مگر راؤنڈ ہونے کی صورت میں مجھے خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا لیکن میں نے ایسا برا سا منہ بنایا جیسے میرے ارمانوں پر اوس پڑ گئی ہو ندیم کی نظریں اب پتوں سے ہٹ کر میرے چہرے کے تاثرات پر مرکوز تھیں۔ میں دیدہ و دانستہ کچھ دیر تک تذبذب کی حالت سے دوچار رہا پھر میں نے ایک چال اور چل دی۔ جواب میں جوزف نے بلائنڈ کی رقم پھر دگنی کردی تو میں نے اپنے چہرے سے ایسے تاثرات کا اظہار کیا جیسے میں اس کے مزید بلائنڈ کرنے سے جھلا گیا ہوں پھر کھیل اسی طرح جاری رہا میز پر پڑی ہوئی رقم بیس لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی' میں جھلا جھلا کر چال چل رہا تھا اور جوزف مسکرا مسکرا کر بلائنڈ کی رقم دگنی کرتا جا رہا تھا پھر اس نے بھی مسکرا کر پتے اٹھا لیے۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ مجھ پر رحم کھا رہا ہو لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اس طرح چونکا جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"حیرت ہے۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔ "اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"کیا بات ہے مسٹر جوزف۔" اس بار میں نے اس کا مضحکہ اڑایا۔ "کیا تمہارے پاس ایسے پتے بھی نہیں ہیں کہ شو بھی مانگ سکو۔"

"شو۔" اس نے شو کرانے کی رقم میز پر ڈالتے ہوئے کہا۔

میں نے اپنے پتے میز پر رکھے تو وہ ہونٹ چبا کر بولا۔

"یو ون۔ (تم جیتے)" اس نے تملا کر کہا پھر اپنے پتے گڈی میں ملا دیے۔

اس کے بعد وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ جوزف اپنی تمام تر صلاحیتوں سے شارپنگ کرتا رہا اور کاکا کی پراسرار قوت پتوں کو تبدیل کرتی رہی۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ تقریباً "ڈیڑھ کروڑ کی رقم ہار چکا تھا۔ جوزف کی جھلاہٹ اور ندیم کی خوشی دونوں ہی قابل دید تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ قسمت کی دیوی آج تمہارا ساتھ نہیں دے رہی۔" میں نے جوزف سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

"مسٹر شہباز۔" جوزف مجھے گھورتا ہوا بولا۔ "تم نے کہا تھا کہ تم بلیک جیک کے ماہر ہو۔"

"ممکن ہے میں نے صرف مذاقاً" ایسا کہا ہو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "چے بانٹو۔"

"نہیں۔" جوزف نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "ابھی نہیں۔ کل میں تم کو دوبارہ مقابلے کا چیلنج دیتا ہوں۔ ٹھیک دس بجے۔"

"سوری۔" میں نے اسے چڑانے کی خاطر کہا۔ "ہر شخص کے اپنے اپنے اصول ہوتے ہیں۔"

"کیا مطلب......؟"

"جو لوگ مجھ سے ایک بار ہار جاتے ہیں میں دوبارہ ان سے کھیلنے کے اصول کے خلاف ہوں۔"

"مسٹر شہباز۔" وہ غراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ "تم جوزف کی انسلٹ کر رہے ہو۔" اس کی نگاہوں میں خون کی سرخیاں تیرنے لگی تھیں۔ میرے جواب نے اس وقت جلتی پر پیٹرول چھڑکنے کا کام کیا تھا۔ وہ آپے سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "تمہیں مجھ سے معافی مانگنی پڑے گی۔"

"مسٹر جوزف۔" ندیم یکلخت درمیان میں بول اٹھا۔ "تم اس وقت میرے کیسینو میں ہو اس لیے بڑے ضبط سے کام لے رہا ہوں۔"

"ورنہ تم کیا کرتے......؟" جوزف' ندیم کی جانب پلٹ پڑا۔

"مہمانوں کی عزت اگر میرا فرض نہ ہوتا تو شاید اس وقت تک میرے آدمی تمہیں اٹھا کر اس عمارت سے باہر پھینک چکے ہوتے۔"

جوزف کے ساتھ بیٹھا ہوا باڈی گارڈ بجلی کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنی پوزیشن سنبھال کر کچھ کرپاتا۔ ندیم کے آدمی برق رفتاری سے ٹڈی دل کے مانند اس پر ٹوٹ پڑے پھر راجو اور اس کے ساتھی بھی اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر ہمارے قریب آ گئے

"ہمارے لیے اب کیا حکم ہے باس۔" راجو نے جوزف کو حقارت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ ندیم کوئی جواب دینا چاہتا تھا لیکن جوزف جو شاید اس وقت عقل و خرد سے بیگانہ ہو چکا تھا مجھ پر کسی درندے کی طرح چھلانگ لگانے کی حماقت کر بیٹھا۔ میں نے بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ کر اس کے وار کو ناکام بنایا پھر ندیم کا اشارہ پاکر راجو اور اس کے ساتھی بھوکے بھیڑیوں کی طرح جوزف سے چمٹ گئے۔ چند منٹ بعد ہی جوزف اور اس کے باڈی گارڈ کی حالت غیر ہو چکی تھی۔ ان کے جسم کے کپڑے تار تار ہو چکے تھے اور وہ اس قابل بھی نہیں رہ گئے تھے کہ اپنے پیروں پر خود سے کھڑے ہو جاتے

جوزف کے چہرے پر کئی مقامات سے خون کی لکیریں پھوٹ پڑی تھیں۔

"نہیں پچھلے راستے سے لے جا کر کسی کچرے کے ڈھیر پر پھینک آؤ۔" عدیم نے سفاک لہجے میں کہا پھر مجھے ساتھ لے کر اپنے آفس میں آگیا۔

"اب مجھے ذرا کھل کر بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے؟" عدیم نے اپنی ریوالونگ چیئر پر آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس روز کیسینو میں تمہاری کامیابی' ریس کلب میں تمہارے بتائے ہوئے نمبروں کے گھوڑوں کی حیرت انگیز جیت اور آج تمہارے ہاتھوں جوزف کی ناقابل یقین شکست۔ میں ان باتوں کو محض اتفاق یا خوش قسمتی سے تعبیر نہیں کر سکتا۔"

"پھر۔ تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے جوزف سے بلیک جیک کا ذکر کیوں کیا تھا؟" عدیم نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا یہ حقیقت ہے کہ تم۔۔۔"

"نہاں نہیں۔" میں اس کے خیال کی تردید کرتے ہوئے بولا۔ "وہ بات تو محض میں نے اسے مرعوب کرنے کو کہی تھی۔"

"لیکن بہرحال تمہیں یقین تھا کہ بالآخر جیت تمہاری ہی ہوگی۔ کیوں؟ کیا یہ بھی غلط ہے؟" عدیم نے پرتجسس لہجے میں کہا پھر تیزی سے بولا۔ "میں یہ بات پورے دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ جوزف کے تمام پتے تمہارے حق میں پڑ رہے تھے۔"

"یہ سب کچھ محض اتفاق ہی تھا۔" میں نے عدیم کو ٹالنے کی خاطر جواب دیا پھر موضوع بدل کر بولا۔ "تمہارے آدمیوں نے جوزف کے ساتھ کچھ زیادہ اچھا سلوک نہیں کیا اور اگر یہ خبر اخبارات میں آگئی تو پھر والد صاحب کی عدالت میں میری کوئی شنوائی نہیں ہوگی۔"

"فکر مت کرو۔" عدیم نے پورے اعتماد سے کہا۔ "ہمارے کیسینو کے بارے میں کوئی خبر اخبار میں نہیں آئے گی اور تمہاری اطلاع کے لیے عرض کردوں کہ میرے مشورے کے بغیر ہمارے کسی کارندے کی پرچی بھی حلقہ تھانے میں نہیں کاٹی جاتی۔"

"تئی سی۔ گویا تم بھتہ دینے کے سلسلے میں بھی خاصے فیاض ثابت ہوئے ہو۔"

"میں جس کاروبار میں ملوث ہوں اس میں تمام ایجنسیوں سے بنا کر رکھنی پڑتی ہے۔" عدیم نے دھواں اڑاتے ہوئے کہا پھر مجھے گھورتا ہوا بولا۔ "کیا تمہیں پہلے سے اس بات کا علم تھا کہ آج جوزف سے میرا مقابلہ ہونے والا ہے۔"

"نہیں۔ یہ بات مجھے یہاں آنے کے بعد ہی معلوم ہوئی تھی۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اچھا اب میں اجازت چاہوں گا۔"

"جانے سے پہلے کیا جیت کی رقم کا حساب نہیں کرو گے۔"

عدیم کا لہجہ پھر سنسنی خیز ہوگیا۔

"ڈونٹ بی سلی۔ ہمارے درمیان صرف دوستی کا رشتہ قائم ہے اور میں دوستوں کے ساتھ کاروباری حساب کتاب رکھنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"ایک بات کہوں اگر تم برا نہ مانو۔"

"کہو۔ اب کیا کہنا باقی رہ گیا ہے۔"

"میں جس میدان کا کھلاڑی ہوں اس میں آنکھوں اور دماغ دونوں سے کام لیا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے تم کسی خاص وجہ سے کھل کر کچھ بتانے سے گریز کرو لیکن مجھے پورا اعتماد اور یقین ہے کہ تمہارے قبضے میں کوئی نہ کوئی قوت ایسی ضرور موجود ہے جو تمہیں آنے والے حالات سے آگاہ کرتی رہتی ہے۔ کیوں؟ کیا میرا اندازہ غلط ہے۔" عدیم پوری طرح سنجیدہ تھا۔

"ہمارے ہاں ہر سوال کا جواب ماہرین سے مشورے کے بعد واپسی ڈاک دیا جاتا ہے۔" میں نے مسکرا کر بات اڑانے کی کوشش کی پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کیسینو سے باہر آگیا جہاں راجو پہلے سے میری گاڑی کے پاس موجود تھا لیکن اس وقت وہ نہتا نہیں تھا اس کے ہاتھ میں ایک خود کار رائفل بھی موجود تھی۔

"کیا تم نے جوزف کو مار ڈالا؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"نہیں۔" راجو کا لہجہ سپاٹ تھا۔ "ہم بہرحال میں باس کے حکم کے پابند ہیں لیکن اس کے باوجود ایک بات میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں جوزف اب کبھی بھول کر بھی کیسینو کی طرف رخ نہیں کرے گا۔"

رات زیادہ ہو رہی تھی اس لیے میں نے بات کو طول دینا زیادہ مناسب نہیں سمجھا۔ خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گیا مگر جب میرے بیٹھنے کے بعد راجو نے پچھلا دروازہ کھول کر عقبی نشست پر قبضہ جمایا تو میں چپ نہ رہ سکا۔

"تمہیں کہاں جانا ہے؟" میں نے پلٹ کر سوال کیا۔

"زیادہ دور نہیں۔ راستے میں کہیں بھی اتر جاؤں گا۔" اس نے کچھ عجیب سے لہجے میں جواب دیا۔

راجو کا جواب میری کچھ میں نہیں آیا مگر وہ عدیم کا خاص آدمی تھا اس لیے میں اس سے خوفزدہ بھی نہیں تھا' میں نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر کھلی سڑک پر آگیا جو دور دور تک ویران نظر آرہی تھی۔ دور دور تک کسی گاڑی یا آدم زاد کا نشان تک نہیں تھا۔

"عدیم کے ساتھ کب سے ہو؟" میں نے وقت گزارنے کی خاطر راجو سے پوچھا۔

"تقریباً چار پانچ سال سے۔"

"تمہاری خصوصی خدمات کے عوض عدیم یقیناً تم لوگوں کو

اچھا خاصا مال پانی بھی دیتا ہوگا۔"

"ظاہر ہے۔" راجو نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "پیٹ بھرنے کے لیے چار پیسوں کی ضرورت تو جانوروں کو بھی ہوتی ہے میں تو پھر انسان ہوں۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ۔" میں نے اپنے تجربے کے طور پر راجو کو آزمانے کی خاطر پوچھا۔ "اگر کوئی دوسرا شخص تمہیں عدیم کے مقابلے میں کوئی بڑی آفر دے تو کیا تم اسے قبول کرلو گے۔"

"کتوں کی نسل کی طرح ہمارے اندر بھی درجہ بندی ہوتی ہے۔" راجو نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مثلاً اگر کراس بریڈ (CROSS BREED) ہو تو چچوڑی ہوئی ہڈی پر بھی جھپٹ پڑتا ہے لیکن اگر اعلیٰ نسل سے تعلق رکھتا ہو تو مالک کے دھتکارنے کے باوجود اس پر پلٹ کر بھونکتا نہیں' ہمیشہ اس کے قدموں میں پڑا دم ہلاتا رہتا ہے۔ اصل نسل کے جانور بڑے وفادار ہوتے ہیں۔ اپنے مالک کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتے۔"

"تم مجھے پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو پھر اس لائن میں کیسے آگئے؟" میں نے اس کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر بھلا کون کلہاڑی مارتا ہے؟ سب حالات کا چکر ہے جناب۔ حالات کے الٹ پھیر انسان کی قسمت بھی بدل دیتے ہیں۔" راجو بڑے فلسفیانہ انداز میں بولا۔ "جس پر ایک بار مجرم ہونے کی چھاپ لگ جائے پھر اس سے شریف بننے کا حق چھین لیا جاتا ہے۔ کچھ سمجھنے اور سمجھانے کا ہیر پھیر بھی ہوتا ہے مثلاً آپ جسے جیل خانہ کہتے ہیں اسے ہماری زبان میں مجرم ساز کارخانے اور فیکٹری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ صحیح معنوں میں تو سزا اور جزا کا حساب وہی کرے گا جس نے انسان نما کٹھ پتلیوں کی ڈور کا سرا اپنے ہاتھوں میں پکڑ رکھا ہے۔"

راجو نے سماج اور معاشرے کی عکاسی بڑی خوب صورتی سے کی تھی۔ اس کا کام قتل و غارت گری ضرور تھا لیکن میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کے اندر کا انسان ابھی مرا نہیں تھا۔ وہ کسی مریض کی طرح سسک رہا تھا اگر اس کا علاج صحیح طور پر کیا جاتا تو وہ معاشرے کے لیے ایک قیمتی اثاثہ بھی ثابت ہو سکتا تھا لیکن وقت اور حالات نے اسے دوسرے کے ہاتھوں میں کھلونا بننے پر مجبور کر دیا تھا میں ابھی اس کے بارے میں غور کر ہی رہا تھا کہ اچانک مجھے کچھ فاصلے پر ایک شخص سڑک کے بیچوں بیچ کھڑا نظر آیا' وہ دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے مجھے رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ فوری طور پر میں نے یہی خیال کیا کہ وہ کوئی ضرورت مند مسافر ہوگا لیکن جب میں نے گاڑی کی رفتار کم کی تو لو روشنی اس کے چہرے پر پڑی تو میرے تن بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ وہ کوئی مسافر نہیں بلکہ داور تھا' وہی اچھے خاصے ڈیل ڈول اور تن و توش

والا بدمعاش جو کیسینو میں مجھ سے الجھ بھی چکا تھا اس وقت میری نگاہوں کے سامنے بیچ سڑک پر سینہ تانے کھڑا تھا' تاریکی کے باوجود میں نے ہیڈلائٹس کی روشنی میں اسکی آنکھوں کے اندر انتقام کی چنگاریاں سلگتی دیکھ لی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں دبے پستول کا رخ میری ہی جانب تھا' ایک لمحے کو موت کا بھیانک تصور میرے رگ و پے میں سرایت کر گیا لیکن پھر دوسرے ہی لمحے جو کچھ ہوا وہ میری توقع کے خلاف ہی تھا۔

بجلی سی ایک کلک کی آواز میرے کانوں میں گونجی پھر مجھے حالات کی سنگینی کا احساس اس وقت ہوا جب راجو نے گاڑی سے نیچے اترتے ہی یکے بعد دیگرے دو برسٹ مارے تھے اور داور کی چوڑی چھاتی پر جگہ جگہ سے خون کے چھینٹے ابل پڑے تھے پھر وہ کسی کٹے ہوئے تناور درخت کے مانند زمین پر ڈھیر ہوگیا۔

"میں اب اجازت چاہوں گا جناب۔" راجو نے میرے قریب آتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ "میرا سفر بس یہیں تک کا تھا۔"

"راجو۔" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہیں اس بات کا علم پہلے سے تھا کہ داور مجھے راستے میں روک کر اپنا انتقام لینے کی کوشش کرے گا۔"

"میں اب انسان نہیں رہا۔ جانور بن گیا ہوں اور انسان کے مقابلے میں جانور بہت دور سے ہی خطرے کی بو سونگھ لیتا ہے۔" راجو زہر خند لہجے میں بولا پھر اس نے آگے کچھ نہیں کہا تیزی سے پلٹا اور رات کی تاریکی میں گم ہو کر رہ گیا۔ میں نے اس وقت وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا' داور کی لاش سے کترا کر برق رفتاری سے گاڑی آگے نکال لے گیا!

☆---☆

زنجن لال کسی زخمی درندے کے مانند اپنے آفس میں بچھے ہوئے دبیز قالین پر ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہا تھا' اس کے چہرے

پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نظر آرہے تھے۔ آنکھوں میں بار بار ابھرنے والی چمک اس بات کی نشاندہی کر رہی تھی کہ وہ کسی شدید ذہنی خلفشار میں مبتلا ہے۔ کبھی وہ چلتے چلتے رک کر خلا میں گھورنے لگتا پھر سر جھٹک کر دوبارہ قالین کی سینہ کوبی شروع کر دیتا۔ کچھ دیر بعد وہ تیزی سے پلٹ کر اپنی میز کے قریب آیا اور ڈائریکٹ فون کا ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس کے چہرے پر وحشت کے تاثرات ہر لمحہ گہرے ہوتے جا رہے تھے پھر دوسری جانب سے رابطہ قائم ہونے کے بعد اس نے سرسراتے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں نرنجن لال بول رہا ہوں۔"

"میرے لیے کوئی حکم۔" دوسری جانب سے بولنے والے نے نہایت فرماں برداری سے پوچھا۔

"پنڈت جسی دھر کا کیا رہا۔ کیا تم نے ان سے ملاقات کی تھی۔"

"جی نہیں۔ پنڈت جی کسی جاپ میں مصروف ہیں' اب وہ جاپ پورا ہونے تک منڈل سے باہر نہیں نکل سکتے لیکن انہوں نے میری موجودگی میں اپنے خاص چیلے شنکر کو اس کام پر مامور کر دیا تھا۔"

"شنکر ابھی تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا اور اب میں زیادہ دنوں انتظار نہیں کر سکتا۔"

"سر۔ کیا آپ نے شہباز خان سے بات کی تھی۔"

"کی تھی۔" نرنجن لال نے جھلا کر ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "مگر وہ میرے راستے سے ہٹنے کے لیے آمادہ نہیں ہے۔"

"ہر شخص کی کوئی نہ کوئی قیمت ضرور ہوتی ہے جناب۔"

"میں جانتا ہوں لیکن کچھ آئٹم ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر ناٹ فار سیل کا بورڈ لگا ہوتا ہے' شہباز خان کا شمار بھی ان ہی لوگوں میں ہوتا ہے جو اپنی ضد کے پکے ہوتے ہیں۔"

"پھر... میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"تم جانتے ہو کہ اگر یہ ٹینڈر ہاتھ سے نکل گیا تو...."

"پھر تو ایک ہی صورت رہ جاتی ہے جناب۔"

"وہ کیا؟"

"اپنے دشمن کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔" دوسری جانب سرد لہجے میں جواب ملا۔ "نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بنسری۔"

"کام بہت ہوشیاری سے کرنا۔" نرنجن لال نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "ہمارا ایک وار پہلے بھی خالی جا چکا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں جناب۔"

"اپنے کام سے کام رکھو۔ ایک بار پھر تاکید کر رہا ہوں کہ جو بھی قدم اٹھانا بہت سوچ سمجھ کر اٹھانا۔" نرنجن لال نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ایک لمحے تک وہ ساکت کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اپنی میز پر بیٹھ کر اس نے انٹر کام پر شکلا کو اندر آنے کو کہا۔ پانچ منٹ بعد ہی نرنجن لال کا بزنس منیجر شکلا اس کے سامنے موجود تھا۔

"محسن علی والے کیس کا کیا بنا؟" نرنجن لال نے خشک لہجے میں دریافت کیا۔

"اس کے بیان نے کیس کو بگاڑ دیا ہے۔" شکلا بولا۔ "ڈی ایس پی سراج اس کیس میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لے رہا ہے۔"

"محسن علی نے تمہارا نام بتا کر سب سے بڑی حماقت کی ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ تمہاری شخصیت پہلے ہی پولیس کی نگاہوں میں مشکوک ہو چکی ہے۔"

"میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھا۔" شکلا نے سنجیدگی سے کہا۔ "میری کوشش ہے کہ اگلی پیشی پر محسن علی اپنے بیان سے منکر ہو جائے۔ ایسی صورت میں...."

"کیس کا اور ستیاناس ہو جائے گا۔" نرنجن لال کسی چوٹ کھائے ہوئے سانپ کی طرح بل کھا کر بولا۔ "یہ مت بھولو کہ شہباز خان کو نیچا دکھانے کے تم نے محسن علی کے ذریعے جو جال بچھایا تھا وہ خود ہمارے حق میں زیادہ مہلک ثابت ہوا ہے۔"

"جو کچھ ہوا ہے وہ میرے لیے بھی ناقابل وشواس ہے۔" شکلا نے جواب دیا۔ "اس بریف کیس میں' میں نے آپ ہی کی اچھا پر...."

"خاموش رہو۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"ایک طریقہ اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اگر ڈی ایس پی سراج کو راستے سے ہٹا دیا جائے تو بازی ہمارے حق میں پلٹ سکتی ہے۔"

"نان سنس۔" نرنجن لال نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "تم جو شہباز کو درمیان سے ہٹانے میں ناکام ہو گئے' محسن علی کو بطور چارا استعمال کرنے میں ہار گئے۔ اب بھلا ڈی ایس پی سراج کو...."

"آپ شاید میرا مطلب نہیں سمجھے۔" شکلا نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ڈی ایس پی سراج کا تبادلہ۔" شکلا نے کہا۔ "اور اس کے لیے آپ کو اوپر والوں سے اپنے تعلقات کے ساتھ ہی ساتھ کچھ بکاؤ لوگوں کی مٹھیاں بھی گرم کرنی پڑیں گی۔"

"نہیں۔" نرنجن لال نے فیصلہ کن آواز میں کہا۔ "میں ان تمام معاملات کے بیچ میں اپنی ٹانگ پھنسانا نہیں چاہتا۔"

"پھر۔ اور کوئی اُپائے ہے آپ کی نظر میں؟"

"ہاں۔"

"وہ کیا؟"

"اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے کے کارن اور پولیس والوں پر یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ میرا ان تمام باتوں سے کوئی سمبندھ نہیں ہے میرے پاس صرف ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے۔" نرنجن لال نے سنجیدگی سے کہا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "تمہاری چھٹی کر دی جائے۔"

"کیا مطلب۔" شکلا اچھل پڑا' اس نے نرنجن لال کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اسے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔

"پریشان مت ہو۔ اپنی فرم سے تمہاری علیحدگی کا کھیل دنیا دکھاوے کے لیے ہو گا۔ رہا تنخواہ کا مسئلہ تو وہ تم کو ہر مہینے پابندی سے ملتی رہے گی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس طرح میرا کیس اور زیادہ کمزور پڑ جائے گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ تم جو سوچ رہے ہو غلط نہ ہو لیکن میرے پاس اس کے سوا کوئی اُپائے نہیں ہے۔ ہاں میں تمہیں اس بات کا وچن دیتا ہوں کہ عدالت کی جانب سے نردوش ثابت ہونے کے بعد میں تمہیں دوبارہ ملازمت پر واپس بلا لوں گا۔"

"کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے۔" شکلا نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں۔"

"گویا آپ مجھے ملازمت سے برطرف کر دیں گے کیوں سب۔"

"بات کو سمجھنے کی کوشش کرو' اس سے ہوا کا رخ۔"

"ہوا کے رخ کی بات چھوڑو سیٹھ اور ایک بات میری بھی کان کھول کر سن لو۔ دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر مول لینا اچھا نہیں ہوتا۔"

شکلا نے اٹھتے ہوئے کہا پھر معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "اس سے پیشتر کہ تم مجھے ملازمت سے نکالو میں خود اپنا استعفٰی پیش کر دوں گا۔ پرنتو ایک بات دھیان میں رکھنا کہ شکلا سے بگاڑ کر تم گھاٹے میں رہو گے۔" پھر وہ اپنا جملہ مکمل کرنے کے ساتھ ہی تیزی سے پلٹا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا آفس سے باہر چلا گیا۔

نرنجن لال ایک لمحے تک اپنی کرسی پر بیٹھا بار بار پہلو بدلتا رہا پھر اس نے ڈائریکٹ فون کا ریسیور اٹھایا اور اس انداز میں کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا جیسے اس نے اپنی ذہنی پریشانیوں کا کوئی مناسب اور معقول حل تلاش کر لیا ہو۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی زہریلی مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔ بالکل کسی سانپ ہی کی طرح جس کی آنکھیں اپنے شکار کو ڈسنے سے پہلے چمک اٹھتی ہیں۔

ڈی ایس پی سراج کے دفتر میں میری طلبی والد صاحب کے ایما پر ہوئی تھی۔ میں جس وقت سراج کے آفس میں داخل ہوا وہ کسی اہم فائل کے مطالعے میں مصروف تھا' لیکن مجھے دیکھتے ہی اس نے نہ صرف یہ کہ فائل بند کر دی بلکہ بڑے پرتپاک انداز میں میرا خیر مقدم کیا۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر جیسے سراج نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ کو علم ہے مسٹر شہباز کہ میں نے آپ کو یہاں آنے کی زحمت کیوں دی ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ والد صاحب میری طرف سے کچھ زیادہ ہی فکر مند ہو گئے ہیں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"پہلے میرا بھی یہی خیال تھا لیکن اب...." سراج کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"اب کیا بات ہو گئی ہے۔"

"اب حالات نے بڑی تیزی سے پلٹا کھایا ہے کیا آپ نے آج صبح کا اخبار نہیں دیکھا؟"

"نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کوئی خاص خبر۔"

"جی ہاں۔ کل رات کسی نے نرنجن لال کے بزنس منیجر کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے۔"

"آئی سی۔"

"میرا خیال ہے کہ اس قتل کے پس پشت دو گروپس میں سے کسی ایک کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔" سراج نے کہا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "یا تو اس قتل میں ان لوگوں کا ہاتھ شامل ہے جو منشیات کی غیر قانونی تجارت میں شکلا کے ساتھ ملوث تھے یا پھر اس قتل کے پیچھے خود نرنجن لال کا ہاتھ بھی ہو سکتا ہے۔"

"نرنجن لال۔" میں چونکا۔ "لیکن شکلا تو اس کے لیے بہت کام کا آدمی تھا۔ اسی کی ایما پر تو محسن علی نے مجھے ایک گھناؤنی سازش میں پھانسنے کی کوشش کی تھی اور اس کے علاوہ اس کی حیثیت نرنجن لال کے ادارے میں بحیثیت منیجر کی تھی۔"

"کل شام تک ضرور تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"یہی بات تو شکلا کی موت کے معمے کو الجھا رہی ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کل شام آفس ختم ہونے سے پیشتر شکلا نے نرنجن لال کو اپنا استعفٰی پیش کر دیا تھا اور کل رات ہی اسے ختم کر دیا۔"

"ایسی صورت میں تو نرنجن لال کی شخصیت پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے دلیل پیش کی۔ "جب شکلا خود ہی مستعفی ہو گیا تھا تو پھر نرنجن لال کو اسے ٹھکانے لگوانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ کی اسی دلیل کو پیش نظر رکھتے ہوئے نرنجن لال نے شکلا کے خلاف سازش کا جال بنا ہو۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے کہ شکلا کے ہاتھ میں

زرنجن لال کے خلاف کوئی اہم کمزوری ہو جس کے پیش نظر ان دونوں کے درمیان کسی اختلاف نے سر ابھارا ہو۔ شگفتہ نے اپنا اشتعال پیش کر کے زرنجن لال کو اپنی اہمیت کا احساس دلانے کی کوشش کی ہو اور اس بات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے شگفتہ کو بیٹھا اپنے راستے سے ہٹا دیا۔"

"کیا آپ زرنجن لال سے مل چکے ہیں؟"

"نہیں۔" سراج نے اس بار براہ راست بھانپتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "زرنجن لال سے ملنے سے پہلے میں نے آپ سے ملنا زیادہ ضروری سمجھا ہے۔"

"کوئی خاص بات۔"

"مسز شہباز۔ کیا یہ درست ہے کہ زرنجن لال نے فون پر آپ سے اس بات کی درخواست کی تھی کہ آپ کسی خاص ٹینڈر کے سلسلے میں اس کے حق میں دست بردار ہو جائیں۔"

"آپ کو اس بات کا علم کس طرح ہوا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"آپ کے والد صاحب نے بذات خود اس بات کا تذکرہ مجھ سے کیا تھا اور بطور خاص تاکید بھی کی تھی میں آپ کی حفاظت کا خاص خیال رکھوں۔"

"کیوں۔ مجھے کس بات کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"آپ محسن علی کو کیوں فراموش کر رہے ہیں؟" سراج نے جواب دیا۔

"محسن علی سے مجھے اس حرکت کی توقع نہیں تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "بہرحال خدا کا شکر ہے کہ وہ اپنی سازش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"ویسے اگر وہ چاہتا تو بریف کیس سے ہیروئن برآمد نہ ہونے کے بعد خود کو نہایت آسانی سے بچا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ کیا وہ جان بوجھ کر خود کو قانون کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "ملاشی سے قبل اسے یقین تھا کہ بریف کیس سے ہیروئن برآمد ہوگی ایسی صورت میں اس کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو وہ بھی خود کو بچانے کی خاطر اصلیت اگل دینے سے گریز نہیں کرتا۔ میری اطلاع کے مطابق اس نے غالباً پولیس کو یہی بیان دیا تھا کہ شہباز نے اسے دو لاکھ کے عوض اپنی سازش کی تکمیل کے لیے خریدا تھا ایسی شکل میں اگر محسن علی خود کو حالات کی روشنی میں بچانے کی کوشش کرتا تو شگفتہ کے توڑ اسے ٹھکانے لگا دیتے۔ دو لاکھ کی رقم معمولی نہیں ہوتی اور پھر ہیروئن والے بریف کیس کی حیرت انگیز تبدیلی بھی شگفتہ کو مطمئن نہیں کر سکتی تھی۔ ان حالات کے پیش نظر ہو سکتا تھا کہ محسن علی کو قانون کی تحویل میں دینا ہی سب سے زیادہ محفوظ لگا ہو گا۔"

"آپ کی بات میں خاصا وزن ہے لیکن آپ اب شگفتہ کے قتل کو کس خانے میں فٹ کریں گے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس میں ڈرگ مافیا کے ایجنٹوں کا ہاتھ شامل ہو۔"

"ممکن ہے۔" سراج نے میرے خیال کی تائید میں گردن ہلاتے ہوئے کہا پھر یکلخت اس نے گفتگو کا رخ بدل کر پوچھا۔ "کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ زرنجن لال نے آپ کو اپنے حق میں دست بردار ہونے کے سلسلے میں کیا آفر دی تھی؟"

"دس لاکھ۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "اس نے رقم میں اضافے کی بات بھی کرنی چاہی تھی لیکن میں نے جواب میں اس سے یہی کہا تھا کہ میں پچاس لاکھ کے عوض بھی اس ٹینڈر کو ہاتھ سے نکلنے جانے دوں گی۔"

"پھر۔" سراج نے میرے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ وہ کسی قیمت پر بھی اپنی ہار تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر تمام گفتگو پوری تفصیل سے دہرا تا چلا گیا جو میرے اور زرنجن لال کے درمیان ہوئی تھی لیکن میں نے جان بوجھ کر اس ٹیپ کا ذکر نہیں کیا جس میں ہم دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو محفوظ تھی۔ سراج پوری طرح توجہ سے میری بات سنتا رہا پھر میرے خاموش ہونے پر بولا۔

"کیا اس ٹینڈر کے سلسلے میں آپ کی شگفتہ سے بھی کوئی بات ہوئی تھی؟"

"جی نہیں۔"

سراج کچھ کہنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ ایک کانسٹیبل نے اندر داخل ہو کر اسے بتایا کہ محسن علی کسی خاص سلسلے میں اس سے ملنا چاہتا ہے۔ سراج نے اسے اندر بلا لیا۔ محسن علی کے ساتھ اس تھانے کا ایس ایچ او بھی تھا جہاں اسے لاک اپ میں رکھا گیا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑی ہوئی تھی۔ مجھے وہاں دیکھ کر محسن علی کے ہونٹوں پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ براہ راست سراج سے مخاطب ہو کر بولا۔

"میں اپنے سابقہ بیان میں کچھ تبدیلی کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"میں نے شگفتہ کے بارے میں جو کچھ بھی کہا تھا وہ سب فرضی اور من گھڑت باتیں تھیں۔" محسن علی کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"پھر تم نے مجسٹریٹ کے روبرو غلط بیان کیوں دیا تھا؟" سراج نے تیوری پر بل ڈالتے ہوئے سوال کیا۔

اچانک محسن علی کے چہرے پر ویسی ہی تبدیلیاں اور علامتیں رونما ہونے لگیں جو اس سے پیشتر میں روپ نگر میں جنتا اور پھر اپنے دفتر میں عارفہ کے چہرے پر محسوس کر چکا تھا۔

"شنکر۔" میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ میں نے سوچا کہ کیا اس وقت شنکر کی پراسرار اور پلید قوتوں نے محسن کے دل و دماغ پر بھی اپنا تسلط جما لیا ہے؟ میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا۔

"معاملات کو سمیٹنے کی کوشش کرو سراج بابو۔" محسن علی نے اس بار بدلے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "زیادہ جنجال میں پڑو گے اور کٹ راگ کھڑا کرو گے تو نراشا (مایوسی) کے سوا اور کچھ تمہارے پلے نہیں پڑے گا۔"

"شٹ اپ۔" سراج کا موڈ یکلخت آف ہو گیا۔ "اس وقت شاید تم اپنے ہوش میں نہیں ہو۔"

"زیادہ اونچے سروں میں بولنے کی کوشش مت کرو بالک۔ تم نے مجھے پہچانا نہیں کہ میں کون ہوں لیکن....." محسن علی نے جھنجھلائی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا پھر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ سراج سے دوبارہ مخاطب ہو کر بولا۔ "میری مانو تو اس کھلونے کو میرے ہاتھ سے اتار کر سکی اور اپرادھی کے لیے اٹھا رکھو اور شگفتہ کی موت کے چکر میں مت پڑو۔"

"تم۔" سراج نے حیرت سے اسے گھورا۔ جو ایس ایچ او اسے اپنے ساتھ لایا تھا وہ بھی آنکھیں پھاڑے تعجب سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں میں اس سمے محسن علی نہیں ہوں' ایک ایسی مہان شکتی ہوں جس کے لیے ابھی تک تمہارے قانون میں کوئی شبد ایجاد نہیں ہوا۔" محسن علی نے شنکر کے لہجے میں سنسناتے ہوئے کہا۔ "میرا راستہ کھوٹا کرنے کی کوشش کرو گے تو اپنی راہ سے بھی بھٹک جاؤ گے۔"

"تم.... کیا کہنا چاہتے ہو؟" سراج نے حیرت سے پوچھا۔

"زرنجن لال کا دھیان اپنے من سے نکال دو۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے ورنہ شگفتہ کے بیان کی وہ فائل جو گم ہو گئی ہے وہ اگر تمہارے گھر سے برآمد ہو گئی تو تمہارا کیا بنے گا۔ ذرا سوچو۔"

میں بڑی مشکلوں سے خود پر قابو پائے خاموش بیٹھا رہا۔ مجھے اس بات کا اندازہ اسی دن ہو گیا تھا جس دن عارفہ کے دل و دماغ کو شنکر کی قوتوں نے اپنے قبضے میں لیا تھا۔ شنکر' زرنجن لال کے لیے اپنی پراسرار اور گندی قوتیں استعمال کر رہا تھا' کاکا نے بھی مجھے یہی بتایا تھا۔

"کیا تم میرے اوپر اپنی اداکارانہ صلاحیتوں کا سکہ جمانا چاہتے ہو۔" سراج نے سرد لہجے میں کہا۔ "مگر اتنا یاد رکھو محسن علی کہ اب تم کسی قیمت پر خود کو سزا سے نہیں بچا سکو گے۔"

"جو منش جیون سے اپنا ناتا توڑ لے اسے اس دھرتی کا کوئی قانون سزا نہیں دے سکتا۔ میں محسن علی کی لاش کو چھوڑ کر جا رہا ہوں بالک۔ اسے اپنے دھرم کے انوسار کسی قبرستان میں دفنا دینا اور اس بات کو بھی اپنے دھیان میں رکھنا کہ اگر تم نے اور

تمہارے آدمیوں نے زرنجن لال کو یا کسی کا من کے پریشان کیا تو تمہارا انت بھی محسن علی سے مختلف نہ ہوگا۔"

ڈی ایس پی سراج نے کوئی جواب دینا چاہا تھا لیکن پھر جو کچھ ہوا اسے دیکھ کر سب کے چہرے فق ہو گئے۔ محسن علی تیورا کر زمین پر گرا۔ اس کے منہ سے گاڑھا گاڑھا خون ابلنے لگا تھا' کچھ دیر تک وہ ہماری نظروں کے سامنے ماہی بے آب کی طرح زمین پر پڑا جھٹکے کھاتا رہا پھر اس کا جسم اکڑ کر رہ گیا۔ سراج پھٹی پھٹی نظروں سے زمین پر پڑی ہوئی لاش کو گھورتا رہا۔

*

محسن علی کے بھیانک انجام نے مجھے اپنے روز مرہ کے معمول میں زیادہ محتاط رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ سراج کے دفتر میں بھی جب شنکر محسن علی کے جسم پر قابض تھا اس وقت وہ یہ کہتے کہتے اچانک خاموش ہو گیا تھا کہ میں اس کی گندی شخصیت سے بھی واقف تھا۔ شاید پنڈت بنسی دھر نے اسے سمجھا رکھا ہو گا کہ جب تک وہ کاکا کی پراسرار قوتوں کو حاصل کرنے کا جاپ مکمل نہ کر لے اس وقت تک وہ مجھے چھیڑنے سے گریز ہی کرے۔

مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ جب شنکر بنسی دھر کے ساتھ کاکا کی مورتی واپس لینے کے ارادے سے میرے دفتر میں آیا تھا۔ اس وقت بھی وہ مجھ پر اپنی برتری کا احساس دلانے کے لیے بے چین تھا لیکن اس نے مجھے بہت غور سے دیکھنے کے بعد شنکر کو اس کے ناپاک ارادوں سے باز رہنے کی تلقین کی تھی۔ پنڈت بنسی دھر کے جملے اس وقت بھی میرے کانوں میں گونج رہے تھے جب میں اپنے دفتر میں بیٹھا روز مرہ کے کاموں میں مصروف تھا۔ پہلے اس نے شنکر کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ "نہیں شنکر نہیں' تم نے اپنے من میں جو سوچا ہے وہ اس سے پورا نہیں ہو گا۔" پھر وہ مجھے گھورتے ہوئے بولا تھا۔ "تم بڑے بھاگوان ہو بالک۔ شنکر ابھی گھپ اندھیروں میں دور تک دیکھنے کا عادی نہیں ہوا ہے۔ اس کے لیے کہ اسے بھی بہت سارے جاپ کرنے ہوں گے۔ دھونی رما کر منڈل میں آلتی پالتی مار کر بیٹھنا ہو گا۔ منش کو کوئی شکتی

پراپت کرنے کے کارن بڑی کٹھن تپسیا کرنی پڑتی ہے۔ سونا اتنی آسانی سے کندن نہیں بن جاتا۔ بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں منش کو، تب کہیں جا کر وہ اندھیاروں میں دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ پرنتو میں دیکھ رہا ہوں۔ اس پرچھائیں کو جو تمہاری رکھشا کرنے کے لیے تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

"اس پرچھائیں کا راز کیا تھا؟" میں نے سوچا۔ "کیا کاکا کی پراسرار قوتوں نے مجھے شنکر کے جنتر منتروں سے محفوظ رکھنے کے لیے میرے اردگرد کوئی سایہ قائم کر دیا تھا یا پھر وہ میرے نانا کی بزرگی کا کرشمہ تھا جس نے مجھے شیطانی قوتوں کے شر سے بچانے کی خاطر اپنی روحانی قوتوں کا جال بُن دیا تھا؟"

میں نے محسن علی کو پیش آنے والے ناقابل یقین حادثے کے بعد عارفہ اور دفتر کے چپراسی کو بڑی سختی سے اس بات کے لیے پابند کر دیا تھا کہ وہ خواہ میرے ہی دفتر کا کوئی آدمی کیوں نہ ہو اسے میری اجازت حاصل کیے اندر نہ آنے دیا جائے۔ زنجن لال کا مجھے دس لاکھ کی آفر دینا اور میرا سختی سے انکار یقیناً اسے گراں گزرا ہوگا' کاکا مجھے بتا چکی تھی کہ زنجن لال نے میرے مقابلے کی خاطر پنڈت جسی دھر کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اور اس پہنچے ہوئے پنڈت نے شنکر کو درمیان میں ڈال دیا تھا۔

شکلا کا قتل اور محسن علی کی پراسرار موت' مجھے یہ دونوں ایک ہی سلسلے کی کڑی معلوم ہو رہی تھیں۔ ڈی ایس پی سراج کے دفتر سے شکلا کے بیان کا غائب ہو جانا بھی قابل غور تھا۔ ممکن ہے زنجن لال نے یہ سوچا ہو کہ تفتیش کا دائرہ وسیع ہونے کے بعد خود اس کی شخصیت بھی ملوث ہو سکتی ہے اور اسی خیال کے پیش نظر اس نے بڑی چالاکی سے ان دونوں کو اپنے راستے سے ہٹا دیا' لیکن ایک بات میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ شکلا زنجن لال کا بزنس منیجر تھا۔ اسے زنجن لال کی طرف سے ہر مقابلے میں سیاہ و سفید کرنے کی کھلی چھٹی ملی ہوئی تھی۔ ممکن ہے اس کے پاس کوئی ایسا اہم راز ہو جس کی تشہیر زنجن لال کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہو لیکن ایک بات جو رہ رہ کر میرے ذہن میں ابھر رہی تھی وہ شکلا کا استعفیٰ تھا۔ اگر وہ زنجن لال کو کوئی اہم نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں تھا تو پھر اسے ملازمت چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔

پیش آنے والے حالات کے تحت زنجن لال کی پوزیشن کو براہ راست مشکوک نہیں سمجھا جا سکتا تھا لیکن میرے پاس ٹیپ کی صورت میں ایک ٹرمپ کارڈ ایسا تھا جو اس کے خلاف استعمال کیا جا سکتا تھا۔ میں ابھی ان ہی ذہنی گتھیوں کو سلجھانے میں مصروف تھا کہ انٹرکام کا بزر بول اٹھا۔

"یس۔" میں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔

"سر۔۔۔ ڈی ایس پی سراج لائن پر ہیں۔" عارفہ نے اطلاع دی۔

"ملا دو۔۔۔" میں نے انٹرکام کا ریسیور رکھ کر فون کا ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے ڈی ایس پی سراج کی آواز ابھری۔

"مسٹر شہباز' میں سراج بول رہا ہوں۔"

"ہاں۔۔۔ شکلا کی موت کے سلسلے میں ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"اسے قتل نہیں کیا گیا بلکہ اس نے خودکشی کی ہے۔"

"کیا مطلب۔" میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ سراج کے لہجے سے بھی اسی بات کا اظہار ہو رہا تھا کہ شکلا کی خودکشی والی اطلاع خود اس کے لیے بھی حیران کن ہی ثابت ہوئی تھی۔

"جائے وقوعہ سے جو اسلحہ برآمد ہوا ہے ماہرین کی رپورٹ کے مطابق اس پر شکلا کے علاوہ کسی اور کے فنگر پرنٹس موجود نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فائر انتہائی کلوز رینج سے کیا گیا ہے۔"

"آپ کا ذاتی خیال کیا ہے؟"

"فی الحال میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ شکلا مرڈر کیس میں زنجن لال کا ہاتھ کسی نہ کسی زاویے سے ضرور شامل ہے۔"

"میرا ذاتی نظریہ بھی یہی ہے لیکن عدالت میں کوئی ٹھوس ثبوت پیش کیے بغیر اسے نہیں گھسیٹا جا سکتا۔"

"مجھے معلوم ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس وقت میں نے آپ کو ایک اور مقصد سے فون کیا تھا۔"

"وہ کیا؟"

"آپ کو اب احتیاط کی شدید ضرورت ہے۔" سراج کے لہجے میں خلوص تھا۔ "جو صورت حال بھی سامنے آئی ہے وہ ایک مخصوص ٹینڈر آپ کی فرم کے نام جاری ہونے کے بعد ہی پیش آئی ہے۔ ایسی صورت میں اس بات کے امکان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ہے محسن علی اور شکلا کے بعد اب مجرموں کا رخ آپ کی جانب بھی ہو سکتا ہے۔"

"شکریہ مسٹر سراج۔ میں محتاط رہنے کی کوشش کروں گا۔"

دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا اس لیے میں نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ شکلا کی خودکشی کرنے والی اطلاع جانے کیوں میرے حلق سے نیچے نہیں اتر رہی تھی۔ وہ یقیناً کسی گہری اور پہلے سے طے شدہ سازش کا شکار ہوا تھا لیکن خودکشی کو قتل کا کیس ثابت کرنے کے لیے کسی ٹھوس ثبوت کی ضرورت تھی۔

ڈی ایس پی سراج کا فون آنے کے بعد میرے لیے اپنی حفاظت کا احساس دوچند ہو گیا تھا۔ میں بزدل نہیں تھا۔ پولیس کی

ملازمت کے دوران بارہا ایسے موقعے آئے تھے جب مجھے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر درپیش حالات کے آگے سینہ سپر ہونا پڑا تھا لیکن موجودہ صورت حال کچھ ایسی تھی کہ میرا مقابلہ ایک ایسے دشمن سے آن پڑا تھا جو چھپ کر اندھیرے میں پشت پر وار کرنے کا عادی تھا۔ زنجن لال جیسا بڑا بزنس مین اتنی ذلیل اور گھٹیا حرکتوں پر اتر آئے گا میں نے یہ کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اپنے مطلب ٹینڈر کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد اس نے میرے ساتھ سودے بازی کی کوشش کی تھی۔ میرے انکار کے بعد اس نے مجھے اس بات کی دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اس کے ساتھ سمجھوتہ نہ کیا تو اس کی دشمنی مجھے بہت مہنگی پڑے گی۔ ٹونی نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ اس نے ہر بڑے آدمی کی طرح دو چار بدمعاش بھی پال رکھے ہیں جنہیں وہ حسب ضرورت استعمال کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ٹونی نے مجھے اپنے اس ماضی کے بارے میں بھی بتایا جب اچھے اچھے بدمعاش اس کا نام سن کر اپنا راستہ بدل دیا کرتے تھے۔ اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ ضرورت پڑنے پر وہ اس ٹونی کو دوبارہ زندہ کر دے گا جسے وہ شرافت کا راستہ اختیار کرنے سے پہلے دفن کر چکا تھا۔

فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال ابھرا کہ ٹونی کو کچھ دنوں کے لیے اپنے دفتر میں شفٹ کر لوں۔ میں نے اسے فون کرنے کی خاطر ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھانے کے بارے میں ابھی سوچا ہی تھا کہ کاکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونج اٹھی۔

"اپنا سمے برباد مت کرو۔ ٹونی کو درمیان میں لانے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"کاکا تم۔" میں کاکا کی آواز سن کر چونکا۔

"ہاں۔ تمہاری کاکا رانی۔" وہ دل لبھانے والے لہجے میں بولی۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ من کے اندر کا حال جاننے کی شکتی رکھتی ہوں۔ تم مجھے یاد کرو یا نہ کرو پرنتو میں ہر آڑے سمے میں تمہاری سہائتا کرتی رہوں گی۔" اس کی آواز میں یہ [illegible]

"تمہارا کیا خیال ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا محسن علی اور شکلا کے بعد میری زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہوگا؟"

"اس وچار کو من سے کھرچ ڈالو۔ جب تک کاکا تمہارے ساتھ ہے کوئی شکتی تمہارے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔" کاکا نے بڑے وشواس سے جواب دیا۔ "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ پنڈت جسی دھر چونکہ مجھے حاصل کرنے کے لیے دھونی رمائے بیٹھا ہے اس لیے اس نے شنکر کو زنجن لال کے لیے کام کرنے پر [illegible] کر لیا ہے۔ محسن علی کی موت شنکر کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ شکلا اگر زندہ رہتا تو شکلا کے ہاتھوں میں بھی ہتھکڑی پڑ سکتی تھی۔"

"مگر شکلا نے خودکشی کیوں کی؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"اس میں خود زنجن لال کا ہاتھ ہے۔ شکلا نے آتما ہتیا نہیں کی۔" کاکا نے کہا۔ "اسے وکرم نامی ایک بدمعاش نے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ وکرم کسی زہریلے ناگ ہی کی طرح خطرناک ہے۔ اس کا ڈسا پانی بھی نہیں مانگتا۔ اسی نے شکلا کے ہتھیار سے اسے گولی ماری تھی۔ اس سے اس نے ہاتھ میں دستانے پہن رکھے تھے پھر وہ ہتھیار اس نے شکلا کے ہاتھ میں پھنسا دیا تھا۔ جو اب تمہارے قانون کے رکھوالوں کو خودکشی کی کہانی سنا رہا ہے۔ زنجن لال نے تمہیں بھی اپنے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹانے کے لیے اسی وکرم کی خدمات حاصل کی ہیں۔ شنکر پہلے ہی تمہارے خلاف ہے۔ وہ دونوں مل کر تمہیں اس طرح اپنے جال میں پھانسیں گے کہ تمہاری موت کا بھی کوئی ثبوت پولیس کو نہ مل سکے یہ ان دونوں کا وچار ہے پرنتو ایسا ہوگا نہیں۔"

"پھر کیا ہوگا؟"

"جو تم چاہو گے۔" کاکا نے بڑی چاہت سے کہا۔ "تم چاہو تو میں وکرم اور زنجن لال دونوں کو ٹھکانے لگا سکتی ہوں۔ وکرم میرے اشارے پر کسی بھرے بازار میں سیکڑوں آدمیوں کی موجودگی میں بھی زنجن لال کا کریا کرم کر سکتا ہے۔ تم آگیا دو تو میں زنجن لال کو تمہارے جتر ڈی ایس پی سراج کے ہاتھوں گرفتار بھی کرا سکتی ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"محسن علی جس کے بریف کیس میں ہیروئن بھری ہوئی تھی وہ ابھی تک ہر منش کے لیے ایک معما بنا ہوا ہے۔" کاکا پورے اعتماد سے بڑے ٹھوس لہجے میں بولی۔ "ہیروئن سے بھرا ہوا بریف کیس لوہے کے اس سیف سے بھی برآمد ہو سکتا ہے جو زنجن لال کے اپنے آفس میں ہے اور جسے زنجن لال کے علاوہ کوئی آپریٹ نہیں کر سکتا ہے۔ جو تمہاری اچھا ہے وہی ہوگا۔"

"اگر وکرم کو قانون کے شکنجوں میں جکڑوا دیا جائے تو۔۔۔؟"

"اس کے کرتوت پہلے ہی سے پولیس کے ریکارڈ پر موجود ہیں۔ اسے پھنسوانا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"

"تمہاری ذاتی رائے کیا ہے؟"

"میں چاہتی ہوں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔" کاکا نے اس بار گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "جب تک پنڈت جسی دھر کو میں کسی طرح منڈل سے باہر نہ نکال لوں میرا کھل کر تمہاری یا پولیس کی سہائتا کرنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ شنکر بڑا چتر اور چالاک آدمی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ اسے شبہ بھی ہو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر پنڈت جسی دھر کو اس کی بھنک بھی مل گئی تو وہ میری طرف سے اور زیادہ محتاط ہو جائے گا۔"

"پھر تم نے کیا سوچا ہے۔"

"تم اپنی طرف سے کوئی چتا نہ کرو۔ تمہاری کاکا کے ہوتے

ہوئے کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا لیکن شنکر۔"

"کیا ہوا شنکر کو؟" میں نے کاکا کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم اس پاپی کی پلید شکتی کے کچھ چمتکار پہلے ہی دیکھ چکے ہو۔" کاکا بولی۔ "اب اس نے ایک نئی چال چلی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"گھبراؤ نہیں۔ تصویر کا وہ بھیانک روپ بھی بہت جلد تمہارے سامنے آجائے گا۔"

"کیا تم قبل از وقت مجھے اس خطرے سے آگاہ نہیں کر سکتیں۔" میں نے پہلو بدل کر پوچھا کاکا کے جملے نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔

"نہیں۔" کاکا نے جواب دیا۔ "جب تک وہ ایک بار سامنے نہ آجائے میں اپنی زبان نہیں کھول سکتی پر تو اتنا ضرور کہ سکتی ہوں کہ اگر شنکر نے زیادہ کھیل تماشے دکھانے کی کوشش کی تو پھر مجھے بھی اس کے جواب میں کچھ کرنا ہوگا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"جب تک کاکا تمہارے ساتھ ہے پریشان ہونے یا چنتا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ بڑی لگاوٹ سے بولی۔ "آرام سے بیٹھے چین کی بنسی بجاتے رہو۔"

"جنسی دھر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کیا تم اسے منڈل سے باہر آنے پر مجبور کر سکتی ہو؟"

"میری بھی کوشش ہے کہ وہ کسی طرح اپنا جاپ پورا نہ کر سکے۔"

"اور اگر وہ کامیاب ہو گیا تو؟"

"تو میں اس کی ہر آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہو جاؤں گی۔ اسے میری شکتیوں پر پورا پورا ادھیکار حاصل ہو گا۔" اس بار کاکا کے لہجے میں مایوسی کا عکس بھی جھلک رہا تھا۔

"کیا تم مجھے وہ جگہ نہیں بتا سکتیں جہاں جنسی دھر آلتی پالتی مارے بیٹھا تمہیں مجھ سے چھین لینے کے خواب دیکھ رہا ہے۔" میں نے کاکا کو ہموار کرنے کی کوشش کی۔ "جب تم میرے لیے سب کچھ کر سکتی ہو تو کیا میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا۔"

"ابھی سمے کا انتظار کرو۔" وہ تھوڑے توقف سے بولی۔ "کل کیا ہو گا اس کا بھید کیول دیوی دیوتاؤں کے اور کسی کو نہیں معلوم۔"

"کاکا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ جب تم میرے سامنے ہو تو میں تمہارے وجود کو کھلی نگاہوں سے دیکھ سکوں۔"

"کیا کرو گے ایک کھلونے کو دیکھ کر؟" وہ ہنس کر بولی۔ "ہو سکتا ہے کہ تم مجھے دیکھ کر نفرت سے منہ ہی پھیر لو۔"

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہیں دیکھ کر میں تم[illegible] بانہوں میں سمیٹ لینے کو تڑپ اٹھوں۔" میں نے بے[illegible] اظہار کر دیا۔

"میں اس سے کوئی وچن نہیں دے سکتی۔ پر تو[illegible] چاہوں تو تم مجھے دیکھ بھی سکتے ہو۔" پھر میں اسے مخاطب[illegible] لیکن اس کی سمت سے کوئی جواب نہیں ملا شاید وہ جا چکی[illegible] بہرحال کاکا کی وجہ سے مجھے اس بات کی ڈھارس ضرور[illegible] تھی کہ نرنجن لال یا اس کے زر خرید غنڈے میرا کچھ نہ[illegible] سکیں گے۔ میں نے بڑی دیر تک خاموش بیٹھا کاکا کے تصور[illegible] دل بہلاتا رہا پھر مجھے یک لخت اس کی وہ بات یاد آگئی جو[illegible] شنکر کے بارے میں کی تھی۔ میرے ذہن میں اس کی[illegible] بازگشت بن کر گونجنے لگا۔

"اس پاپی کی پلید شکتی نے اب ایک نئی چال چلی ہے[illegible] نہیں۔ تصویر کا وہ بھیانک روپ بھی بہت جلد تمہارے[illegible] آجائے گا۔"

☆

وہ کوئی ہلکی سی آواز ہی تھی جسے سن کر میں جاگ[illegible] لیکن میں نے فوری طور پر کروٹ بدلنے کی کوشش نہیں کی[illegible] چھٹی حس خواب گاہ میں کسی دوسری شخصیت کا احساس[illegible] تھی۔ کمرے میں نیلے رنگ کا نائٹ بلب روشن تھا۔ مجھے[illegible] طرح یاد تھا کہ میں نے بستر پر لیٹنے سے قبل خواب گاہ کا[illegible] اندر سے بند کر لیا تھا۔ ایسی صورت میں اگر میری چھٹی حس[illegible] دھوکا نہیں دے رہی تھی تو وہ جو کوئی بھی تھا دروازے کا[illegible] کھولنے کے بعد ہی اندر داخل ہوا ہو گا۔ میرا آٹومیٹک تکیے[illegible] نیچے موجود تھا۔ میں ایک لمحے کے چوتھائی حصے میں بھی اسے[illegible] سکتا تھا لیکن میں نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اندر آنے[illegible] وہ شخص میری طرف سے پوری طرح محتاط ہو گا۔ میری[illegible] معمولی سی لغزش بھی میری موت کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی[illegible] میں نے آنکھوں کے درمیان ہلکی سی جھری کر رکھی تھی اور[illegible] کسی دوسری ابھرنے والی آہٹ پر جمے ہوئے تھے۔ ایسے مو[illegible] انسان کس قدر اعصابی کشمکش کا شکار ہوتا ہے اس کا اندازہ[illegible] کر سکتے ہیں جو اس قسم کے حادثات سے دوچار ہوئے ہوں[illegible] بھی مجھے ڈی ایس پی سراج اور کاکا کے کہنے کے مطابق کسی[illegible] بھی نرنجن لال کی جانب سے خطرہ پیش آسکتا تھا۔

خاصی دیر تک میں ایک ہی کروٹ لیٹا رہا۔ میرے اعصاب[illegible] کا تناؤ آہستہ آہستہ بڑھتا جا رہا تھا۔ میرا سیدھا ہاتھ بڑی[illegible] بھی مدھم رفتار سے آہستہ آہستہ تکیے کی جانب رینگ رہا تھا[illegible] میرا آٹومیٹک موجود تھا پھر وہ لمحہ بھی آگیا جب آٹومیٹک کے[illegible] تک پہنچ گیا لیکن چند منٹ گزر جانے کے باوجود کوئی[illegible] آواز میری قوت سماعت سے نہیں ٹکرائی۔ میں نے سوچا[illegible]

[illegible] معمولی سی کھٹ کی آواز محض میرا وہم ہو لیکن اس کے [illegible] میں نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اگر کوئی میری خواب [illegible] موجود تھا تو وہ بھی یقینی طور پر اس بات کا یقین کر لینا چاہتا [illegible] میں بے خبری کی نیند سو رہا ہوں۔ میری ایک ذرا سی حرکت [illegible] دوار کر گزرنے پر اکسا سکتی تھی۔

[illegible] جب خاصی دیر گزر گئی تو میں نے اس انداز میں کروٹ بدلی [illegible] حرکت مجھ سے نیند کی حالت میں سرزد ہوئی ہو خواب گاہ [illegible] مدھم روشنی ہونے کے باوجود میں ہر شے کو دیکھ سکتا تھا۔ [illegible] لیتے ہی میں نے پلکوں کی جھری کے درمیان سے جو کچھ [illegible] میرے لیے حیرت انگیز ہی تھا۔ کوئی نووارد میری رپوالونگ [illegible] موجود تھا۔ اس کا رخ میری ہی جانب تھا۔ یہ بات بھی قرین [illegible] تھی کہ وہ میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا ہو گا۔ [illegible] کچھ دیر اسی پوزیشن میں لیٹا رہا پھر میں نے ایکشن لینے کی [illegible]۔ آٹومیٹک کے دستے پر میری گرفت پوری مضبوطی سے [illegible] تھی۔ میں اسے بہ آسانی لیٹے ہی لیٹے شکار کر سکتا تھا [illegible] ابھی میں نے ایکشن لینے کے بارے میں سوچا ہی تھا کہ وہ [illegible] کرسی پر بیٹھا تھا اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھر میں چونکے بغیر [illegible]۔ وہ کوئی چور اچکا یا ڈاکو نہیں تھا۔ میں نے اسے کرسی [illegible] اٹھتے ہی پہچان لیا تھا۔ یہ وہی سفید ریش بوڑھا تھا جسے میں [illegible] پیشتر بھی دوبارہ دیکھ چکا تھا۔ روپ نگر میں حشمت خان کی [illegible] میں اس کی آمد کے بعد خان دلاور کا پاگل پن یکلخت دور ہو [illegible]

[illegible] اس وقت بھی اس پراسرار شخص نے جو یقیناً خدا کا کوئی [illegible] بندہ اور پہنچا ہوا بزرگ تھا اپنے جسم کو کمبل میں لپیٹ [illegible] اس کے سیدھے ہاتھ میں وہی ٹیڑھی میڑھی لکڑی موجود [illegible] پایا اسی لکڑی کے فرش سے ٹکرانے کی آواز سے میری [illegible] آنکھ کھلی ہو گی تھی۔ اس کو پہچان لینے کے بعد میں نے آٹو [illegible] کے دستے سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ کوئی غیبی قوت تھی جو میرے [illegible] آہستہ آہستہ تسخیر کر رہی تھی۔ میں پوری طرح بیدار تھا [illegible] کھولے اس کمبل پوش کو دیکھ رہا تھا لیکن مجھ میں [illegible] کرنے کی قوت نہیں تھی۔ خنکی ہونے کے باوجود آہستہ [illegible] میرا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا تھا۔ مجھ پر ایک ناقابل [illegible] کیفیت طاری ہو رہی تھی۔

[illegible] بالک۔" اچانک کمبل پوش کی سرسراتی ہوئی آواز میرے [illegible] نظر بن کر اتراتی چلی گئی۔ "ہر سمے کے کھلونے پر تمہری [illegible] نظر کیوں پڑ گئی۔ ڈر گیا ایک بوڑھے سے۔ بدکار۔" [illegible] میں کوئی جواب نہ دے سکا خوابیدہ نظروں سے تکتی [illegible] رہا۔

[illegible] ہو گیا ہے؟" بوڑھے نے توقف کے بعد کہا۔ "ہموار [illegible] بھلائی کی جانب دوڑ لگانے کی عادت ڈال رہا ہے۔ موت سے

ڈرتا ہے بدبخت۔ موت اٹل ہے اسے دنیا کی کوئی قوت نہیں ٹال سکتی۔ جس کی طرف سے بس ایک اشارہ ہوتا اور انسان پلک جھپکتے چھو منتر ہو جاتا ہے۔ کیا سمجھا۔ سارے کھلونے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔"

اس کی شعلہ بار نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں بے چارہ کا ہو کر رہ گیا تھا۔

"سانپ سونگھ گیا نا نابنجار" چلا تھا دوسروں کے ساتھ پنجہ لڑانے۔ اب بولتا کیوں نہیں۔ آواز دے اپنی قوتوں کو۔ مدد کے لیے چلانا شروع کر دے۔ میں بھی دیکھتا ہوں کہ کون آتا ہے۔" اس کی آواز میں بپھری ہوئی لہروں کا شور شامل تھا۔

"بابا۔"

"زبان بند رکھو" اس نے سرد لہجے میں مجھے جھڑکی دی۔ "قلابازی لگانے سے باز آجاؤ ورنہ کسی دن کھونٹی پر لٹکا نظر آئے گا۔"

"بابا۔۔۔" میں نے بمشکل کہا۔ "مجھے تمہاری ضرورت ہے۔" میرے لہجے میں عاجزی تھی۔

"ہاتھ پر تلک اور لگا لے۔ کسی شمشان گھاٹ کی سوراکھ میں سر کے بل کھڑا ہونے لگ۔ کیا ہمالیہ پر چڑھ کر خمکا لگانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ کس منتر جاپ کی سوچ رہا ہے۔ لنگوٹ سے باندھ کر آگ چاروں طرف پھیرا لگائے گا۔ تو نگی کا تماشا دکھائے گا دنیا والوں کو؟"

"بابا۔"

"مجھے آواز مت دے۔" وہ حقارت سے بولا۔ "کپڑے پھاڑ کر لنگوٹی پہن لے۔ چہرے پر صندل اور بھبھوت مل کر جنگلوں کی طرف نکل جا۔ کسی ویرانے میں دائرہ بنا کر اس میں بیٹھ جا اور آنکھیں بند کر کے رام رام جپنا شروع کر دے مردود۔"

"مجھے مایوس مت کرو بابا۔" میں نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "تم بس ایک اشارہ کر دو۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

"میں کو گلا گھونٹ کر اتنا قتیل کر دے۔" بزرگ نے غصے سے لکڑی کو فرش پر مارتے ہوئے کہا۔ "غرق ہو جا اس طرح ڈوب جا کر پھر کوئی تجھے تلاش نہ کر سکے۔ تم ہو جا۔ باقی سب نائیں نائیں فش ہو جائے گا۔"

"تم ..... میں سمجھا نہیں۔" میں نے ہمت کر کے پوچھا۔

"برقعے میں منہ کو چھپا لے۔ تو سب کو دیکھ لیکن کوئی تجھے نہ دیکھ سکے۔" بزرگ نے سنجیدگی سے کہا۔ "آنکھ مچولی کا کھیل رچانے کی عادت ڈال لے اس طرح کہ ڈور نظر نہ آنے پائے ورنہ سب کچھ ریت کے گھروندے کے مانند ٹوٹ کر بکھر جائے گا پھر تو جانتا ہے کیا ہو گا؟ تو تاک تو ٹیاں ادانی شروع کر دے گا۔"

"تمہاری باتیں رمز اور اشارے میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔"

"پھر ایک آسان کام کر۔" اس نے اپنی الجھی ہوئی داڑھی کو زور زور سے کھجاتے ہوئے بڑے سنسنی خیز انداز میں کہا۔

"تم حکم کرو بابا۔ میں سرتابی کی جرأت نہیں کروں گا۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"انکار تو نہیں کرے گا۔" اس نے دیوانوں کی طرح دیدے نچاتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں۔" میں نے اقرار کرنے میں دیر نہیں کی۔

"بغلیں بجانا شروع کر دے۔ سڑکوں پر ٹھمکا لگا کر مجمع لگانے کی عادت ڈال لے۔ بیڑا پار ہو جائے گا۔"

"تم ..... تم مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو بابا لیکن میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

"کبڈی کھیلے گا۔" بوڑھے نے بڑی رازداری سے پوچھا۔

"تم جو کہو گے میں وہی کروں گا لیکن ......"

"چادر میں منہ چھپا لے۔ جلدی کر۔ آنکھ موند کر سو جا بن جا وہ خبیث آ رہا ہے۔ تیری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔" بزرگ نے یکلخت سنجیدگی سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا پھر تیزی سے میرے قریب آیا اور صندلی لکڑی کی بنی ہوئی ایک انگوٹھی اپنے ہاتھ سے اتار کر مجھے پہناتے ہوئے سنسنی خیز انداز میں سرگوشی کی۔ "اس کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا ورنہ مارا جائے گا۔ یہ میرا تحفہ ہے۔ سمجھا' اسے سنبھال کر رکھنا پھر تجھے کوئی تلاش نہ کر پائے گا۔"

"بابا ....." میں نے عاجزی سے کہا۔ "مجھے اپنے ہاتھوں کی لکڑی دے دو۔"

"زیادہ بوجھ اٹھائے گا تو تیرے قدم لڑکھڑا جائیں گے۔ پہلے زمین پر قدم جما کر چلنے کی عادت ڈال لے ورنہ نچڑے ہوئے کپڑے کی طرح کسی کھونٹی پر الٹا لٹکا نظر آئے گا۔" کمبل پوش بزرگ نے اچانک ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کی تلقین کی پھر بڑی مدھم آواز میں بولا۔

"وہ ..... وہ آ ..... رہا ہے' ایک بار پھر کان کھول کر سن لے میری انگوٹھی کی حفاظت کرنا۔ کسی سے اس کے بارے میں ذکر نہ کرنا ورنہ پھر انگوٹھا چوستا رہ جائے گا۔"

"بابا۔"

"ہش۔" اس نے پھر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "زمین پر پیشانی رگڑ کر۔ لہولہان ہو جا تاکہ ..... آپ کو۔"

پھر میں نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن کمبل پوش بوڑھا میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ میں چاروں طرف نظر دوڑائی وہاں میرے سوا کوئی اور نہیں شاید میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔ میں نے سوچا لیکن میری نگاہ سیدھے ہاتھ پر تو پڑی چونک اٹھا۔ کمبل پوش کی دی ہوئی انگوٹھی میرے سیدھے ہاتھ کی انگلی میں موجود تھی۔ میں نے اسے سونگھ کر دیکھا وہ صندلی لکڑی ہی کی بنی ہوئی تھی۔ اس کی خوشبو کی لہر میرے ذہن کو معطر کر رہی تھی۔ مجھے ..... ہونے لگا اور پھر میں تیزی سے اٹھ کر لپکا دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں جلدی سے اسے کھول کر باہر نکل گیا۔ میرا خیال تھا وہ برگزیدہ بندہ ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہو گا لیکن باہر نکلتے ہی ٹھٹک کر رک گیا۔ میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا وہ ناقابل یقین ہی تھا۔

داور جسے راجو نے میری نگاہوں کے سامنے خودکار رائفل کا برسٹ مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اس وقت میرے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں غیر متحرک تھیں ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ کاکا نے کہا تھا کہ مقدر نے ایک نئی چال چلی ہے۔ میرے استخارے نے ہی کہا تھا کہ تصویر کا وہ بھیانک رخ بہت جلد میری نگاہوں کے سامنے آئے گا۔ چنانچہ اس وقت وہ میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ خوف کی ایک سرد لہر میرے وجود میں سرایت کر گئی۔

"وہ ..... وہ ..... وہ خبیث آ رہا تھا۔" کمبل پوش بزرگ کا جملہ میرے ذہن میں بازگشت بن کر گونج اٹھا۔ میں اپنی جگہ کسی بے جان مجسمے کے مانند ساکت اور جامد کھڑا پھٹی پھٹی نگاہوں سے داور کو دیکھ رہا تھا جو مر چکا تھا۔

"پھر ..... وہ زندہ کس طرح ہو گیا؟" ..... میں نے حیرت سے سوچا۔

داور کو زندہ و سلامت دیکھ کر مجھے اپنی قوت بینائی پر شبہ سا ہو رہا تھا۔ مجھے وہ رات اچھی طرح یاد تھی جب کیسینو میں نسیم نامی لڑکی کی خاطر میرا اور داور کا جھگڑا ہوا تھا' ندیم کے درمیان میں آجانے سے بات زیادہ آگے نہیں بڑھ سکی تھی مگر میں نے داور کی خونخوار نگاہوں میں اسی رات اپنے لیے موت کا پیغام پڑھ لیا تھا۔ یہ اور بات تھی کہ قسمت نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ کیسینو سے اس رات واپسی پر ندیم کا خاص آدمی راجو بھی میرے ساتھ ہو لیا تھا اس نے مجھے یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ راستے میں اتر جائے گا' مجھے اس بات کا قطعی علم نہیں تھا کہ راجو نے کس لیے میرے ساتھ سفر کرنے پر اصرار کیا تھا اس کا مقصد مجھے اس وقت معلوم ہوا جب راستے میں ایک سنسان اور ویران روڈ پر داور کو میں نے اپنا راستہ روکتے دیکھا تھا وہ [illegible] اپنے دل میں انتقام کی حسرت لیے نہ جانے کب سے میری راہ تک رہا تھا لیکن اس کی حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ اس سے پیشتر کہ وہ اپنا حساب چکتا کرتا راجو نے بڑی پھرتی سے گاڑی سے نیچے اتر کر دنیا سے اس کی پرچی ہی کاٹ دی تھی' اس نے خودکار رائفل سے دو برسٹ مارے

تھے اور داور کی چوڑی چھاتی سے خون کے کئی فوارے ابل پڑے تھے وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کے مانند گرا تھا پھر پیچ سڑک پر ہی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

لیکن ــــ اس وقت وہی ' اور میرے سامنے بیٹھا تھا مجھے بڑی سفاک نظروں سے گھور رہا تھا۔ ایک لمحے کو میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ شاید وہ میری نگاہوں کا دھوکا ہو یا پھر میں خواب کی حالت سے دوچار ہوں ' ابھی میں اسی گومگو کی کیفیت سے دوچار تھا کہ داور کی کرخت آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"مجھے یقین ہے کہ تمہیں مجھے زندہ دیکھ کر حیرت ہو رہی ہو گی۔"

"ہاں ــــ" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس رات میں نے تمہیں اپنی آنکھوں سے دم توڑتے دیکھا تھا۔"

"وہ تمہاری نگاہوں کا فریب تھا۔" وہ حقارت بھرے انداز میں مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"جو لوگ جان ہتھیلی پر رکھ کر گھومتے ہیں وہ اپنے بچاؤ سے غافل نہیں ہوتے۔" داور نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "تم نے ایک کال گرل کی خاطر میری بے عزتی کی تھی ' ندیم اور اس کے گرگے درمیان میں نہ آگئے ہوتے تو میں اسی دن تمہیں ایسا سبق دیتا کہ تم دوبارہ کبھی کسی بدمعاش سے الجھنے کا تصور بھی نہ کرتے۔ حالات کے پیش نظر میں کیسینو سے چلا گیا تھا لیکن انتقام کے شعلے میرے وجود کو جھلس رہے تھے میں نے طے کر لیا تھا کہ تم کو اسی رات دوسری دنیا کا ٹکٹ کٹا دوں گا لیکن اس بات کا شبہ بھی تھا کہ ندیم ' راجو کو تمہاری حفاظت کے لیے مامور کر سکتا ہے چنانچہ میں نے حفاظتی تدبیر بھی اختیار کر رکھی تھی پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا مگر مجھے خوشی ہے کہ تمہاری طرح راجو بھی دھوکا کھا گیا یا پھر شاید اسے یہ بات نہیں معلوم رہی ہو گی کہ داور اس رات سے پہلے بھی کئی بار موت کو چکمہ دے چکا ہے۔ داور کو اتنی آسانی سے شکار کر لینا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"لیکن ــــ"

"تم نے فلموں میں بھی لوگوں کو مرتے دیکھا ہو گا ' ان کے جسم بھی خون سے لتھڑ ہو جاتے ہیں لیکن وہ سب کچھ ڈراما ہوتا ہے۔" داور نے کہا۔ "سینے پر بلٹ پروف باندھ لینے سے گولیاں اثر نہیں کرتیں۔ رہا خون کے ابلنے کا منظر تو بلٹ پروف کے اوپر ایک تھیلی باندھ دی جاتی ہے جس میں بکرے یا پھر کسی اور جانور کا خون بھرا ہوتا ہے جو گولیاں لگنے سے فواروں کے مانند ابل پڑتا ہے ' اس رات جب راجو نے مجھ پر برسٹ مارا تھا یہی سب کچھ ہوا تھا ' البتہ یہ میری قسمت تھی کہ اس کی رائفل سے نکلی ہوئی تمام گولیاں میرے سینے پر لگی تھیں ورنہ شاید میں اس وقت تمہارے سامنے موجود نہ ہوتا۔"

"اس وقت یہاں کس مقصد سے آئے ہو۔" میں نے اسے سنجیدگی سے گھورتے ہوئے سوال کیا ' ہر چند کہ میرے اور اس کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں تھا لیکن میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اس سے پیشتر کہ وہ مجھ تک پہنچنے میں کامیاب ہوتا میں تیزی سے اپنے بستر تک جا سکتا تھا جہاں میرا آٹومیٹک ریوالور موجود تھا اور اس کے بعد یقیناً میں وہ غلطی نہ کرتا جو راجو سے نادانستگی میں سرزد ہو چکی تھی۔

"میں تم سے ایک سودا کرنے آیا ہوں۔" داور سپاٹ لہجے میں بولا۔

"کس قسم کا سودا ــــ" میں نے دبنگ انداز میں پوچھا ' ایک سابقہ پولیس آفیسر ہونے کے ناتے یوں بھی کسی بدمعاش سے مرعوب ہو جانا میری شان کے خلاف تھا اور وہ بھی ایسی صورت میں جب کہ وہ میرے بنگلے کے اندر موجود تھا ' مجھے قوی امید تھی کہ مجھ پر حاوی ہو جانے کے بعد بھی وہ زندہ بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔

ایک لمحے تک وہ اپنی جگہ خاموش کھڑا مجھے تیز نظروں سے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم اگر داور کے پیروں کو ہاتھ لگا کر زندگی کی بھیک مانگو تو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔"

"شٹ اپ۔" میں نے گرج کر کہا۔ "میں اور تم جیسے غنڈوں سے ڈر جاؤں ' یہ ناممکن ہے۔"

"پھر مجھے زبردستی تمہیں اپنے بوٹ چاٹنے پر مجبور کرنا ہو گا۔"

"داور ــــ" میرے لہجے میں کرختگی آگئی۔ "تم شاید اپنے ہوش میں نہیں ہو۔ یہ مت بھولو کہ میری ایک آواز پر میرے ملازم یہاں آکر تمہاری تکا بوٹی کر دیں گے۔ زندگی عزیز ہے تو الٹے قدموں واپس لوٹ جاؤ اور دوبارہ میرے سامنے آنے کی کوشش کبھی نہ کرنا۔ یہ میری وارننگ ہے۔"

"شہباز خان۔ تم نے ابھی داور کا صرف ایک روپ دیکھا ہے اس لیے چہک رہے ہو دوسرے روپ دیکھو گے تو خوف و دہشت سے بے ہوش ہو جاؤ گے۔"

"داور ــــ" میں نے اسے محض رعب میں لانے کی خاطر اپنے ڈریسنگ گاؤن کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے خطرناک آواز میں کہا۔ "میں تمہیں صرف ایک منٹ کی مہلت دیتا ہوں اس کے بعد میرے آٹومیٹک کی گولیاں تمہارا بھیجا تتر بتر کر دیں گی۔"

داور کی نگاہوں میں خون کی سرخی اور گہری ہو گئی ' وہ میری وارننگ سے خوفزدہ نہیں ہوا ایک ثانیے کے لیے اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے بھینچا پھر یکلخت اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر خود اپنے جسم کی طرف جھٹکے اور میری آنکھیں ایک بار پھر پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ' ہاتھ کے جھٹکتے ہی اس کے پورے جسم سے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے ' وہ ان شعلوں کے درمیان کھڑا قہقہہ لگا رہا تھا ' وہ منظر میرے لیے ناقابل یقین تھا ' وہ لوگ جو زندگی سے بیزار ہو کر خود پر تیل چھڑک کر ماچس دکھا دیتے ہیں وہ بھی مرتے وقت تک بڑے کربناک اور اذیتناک انداز میں چیختے چلاتے رہتے ہیں لیکن داور کے پورے جسم میں آگ لگی تھی اس کے باوجود وہ قہقہے لگا رہا تھا۔

"شہباز۔" اچانک میرے کانوں میں کاکا کی مانوس آواز سرسرائی۔ "میں نے تم سے کہا تھا نا کہ شنکر نے ایک نئی چال چلی ہے اور تصویر کا وہ بھیانک رخ بہت جلد تمہاری نگاہوں کے سامنے آجائے گا۔ جسے تم داور سمجھ رہے ہو وہ صرف داور کا شریر ہے لیکن اس شریر کے اندر شنکر کی پلید شکتیاں موجود ہیں۔"

"اور یہ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے۔" میں نے دل ہی دل میں کاکا پر اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

"یہ سب شنکر کے جنتر منتر کے چمتکار ہیں اور ان شعلوں کو تمہارے سوا کوئی اور نہیں دیکھ سکتا۔" کاکا نے جواب دیا۔ "وہ کیول تمہیں اپنی گندی قوتوں کے کھیل تماشے دکھا کر زنجی لال کے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے۔ تم کو تین طرف سے گھیر کر مارنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ایک طرف ورکرم ہے جو تمہیں مارنے کے کارن گھات لگائے بیٹھا ہے ' دوسری اور (سمت) شنکر کی ناپاک ہستی ہے جو پنڈت جسی دھر کی آتما کا پالن کرنے پر مجبور ہے ' کچھ اس کے اور تمہارے اپنے بھی پرانے حساب کتاب ہیں جنہیں وہ چکتا کرنا چاہتا ہے اب تیسری طرف اس نے داور کے روپ میں ایک نئی شکتی کو جنم دیا ہے۔"

"کیا وہ ایک ہی وار میں میرا قصہ تمام نہیں کر سکتا۔" میں نے جھلا کر پوچھا۔ "اتنے سارے بکھیڑوں کی کیا

ضرورت ہے؟"

"تم اپنی کاکا رانی کو کیوں بھول رہے ہو۔ کیا میں نے تمہیں اس بات کا وشواس نہیں دلایا کہ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں شنکر اپنی بھاوناؤں میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ ایک کارن اور بھی ہے۔"

"وہ کیا ہے؟" میں نے کاکا سے پوچھا لیکن میری نظریں بدستور داور کے جسم سے اٹھتے ہوئے شعلوں پر مرکوز تھیں۔

"وہ سے یاد کرو جب پنڈت جسی دھر اور شنکر تم سے میری مورتی لینے آئے تھے۔ اس وقت جسی دھر نے کہا تھا کہ تمہارے سر پر کوئی چھایا ہے جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔ اس پنڈت کی نظروں نے سفید بادل کے ٹکڑوں کو تمہارے اوپر منڈلاتے دیکھ لیا تھا پر تو وہ اس کا بھید نہیں جان سکا۔"

"کیا تم بھی نہیں جانتیں کہ وہ قوت کس کی ہے؟" میں نے کاکا کو ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔ ویسے میرے دل نے یہی گواہی دی تھی کہ وہ کمبل پوش بزرگ کی روحانی قوتیں تھیں جنہوں نے مجھے شیطانی قوتوں سے بچا رکھا تھا ' میں نے کن انکھیوں سے اس صندلی انگوٹھی کی سمت دیکھا جو بدستور میری انگلی میں موجود تھی۔

"نہیں۔" کاکا نے ایک لمحے کے تامل کے بعد کہا۔ "ابھی تک میں بھی اس شکتی کا راز نہیں جان سکی۔"

"داور کے سلسلے میں تم نے کیا سوچا ہے؟" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اس کا شیطانی وجود اسی طرح جلتا رہے گا؟"

"تم اس کی چنتا مت کرو۔ میں اس کا توڑ کرتی ہوں۔"

پھر یکلخت داور کے جسم سے پھوٹتے ہوئے شعلے سرد پڑ گئے ' میں نے اس کی نظروں میں حیرت اور الجھن کے ملے جلے تاثرات دیکھے لیکن پھر اس کا وجود فضا میں تحلیل ہو کر میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ہلکی ہلکی خنکی ہونے کے باوجود میرا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔

دوسری صبح میں ناشتے کی میز پر بیٹھا گزشتہ رات پیش آنے واقعات کے بارے میں غور کر رہا تھا کمبل پوش بزرگ کی خواب میں آمد اور صندلی انگوٹھی کا وہ تحفہ جو اس وقت بھی میری انگلی میں موجود تھا خالی از علت نہیں تھا ' شاید ان بزرگ کو علم ہو گیا تھا کہ گندی اور ناپاک قوتیں میرے خلاف کیا جال بن رہی تھیں ' داور کے مردہ جسم پر شنکر کا قبضہ کر لینا کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ اس سے پیشتر بھی

میں اس قسم کے حادثات سے دوچار ہو چکا تھا لیکن داور کے سلسلے میں ایک بات تعجب خیز ضرور تھی' اس نے خود اپنے لب و لہجے میں بات کی تھی جبکہ اس سے پیشتر مجھے ہمیشہ شنکر کی سنائی ہوئی آواز سنائی دی تھی' کاکا نے بھی یہی کہا تھا کہ مجھے تین سمت سے گھیر کر موت کے گھاٹ اتارنے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے' ڈی ایس پی سراج نے بھی محسن اور شکلا کی موت کے بعد مجھے محتاط رہنے کی تاکید کی تھی۔

"ہو سکتا ہے داور کی صورت میں شنکر کی پراسرار گندی قوتوں سے جنم لینے والی عفریت مجھے موت کے گھاٹ اتارنے آئی ہو لیکن صندلی انگوٹھی کی کرامت نے اسے مجھ پر وار کر گزرنے سے باز رکھا ہو۔" میرے ذہن میں یہ خیال بڑی سرعت سے ابھرا پھر مجھے خدا کے اس برگزیدہ بزرگ کی بات یاد آئی جنہوں نے مجھے سختی سے ہدایت کی تھی کہ میں اس صندلی انگوٹھی کے بارے میں کسی اور سے کوئی ذکر نہ کروں۔ مجھے حیرت تھی کہ اس وقت ناشتے کی میز پر بھی میری والدہ یا والد نے اس انگوٹھی کے سلسلے کوئی استفسار نہیں کیا تھا اور خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ میں انگوٹھیاں پہننے کا سرے سے خلاف تھا۔ میں نے اس خیال کی تصدیق کی خاطر کہ ممکن ہے وہ انگوٹھی جو۔ ایک بزرگ کا تحفہ تھا شاید اس لیے میرے سوا کسی اور کو نظر نہ آ رہی ہو' نئی بار انگوٹھی والا ہاتھ والدین کے سامنے کسی نہ کسی بہانے بڑھایا لیکن دونوں میں سے کسی نے بھی اس پر کوئی توجہ نہ دی' اس سے پیشتر بھی کئی موقعوں پر جب موت دبے پاؤں میرا تعاقب کر رہی تھی انہی بزرگ نے میری مدد کی تھی چنانچہ اب مجھے اس بات کا شبہ بھی ہو رہا تھا کہ وہی میرے پرنانا ہوں گے۔ میں نے اپنے اس نتیجے کی تصدیق کی خاطر سرسری طور پر اپنی والدہ سے پوچھا۔

"امی حضور۔ کیا ہمارے پرنانا کو کمبل بہت زیادہ عزیز تھا؟"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا؟" والدہ نے چونکتے ہوئے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔ "کیا بڑے ابا تمہارے خواب میں آئے تھے؟"

"جی ہاں۔" میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "کل رات ہی کی بات ہے' انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کچھ پڑھا تھا پھر مجھ پر دم کر کے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔"

"خدا تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔" والدہ نے بڑی عقیدت سے کہا۔ "تم پر شاید کوئی برا وقت آنے والا ہو گا جو اب بڑے ابا کے دم کر دینے کے بعد یقیناً ٹل جائے گا۔"

"تم اپنے لیے کوئی محافظ یا باڈی گارڈ کیوں نہیں رکھ لیتے؟" والد صاحب نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "تم زنجن لال کو نہیں جانتے' نہایت کینہ پرور اور کمینہ خصلت شخص ہے' اپنے ایک معمولی سے نقصان کے لیے بھی کسی کی جان کا دشمن بن سکتا ہے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔" میں نے والد صاحب کو تسلی دی۔ "اول تو میں پولیس کی ملازمت اختیار کرنے کے بعد ہی سے خود اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کا عادی ہو گیا ہوں اور اب تو اپنا اور زیادہ خیال رکھتا ہوں۔"

"پھر بھی۔ کوئی مسلح باڈی گارڈ رکھ لینے میں حرج بھی کیا ہے۔" والدہ نے اصرار کیا۔

"موت برحق ہے امی حضور' اسے کوئی بھی نہیں ٹال سکتا اور پھر میرے سر پر نانا ابا کا ہاتھ بھی ہے۔"

"خدا تمہیں ہمیشہ سلامت رکھے۔"

میں ناشتا کرنے کے بعد تیار ہو کر آفس پہنچا تو وہاں ٹونی پہلے سے موجود تھا' نئے ٹینڈر کے حصول کے بعد سے وہ تقریباً روزانہ ہی مجھے کام کی تفصیل سے ضرور آگاہ کرتا تھا' اس وقت بھی وہ اسی مقصد سے آیا تھا' میں اس کی زبانی کام کی رفتار کی تفصیل سنتا رہا پھر وہ مجھ سے اجازت لے کر جانے کے ارادے سے اٹھا تو میں نے سرسری طور پر کہا۔

"ٹونی۔ تم نے بتایا تھا کہ ماضی میں بھی تمہارا شمار خطرناک لوگوں میں ہوا کرتا تھا۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا لیکن ایک مدت ہوئی میں نے اس ٹونی کو دفن کر دیا ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "اب جو ٹونی آپ کے سامنے کھڑا ہے اس کے ہاتھ بالکل صاف ہیں۔"

"پھر بھی۔ کچھ نام تو اب بھی تمہارے ذہن میں محفوظ ہوں گے۔"

"میں اب اپنے ماضی کو یاد کرنا نہیں چاہتا۔" ٹونی نے صدق دل سے جواب دیا۔

"میں ماضی کی نہیں۔ صرف کچھ ایسے ناموں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں جو تمہارے خیال میں خطرناک کہے جا سکتے ہوں۔"

"آپ کو اس کی ضرورت کس لیے پیش آ گئی؟" ٹونی نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے ٹھوس لہجے میں اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے کہا۔ "آپ بھی مجھے آزما کر دیکھ لیں۔ آئی سویر اپان ہولی گاڈ (میں خدا کی قسم کھاتا ہوں)۔ آپ کی خاطر ٹونی اپنی لائف بھی قربان کر سکتا ہے۔"

"مجھے تمہاری وفاداری پر فخر ہے ٹونی۔" میں نے اسے سراہتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس وقت میں صرف ان لوگوں کے نام جاننا چاہتا ہوں جو تمہارے خیال میں خطرناک سمجھے جا سکتے ہیں۔"

ٹونی نے فوراً ہی کوئی جواب نہ دیا' میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "شارٹی۔ ایڈگر۔ نورا۔ کالو پہلوان اور ناگر۔ میرا خیال ہے کہ یہی ایسے لوگ ہیں جو مو کہلانے کے مستحق تھے' ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ لوگوں نے میری ہی طرح شریفانہ زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا ہو لیکن میں ابھی یہ نہیں سمجھ سکا کہ آپ کو میرے ہوتے ہوئے کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔"

"میں یوں ہی اپنی معلومات کی خاطر دریافت کر رہا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے کہا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "وکرم نامی شخص کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں؟"

"وکرم۔" ٹونی اس طرح چونکا جیسے کسی خطرناک بچھو نے اسے ڈنک مار دیا ہو۔ "وہ سب سے زیادہ نامو لیکن خطرناک آدمی ہے اس لیے کہ چھپ کر پیچھے سے وار کرنے کا عادی ہے اور اگر میری انفارمیشن غلط نہیں ہے تو آج کل وہ زنجن لال کی لسٹ پر ہے میرا مطلب یہ ہے کہ زنجن لال نے جن بدمعاشوں کو پال رکھا ہے اس میں وکرم کا نام فہرست ہے۔ وہ ہر ماہ اسے اچھی خاصی موٹی رقم بڑی پابندی سے دیتا ہے لیکن آپ نے خاص طور پر وکرم ہی کے بارے میں کیوں پوچھا؟" ٹونی نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ "کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ زنجن لال وکرم کو آپ کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔"

"فی الحال تم اس نام کو ذہن سے نکال دو۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "اگر ایسا کوئی معاملہ درپیش آیا تو میں تمہیں خدمت کا موقع ضرور دوں گا اور ہاں۔ تم ان باتوں کا تذکرہ بھی کسی اور سے نہیں کرو گے۔"

"نہیں کروں گا سر۔" ٹونی نے وعدہ کیا پھر بڑے سرد لہجے میں بولا۔ "لیکن اگر یہ بات میرے علم میں آ گئی کہ وکرم آپ کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کے خواب دیکھ رہا ہے تو پھر وہ سمندروں کی تہ میں بھی روپوش ہونے کے باوجود ٹونی کے ہاتھوں سے محفوظ نہیں رہے گا۔ ہولی فادر کی قسم' میں اسے چھپ کر نہیں۔ للکار کر ماروں گا' اتنی اذیت ناک موت جو اس کی روح کو بھی سکون سے نہیں رہنے دے گی۔"

"نہیں۔" میں نے ٹونی کو منع کیا۔ "جب تک میں تم سے نہ کہوں تم ایسا کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔"

"میں اب اجازت چاہتا ہوں جناب۔ مجھے اب سائیٹ پر بھی جانا ہے۔" ٹونی نے تیزی سے کہا پھر اٹھ کر میرے آفس سے باہر نکل گیا۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر میری بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ جاتے وقت اس کے تیور بھی کچھ زیادہ اچھے نہیں تھے لیکن اس کے باوجود مجھے یقین تھا کہ کمپنی کی ساکھ کے پیش نظر وہ میرے علم میں لائے بغیر کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتا تھا اور میرے فائدے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔

ٹونی کے جانے کے بعد میں بڑی دیر تک پیش آنے والے حالات کے بارے میں غور کرتا رہا۔ کاکا کے بیان کے مطابق زنجن لال ہر قیمت پر مجھے اپنے راستے سے ہٹانے پر تلا بیٹھا تھا۔ میں لاکھ محتاط رہنے کے باوجود اندھیرے میں پشت سے آنے والی کسی گولی کا نشانہ بن سکتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ جو لوگ بزدل ہوتے ہیں وہ ہمیشہ چھپ کر شکار کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ شکلا اور محسن علی کی دردناک اموات میرے سامنے تھیں۔ محسن علی کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں تھیں لیکن میں یہ ضرور جانتا تھا کہ شکلا نے اپنے پیچھے ایک بیوی اور دو بچے چھوڑے ہیں۔ ہر چند کہ وہ ہندو سہی لیکن بہرحال ایک انسان تھا۔ اس کی موت کے بعد اس کی بیوی بچوں کو جن حالات کا سامنا کرنا تھا مجھے اس کا اندازہ بھی تھا۔

میں زنجن لال کو اس کے کیے کی سزا بڑی آسانی سے دلوا سکتا تھا۔ کاکا کی پراسرار قوت میرے ساتھ تھی۔ اس نے اس بات کی پیش کش بھی کی تھی کہ ہیروئن سے بھرا ہوا بریف کیس جو محسن علی کے پاس سے پراسرار طور پر غائب ہوا تھا۔ وہ اسے زنجن لال کے پرسنل کمرے کے اس سیف سے برآمد کرا سکتی تھی جو صرف زنجن لال ہینڈل کرتا تھا۔ کاکا ہی کے ذریعہ مجھے وکرم کے بارے میں بھی معلوم ہوا تھا۔ وہ شکلا کا قاتل تھا اور اس کا قتل زنجن لال کی ایما اور اشارے پر ہی ہوا تھا۔

انسان ہمیشہ انسان نہیں رہتا کبھی کبھی اس میں درندوں جیسی خو بو بھی آ جاتی ہے۔ وہ اپنے نفع اور نقصان کی خاطر اکثر اندھا بھی ہو جاتا ہے اور دولت اور طاقت یا پھر انتقام کی خاطر اپنے ہی جیسے کسی دوسرے انسان کی تکا بوٹی کر دیتا۔ آدم خور درندوں کی طرح جھنجھوڑ ڈالتا ہے اور

ایسا کرتے وقت وہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ قدرت کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ انسان جو کچھ بوتا ہے وہی کاٹتا ہے جو حال محسن علی اور شکلا کا ہوا تھا وہی نرنجن لال کا بھی ہو سکتا تھا مگر دولت کے حصول اور انتقام کی آگ نے شاید اسے اندھا کر دیا تھا۔ بے قصور انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کے باوجود ابھی تک اسے سکون نہیں ملا تھا۔ اب اس نے شنکر اور وکرم جیسے گھٹیا لوگوں کو میرے پیچھے لگا دیا تھا۔ وہ ہر قیمت پر مجھے موت کے اندھے کنویں میں دھکیلنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ فون پر بھی اس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ میں اس کے راستے سے ہٹ جاؤں اس لیے کہ اس نے زندگی میں کبھی ہارنا نہیں سیکھا تھا اور اپنی شکست کو فتح میں تبدیل کرنے کی خاطر کوئی بھی قدم اٹھا سکتا تھا۔ اسی فارمولے کے تحت اس نے محسن علی کو شنکر کی گندی قوتوں کے ذریعہ ختم کرایا پھر شکلا کو جس نے ایک طویل عرصے تک اس کی خدمت کی تھی۔ وکرم کے ہاتھوں بڑی خوبصورتی سے اپنے راستے سے ہٹا دیا۔ پولیس کے پاس ان دونوں سنگین وارداتوں میں کوئی ایسی شہادت نہیں تھی جس کے ذریعے قاتل یا قاتلوں کے گرد گھیرا تنگ کیا جا سکتا۔ ایک پولیس آفیسر رہ چکنے کے ناتے میں بھی اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ قانون اندھا ہوتا ہے۔ وہ مفروضوں پر نہیں بلکہ کوئی ایسی ٹھوس دلائل اور شہادتوں پر عمل کرنے کا عادی ہوتا ہے۔ میں نے کمزور شہادتوں کی وجہ سے اکثر خطرناک مجرموں کو بھی قانونی شکنجوں سے آزاد ہوتے دیکھا اور اس کے برعکس اکثر بے گناہ افراد کو سنگین جرم کی پاداش میں سزا بھگتتے دیکھا تھا اس لیے کہ ان کے پاس یا تو اپنا دفاع کرنے کے لیے کسی مشہور اور بااثر وکیل کی خدمات نہیں ہوتی تھیں یا پھر ان کی راست گوئی ہی ان کے حق میں گناہ سمجھی جاتی تھی۔

میرے ذہن میں ایک کھلبلی سی مچی ہوئی تھی۔ مختلف خیالات ابھر ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ میں کاکا کی پراسرار نادیدہ قوتوں کے ذریعے ہر ناممکن کو ممکن بنا سکتا تھا لیکن کوئی ان دیکھی قوت ایسی تھی جو مجھے کاکا کی خدمات حاصل رکھنے سے باز رہنے کی تلقین کر رہی تھی۔ میں ابھی اسی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ انٹرکام کے بزر نے میرے خیالات کا شیرازہ بکھیر دیا۔ دوسری طرف سے میری سکریٹری عارفہ کی آواز سنائی دی۔

"سر! ڈی ایس پی سراج لائن پر ہیں۔"

"تم نے کیا جواب دیا ہے۔ میں آفس میں موجود ہوں یا نہیں۔"

"میں نے انہیں بتایا ہے کہ آپ ایک اہم میٹنگ میں مصروف ہیں۔"

"گڈ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مسٹر سراج کو فی الحال ٹال دو۔ ان سے کہنا کہ میں میٹنگ سے فارغ ہوتے ہی انہیں رنگ بیک کر لوں گا۔"

"رائٹ سر۔"

انٹرکام کا ریسیور رکھنے کے بعد میں نے کچھ سوچ کر اپنے ڈائریکٹ فون کا ریسیور اٹھایا اور نرنجن لال کے نمبر ڈائل کرنے لگا میں اسے باور کرانا چاہتا تھا کہ وہ میرے خلاف جو چالیں چل رہا ہے میں ان سے بے خبر نہیں ہوں۔ ایک منٹ بعد ہی دوسری جانب سے نرنجن لال کی پاٹ دار آواز ابھری۔

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔" میں نے نارمل انداز اختیار کیا۔

"تم ـــ"

"مجھے یقین تھا مسٹر نرنجن لال کہ تمہیں میرے فون کرنے کی توقع نہیں ہو گی۔" اس بار میں نے قدرے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"فون کرنے کا مقصد۔"

"کاروباری دنیا میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے لیکن انسان کو حالات کے تحت صبر و شکر کی عادت ڈالنی چاہیے۔ جہاں ایک دوسرے سے انتقام لینے کا خیال پیدا ہو جائے وہاں نقصان کسی کا بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس فریق کو کمزور سمجھا جا رہا ہو وہی زیادہ طاقت ور ثابت ہو۔ ایسی صورت میں نقصان دوسرے کا ہو گا رہا دھن دولت کا معاملہ تو یہ آنی جانی شے ہے انسان کو اس پر زیادہ مغرور نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں اب بھی تمہاری باتوں کا مطلب نہیں سمجھا۔" فون پر نرنجن لال کی جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ سب کچھ سمجھ بوجھ رہا تھا۔

"محسن علی کی موت پراسرار حالات میں ہوئی تھی۔"

"وہاٹ نان سنس۔" نرنجن لال نے غصے کا مظاہرہ کیا۔ "میری ذات کا اس کی موت سے کیا تعلق ہے؟"

"چلو محسن علی کو چھوڑو لیکن شکلا بہرحال تمہارا پرانا اور نمک حلال ملازم تھا۔"

"تمہیں کسی دوسرے کے ذاتی معاملات سے اتنی دلچسپی کس لیے پیدا ہو رہی ہے؟"

"میری اطلاع کے مطابق شکلا کی ایک بیوی اور دو بچے ہیں جو اس کی موت کے بعد بے سہارا ہو گئے ہیں۔" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"پھر ـــ" اس بار بھی شدید غصے کا اظہار کیا گیا۔

"میرا مشورہ ہے تمہیں شکلا کے بیوی بچوں کو کم از کم اس کی خدمات کے عوض پانچ لاکھ کی حقیر رقم ضرور دینی چاہیے۔"

"اس لیے کہ اس نے خودکشی کی ہے۔" نرنجن لال نے جواب دیا۔ "کیا تمہیں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا علم نہیں ہوا جس اسلحے سے اس نے خودکشی کی تھی اس پر اس کے سوا کسی اور کی انگلیوں کے نشانات نہیں ملے ہیں۔ جب جیون ہتیا کرتے سمے اسے خود اپنے پریوار (خاندان) کا کوئی خیال نہیں آیا تو پھر میں اس کی مدد کیوں کروں اور تم۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے شکلا مرڈر کیس میں اتنی دلچسپی کیوں لی ہے کہ اس کی پوسٹ مارٹم کی تفصیل بھی تمہارے علم میں ہے۔"

"شٹ اپ۔" اس نے گرج کر کہا۔ "تم کوئی پولیس انسپکٹر نہیں ہو جو مجھ سے بلاوجہ بکواس کرو۔"

"مائی ڈیئر نرنجن لال تم شاید بھول رہے ہو کہ میں بھی پولیس آفیسر رہ چکا ہوں۔ اب رہا شکلا کی موت کا مسئلہ تو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کو ذہن سے کھرچ ڈالو اور شکلا کی بیوی کو پانچ لاکھ کی ادائیگی پہلی فرصت میں کرو۔" میرا لہجہ تحکمانہ تھا۔

"اور اگر میں تمہاری درخواست قبول کرنے سے انکار کر دوں تو۔"

"تو مجھے مجبوراً پولیس کو اصلیت سے آگاہ کرنا پڑے گا۔"

"یو گو ٹو ہیل (تم جہنم میں جاؤ)" اس نے حقارت سے کہا۔ "تم نے ایک بڑا ٹینڈر ضرور حاصل کر لیا لیکن ابھی میرے سامنے تمہاری حیثیت اس نادان بالک سے زیادہ نہیں ہے جو دو دمڑی کا کھلونا لینے کے بعد بھی خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔"

"ٹینڈر کی بات چھوڑو۔" میں سپاٹ آواز میں بولا۔ "پانچ لاکھ کی رقم کی ادائیگی تمہیں شکلا کی بیوی کو بہرحال کرنا ہو گی۔"

"ورنہ تم کیا کر لو گے میرا۔" وہ آپے سے باہر ہوتے ہوئے بولا۔ "یو بلاڈی باسٹرڈ۔"

"یہ گالی تم نے شاید آئینہ دیکھ کر دی ہے اس لیے میں تمہاری ذات پات کے سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو نرنجن لال اگر تم نے پانچ لاکھ کی ادائیگی سے انکار کیا تو پھر وکرم کی زبان بھی کھلوائی جا سکتی ہے۔"

"وکرم ـــ" اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ "کون وکرم؟"

"وہی وکرم جس نے تمہارے اشارے پر نہ صرف یہ کہ شکلا کو گولی مار کر ہلاک کیا بلکہ بڑی مہارت سے اسے خودکشی کا رنگ دینے میں بھی کامیاب ہو گیا۔" میں نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "ذرا سوچو ـــ اگر وکرم نے ساری کہانی اگل دی تو تمہاری پوزیشن کیا ہو گی؟ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تمہیں پانچ کی جگہ دس لاکھ خرچ کرنے پڑیں اور ہاں، میں تمہیں ایک مشورہ اور دوں گا۔ وکرم اور شنکر کو میرے راستے سے ہٹا لو ورنہ اس کا انجام تمہاری توقع کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔"

"شٹ اپ۔" اس کی گرجدار آواز ریسیور پر ابھری۔ "تم اس سے شاید اپنے حواس میں نہیں ہو۔" پھر اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

میں ایک لمحے تک ریسیور ہاتھ میں لیے کچھ سوچتا رہا پھر ایک فیصلے پر پہنچنے کے بعد میں نے ڈی ایس پی سراج کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔ نرنجن لال میری باتیں سننے کے بعد یقیناً کوئی فوری خطرناک قدم بھی اٹھا سکتا تھا۔ دشمن کو نظرانداز کر دینا دانشمندی کے خلاف تھا۔ اس کے علاوہ کہاوت بھی تھی کہ اس سے پیشتر کہ کوئی موذی تمہیں ایذا پہنچائے اسے پیروں تلے کچل کر ہمیشہ کے لیے ختم کر دو۔

یہ بات اپنی جگہ صد فی صد درست ہے کہ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن اسی خدا نے انسان کو خطرناک حالات میں اپنا دفاع کرنے کی بھی ہدایت کی ہے۔ میری گفتگو سننے کے بعد نرنجن لال یقیناً کانٹوں پر لوٹ رہا ہو گا۔ اس کا شیطانی ذہن مجھے پہلی فرصت میں اپنے راستے سے ہٹانے کی خاطر تانے بانے بُن رہا ہو گا۔ شنکر میرے لیے پراسرار قوتوں کا مالک ہونے کے باوجود اتنا اہم نہیں تھا جتنا وکرم تھا۔ اس لیے کہ شنکر کو اپنے جنتر منتر اور گندی شکتیوں پر بڑا ناز تھا۔ وہ اپنے شکار کو سسکا سسکا کر مارنے کا عادی تھا جبکہ ٹونی اور کاکا دونوں کی فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق وکرم بڑا کمینہ خصلت واقع ہوا تھا۔ وہ اندھیرے میں چھپ کر پشت سے وار کرنے کا عادی تھا اس لیے اس کے

ٹانے کا کوئی منتر نہیں تھا چنانچہ پہلے اس کا علاج ضروری تھا۔

"ہیلو ڈی ایس پی سراج اسپیکنگ ۔" کچھ دیر ریسیور پر سراج کی آواز سنائی دی۔

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "آپ نے ابھی کچھ دیر پہلے مجھے فون کیا تھا۔ کوئی خاص بات۔"

"صرف آپ کی خیریت مطلوب تھی۔"

"اس محبت کا شکر گزار ہوں۔" میں شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا۔ "اور سنایئے شکلا کی موت کی فائل کا کیا بنا۔"

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے بعد ظاہر ہے کہ اب صرف خانہ پری باقی رہ گئی ہے اس کے بعد اسے بھی داخل دفتر کر دیا جائے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے باوجود ہم شکلا کی موت کے اسباب پر غور کر سکتے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"مجھے یاد ہے آپ نے بتایا تھا کہ فائر خاصی کلوز رینج سے کیا گیا تھا اور جس اسلحہ کو استعمال کیا گیا تھا اس پر سے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق شکلا ہی کے فنگر پرنٹس ملے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"لیکن ایک بات ابھی تشنہ رہ جاتی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر شکلا کا ارادہ خودکشی ہی کرنا تھا تو وہ نال اپنی کنپٹی یا پھر دل کے مقام پر بھی رکھ کر فائر کر سکتا تھا۔ عام حالات میں یہی ہوتا ہے کہ بیشتر لوگ جو خودکشی کا ارادہ کر لیتے ہیں وہ خود کو کم سے کم اذیت پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ شکلا کے کیس میں کلوز رینج سے اسلحے کا استعمال کیا مضحکہ خیز نہیں لگتا؟ میرا مطلب ہے کہ اگر اسے خود کو شوٹ ہی کرنا تھا تو پھر ہاتھ کو جسم سے دور رکھ کر فائر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہو سکتا ہے کہ وہ خودکشی کے معاملے میں ڈھل مل یقین ہو اور اسی ذہنی کشمکش و پیچ میں اس کی انگلی کا دباؤ ٹریگر پر بڑھ گیا ہو۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاطر قاتل نے دستانے پہن کر شکلا ہی کے اسلحے سے اس پر فائر کیا پھر اسے شکلا کی انگلیوں کے درمیان اس طرح پھنسا دیا ہو کہ قتل کے کیس پر خودکشی کا گمان زیادہ کیا جائے۔"

"یہ نکتہ قابل غور ہے۔" ریسیور پر سراج کی آواز ابھری۔ "ذاتی طور پر میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ شکلا

مرڈر کیس میں کسی نہ کسی زاویے سے نرنجن لال کا ہاتھ ضرور شامل ہے لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ـــــ"

"آپ محسن علی کی پراسرار موت کو کیوں فراموش کر رہے ہیں؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ ـــــ وہ واقعہ میں اپنی زندگی میں کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ اس کی موت بڑی حیرت انگیز اور ناقابل یقین تھی لیکن اس کا اور شکلا کی موت کا۔"

"تعلق ہو سکتا ہے۔" میں نے تیزی سے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "یاد کریں مرنے سے پیشتر اس نے کہا تھا کہ وہ اس وقت محسن علی نہیں تھا اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ نرنجن لال کا دھیان اپنے من سے نکال دیں ورنہ اس کا انجام اچھا نہ ہو گا۔"

"میرے خدا۔" سراج کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔ "وہ یقیناً کوئی مافوق الفطرت ہستی تھی جس نے محسن علی کے جسم پر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ میں نے اس قسم کے واقعات قصے کہانیوں میں پڑھے تھے لیکن محسن علی کی پراسرار موت میری زندگی کا سب سے ناقابل فراموش واقعہ ہے مگر ـــــ ون منٹ ـــــ کیا آپ کے خیال میں شکلا کی موت میں بھی کسی پراسرار قوت کا ہاتھ شامل ہو سکتا

"مسٹر سراج۔" میں نے اس بار گہری سنجیدگی اختیار کی۔ "کیا میں آپ پر اعتماد کر سکتا ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"میں اس وقت جو باتیں بھی آپ سے کروں گا آپ اس کو آن دی ریکارڈ نہیں لائیں گے اور فی الحال اس کی کوئی وجہ بھی دریافت نہیں کریں گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"دنیا میں بہت ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ناقابل فہم ہوتی ہیں لیکن ـــــ"

"شہباز صاحب۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو شاید آپ اس وقت کوئی اہم بات کہتے ہوئے ہچکچا رہے ہیں۔"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں ہے۔" میں نے اقرار کر لیا پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ "آپ تجربے کار آفیسر ہیں لیکن اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ کبھی کبھی انسان کی چھٹی حس بھی لاینحل معموں کو حل کر دیتی ہے۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن ابھی تک میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکا۔"

"کیا آپ وکرم نامی کسی غنڈے سے واقف ہیں؟"

"بہت اچھی طرح ایک نمبر کا چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔ کئی قتل کے کیسز میں بھی اس کا نام آتا رہا ہے لیکن ابھی تک پولیس کے پاس ایسا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے کہ اس پر ہاتھ ڈال سکے مجھے شبہ ہے کہ کچھ بااثر لوگ اس کی پشت پناہی بھی ضرور کر رہے ہیں۔"

"کیا آپ نرنجن لال کو بااثر لوگوں میں شمار نہیں کریں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس روز آپ نے فون کر کے مجھے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا اور آج میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نرنجن لال نے اسی وکرم کو میری موت کے عوض ایک بڑی رقم کا لالچ دیا ہے۔" میں نے تیزی سے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اور میری اطلاع کے مطابق اسی وکرم نے شکلا کو بھی نہایت خوبصورتی سے اس طرح سے راستے سے ہٹا دیا ہے کہ کسی کو اس کی ذات پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا۔"

"کیا آپ کے پاس کوئی ایسا ثبوت ہے جو وکرم کو پھانسی کے تختے تک پہنچانے میں کارآمد ثابت ہو سکے۔"

"آپ میری ایک بات مانیں گے۔"

"کیا؟"

"آپ وکرم کو پہلی فرصت میں شکلا کے قتل میں گرفتار کر لیں۔ رہا ثبوت تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وکرم اپنی گرفتاری اور تھوڑی سی سختی کے بعد سب کچھ سچ سچ اگل دے گا اور عدالت کے فیصلے تک وہ اپنے بیان سے منحرف نہیں ہو گا۔"

"اس یقین کی کوئی خاص وجہ؟"

"کبھی کبھی انسان جو خواب دیکھتا ہے وہ سچ بھی ہوتے ہیں۔" میں نے بڑی خوبصورتی سے اپنی گفتگو کو ایک نیا رنگ دیتے ہوئے کہا۔ "کل رات میں نے کچھ ایسا ہی خواب دیکھا تھا۔ آپ اسے غیبی اشارہ بھی کہہ سکتے ہیں۔"

"مسٹر شہباز۔ آپ خود بھی ایک ذمے دار پولیس آفیسر رہ چکے ہیں۔ کیا محض کسی خواب پر یقین کر کے آپ کسی کو قتل کا مجرم قرار دے سکتے ہیں۔"

"اکثر بے گناہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو جیل کی سنگلاخ اور تنگ زمین پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں لیکن اپنی بے گناہی کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔"

"کیا آپ مجھے ایک بات بتائیں گے؟" سراج نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو اس کا شبہ کس طرح ہوا کہ وکرم کو آپ کے قتل پر آمادہ کیا گیا ہے۔"

"کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو کھل کر نہیں کہی جا سکتیں۔" میں نے جواب دیا۔ "آپ اگر وکرم کو گرفتار نہیں کر سکتے تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔"

"آپ نے مجھ پر اعتماد کرنے کی بات کی تھی مسٹر شہباز۔" سراج نے جذباتی انداز میں جواب دیا۔ "آپ کے والد میرے محسن ہیں اس لیے میں وکرم کو ضرور گرفتار کروں گا خواہ اس کے عوض مجھے پولیس کی ملازمت سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونا پڑے۔"

"میں آپ کو بھی یقین دلاتا ہوں کہ ایسا نہیں ہو گا۔" میں نے پورے وثوق سے کہا۔ "میں چاہتا تو اپنے ذرائع سے بھی وکرم کی زبان کھلوا سکتا تھا لیکن ایک بزنس مین ہونے کی وجہ سے میں ان باتوں سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ اس لیے میں کامیابی کا سہرا آپ کے سر دیکھنا چاہتا ہوں لیکن آپ اپنا وعدہ یاد رکھیے گا مسٹر سراج۔ آپ وکرم کی گرفتاری اور اس کے اقبالی بیان کے سلسلے میں مجھ سے کوئی استفسار نہیں کریں گے۔"

"کیا وکرم کے ساتھ بھی وہی حادثہ پیش نہیں آ سکتا جو

محسن علی کے ساتھ پیش آیا تھا۔"

"نہیں اس بار ایسا نہیں ہوگا۔" میں نے بڑے اعتماد سے کہا پھر فون کا سلسلہ منقطع کر کے کالکا کی پراسرار شخصیت کو یاد کیا اور دوسرے ہی لمحے اس کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میں نے تمہاری آواز سن لی تھی لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"کیا تم اپنی کالکا رانی کو اندھیرے میں رکھنے کی کوشش تو نہیں کرو گے۔" اس کے لب و لہجے میں گہری سنجیدگی تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"پہلے میں تمہارے من کے اندر دیکھ سکتی تھی لیکن اب ایسا نہیں ہو رہا۔ مجھے سچ بتاؤ کیا مجھ سے بھی زیادہ کوئی مہان شکتی تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔"

میں نے کن انکھیوں سے صندلی انگوٹھی کی طرف دیکھا پھر میرے ذہن میں اپنے پرتا کے الفاظ گونج اٹھے۔ "غرق ہو جا اس طرح ڈوب جا کہ پھر تجھے کوئی تلاش نہ کر سکے گم ہو جا پھر سب تائیں تائیں فش ہو جائے گا۔" میں دل ہی دل میں مسکرا دیا مجھے یقین ہو گیا کہ وہ صندلی انگوٹھی کی کرامت ہی تھی جس نے کالکا کو میرے سلسلے میں ایک حد تک محدود کر دیا تھا اب وہ میرے دل کا بھید نہیں جان سکتی تھی۔

"کس دوچار میں گم ہو۔" کالکا کی آواز دوبارہ ابھری۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ پنڈت جسی دھر کی تپسیا اپنا رنگ دکھا رہی ہو۔" میں نے بڑی [illegible] سے بات بنائی۔ "شاید اسے اس بات کا علم ہو گیا ہو کہ تم میری مدد کر رہی ہو اور اس کی شکتی نے تمہاری آنکھوں کے سامنے کوئی چادر تان دی ہو۔"

"میرا من نہیں مانتا لیکن اگر جسی دھر کامیاب ہو گیا تو بہت برا ہوگا۔" کالکا کے لہجے میں تشویش تھی۔ "اگر وہ اپنے جاپ میں سپھل ہو گیا تو پھر مجھے اس کی ہر آگیا کا پالن کرنا پڑے گا۔"

"تم اس کی چنتا مت کرو۔ میں پنڈت جسی دھر کو اپنی جان پر کھیل کر بھی اس کے منڈل سے باہر نکال سکتا ہوں۔ تم مجھے صرف اس کا پتا بتا دو۔"

"ابھی اس کا سمے نہیں آیا۔" اس نے کہا پھر بولی۔ "تم بتاؤ تم نے اس سمے مجھے کس کارن یاد کیا ہے۔"

جواب میں میں نے اسے اپنے اور ڈی ایس پی سراج کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو سے آگاہ کیا۔

"تم جو چاہتے ہو وہی ہوگا۔" اس نے مجھے تسلی دلایا۔ "وکرم وہی بیان دے گا جو اسے پھانسی کے پھندے تک لے جائے گا۔"

"لیکن شکر۔"

"نہیں۔" کالکا نے جواب دیا۔ "محسن علی کی بات اور تھی تم نے اس کے لیے مجھ سے کچھ نہیں کہا تھا اور پھر اس نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا تھا اسے اس کی سزا ملنی بھی ضروری تھی لیکن وکرم کے سلسلے میں میں شکر کو کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔"

"کالکا۔" میں نے بڑی لگاوٹ سے کہا۔ "تم نے مجھے درشن دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔"

"کچھ دنوں اور صبر کرو۔ اس کے بعد تم دھرتی کے پہلے منش ہو گے جو کالکا کے شریر پر نظر ڈال سکو گے اچھا اب میں وکرم کی طرف جا رہی ہوں۔"

پھر شاید وہ چلی ہی گئی تھی۔ میں نے اسے طلب نہیں کیا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ اب وہ میرے دل کا احوال نہیں جان سکے گی۔ میں نے صندلی انگوٹھی کو بڑی عقیدت سے چوما پھر دفتری کاموں میں مصروف ہو گیا۔

شام کو دفتر سے اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ندیم آ گیا۔ میری ہدایت کے مطابق اسے بھی میری اجازت کے بغیر اندر ہی نے دیا گیا تھا پھر وہ آفس میں داخل ہوتے ہی مجھ پر چڑھ دوڑنے کے بجائے نہایت پُرخلوص انداز میں بولا۔

"میرا خیال ہے کہ آج میں ٹھیک وقت پر تمہارے دفتر آیا ہوں لیکن اب تم مجھ سے اڑنے کی کوشش مت کرنا۔ سکیورٹی کا اتنا سخت انتظام دیکھنے کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا ہے تم کسی خاص وجہ سے محتاط ہو۔ چلو پہلے جلدی سے کافی کا آرڈر دو اور پھر مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں۔" اس نے بڑی بے تکلفی سے دفتر میں میری ایزی چیئر پر بیٹھتے ہوئے کہا پھر گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "تمہیں اس روز جوزف اور اس کے بعد دلاور کا انجام دیکھنے کے بعد کم از کم اس بات کا اندازہ ضرور ہو گیا ہوگا میں نے جن لوگوں کو پال رکھا ہے وہ کس قدر جانثار واقع ہوئے ہیں۔ تم صرف اس شخص کا نام بتا دو جس کی وجہ سے تم نے اپنی حفاظت کا اتنا اہتمام کر رکھا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ خواہ کوئی ہو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر تمہارے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا معافی مانگ رہا ہوگا ویسے تم اگر چاہو تو صرف بارہ گھنٹے کے اندر

اسے تمہارے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹایا بھی جا سکتا ہے۔"

"اور ان دونوں کاموں کی علیحدہ علیحدہ فیس کیا ہو گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ایک کپ گرما گرم کافی اور وہ بھی عارفہ کے ہاتھوں سے۔"

"اطلاعاً عرض ہے کہ عارفہ نیک گھرانے کی ایک شریف لڑکی ہے اس لیے دست بستہ عرض ہے کہ تم اسے پریشان کرنا چھوڑ دو۔" میں نے کافی کا آرڈر دیتے ہوئے کہا۔

"نیور۔" ندیم شوخی سے بولا۔ "جو چیز مجھے اچھی لگے میں اس کا پیچھا چھوڑ نہیں سکتا اور پھر عارفہ۔ ہائے وہ تو پوجے جانے کے قابل ہے۔"

"اگر تم صرف پوجا کی حد تک اس میں دلچسپی لے رہے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"مجھے صرف اس کے چہرے پر سہمی سہمی سی مسکراہٹ اور خاص طور پر میرا فون ریسیو کرنے کے بعد خفا ہو جانا بہت پسند ہے۔" ندیم نے صاف گوئی سے کہا۔ "اس کے آگے اور کچھ نہیں یوں بھی لڑکیوں میں دلچسپی لینا پھر ان پر وقت اور پیسہ برباد کرنا میری عادت کے خلاف ہے۔ یا یوں سمجھو کہ میرے پاس اتنی فرصت نہیں ہے کہ ان فضول کاموں کے لیے وقت نکال سکوں۔"

"جوزف کا کیا رہا۔" میں نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "اس روز کیسینو میں تمہارے آدمیوں نے اس کی کچھ زیادہ ہی درگت بنا دی تھی۔ بعد میں بات آگے تو نہیں بڑھی۔"

"نہیں۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "اس روز میرے آدمیوں نے اس کی مزاج پرسی کی تھی اس کے دوسرے ہی روز وہ افریقہ واپس چلا گیا تھا۔"

کافی آ گئی تو کچھ دیر کے لیے گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں اپنی ٹیبل سے اٹھ کر ندیم کے سامنے دوسری ایزی چیئر پر جا بیٹھا۔ آفس کے ایک مختصر سے حصے کو میں نے ریلیکسنگ روم کی شکل دے رکھی تھی جہاں میں یا تو بہت مخصوص اور بے تکلف لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تھا یا پھر تھکن دور کرنے کی خاطر کچھ دیر سستا لیا کرتا تھا۔

"اب سناؤ۔" میں نے ملازم کے جانے کے بعد کہا۔ "بغیر اطلاع کے تمہاری آمد کا اصل مقصد کیا ہے؟"

"کوئی خاص نہیں ادھر سے گزر رہا تھا تو اچانک خیال آیا کہ تم سے ہیلو ہیلو کرتا چلوں اور ایک نظر تمہاری اسٹینو کم اور سیکرٹری زیادہ پر بھی ڈال لوں۔"

"تم اب بھی بالکل ویسے ہی ہو جیسے کالج کے زمانے میں تھے۔ البتہ تمہارا کیسینو والا روپ دیکھ کر مجھے حیرت ضرور ہوئی تھی۔"

"حیرت کا اظہار پھر کسی وقت کر لینا۔" اس نے کافی کا سپ لیتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "فی الحال مجھے شرافت کے ساتھ یہ بتاؤ کہ تم نے یہ حفاظت کا اہتمام کس وجہ سے کر رکھا ہے۔"

"جوزف کا انجام دیکھنے کے بعد۔" میں نے ندیم کو ٹالنے کی خاطر کہا۔ "بزنس خواہ کسی قسم کا ہو اس میں انسان کا محتاط رہنا ضروری ہوتا ہے۔ اپنے کیسینو ہی کی مثال لے لو۔ اگر اس روز تمہارے پروردہ شریف لوگ وہاں موجود نہ ہوتے تو جوزف کا پلا تمہارے مقابلے میں بھاری بھی پڑ سکتا تھا۔"

"اگر صرف یہ بات ہے تو مجھے خوشی ہے کہ میرے کیسینو کے صرف ایک حادثے نے ہی تمہیں بالغ کر دیا۔" وہ شوخی سے بولا۔ "یہ بتاؤ اس سنڈے کو تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"کوئی خاص نہیں ۔۔۔ کیوں؟"

"گڈ۔" ندیم نے کافی کا آخری گھونٹ حلق کے نیچے اتارتے ہوئے کہا۔ "اس سنڈے کو تین بڑی کپ ریسز ہیں۔ میں تمہیں دوپہر کو ٹھیک ڈیڑھ بجے گھر سے پک کر لوں گا۔ اب کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔ اوور اینڈ آل۔" وہ میرے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی تیزی سے اٹھا پھر سیٹی بجاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

میں ابھی ندیم کی شخصیت اور اس کے ٹاپ کے بارے میں غور ہی کر رہا تھا کہ ڈی ایس پی سراج کا فون آ گیا پھر اس نے جو اطلاع مجھے سنائی وہ میری توقع کے عین مطابق تھی۔ وکرم پولیس کی تحویل میں تھا اور اس نے شکلا کو قتل کرنے کا اقبال بھی کر لیا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ سراج کو حیرت انگیز طور پر شکلا کی گم شدہ فائل بھی مل گئی تھی جو تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہیں ہو سکی تھی۔

"میں آپ کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔"

"مسٹر شہباز آپ نے شکلا کے مرڈر کیس اور پوسٹ مارٹم رپورٹ کے بارے میں جو کچھ خیال ظاہر کیا تھا وہ حرف بہ حرف درست نکلا۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "شکلا نے مجسٹریٹ کے روبرو بیان دیا ہے جو ریکارڈ پر

چکا ہے لیکن اس نے ایک بات کا اقرار نہیں کیا۔"

"وہ کیا؟"

"یہ کہ شکلا کے قتل کے لیے اس شخص کے سلسلے میں وکرم نے اپنی زبان سختی سے بند کر رکھی ہے جس نے اسے اس کام پر مامور کیا تھا۔"

"میں بھی یہی چاہتا تھا مسٹر سراج کہ فی الحال نرنجن لال کا نام درمیان میں نہ آنے پائے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سراج نے تیزی سے کہا۔

"میں نے اس سے درخواست کی تھی کہ وہ شکلا کی بیوہ کو شکلا کی خدمات کے عوض کم از کم پانچ لاکھ کی ادائیگی کر دے تاکہ وہ عزت کی زندگی گزار سکے لیکن اس نے میری درخواست کو سختی سے رد کر دیا تھا۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وکرم نے نرنجن لال کے اشارے پر۔"

"میں اس کا اظہار پہلے بھی کر چکا ہوں۔ میں نے خواب میں بھی کچھ دیکھا تھا۔"

"میں آپ کو کسی بات کے لیے مجبور نہیں کر سکتا اس لیے کہ آپ نے نہ صرف یہ کہ شکلا کے قاتل کو گرفتار کرانے میں میری رہنمائی کی ہے بلکہ آپ میرے محسن کے بیٹے ہیں لیکن میں آپ کی خواب والی بات ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر آپ اصلیت بتانے سے گریز کر رہے ہوں۔"

"پھل اگر میٹھا ہو تو انسان کو صرف اسے کھانے کی فکر کرنی چاہیے۔ پیڑ گننے سے کیا فائدہ؟"

"اب آپ کی بات کچھ کچھ میری سمجھ میں آ چکی ہے۔" سراج نے جلدی سے کہا۔ "آپ مجھ پر آنکھ بند کر کے اعتماد کر سکتے ہیں۔"

"شکریہ۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو گفتگو ہو اس کی اطلاع کسی اور کو نہ ہونے پائے۔"

"ایسا ہی ہو گا۔" سراج نے ہامی بھرلی۔ شکلا کے اصل قاتل کو گرفتار کر لینے کے بعد وہ یقیناً بہت خوش تھا۔

میں نے ریسیور رکھ کر ڈائریکٹ لائن پر ایک بار پھر نرنجن لال سے رابطہ قائم کیا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں وکرم کی گرفتاری کی اطلاع مل گئی ہو گی۔" میں نے نرنجن لال کی آواز سننے کے بعد سرد لہجے میں کہا۔ "وکرم نے ہر بات کا اقبال مجسٹریٹ کی موجودگی میں کیا ہے لیکن ابھی تک تمہارا نام نہیں لیا۔"

"کیا چاہتے ہو؟" نرنجن لال کے لہجے میں پہلی جیسی سختی نہیں تھی۔

"شکلا کی بیوہ کو دس لاکھ کی ادائیگی۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر۔"

"لیکن پہلے تو تم نے پانچ لاکھ کی بات کی تھی۔"

"وہ وکرم کی گرفتاری سے پہلے کی بات تھی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ایک بات اور سن لو۔ اگر قانون کا ہاتھ میرے اشارے پر ٹھکر کی گردن تک پہنچ گیا تو دس لاکھ کی رقم بڑھ کر پچاس لاکھ تک بھی پہنچ سکتی ہے۔"

"م ۔۔۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" نرنجن لال نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"پہلے دس لاکھ کی ادائیگی اس کے بعد تم میری سکریٹری کو فون کر کے اپوائنٹمنٹ لے سکتے ہو لیکن ملاقات میرے دفتر میں ہو گی۔" میں نے تحکمانہ لہجے میں جواب دیا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ نرنجن لال اتنی جلدی سمندر کی جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گا مجھے اس کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ ممکن ہے اس نے حالات کے پیش نظر وقتی طور پر سامنے جھکنا گوارا کر لیا ہو اور اس کا انتقام بعد میں لینے کی کوشش کرے۔ اس سے ہر قسم کی کمینگی کی توقع کی جا سکتی تھی۔

☆

ہر انسان کی شخصیت کے دو پہلو ضرور ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو ہر شخص کو نظر آتا ہے اور دوسرا وہ جو جاتی آنکھوں سے بھی مخفی ہوتا ہے اور اس دوسرے پہلو کے بھی دو رخ ہوتے ہیں ایک بہت اجلا صاف اور شفاف جس پر انسان فخر کر سکتا ہے اور دوسرا اتنا غلیظ گھناؤنا اور مکروہ ہوتا ہے جو انسانیت کے نام پر ایک بدنما داغ ہوتا ہے۔ میں اس جذبے کو کوئی نام نہیں دے سکتا جس کے پیش نظر میں کسی نہ کسی طرح اس لڑکی کے دروازے تک پہنچ گیا تھا جسے دادا بھائی غنڈے نے کیسینو میں نسیم کے نام سے مخاطب کیا تھا۔

اس وقت شام کے چھے بجے تھے اور رات کی سیاہی پھیل کر گہری ہونے لگی تھی۔ میں نے جس مکان کے دروازے پر دستک دی۔ وہ ایک کچا پکا مکان تھا جو غریبوں کی ایک نواحی بستی میں واقع تھا۔ اس کا پتا معلوم کرنے کی خاطر مجھے ندیم کے کیسینو کے ایک ملازم ہی کی مٹھی گرم کرنی پڑی تھی لیکن میں نے اس سے وعدہ لے لیا تھا کہ وہ اس کا تذکرہ کسی اور سے نہیں کرے گا۔

دستک دینے کے دو تین منٹ بعد جس لڑکی نے دروازہ کھولا وہ نسیم ہی تھی جو غالباً کیسینو جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ خلاف توقع مجھے اپنے دروازے پر کھڑا دیکھ کر ایک لمحے کو وہ ہکا بکا رہ گئی۔ شاید اسے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آرہا تھا پھر وہ یک لخت بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"آپ اور یہاں___؟"

"ہاں___ میں دراصل آپ سے کیسینو کے علاوہ کسی اور جگہ ملنا چاہتا تھا۔"

"آپ کو میرا پتا کس طرح معلوم ہوا۔" وہ تجسس سے بولی۔

"کیا آپ مجھے اندر آنے کو نہیں کہیں گی؟" میں نے دھیمی آواز میں کہا۔ "یہاں اس طرح دروازے پر کھڑے ہو کر باتیں کرنا کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔"

"کسی نے آپ کو یہاں آتے دیکھا تو نہیں۔" اس نے سہمے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"کئی لوگوں نے دیکھا تھا لیکن یہ بات شاید کسی کو نہیں معلوم کہ میں یہاں کس مقصد کے لیے آیا ہوں۔"

"اندر آجائیے۔" وہ بدستور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولی پھر راستے سے ہٹ گئی اور میں اس کے مکان میں داخل ہو گیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میری اچانک آمد نے اسے کچھ عجیب شش و پنج میں مبتلا کر دیا تھا لیکن میرے قدموں میں کوئی لغزش نہیں تھی۔

میں نے کچے صحن میں کھڑے ہو کر سرسری طور پر ماحول کا جائزہ لے ڈالا۔ وہ دو کمروں کا ایک مکان تھا لیکن وہاں زندگی کی کوئی نمایاں آسائش نظر نہیں آرہی تھی۔ کمرے کے آگے ایک مختصر سا سائبان تھا جس میں ایک ٹوٹی پھوٹی بید کی پرانی کرسی نظر آرہی تھی۔ ایک بینچ تھی جس کے ایک پائے کی جگہ اینٹیں لگی ہوئی تھیں۔ اندھیرے اور روشنی کا فرق مجھے اس وقت واضح طور پر نظر آرہا تھا۔ کہاں وہ کیسینو کی جگمگاتی روشنیاں اور کہاں وہ ایک لالٹین جو ایک کمرے میں روشن تھی۔ اس کی دم توڑتی کچھ کرنیں باہر سائبان تک بھی پہنچ رہی تھیں۔ ہم دونوں کچھ دیر تک خاموش کھڑے ایک دوسرے کے بارے میں سوچتے رہے۔ مجھے اس کے وہ جملے یاد آرہے تھے جو اس نے پہلی بار کیسینو میں مجھ سے کہے تھے۔ "ناموں میں کیا رکھا ہے یہاں سارے نام فرضی ہوتے ہیں اور موقع کی مناسبت سے بدلتے رہتے ہیں۔ ہمیں گاہکوں کا دل لبھانے کی خاطر اداکاری کرنی پڑتی ہے جو جتنی اچھی اداکاری کرتی ہے اتنا ہی کماتی ہے۔ میں یہاں اپنی مرضی سے نہیں آتی۔ میری مجبوریاں مجھے یہاں تک آنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔" اپنی روز مرہ کی آمدنی کے میرے ایک سوال کے جواب میں اس نے بڑی تلخی سے کہا تھا۔ "کبھی کبھی تو خالی ہاتھ ہی جانا پڑتا ہے۔ شاید اس لیے کہ میں دوسری لڑکیوں کی طرح جسم فروشی کا کاروبار نہیں کرتی۔"

نسیم کے جملے میرے کانوں میں بازگشت کی طرح گونج رہے تھے۔ اس کے گھر کی حالت دیکھ کر بھلا کون کہہ سکتا تھا کہ وہ شہر کے سب سے بڑے کیسینو کی ایک کال گرل کا مکان ہو گا۔ مجھے اس روز کیسینو میں اس کی بیان کی صداقت پر یقین نہیں آیا تھا لیکن اس کے گھر کے کچے صحن میں کھڑا میں محسوس کر سکتا تھا کہ نسیم کا ایک ایک جملہ صداقت پر مبنی تھا۔

"کون ہے نسیم بیٹی؟" اندر کمرے سے کسی نحیف عورت کی آواز آئی تو ہم دونوں ہی چونک اٹھے۔

"آپ یہیں ٹھہریں۔ میں امی کے سوال کا جواب دے کر ابھی آتی ہوں۔" اس کے لہجے میں غموں کی کسک تھی۔ میں اسے تصویر حیرت بنا دیکھتا رہا وہ میک اپ کے بغیر بھی خاصی معصوم اور پرکشش چہرے کی مالک تھی۔

کچھ دیر بعد وہ کمرے سے برآمد ہوئی تو نیم تاریکی کے باوجود میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں کے گوشے نمناک تھے پھر اس سے پہلے کہ وہ مجھ سے کچھ کہتی میں نے اس کے قریب جاتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے اپنی امی کو میرے بارے میں کیا بتایا ہے؟"

"یہی کہ آپ کیسینو کے مالک مسٹر ندیم کے دوست ہیں اور اگر اس روز۔" وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکی ایک لمحے تک نظریں جھکائے کھڑی اپنے ہونٹ کاٹتی رہی پھر اس نے بڑی سرد مہری سے پوچھا۔ "کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"تمہارا خیال کیا ہے؟"

"میرے خیال کو چھوڑیے۔" اس کے لہجے میں تلخی آگئی۔ "تمہارا شمار ان بڑے بڑے ڈاکٹروں اور سرجنوں میں ہوتا ہے جو اپنی فیس وصول کرنے کی خاطر ہر مریض کے قریب چلے جاتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی مہلک مرض میں کیوں نہ مبتلا ہو۔"

"پڑھی لکھی معلوم ہوتی ہو۔" میں نے اس جملے کی گہرائی اور طنز کو محسوس کرتے ہوئے سوال کیا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ زہرخند لہجے میں

بولی۔ "میں جس ماحول میں سانس لینے کی عادی ہوں وہاں لوگ ڈگریاں نہیں صرف حسین اور دیناک چہرے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔"

"تمہارے اور تمہاری امی کے علاوہ یہاں اور کون رہتا ہے؟"

"ایک چھوٹا بھائی بھی تھا لیکن وہ فاقوں کا بوجھ زیادہ دنوں برداشت نہیں کر سکا بچہ جو تھا پھر ایک دن وہ بہتر مستقبل کی تلاش میں گھر سے بھاگ کر دنیا کے ہنگاموں میں کہیں گم ہو گیا۔ میں نے اس کی بہت تلاش کی لیکن وہ کہیں نہیں ملا۔" وہ خلا میں اداس نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "اب تو اس بات کو دو سال سے بھی زیادہ ہو گیا ہے۔"

"گھر کا سارا بوجھ گویا صرف تمہارے کاندھوں پر ہے۔"

"سوری۔" وہ تڑپ کر بولی۔ "میں اپنے نجی معاملات میں کسی کی دخل اندازی پسند نہیں کرتی۔"

"کیا میں تمہاری ماں سے مل سکتا ہوں۔"

"وہ___ وہ ایک مہلک مرض میں مبتلا ہیں۔ میں آپ کو ان کے قریب جانے کا مشورہ نہیں دوں گی۔" اس نے بدستور خشک لہجے میں کہا پھر کچھ سوچ کر بولی۔ "آپ نے ابھی تک اپنے آنے کا مقصد نہیں بتایا۔"

"تم___ میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔" میں نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ "تم اور تمہاری باتیں دونوں مجھے اچھی لگتی ہیں۔"

"چلے جائیے یہاں سے۔" وہ یکلخت بڑی حقارت سے بولی۔ "میں آپ کو پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میں جسم فروشی کا کاروبار۔"

"بکواس بند کرو۔" میں نے اسے سختی سے مخاطب کیا۔ "پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔"

وہ میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لینے لگی اس نے جواب میں کچھ نہیں کہا تھا۔

"تم___ تم آج سے کیسینو نہیں جاؤ گی۔"

"میں اسے آپ کا حکم سمجھوں یا درخواست۔"

اس کے لہجے کی کاٹ نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی۔ وہ ہر مرد کو شاید ایک ہی انداز میں دیکھنے کی عادی ہو چکی تھی۔ میں خاموش کھڑا اسے گھورتا رہا پھر تیزی سے پلٹا اور اس کمرے میں چلا گیا جہاں اس کی بوڑھی ماں ہڈیوں کے ایک پنجر کی صورت میں ایک جھلنگے پلنگ پر پڑی تھی۔ پلنگ کے پاس بیٹھنے کے لیے ایک اسٹول موجود تھا میں اسی پر بیٹھ گیا۔

"بیٹا___" اس کی ماں نے بڑی نحیف آواز میں کہا۔ "تم کون ہو کیا کرتے ہو یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن نسیم نے مجھے بتایا تھا کہ اس کی خاطر تم ایک بدمعاش سے ٹکرا گئے تھے۔ خدا تمہیں اس نیکی کا اجر ضرور دے گا۔"

نسیم کمرے میں داخل ہو کر ماں کے قریب ہی رک گئی۔ وہ ابھی تک مجھے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"آپ کا علاج ہو رہا ہے یا نہیں۔" میں نے بوڑھی عورت کا ہاتھ تھام کر بہت پیار سے پوچھا۔

"کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔" نسیم نے جواب دیا۔ "ڈاکٹر کا مشورہ ہے کہ ماں کو کسی اچھے سے سینی ٹوریم میں داخل کر دیا جائے۔"

"پھر___ تم نے ابھی تک ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کیوں نہیں کیا۔"

"اس کے لیے دولت کی ضرورت ہے اور میں۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ شاید وہ اپنی ماں کی موجودگی میں وہ بات نہیں کہنا چاہتی تھی جو میں سمجھ چکا تھا۔

"یہ میرا کارڈ ہے۔" میں نے اپنا کارڈ نکال کر نسیم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم کل ہی کسی وقت مجھ سے ضرور مل لینا اور پرسوں تمہاری ماں کو یہاں کے سب سے اچھے سینی ٹوریم میں داخل بھی کر دیا جائے گا۔"

"اور ان سب مہربانیوں کے عوض مجھے کیا پیش کرنا ہو گا۔" نسیم کا لہجہ معنی خیز تھا۔ میں ضبط نہ کر سکا تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیسینو کے گندے ماحول کی آلائش اپنے ذہن سے نکال کر میری طرف غور سے دیکھو۔ اس دنیا میں بھائی اور بہنوں کے رشتے بھی ہوتے ہیں۔" میں نے اسے کرخت لہجے میں مخاطب کیا پھر وہاں رکا نہیں۔ غور سے اپنے جملے کا تاثر بھی اس کے چہرے پر نہیں دیکھ سکا۔ تیزی سے پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا مکان سے باہر نکل گیا۔ اس روز پہلی بار مجھے ایک عجیب سی خوشی اور طمانیت کا احساس ہوا تھا۔ شاید وہ انسانیت کا جذبہ تھا جس نے مجھے ایک روحانی مسرت سے پہلی بار روشناس کرایا تھا اور پھر میری خوشی دوسرے دن دوبالا ہو گئی جب میں نے نسیم کو اپنے آفس میں دیکھا اس روز اس کا چہرہ کسی قسم کے غازہ اور لپ اسٹک کے مصنوعی حسن سے قطعی بے نیاز تھا۔ اس کے چہرے پر طاری شرمندگی اس بات کی دلیل تھی کہ اسے اب رشتوں کے تقدس پر بھی اعتبار آچکا تھا۔

میں نے اسی وقت عارفہ کو اپنے کمرے میں بلا کر اس سے نسیم کا مختصر تعارف کرایا اور اسی کے ساتھ کام پر لگا دیا۔ دوسرے دن نسیم کی بوڑھی ماں کو کسی نرسنگ ہوم میں داخل کرا دیا اور اس کے ساتھ ہی نسیم کی رہائش کے لیے عارفہ نے اسی بلڈنگ میں دو کمروں کا ایک فلیٹ بھی حاصل کر لیا جس میں وہ خود رہتی تھی۔ مجھے خوشی تھی کہ ہر کام میری مرضی اور ہدایت کے عین مطابق ہو رہا تھا۔ نئی رہائش گاہ میں منتقل ہونے کے دوسرے روز نسیم میرے آفس میں داخل ہوئی تو اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ پریشان پریشان سی ہے۔ میں نے بیٹھنے کے لیے کہا تو وہ خاموشی سے نظریں جھکا کر بیٹھ گئی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتی ہے مجھے لیکن کہہ نہیں پا رہی چنانچہ میں نے اس کی مشکل حل کرتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی خاص بات؟"

"سر۔ آپ نے ابھی تک میری تنخواہ کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔" وہ کچھ عجیب سے لہجے میں بولی پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کا شکریہ ادا کرنے کے بھی قابل نہیں ہوں لیکن ــــــ"

"لیکن کیا۔"

"آپ برا نہ مانیے گا سر۔ دراصل میں یہ چاہتی ہوں کہ میری اور امی کی ذات پر آپ کے جو اخراجات ہوں وہ آپ ہر ماہ میری تنخواہ سے ــــــ"

"نسیم۔" میں نے جذباتی انداز میں تیزی سے کہا۔ "کیا تم اس رشتے کے تقدس کا خیال بھی نہیں کرو گی جو میں نے تمہارے ساتھ قائم کیا ہے اور کیا اس رشتے کے پیچھے میرا تمہاری امی یا تمہارے اوپر کوئی حق نہیں بنتا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے سر مگر ــــــ"

"آگے اگر تم نے کچھ کہا تو مجھے دکھ ہو گا۔" میں نے اسے پیار بھری نظروں سے گھورتے ہوئے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "میں نے تمہیں بڑے خلوص سے اپنی چھوٹی بہن کا درجہ دیا ہے۔ شاید اس لیے کہ میری اپنی کوئی بہن نہیں ہے۔ کیا میرے اس پیار کے جواب میں تم مجھے ایک ننھی منی بہن کی شوخ اور شریر مسکراہٹیں بھی نہیں دے سکتیں؟ رہا تمہاری تنخواہ کا معاملہ تو دفتر میں کام کرنے کے ناتے تمہیں فی الحال تین ہزار روپے ملیں گے جس کا اندراج باقاعدہ دفتر کے کھاتوں میں ہو گا۔ دوسری بات یہ کہ امی کے اخراجات میرے ذمے ہوں گے اس لیے تمہیں اس سلسلے میں سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں اور دفتری معاملات سے ہٹ کر ایک بڑے بھائی کی حیثیت سے جو بھی کروں گا تم اس پر کوئی اعتراض نہیں کرو گی۔ ورنہ تمہارے پٹ جانے کا اندیشہ بھی لاحق ہو سکتا ہے۔ کیا سمجھیں؟"

اس نے جواب میں تشکرانہ نگاہوں سے دیکھا۔ اس کی پلکوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے اس لیے وہ تیزی سے اٹھ کر چلی گئی اور میں حقیقتاً ایک بڑے بھائی کی طرح بہت دیر تک اس کی معصوم شخصیت کے بارے میں سوچتا رہا۔

☆

ریس کلب سے واپسی کے وقت ندیم اچھی خاصی رقم جیتنے کے باوجود مجھ سے شاکی تھا اس کا خیال تھا کہ میں نے اس کی مدد کی ہوتی تو وہ اور زیادہ بھی جیت سکتا تھا۔ اس کا خیال غلط نہیں تھا۔ میں اگر چاہتا تو کالکا کی مدد حاصل کر کے اسے ہر ریس کے وننگ ہارس کا نمبر بتا سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا تھا شاید وہ بھی اس صندلی انگوٹھی کی وجہ تھی جو میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ آئندہ صرف انتہائی نامساعد حالات میں کالکا سے اس وقت مدد حاصل کروں گا جب بچاؤ کا کوئی طریقہ باقی نہ ہو گا۔

"میں تمہاری کوئی بات سننے کو تیار نہیں ہوں۔" ندیم مجھ سے مخاطب تھا۔ "اس سے پیشتر میں تین چار موقعوں پر تمہیں آزما چکا ہوں اور میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ سب کچھ محض اتفاق نہیں تھا۔"

"ایک بات کہوں اگر ناگوار خاطر نہ گزرے۔"

"اجازت ہے۔" ندیم نے شاہانہ لہجے میں کہا۔

"میری کوشش ہے غلط کاموں سے دور ہی رہوں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا پھر بات بناتے ہوئے بولا۔ "اب تک جو کچھ ہوتا رہا ہے تم اسے میری چھٹی حس کا کرشمہ بھی کہہ سکتے ہو لیکن اب میں نے طے کر لیا ہے کسی برے کام کے لیے ان مخفی قوتوں سے کوئی کام نہیں لوں گا۔"

"جوانی میں تمہارے منہ سے یہ بوڑھوں جیسی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔"

"میرا مشورہ مانو تو تم بھی ان خرافات کو چھوڑ کر کوئی ڈھنگ کا کام شروع کر دو۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری محنت رائگاں نہیں جائے گی۔"

"تمہارے اس نیک مشورے پر مرزا غالب کا ایک شعر یاد آتا ہے

جانتا ہوں ثواب اطاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ چھٹتی نہیں منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔"

جواب میں ندیم مسکرا دیا پھر کچھ توقف سے بولا۔ "کیا میں تم سے ایک سوال کر سکتا ہوں۔"

"اس تکلف کے بغیر بھی تم کو مجھ سے ہر سوال پوچھنے کا حق ہے۔"

"اس روز تم کیسینو میں نسیم کی خاطر تھا۔ داور جیسے خطرناک غنڈے سے کیوں ٹکرا گئے تھے؟" ندیم نے کہا۔

"مجھے اس بات کا علم تھا کہ داور کس درجے کا بدمعاش ہے اس لیے میں نے راجو کو خاص طور پر تمہارے ساتھ بھیجا تھا اور پھر وہی ہوا جس کا مجھے شبہ تھا۔ اگر راجو نے اس ولد الحرام کو اس وقت خون سے غسل نہ دیا ہوتا تو شاید تم اس وقت میرے ساتھ نہ ہوتے۔"

"تمہارا کیا اندازہ ہے؟" میں نے الٹا سوال کیا۔ میں نے نسیم کی خاطر داور کو اپنا دشمن بنانے کی حماقت کیوں کی ہو گی۔"

"میں تمہارے دل کا حال نہیں بتا سکتا لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ نسیم کال گرل ہونے کے باوجود بڑی پاک دامن لڑکی ہے۔ اس کی کچھ مجبوریاں اسے کیسینو تک لے آئی ہیں۔"

"تمہیں ان باتوں کا علم کس طرح ہوا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میں اپنے اردگرد کے ماحول اپنے ساتھ کام کرنے والوں سے غافل نہیں رہتا۔ داور ایک دو بار پہلے بھی نشے کی حالت میں نسیم کو چھیڑ چکا تھا پھر ایک دن میں نے داور کو تنبیہہ کی تھی اگر اس نے دوبارہ بھی نسیم کو چھیڑا تو اس کے حق میں اچھا نہیں ہو گا۔"

"ندیم۔ کیا تمہیں نسیم کی مجبوریوں کا علم بھی ہے؟"

"نہیں۔" ندیم بے پروائی سے بولا۔ "میں نے یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کی یا یوں سمجھو کہ میری مصروفیتوں نے اتنا وقت ہی نہیں دیا کہ میں کچھ معلوم کر سکتا لیکن تم اس میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟"

جواب میں میں نے نسیم کے بارے میں ندیم کو تفصیل سے سب کچھ بتایا تو ایک لمحے کے لیے وہ بھی سنجیدہ ہو گیا پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "تم نے اسے اپنی چھوٹی بہن بنا لیا۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے۔ میں خود بھی کئی بار سوچ چکا تھا کہ اسے اس گندگی سے نکالوں لیکن وقت نے کبھی مہلت ہی نہیں دی۔ اب وہ ایک خوشگوار اور پرسکون زندگی گزار سکے گی۔ میں تمہارے جذبوں کو سلام کرتا ہوں لیکن مجھے تم سے ایک شکایت بھی ہے۔"

"وہ کیا ــــــ" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"اگر تم جیسے نیک لوگوں نے کام کر کر کے جنت میں ساری جگہ گھیر لی تو پھر میرا ٹھکانا کہاں ہو گا؟" ندیم نے وہ جملہ بڑی سنجیدگی سے کہا پھر ہم دونوں ایک ساتھ ہی بے اختیار قہقہے لگانے لگے۔ راستے بھر ہمارے درمیان نسیم اور اس کی بیمار ماں کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی پھر وہ مجھے میرے گھر پر اتار کر چلا گیا اور میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ ندیم کے اندر ابھی انسانیت کا جذبہ زندہ تھا۔

بڑھتے ہوئے کاروبار کے پیش نظر میں اس وقت اپنے دفتر میں بیٹھا انڈور انچارج وارثی سے نئے سیٹ اپ کے بارے میں تبادلۂ خیالات کر رہا تھا جب عارفہ نے مجھے زنجن لال کے آمد کی اطلاع انٹر کام پر دی۔ عارفہ کی اطلاع کے مطابق وہ اس وقت ویٹنگ روم میں موجود تھا لیکن اس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا۔ مجھے اپنی فتح کا یقین تھا وکرم اور شنکر کے حوالے کے بعد زنجن لال کے سارے کس بل نکل گئے تھے لیکن وہ اتنی جلدی مجھ سے ملنے آ جائے گا مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔

"عارفہ ــــــ کیا تم اس آدمی سے واقف ہو جو زنجن لال کے ساتھ آیا ہے؟"

"بظاہر وہ سکریٹری ٹائپ کی کوئی آسامی دکھائی دیتا ہے لیکن میں نے اس سے پیشتر اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"ٹھیک ہے تم ٹھیک دس منٹ بعد صرف زنجن لال کو اندر بھیج دینا۔" میں نے انٹر کام کا ریسیور رکھتے ہوئے وارثی کو مخاطب کیا۔ "مسٹر وارثی زنجن لال مجھ سے ملاقات کی غرض سے آیا ہے لیکن اس کے ساتھ کوئی آدمی اور بھی ہے میں اس نووارد کے بارے میں تفصیل سے جاننا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کو کوئی دشواری پیش آئے تو موبائل پر ٹونی سے رابطہ قائم کر کے یہ کام اس کے ذمے کر دیں۔ اس کی آمد تک میں زنجن لال کو باتوں میں لگائے رکھوں گا۔ ٹونی کے یہاں پہنچنے تک آپ کو اس نووارد کی نقل و حرکت پر اس طرح نظر رکھنی ہو گی کہ اسے کسی قسم کا شبہ نہ ہو سکے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں جناب لیکن اگر ٹونی کے آنے سے پہلے ہی اس نے جانے کی کوشش کی تو۔"

"ایسی صورت میں آپ ہی کو زحمت کرنی ہوگی۔ مجھے صرف اس کا نام اور پتا درکار ہوگا۔ باقی باتیں میں اپنے ذرائع سے بعد میں بھی معلوم کرا سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" وارثی نے کہا پھر فائل اٹھا کر باہر نکل گیا۔

میری ہدایت کے مطابق ٹھیک دس منٹ بعد زنجن لال کو میرے آفس میں داخلے کی اجازت مل گئی تھی۔ اس کا چہرہ کسی کیلکم کے جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری نظر آرہا تھا لیکن آنکھوں کی کیفیت اس بات کا کھلا ثبوت تھی کہ اسے میرے دفتر تک آنے میں جس تلخی سے دوچار ہونا پڑا تھا وہ اسے آسانی سے فراموش کرنے پر آمادہ نہیں ہوگا۔

میں نے بڑی گرم جوشی سے کھڑے ہو کر زنجن لال کا استقبال کیا پھر اٹھ کر اس حصے کی طرف آگیا جسے میں نے مختصر سے ریٹائرنگ روم کی شکل دے رکھی تھی۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گے، چائے کافی یا ——"

"کچھ بھی نہیں۔" اس نے اپنی جھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تمہیں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ میں نے شکلا کی وِدھوا کو دس لاکھ کی ادائیگی کر دی ہے۔ تم چاہو تو فون پر اس سے تصدیق کر سکتے ہو۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ نے اپنے ایک پرانے اور وفادار ساتھی کی موت کے بعد اس کی بیوہ کے ساتھ نیکی کا ثبوت دیا ہے۔" میں نے محتاط لہجے میں کہا۔ مجھے اس بات کا خدشہ لاحق تھا کہ کہیں وہ اپنے کسی جیب میں رکھے ہوئے خفیہ ٹیپ ریکارڈر پر ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو ریکارڈ نہ کر رہا ہو۔ بظاہر وہ خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن مجھے احساس تھا کہ اس کے وجود کے اندر میرے خلاف نفرت اور حقارت کا لاوا ضرور ابل رہا تھا۔ اس نے یقیناً بڑی مشکلوں کے بعد خود کو اس بات پر مجبور کیا ہوگا کہ میرے دفتر تک آئے۔ حالات کی نزاکت نے اسے بے بس کر دیا تھا ورنہ اس وقت شہر میں اس کا شمار ان معززین میں ہوتا تھا جو کسی چھوٹے موٹے آدمی کو منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

"کیا میں تم سے یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ وکرم کے بارے میں تمہیں کس کے ذریعے اطلاع ملی تھی۔" اس نے خشک آواز میں پوچھا۔

"مجھے وکرم کے علاوہ شنکر کے بارے میں بھی۔"

"فارگیٹ ہم۔" وہ جھلا کر بولا۔ "اس وقت وکرم کا مسئلہ میرے لیے زیادہ اہم ہے۔" وہ تیزی سے میری بات

کاٹتے ہوئے بولا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "وکرم آپ کا نام زبان پر نہیں لائے گا۔"

"تم اتنے وشواس سے کس طرح کہہ سکتے ہو کہ وہ اپنی زبان بند ہی رکھے گا۔" زنجن نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

"مجھے اس بات کا اتنا ہی یقین ہے جتنا اس بات کا کہ شنکر اپنی گندی اور پراسرار قوتوں کے باوجود میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" میں نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔ "وہ سفلی عمل کا ماہر ضرور ہے لیکن کچھ قوتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو سفلی کے ہر پلید عمل کا توڑ بھی کر سکتی ہیں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم دونوں ایک ساتھ مل کر کاروبار کریں۔" اس نے آخری پتا پھینکا۔ "پارٹنر شپ کے عوض میں تمہیں بغیر کسی کھاتے میں اندراج کیے بیس لاکھ کی آفر دیتا ہوں اس کے علاوہ بیوپار میں ہونے والے منافعے میں ہم ففٹی ففٹی کے مالک ہوں گے۔"

"سوری سر۔" میں نے مسکرا کر اس کی آفر کو رد کرتے ہوئے کہا۔ "جس طرح زمین اور آسمان کا ملاپ مشکل ہے اسی طرح ہمارے درمیان پارٹنر شپ کی بھی کوئی صورت نہیں نکل سکتی۔"

اسی وقت وارثی نے عارفہ کے ذریعے مجھے بتایا کہ فون آچکا ہے۔

"تم ——" زنجن لال نے تھوڑے توقف کے بعد سرد لہجہ اختیار کیا۔ "بہت جلدی آکاش میں اڑنے کے سپنے دیکھنے لگے ہو۔ پر ایک بات دھیان میں رکھنا جو سمے بیت جائے وہ پلٹ کر واپس نہیں آتا۔"

"میں جانتا ہوں۔ اکھاڑے میں جب دو پہلوان

لڑتے ہیں تو ان میں سے ایک کی ہار ضرور ہوتی ہے۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "جیت کس کے بھاگ میں ہے اور ہار کس کا مقدر بنتی ہے اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت ہی کر سکتا ہے۔"

"تم شاید وکرم والی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر زنجن لال کو۔"

"اس شبہے کو ذہن سے نکال دو زنجن لال۔" میرے لہجے میں تلخی آگئی۔ "میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ وکرم کی زبان تمہارا نام نہیں اگلے گی۔ یہ ایک مرد کا وعدہ ہے۔"

جواب میں زنجن لال کسی زخمی ناگ کی طرح بل کھاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے مجھ سے مزید کوئی بات کرنا پسند نہیں کیا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے تیور میرا جواب سن کر یکلخت خراب ہو گئے تھے۔

☆

جس طرح زنگ لوہے کو اندر ہی اندر کمزور کر دیتا ہے اس طرح نسیم کی ماں کو اپنے گمشدہ بیٹے کی جدائی کے غم نے اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا لیکن بروقت صحت مند ماحول اور مستند ڈاکٹروں کے علاج نے اس کی کیفیت پر خوشگوار اثر ڈالا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ زندگی کی طرف واپس لوٹ رہی تھی۔ سینی ٹوریم میں اس کو لاحق ہو جانے والی ٹی بی کا علاج نہایت باقاعدگی سے ہو رہا تھا جس وقت میں نے اسے وہاں داخل کرایا تھا اس وقت ڈاکٹر اس کی طرف سے زیادہ پُرامید نہیں تھے مگر اب اس کے ناتواں جسم میں حرارت واپس آرہی تھی۔ مایوسی اور غم اگر ایک ساتھ انسان پر حملہ کر دیں اور سہارا دینے والا کوئی نہ ہو تو وہ ٹوٹ کر بکھرنے لگتا ہے یہی حالت اس غریب ماں کی بھی تھی جسے اپنی معصوم اولاد کے کھو جانے کا غم بھی تھا اور جوان بیٹی کی فکر بھی تھی لیکن میں اس کی زندگی میں ڈوبتے تنکے کا سہارا بن کر داخل ہوا تھا۔ میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ اس کا گمشدہ بیٹا بھی ضرور مل جائے گا اور امید کی اسی کرن نے اسے سنبھالا دیا تھا۔ وہ لوگ جو بغیر غرض کے کبھی کسی دوسرے کے کام آتے ہیں اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں ان کی خوشی کا اندازہ کوئی اور نہیں لگا سکتا۔ مجھے بھی بہت مسرت تھی کہ میں نے بروقت دو انسانی زندگیوں کو گھپ اندھیرے سے نکالنے کا نیک کام کیا تھا ورنہ شاید وہ بوڑھی اور بے سہارا ماں اسی گندے ماحول میں اپنے جھلنگے پلنگ پر پڑی پڑی اس دنیا سے کوچ کر جاتی اور پھر یہ بھی ممکن تھا کہ کیسینو کا ماحول اور اس کی آنکھوں میں چکا

چوندھ پیدا کر دینے والی تیز روشنیاں نسیم کو کسی آکٹوپس کی طرح اپنے شکنجوں میں جکڑ لیتیں اور ایک نیک اور پاکیزہ روح سوسائٹی کی غلاظتوں کی نذر ہو جاتی۔

وہ لوگ جو نشے کے عادی ہو جاتے ہیں اور مختلف نشوں میں دھت ہو کر گلیوں بازاروں اور سڑکوں پر ادھر اُدھر ڈگمگاتے پھرتے ہیں لوگ انہیں دیکھ کر نفرت اور حقارت سے منہ موڑ لیتے ہیں لیکن کبھی کوئی خدا کا بندہ ان منشیات کے عادی لوگوں کے دکھوں کی گہرائی میں جھانک کر دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا جہاں یا تو درد سے پیدا شدہ کوئی ناسور ہوتا ہے یا پھر وہاں معاشرے کی کچھ ایسی کہانیاں رقم ہوتی ہیں جو فیشن، غلط ماحول اور اونچی سوسائٹی کے برقی قمقموں سے تحریر کی جاتی ہیں۔ بچہ ماں کے پیٹ سے منشیات کا عادی ہو کر نہیں پیدا ہوتا یا تو وہ بے راہ روی کا شکار ہو کر گھپ اندھیروں میں بے پناہ تلاش کرتا ہے یا پھر کسی غم کو غلط کرنے کے لیے اس مہلک زہر کا سہارا لیتا ہے جو ایک بار اس کے خون میں شامل ہو جائے تو نکالے نہیں نکلتا۔ دلدل میں پھنسے ہوئے کسی بدنصیب انسان کے مانند اتنا ہی ڈوبتا جاتا ہے جتنا ابھرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ جو اسے سہارا دے کر دلدل سے نکال سکتے ہیں وہ منہ موڑ کر کترا جاتے ہیں۔ انسانوں کی اس بے حسی نے کتنے گھروں کے روشن چراغ گل کر دیے تھے۔

میرے ذہن میں اس وقت کچھ ایسے ہی خیالات کا ہجوم تھا جب میں سینی ٹوریم سے نسیم کی ماں کو دیکھ کر واپس لوٹ رہا تھا۔ انسان جب کوئی نیکی کرتا ہے تو قدرت اسے اس کا پھل ضرور دیتی ہے۔ مجھے بھی نسیم کی شکل میں ایک معصوم اور بھولی بھالی چھوٹی بہن مل گئی تھی۔ میں بہن کی محبت سے محروم تھا مگر اب خدا نے میری محرومیوں کو دور کر دیا تھا لیکن جس طرح غم کے پیچھے ایک خوشی وقت کی منتظر رہتی ہے۔ اس طرح ہر خوشی کے پیچھے ایک دکھ بھی کروٹیں بدل رہا ہوتا ہے۔ مجھے بھی اکثر اس بات کا خیال ستانے لگتا تھا کہ جب نسیم شادی کے بعد اپنے گھر چلی جائے گی تو اس وقت ایک بہن کی وقتی جدائی کا احساس مجھے کس شدت سے ہوگا؟ بہرحال میں نے طے کر لیا تھا کہ کوئی اچھا اور مناسب رشتہ ملتے ہی اس کی بات پکی کر دوں گا۔ نسیم کے سلسلے میں ڈرتے ڈرتے میں نے اپنے والدین کو اصل صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا اور اس وقت میری خوشی دوچند ہو گئی تھی جب میرے اس فعل کو مستحسن قرار دیا گیا تھا بالخصوص میری ماں نے میرے اس جذبے کو

میں آنے والے کل کے بارے میں سوچتے سوچتے ذہنی طور پر بہت دور نکل گیا تھا پھر اگر میری چھٹی حس نے مجھے بروقت چونکا نہ دیا ہوتا اور میں نے گاڑی کو فل بریک لگا کر نہ روکا ہوتا تو اس سیاہ رنگ کی لینڈ روور سے ضرور ٹکرا گیا ہوتا جو سڑک کے درمیان میرا راستہ روکے کھڑی تھی۔ خطرے کا احساس میرے پورے وجود میں یکلخت سرایت کر گیا لیکن پھر اس سے پیشتر کہ میں گاڑی روک کر خود کو کسی جوابی کارروائی کے لیے تیار کرتا سڑک کے دونوں جانب سے چار نقاب پوش جو پہلے سے گھات لگائے بیٹھے تھے برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے میرے قریب آگئے وہ جدید اور خودکار اسلحہ سے پوری طرح لیس تھے۔

"خبردار اگر تم نے کسی قسم کی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو ہم بھون کر رکھ دیں گے۔" ایک نقاب پوش نے قریب آکر کہا۔ "اگر زندگی عزیز ہے تو ہاتھ اوپر کر کے سیدھی طرح باہر آکر ہماری گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

اس وقت شام کے سائے بھی پھیل کر گہرے ہونے شروع ہو چکے تھے اور سڑک پر دور دور تک کسی راہ گیر یا گاڑی کا نام و نشان تک نہیں تھا اس لیے وقتی طور پر میں نے ان کے حکم کی تعمیل کرنے میں عافیت سمجھی چنانچہ میں گاڑی کا انجن بند کر کے خاموشی سے نیچے آگیا۔ ان کے حکم کے مطابق میں نے اپنے دونوں ہاتھ بھی فضا میں بلند کر لیے تھے لیکن وہ مجھ سے تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود خائف تھے یا پھر انہیں وہی حکم ملا تھا جس پر انہوں نے بجلی کی سی تیزی سے عمل کیا تھا۔

میں نے اپنی گاڑی سے نیچے اتر کر ہاتھ فضا میں بلند کیے۔ ان کی کار کی طرف قدم بڑھا رہا تھا کہ اچانک پشت سے کسی نے ایک گیلا رومال میری ناک پر رکھ دیا جس سے پھوٹنے والی خوشبو اتنی تیز تھی کہ میں چکرا کر رہ گیا۔

"کلوروفارم۔" میرے ذہن میں یہ خیال جتنی تیزی سے ابھرا اتنی ہی سرعت کے ساتھ میرا ذہن غنودگی کی کیفیتوں میں ڈوبتا چلا گیا پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔

میرے ذہن سے بے ہوشی کا اثر آہستہ آہستہ زائل ہو رہا تھا لیکن میں نے فوری طور پر آنکھیں کھولنے کی حماقت نہیں کی۔ گزری باتوں کو یاد کرنے لگا۔ میں قسیم کی بوڑھی ماں کو سٹی نورسم سے دیکھ کر واپس لوٹ رہا تھا جب سڑک کے درمیان کھڑی ہوئی ایک سیاہ رنگ کی لینڈ روور نے مجھے گاڑی روکنے پر مجبور کر دیا تھا، اس کے بعد چار نقاب پوش دائیں بائیں سے آناً فاناً اپنی کمین گاہوں سے نکل کر سامنے آگئے، وہ خودکار اور جدید اسلحہ سے لیس تھے اس لیے میں نے ان سے الجھنا دانشمندی کے خلاف سمجھا تھا ان کی مرضی کے عین مطابق اپنی کار سے اتر کر ان کی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا جب اچانک ہی کسی نے پشت سے کلوروفارم میں بھیگا ہوا رومال میری ناک پر رکھ کر پوری قوت سے دبا دیا تھا اور اب جب کہ میرے ذہن سے تاریکی کے بادل چھٹ رہے تھے تو میں نے اس حقیقت کو محسوس کر لیا تھا کہ میں کسی پختہ فرش پر چت پڑا ہوں مجھے اس پر کوئی تاسف نہیں ہوا، جن لوگوں نے مجھے گن پوائنٹ پر اغوا کیا تھا ان سے کسی مہمان نوازی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

"لیکن مجھے کس مقصد کے لیے اغوا کیا گیا تھا؟ وہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے تھے؟" میرے ذہن میں یہ سوال رہ رہ کر ابھر رہے تھے پھر یکلخت نرنجن لال کا نام میرے ذہن کے روشن ہوتے ہوئے پردے پر کسی نیون سائن کے بورڈ کی طرح سامنے آگیا۔

وکرم کی گرفتاری، مجسٹریٹ کے روبرو اس کا شکلا کو قتل کرنے کا اقبالی بیان پھر میرے زور دینے پر نرنجن لال کا شکلا کی بیوہ کو دس لاکھ کی خطیر رقم کی ادائیگی کرنا اور نہ چاہنے کے باوجود میرے دفتر آکر مجھ سے ملنا، یہ تمام باتیں میرے شبہے کی تصدیق کر رہی تھیں، جس روز وہ دفتر سے رخصت ہوا تھا اس روز بھی اس کی کیفیت اس زہریلے ناگ سے مختلف نہیں تھی جو اپنے شکار کو ڈسنے کے بجائے خود زخمی ہو جاتا ہے اور زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ میں نے جس انداز میں نرنجن لال کی پارٹنرشپ والی آفر کو ٹھکرا دیا تھا وہ بھی اسے میرے خلاف بھڑکانے کے لیے بہت تھی۔

میں نے اس بات کو خاصی دیر تک محسوس کرنے کے بعد کہ کمرے میں میرے سوا کوئی اور موجود نہیں ہے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں، میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا، میں ایک مختصر سے کمرے میں ننگے فرش پر پڑا تھا۔ بظاہر وہ کسی عمارت کا تہ خانہ ہی لگ رہا تھا، وہاں فرنیچر نام کی کوئی شے نہیں تھی، کمرے میں لوہے کا صرف ایک دروازہ تھا اس کے علاوہ خاصی بلندی پر ایک روشندان ایسی صورت میں کھلا نظر آرہا تھا جس سے ہوا اور روشنی اندر آرہی تھی لیکن اندر سے باہر نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا میں نے اپنی جیبوں کو ٹٹولا، سوائے میرے آٹومیٹک کے ہر چیز موجود تھی، میرے ذہن نے تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا، میں چاہتا تو کاکا کی شکتی کو آواز دے سکتا تھا، مجھے یقین تھا کہ وہ آنے کے بعد پانسے کو میرے حق میں پلٹ سکتی تھی اور اپنی شکتی کے زور سے ان لوگوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار سکتی تھی جنہوں نے مجھے اغوا کیا تھا لیکن میں نے کاکا کو آواز نہیں دی میں دیکھنا چاہتا تھا کہ جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا ہے وہ کون ہیں؟ کیا چاہتے ہیں؟ ان کے بارے میں سوچتے سوچتے یکلخت مجھے صندلی انگوٹھی کا خیال آیا، میں نے بڑی سرعت سے اپنے ہاتھ پر نظر ڈالی۔ کمبل پوش کی دی ہوئی وہ انگوٹھی بدستور میری انگلی میں موجود تھی۔

وہ لوگ جو مجھے اغوا کر کے لائے تھے وہ کسی لمحے بھی مجھے مزید پریشان کرنے یا اپنی خواہش کو پورا کرنے کی خاطر آسکتے تھے۔ انہوں نے مجھے محض اغوا نہیں کیا ہوگا، اس واردات کی پشت پر یقیناً ان کا کوئی خاص مقصد ہوگا، یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مجھے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے بعد مرعوب کرنے کے خواہاں ہوں؟

میں ابھی ان تمام امکانی پہلوؤں کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں کمرے میں تنہا نہیں ہوں، کوئی اور بھی میرے قریب موجود ہے۔ حالانکہ میں چند لمحے پیشتر اس چھوٹے سے کمرے کا بغور جائزہ لے چکا تھا لیکن میری چھٹی حس مجھے کسی اور کی موجودگی کا احساس دلا رہی تھی۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا اور پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ ایک نازک سی خوش اندام دوشیزہ تھی، اس کا حسن دیومالائی کہانیوں کی پریوں اور دیو داسیوں سے بھی زیادہ جاذب نظر تھا۔ اس نے ایک باریک ساڑی پہن رکھی تھی جس کے اندر سے اس کے جسمانی نقوش حشر بپا کرتے نظر آرہے تھے، اس کے دراز گیسو اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے، اس کے گلابی ہونٹوں کو کسی گلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دی جا سکتی تھی اور ان گداز ہونٹوں پر کھیلنے والی مسکراہٹ اتنی سحر آگیں تھی کہ میں ایک لمحے کو مبہوت ہو گیا، اس کی بادامی نگاہوں میں شراب کی جھلک تھی، وہ اتنی پرخمار تھیں کہ میرے ذہن پر ہلکا ہلکا نشہ سا طاری ہونے لگا، اس کے خوبصورت گالوں کی سرخی کسی زاہد کی توبہ توڑنے کے لیے بہت کافی تھی۔ وہ اپنی تمام تر جسمانی حشر سامانیوں کے ساتھ مجھ سے صرف دو قدم کے فاصلے پر بیٹھی اپنے حسن کا جادو جگا رہی تھی، شاید کسی ماہر تراش نے اس کے جسمانی نشیب و فراز کو مرمر میں ڈھال کر اس میں روح پھونک دی تھی، بلاشبہ میں نے اپنی پوری زندگی میں اتنی خوبصورت، حسین اور بھرپور دوشیزہ نہیں دیکھی تھی۔ وہ مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی، اس کے ہونٹوں پر کھیلنے والی قاتل مسکراہٹ میرے وجود کو گدگدا رہی تھی، اس کے شباب کا جادو مجھے خوابوں کی حسین اور پرکیف وادیوں کی سیر کرا رہا تھا، مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔

اس تہ خانے میں جہاں میرے دشمنوں نے مجھے ایک قیدی کی حیثیت سے رکھا تھا وہاں اس نوخیز حسینہ کی موجودگی کا جو میرے دل و دماغ پر قیامت بن کر ٹوٹ رہی تھی بھلا کیا مقصد ہو سکتا تھا اور کمرے میں وہ کس راستے سے اور کس وقت داخل ہوئی تھی کہ مجھے اس کی بھی کوئی مطلق خبر نہیں ہو سکی تھی۔

"کیا میرے دشمن مجھے ایک ایسی نوخیز حسینہ کے ذریعہ تسخیر کرنا چاہتے تھے جو اپنا جواب آپ ہی تھی۔" میرے ذہن میں معاً یہ خیال تیزی سے ابھرا۔ دنیا میں ایسے بے شمار واقعات رونما ہو چکے ہیں جہاں کسی حسین عورت کی عشوہ طرازیوں نے دنیا کے نامور دانشوروں کو اس حسن بے مثال کی سواری کی خاطر گھوڑا بننے پر مجبور کر دیا تھا، تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ کسی خوبرو ملکہ کی ابرو کا ایک اشارہ پا کر کشادہ پیشانی کی ایک شکن عدالت کے فیصلوں کا رخ موڑ دیا کرتی تھی، بڑے بڑے زاہدوں کی سالہا سال کی ریاضتیں اور زہد و تقویٰ کسی نوخیز دوشیزہ کی ایک توبہ شکن انگڑائی کے آگے ہیچ ہو چکے تھے میں تو قدرت کا ایک حقیر اور ناتجربہ کار بندہ تھا، میں نے خود کو اس کی نگاہوں کی فسوں خیزیوں سے بچانا چاہا لیکن اس کی آنکھوں میں ایسا سحر تھا جس نے مجھے پوری طرح تسخیر کر لیا تھا۔ میں اس کے وجود کے چھلکتے ہوئے ساغر میں ڈوب رہا تھا کہ میرے کانوں میں کمبل پوش بزرگ کی مانوس آواز ابھری۔

"کائی پر پیر رکھے گا تو پھسل جائے گا۔ قدم جما کر چلنے کی عادت ڈال ورنہ پھر تمام زندگی لنگڑے کی طرح اڑتا پھرے گا۔"

"مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے اے محترم بزرگ۔" میں نے دل ہی دل میں کہا۔ "میرا ہاتھ تھام لیجیے۔"

"طوفانی لہروں میں کود پڑا ہے تو اب ہاتھ پیر چلانا بھی

سیکھ لے نہیں تو کسی حقیر تنکے کی طرح موجوں کے رحم و کرم پر ڈگمگاتا رہے گا۔۔۔ بغلیں بجانا چھوڑ دے۔۔۔ پتھر پر پیشانی رگڑ رگڑ کر خود کو زخمی کر لے۔۔۔ بیڑا پار ہو جائے گا۔"

"میرے محترم بزرگ، مجھے آپ کے سہارے کی ضرورت ہے۔" میں نے بڑی عاجزی اور انکساری سے کہا۔ "میں بھنور میں پھنس گیا ہوں۔"

"بگولا بن کر آسمان کی طرف اڑ جا۔ دوسروں کی انگلیاں تھامنے کی عادت چھوڑ دے۔"

"لیکن۔۔۔"

"اپنے کام سے کام رکھ۔۔۔ دولتی چلانے کا فن سیکھ لے گر واڑے گی تو تندن کی طرح دمک اٹھے گا۔"

"میں آپ کے اشارے کنایوں کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔۔۔ مجھے آپ کی ہدایت۔۔۔"

"سر کے بل الٹا کھڑا ہو جا۔۔۔ ورنہ آسمان گر پڑا تو ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائے گا۔" بزرگ نے ایک بار پھر میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "کپڑے پھاڑ لے اور سڑکوں پر بھٹکنا شروع کر دے۔ لوگ قہقہے لگاتے ہیں تو لگانے دے۔۔۔ تو دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دے۔ دھول اور مٹی اٹھا کر سر میں ڈال لے۔ اجلے کپڑوں کو سیاہ کر لے۔۔۔ سب کچھ الٹ پلٹ ہو جائے گا۔"

"یہ عورت جو میرے سامنے بیٹھی ہے کون ہے۔" میں نے تیزی سے پوچھا لیکن لوبان اور صندل کی ملی جلی خوشبو کا ایک جھونکا تیزی سے میرے قریب سے گزر گیا۔

"کہاں گم ہو۔ کن وچاروں میں کھوئے ہو؟"

"کالکا۔۔۔" میں اس حسینہ کی آواز سن کر چونک اٹھا۔

"ہاں۔۔۔ تمہاری کالکا رانی۔" اس کے لہجے کی گھنٹیاں میرے کانوں میں گونج اٹھیں۔ "کیا تمہیں یاد نہیں۔ تم ہی نے تو ایک بار مجھے درشن دینے کو کہا تھا۔"

"مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ دلدل سے نکالی ہوئی مورتی اتنی حسین بھی ہو سکتی ہے۔" میں نے اس کے حسن کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"تم بڑے بھاگوان ہو۔" وہ شوخ نگاہوں سے جادو جگاتے ہوئے بڑے دل ربایانہ انداز میں بولی۔ "میری بات کا وشواس کرو۔ تم اس دھرتی کے پہلے منش ہو جس نے مجھے مورتی کے بجائے ایک عورت کے روپ میں دیکھا ہے ورنہ بڑے بڑے رشی منی، پنڈت اور پجاری بھی برسوں بیٹھک لگانے کے بعد میری ایک جھلک بھی نہیں دیکھ سکے۔ مجھے حاصل کرنے کی کوشش میں نہ جانے کتنے بھگت اور سنیاسی

اپنی حسرت من ہی میں لیے پرلوک سدھار چکے ہیں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم مجھ پر اس قدر مہربان ہو۔"

"پر تو مجھے تم سے ایک شکایت ہے۔" وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑی ادا سے بولی۔ "جب دشمنوں نے تمہیں گھیرنے کی کوشش کی تھی اس سمے تم نے اپنی کالکا کو یاد کیوں نہیں کیا؟"

مجھے معلوم تھا کہ صندلی انگوٹھی کی موجودگی میں وہ میرے دل کا حال نہیں جان سکتی اس لیے میں نے نہایت اطمینان سے کہا۔

"سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا کہ مجھے خود بھی خطرے کا احساس اس وقت ہوا جب انہوں نے کلوروفارم سنگھا کر مجھے بے ہوش کر دیا تھا۔"

"اب میرے لیے کیا حکم ہے۔" اس کا انداز دیو داسیوں جیسا تھا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھے کن لوگوں نے اغوا کیا ہے۔"

"تم یہ بات کالکا سے پوچھ رہے ہو جس کی شکتی اپرم پار ہے۔" وہ خلا میں گھورتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔ "میں سمندر کی گہرائیوں میں بھی جھانک سکتی ہوں۔ تمہیں نرنجن لال کے آدمیوں نے راستے سے اٹھایا ہے۔"

"مگر کیوں؟"

"اس لیے کہ تم نے اپنے دفتر میں اس کا اپمان کیا تھا۔ وہ وشٹ کی کچھ رہا ہے۔" کالکا نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ ہر قیمت پر تمہیں اپنے راستے سے ہٹانے کے سپنے بن رہا ہے۔ تم نے ماسٹر لوٹی کو جس آدمی کا کھوج لگانے کو کہا تھا اس کا نام اگروال ہے جسے وکرم اپنا سیدھا ہاتھ سمجھتا ہے۔ نرنجن لال اس کو تمہارے دفتر اسی

لیے لے گیا تھا تاکہ تمہارا چہرہ اسے دکھا سکے لیکن اسے اس کا موقع نہیں ملا۔ اگروال کو شنکر کی سہائتا بھی حاصل ہے، اسی کے کہنے پر نرنجن نے اگروال کو شکلا کی جگہ رکھا ہے۔"

"اب انہیں کس بات کا انتظار ہے۔"

"شنکر کا۔" کالکا نے اس بار کسی ناگن کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔ "وہ پاپی کسی سے بھی یہاں پہنچ سکتا ہے، اس کا خیال ہے کہ اب جبکہ تم جال میں پورے پھنس چکے ہو وہ بڑی آسانی سے تمہیں شکار کر لے گا پر تو اس کے من میں ایک کھٹکا بھی ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔"

"داور کے روپ میں اس نے تم پر جو وار کرنے کی کوشش کی تھی اس میں ناکام ہونے کے بعد اس کے من میں بھی شبہ پیدا ہو رہا ہے کہ کوئی چھایا تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔"

"وہ سندر چھایا تم ہی ہو کالکا رانی جسے آج میں اتنے من موہ لینے والے روپ میں دیکھ رہا ہوں۔" میں نے بڑی لگاوٹ سے کہا۔

"نہیں۔" کالکا نے جواب دیا۔ "جب پنڈت جسی دھر اس چھایا کا کھوج لگانے میں نراش ہو چکا ہے تو شنکر اس شکتی کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ میری بات کا وشواس کرو ابھی تک میں بھی اس شکتی کا راز نہیں پا سکی۔"

"میں نے کہا نا۔ وہ پراسرار قوت تم ہی ہو۔"

"کالکا کا دل لبھانے کے کارن کہہ رہے ہو۔ کیوں۔" وہ مسکرائی تو مجھے ایسا لگا جیسے گھپ اندھیرے میں کئی بجلی کے قمقمے ایک ساتھ جگمگا اٹھے ہوں، وہ واقعی حسین تھی، خوبصورت تھی، چاہے جانے کے قابل تھی، میں اس کے شانوں پر بکھری زلفوں کو گھورتے ہوئے بولا۔

"کیا تمہیں میری بات کا یقین نہیں۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ دل کی گہرائیوں سے کہہ رہا ہوں۔"

"کاش میں اب بھی تمہارے من کا بھید جان سکتی۔" اس کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ "کیا تم اپنی کالکا رانی کی سوگند کھا کر وشواس دلا سکتے ہو کہ تم بھی اس چھایا سے واقف نہیں ہو جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔"

"کیا تمہیں میری زبان پر اعتبار نہیں ہے۔" میں سنجیدہ ہو گیا تو وہ تیزی سے بڑے پیار سے بھرے انداز میں بولی۔

"نہیں۔۔۔ تم اپنی کالکا رانی سے خفا مت ہونا۔ تمہارے کارن ہی تو آج برسوں بعد میں نے ایک ناری کا روپ دھارا ہے۔"

"کیا شنکر کے ساتھ اگروال بھی آ رہا ہو گا۔" میں نے گفتگو کا رخ بدلا۔

"تم کوئی چنتا مت کرو۔ کالکا کے ہوتے کوئی شکتی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔"

"پنڈت جسی دھر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے جان بوجھ کر کالکا کو گمراہ کرنے کی خاطر کہا۔ "کہیں وہ اپنے جنتر منتر کے ذریعے میرے اور تمہارے درمیان کوئی دیوار تو نہیں کھڑی کر رہا۔"

"ہو سکتا ہے۔" کالکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "اب مجھے اسے منڈل سے باہر نکالنے کا کوئی راستہ تلاش کرنا ہو گا۔"

"ایک بات کہوں۔" میں نے عاشقانہ انداز اختیار کیا۔ "اس سے پہلے کہ پنڈت جسی دھر تمہیں مجھ سے جدا کر دے تم خود مجھے اپنے سندر اور کومل ہاتھوں سے ختم کر دو۔"

"ایسا مت کہو۔" وہ تڑپ اٹھی۔ "کالکا نے کیول تمہارے پیار کو پانے کے لیے خود کو ایک نیا روپ دیا ہے۔"

"کیوں۔ کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ اگر جسی دھر اپنے جاپ میں سپھل ہو گیا تو تم اس کی ہر آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔"

کالکا نے کوئی جواب نہیں دیا اس کی حسین آنکھوں میں غور و فکر کے تاثرات پھیل کر گہرے ہونے لگے تھے۔

"میری ایک بات مانو گی۔" میں نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"کہو۔"

"تم مجھے اس جگہ پہنچا دو جہاں جسی دھر آلتی پالتی مارے بیٹھا تمہیں مجھ سے چھین لینے کے جاپ میں مگن ہے۔" میں نے کالکا کا دل جیتنے کی خاطر کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ پرچھائیں جو میرے سر پر سایہ کیے ہوئے ہے وہ پنڈت جسی دھر کو بھی منڈل سے باہر نکلنے پر مجبور کر دے گی۔"

کالکا کی نگاہوں میں امید کی ایک کرن روشن ہو گئی۔ اس نے بڑے مخمور انداز میں میری طرف دیکھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ خلا میں گھورتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔ "شنکر، اگروال اور اس کے سنگی ساتھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ مجھے بتاؤ کیا میں ان سب کو نرک میں جھونک دوں۔"

"نہیں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اگر شنکر
کو تم نے کوئی نقصان پہنچایا تو پنڈت جنبی دھر کے کان ضرور
کھڑے ہوں گے۔"
"تم نہیں جانتے شہباز۔" کاکا نے ہونٹ کاٹتے
ہوئے جواب دیا۔ "شنکر اس ناگ سے بھی زیادہ خطرناک
ہے جس کے کاٹنے کا کوئی منتر نہیں ہوتا۔ اگر میں نے اسے
شانت کر دیا تو بھی وہ چین سے نہیں بیٹھے گا۔ تمہیں مارنے کے
لیے نئے نئے جنتر منتر آزماتا رہے گا۔"
"کیا تم شنکر اور اگروال وغیرہ کو یہاں آنے سے کچھ
دیر کے لیے روک نہیں سکتیں۔"
"مجھے بتاؤ۔ تمہارے من میں کیا ہے۔"
"میں چاہتا ہوں کہ تم کسی طرح ڈی ایس پی سراج
کو حالات سے باخبر کر دو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں
چاہتا ہوں کہ شنکر اگروال اور ان کے ساتھی رنگے ہاتھوں
پکڑے جائیں تاکہ نرنجن لال کو بھی اس بات کا
احساس ہو سکے کہ میں اس کے ہر وار کا توڑ کر سکتا ہوں۔"
"جیسی تمہاری مرضی۔"
"کاکا۔" میں نے حالات اور موقع کی نزاکت کو نظر
انداز کرتے ہوئے ایک بار پھر بڑی لگاوٹ سے کہا۔ "کیا
میں تمہارے حسین اور خوبصورت جسم کو چھو کر محسوس
بھی کر سکتا ہوں۔"
"نہیں۔" کاکا نے تیزی سے کہا۔ "جب تک میں نہ
کہوں تم کبھی بھولے سے بھی میرے شریر کو ہاتھ لگانے کی
کوشش مت کرنا۔"
"کیوں؟"
"جب دو شکتیاں آپس میں ٹکراتی ہیں تو ان میں سے
کوئی ایک جل کر بھسم ہو جاتی ہے۔" کاکا نے معنی خیز انداز
میں مجھے گھورتے ہوئے کہا پھر یکلخت وہ میری نگاہ سے
اوجھل ہو گئی اور میں بڑی دیر تک اس کے حسین تصور سے
دل بہلاتا رہا۔
پھر وہی ہوا جو میں نے کاکا سے کہا تھا۔ ڈی ایس پی
سراج نے عین اسی وقت اپنے مسلح دستے کے ساتھ ریڈ کیا
جب اگروال اور اس کے ساتھی مجھے موت کے گھاٹ
اتارنے کے خطرناک ارادے سے تہ خانے میں داخل
ہوئے تھے لیکن ان میں شنکر نہیں تھا۔ شاید کاکا نے اس کا
راستہ کھوٹا کر دیا تھا یا پھر شنکر کی اپنی ناپاک اور گندی قوتوں
نے اسے پیش آنے والے خطرے سے قبل از وقت آگاہ کر

❊

ماسٹر ٹونی کے چہرے پر طاری گہری سنجیدگی اس بات کی
غمازی کر رہی تھی کہ وہ مجھ سے خفا ہے۔ میں اس کے
احساسات کو سمجھ رہا تھا۔ وہ حسب معمول مجھے نئے
پروجیکٹ کی تفصیل سے آگاہ کر رہا تھا۔ میں خاموشی سے اس
کی باتیں سنتا رہا پھر جب وہ جانے کے لیے اٹھا تو میں نے
اسے دوبارہ بیٹھنے کو کہا جواب میں اس نے ایک نظر میرے
چہرے پر ڈالی پھر نظریں جھکا کر بیٹھ گیا۔
"خیریت۔" میں نے پوچھا۔ "آج تم خلاف توقع کچھ
زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہے ہو۔"
"کام کی زیادتی کی وجہ سے سر۔ ورنہ ۔۔۔"
"نہیں۔" میں نے اس کی بات کاٹی۔ "کوئی اور بات
بھی ہے جو تم مجھ سے کہنا چاہ رہے ہو لیکن کہہ نہیں پا
رہے۔"
"ماسٹر ٹونی آپ کا ملازم ہے سر۔" اس کے لہجے میں
شکوہ شامل تھا۔ "بھلا میں آپ سے کوئی اسپیشل بات کیسے
چھپا سکتا ہوں۔"
"میں سمجھ رہا ہوں کہ تمہارے اندر اس وقت ایک
طوفان ٹھاٹھیں مار رہا ہے جو ان اسپیشل ہے۔"
ٹونی نے کوئی جواب نہیں دیا، نظریں جھکا کر ہونٹ چبانے
لگا۔
"مجھ سے ناراض ہو ۔۔۔"
"نو سر ۔۔۔" وہ مدھم آواز میں بولا۔ "میری کیا مجال
ہے کہ آپ سے ناراض ہو سکوں۔ آپ مالک ہیں اور ماسٹر
ٹونی ۔۔۔"
"مجھے معلوم ہے تمہاری ناراضگی کا سبب۔" میں نے
اس کے اندر چھپے خلوص کو اپنائیت سے سراہا۔ "کیوں؟ کیا
میرا اندازہ غلط ہے؟"
"یور آر رائٹ سر۔" ماسٹر ٹونی نے مجھے شکایت بھری
نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس بات کا افسوس ہے
آپ نے مجھے اندھیرے میں رکھا۔ ویسے میرا ماتھا اسی دن
ٹھنکا تھا جس دن آپ نے اس باسٹرڈ وکرم کا نام لیا تھا لیکن۔"
"لیکن کیا۔" میں نے اس کے چہرے پر طاری
تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔
"ماسٹر ٹونی آپ کے حکم سے مجبور ہو گیا ورنہ اس سے
پہلے کہ قانون کے ہاتھ وکرم تک پہنچتے میں اسے ختم کر چکا

"اور میں اپنے ایک اچھے اور کام کے آدمی سے
ہو جاتا۔"
"لو اینڈ وار (LOVE AND WAR) میں سب
ہے سر۔" ٹونی پہلو بدل کر بولا۔ "غنڈوں اور
شوں کی دنیا کے اصول بھی الگ ہوتے ہیں اگر پہل
جانب سے ہو جاتی تو اگروال جیسے تھرڈ ریٹ ڈبل
کو آپ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت بھی نہ ہوتی۔"
"میں تمہاری بات سے متفق ہوں لیکن تم یہ کیوں
رہے ہو کہ میں ایک ذمے دار پولیس آفیسر بھی رہ چکا
اس لیے قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔"
"لا اینڈ آرڈر۔" ماسٹر ٹونی نے سرسراتے لہجے میں
ب دیا۔ "ماسٹر ٹونی آج تک قانون کو نہیں سمجھ سکا۔
موت کو سامنے دیکھ کر بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں
لے سکا اور قانون کسی مردہ آدمی کی زندگی واپس لوٹا
سکتا۔ یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ کم از کم آپ کو خبر
کہ وکرم آپ کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ آپ نے
ن کا احترام کیا۔ اتفاق ہے کہ وہ پکڑا گیا لیکن اگر وہ
ڈرٹی گیم میں کامیاب ہو جاتا تو کیا قانون آپ کی
کے لاس کو پورا کر سکتا تھا؟"
"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں لیکن اب اس کے
"
"تو باس نو۔" وہ جذباتی ہونے لگا۔ "مولی قادر کی قسم
پ کو کچھ ہو جاتا تو ماسٹر ٹونی اپنے آپ کو بھی معاف نہ
مسٹیک ہم سے ہو گیا سر۔ وکرم کے بعد جب
وال سامنے آگیا تھا تو مجھے اس کو فرسٹ چانس میں
لگا دینا چاہیے تھا۔ سانپ کو جان بوجھ کر زندہ چھوڑ
بے وقوفی ہے اور ماسٹر ٹونی اپنی فلاسفی کو مانتا ہے۔ آئی
ی باس۔"
"میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں لیکن میں نے
کے ذریعہ تمہیں اس کے بارے میں صرف معلومات
کرنے کی ہدایت کی تھی۔"
"لیکن وکرم کی طرح آپ نے مجھے اس کے بارے میں
کرنے سے منع بھی نہیں کیا تھا۔"
"بہرحال۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں اپنی فرم
کھ کو خراب نہیں کرنا چاہتا۔ تمہیں اس وقت تک
ناک قدم اٹھانے سے گریز کرنا ہوگا جب تک میری
سے اس قسم کی کوئی ہدایت نہ ملے۔"
"ماسٹر ٹونی کا بات سمجھنے کی کوشش کرو باس۔" اس نے

بڑے سفاک انداز میں کہا۔ "جس دنیا سے وکرم اور
اگروال جیسے لوگوں کا تعلق ہے وہ شریفوں کی سوسائٹی سے
بہت مختلف ہے۔ وہاں ونر (WINNER) وہی ہوتا ہے
جو پہلے وار کر جائے۔ کھلاڑی اگر آؤٹ آف پریکٹس ہو تو
وننگ اسٹروک لگاتے وقت اس کے دل کی دھڑکن بڑھ جاتی
ہے۔ وہ چانس لیتا ہے لیکن ڈرتے ڈرتے۔ میں بھی اس فیلڈ
کو چھوڑ چکا ہوں۔ ریٹائر نہ ہو گیا ہوتا تو اگروال کے سامنے
آتے ہی سمجھ جاتا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھنے جا رہا ہے۔"
"بہرحال۔ اگروال اور اس کے ساتھی رنگے ہاتھوں
گرفتار ہو چکے ہیں۔ اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"
"آپ نرنجن لال کو کیوں بھول رہے ہیں سر؟"
"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "اب اگروال کی
گرفتاری کے بعد وہ جلدی کوئی دوسرا چانس لینے کی حماقت
نہیں کرے گا۔"
"لیکن اصلی جڑ تو وہی ہے باس۔"
"ڈونٹ وری۔ ڈی ایس پی سراج ایک منجھا ہوا
تجربہ کار پولیس آفیسر ہے۔" میں نے ٹونی کو سمجھانے کی
کوشش کی۔ "وکرم اور ٹونی کے گرفتار ہونے کے بعد وہ
حالات کی کڑیاں جوڑنے کی کوشش ضرور کرے گا۔"
"اگروال وکرم کا رائٹ ہینڈ ہے اور اگروال کو نرنجن
لال نے شکلا کی خالی جاب پر رکھا تھا۔ کیا قانون کے لیے اتنا
ہی کافی نہیں ہے۔"
"نہیں ۔۔۔ تم غلطی پر ہو۔" میں نے اسے سمجھانے کی
کوشش کی۔ "تم میرے ایک شعبے کے انچارج ہو لیکن اگر
تم کسی کا مزار کر دو تو اس کی ذمے داری بھلا مجھ پر کس
طرح عائد کی جا سکتی ہے؟ تم شاید میرا مطلب سمجھ رہے ہو
گے۔"
"باس۔" اچانک ٹونی نے میری بات نظر انداز کرتے
ہوئے پوچھا۔ "آپ کو پہلے وکرم اور اس کے بعد اگروال
پر شبہ کس طرح ہوا تھا۔"
"تم اسے محض اتفاق بھی کہہ سکتے ہو۔"
"میں سمجھ رہا ہوں سر۔" ٹونی نے پہلو بدل کر کہا۔
"آپ ماسٹر ٹونی کو اندھیرے میں رکھنا چاہتے ہیں۔"
"ایک بات کہوں ٹونی۔ مانو گے۔"
"آپ صرف آرڈر کرو باس۔" وہ پھر جذباتی ہو گیا۔
"آپ کے حکم پر ٹونی کسی بلڈنگ کی آخری منزل سے بھی سر
کے بل نیچے چھلانگ لگا سکتا ہے۔ آپ میرے محسن ہیں۔

چانس' پلیز۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ صرف ایک ہفتے میں آپ کا راستہ بالکل صاف ہو جائے گا پھر زنجن لال تو کیا اس کا ڈیڈ (DEAD) فادر کا سول بھی آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

"میری بات غور سے سنو ٹونی۔" میں نے اس بار ٹونی کو کنٹرول کرنے کی خاطر قدرے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "مجھے اپنی بزنس ریپوٹیشن اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہے اس لیے تم صرف اپنے کام سے کام رکھو۔ اپنے معاملات میں خود بھی ہینڈل کر سکتا ہوں۔"

"او کے سر۔" ٹونی نے اٹھتے ہوئے بڑے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "میں آپ کے آرڈر کو اوبے کرنے کی کوشش کروں گا۔" پھر وہ رکا نہیں مجھے سلام کرتا ہوا آفس سے چلا گیا لیکن میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر کبھی اسے میری زندگی کے خطرے میں پڑنے کی بھنک بھی ملی تو شاید وہ اپنی جان پر کھیل جانے سے دریغ نہیں کرے گا۔

ٹونی کے جانے کے بعد میں نے ایک فائل اٹھائی ہی تھی کہ نسیم اندر آگئی' وہ کچھ شرمندہ شرمندہ اور بجھی بجھی سی نظر آرہی تھی۔ میں اس کے احساسات کا اندازہ لگا سکتا تھا پھر بھی میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی خاص بات۔"

"مجھے افسوس ہے سر' کہ آپ کو میری اور امی کی وجہ سے اس حادثے سے دو چار ہونا پڑا۔" اس نے اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب اس حادثے کو بھول جاؤ۔"

"میری ایک گزارش ہے۔"

"کہو۔"

"آیندہ آپ امی کو دیکھنے کے لیے اکیلے سینی ٹوریم بھی نہیں جائیں گے۔"

"پھر۔" میں نے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"آپ اپنی حفاظت کے لیے کوئی باڈی گارڈ کیوں نہیں رکھ لیتے۔" وہ بڑے خلوص سے بولی۔ "اگر کوئی ایسا آدمی آپ کے ساتھ ہوتا تو شاید آپ کے دشمن اتنی آسانی سے آپ کو پریشان نہیں کر سکتے تھے۔"

"خیال ہے تمہارا جو انسان کی قسمت میں ہوتا ہے وہ ہر حال میں ہوتا ہے۔"

"لیکن یہ سب جو کچھ بھی ہوا اس کی ذمے داری کچھ میری ذات سے بھی وابستہ ہے۔" اس کے لہجے میں اپنائیت

تھی۔

"ایک بات کہوں۔"

"جی۔"

"دفتری اوقات میں صرف دفتری باتیں کیا کرو۔" میرے لہجے میں محبت کی چاشنی بھی شامل تھی۔

"میں آپ کی احسان مند ہوں شہباز صاحب۔" اس کی پلکوں کے گوشے نم ہو گئے۔ "لیکن میں یہ پسند نہیں کروں گی کہ میری وجہ سے۔۔۔"

"حماقت کی باتوں سے پرہیز کیا کرو۔" میں نے بڑی شفقت سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا بڑا بھائی ہوں اس لیے تمہیں ڈانٹنے کا اختیار بھی رکھتا ہوں۔ دفتر میں ڈانٹ ڈپٹ کروں گا تو لوگ تمہارا مذاق اڑائیں گے اس لیے خاموشی سے اٹھو اور اچھی بچیوں کی طرح جا کر اپنا کام کرو۔"

"آپ۔۔۔ بہت عظیم شخصیت کے مالک ہیں۔" نسیم کی آنکھوں سے آنسو کے دو قطرے ڈھلک کر اس کے اپنے ہی دامن میں جذب ہو گئے۔

"پگلی۔" میں نے اسے محبت سے مخاطب کیا۔ "تم اتنی جذباتی ہو یہ تو میں نے اندازہ ہی نہیں لگایا تھا اور ہاں۔ ایک بات غور سے سن لو۔ جن بہنوں کے بھائی زندہ ہوتے

ہیں وہ کبھی آنسو نہیں بہایا کرتیں۔ شاباش اب جلدی سے آنسو پونچھو اور جا کر اپنا کام کرو۔ باقی باتیں میں تم سے کسی وقت فلیٹ پر آکر کروں گا۔"

نسیم نے بڑی تشکرانہ نظروں سے مجھے دیکھا' دوپٹے کے آنچل سے پلکوں پر لرزتے آنسوؤں کو پونچھتی ہوئی اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی نظریں جھکائے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

نسیم کے جانے کے بعد بھی میں بڑی دیر تک اس کے بارے میں غور کرتا رہا' دنیا میں اچھے اور برے اقسام کے لوگوں کی کمی نہیں ہے' جو لوگ اوپر سے بڑے صاف دل کے مالک نظر آتے ہیں وہ اکثر اندر سے بہت کڑوے بھی نکل سکتے ہیں' وقت جس رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے اور زمانہ جس انداز میں ترقی کر رہا تھا اس میں رشتوں کا تقدس بتدریج کم ہوتا جا رہا تھا' انسان انسان نہیں روبوٹ ہو گیا تھا جو مشینی انداز میں آگے کی سمت قدم اٹھا رہا تھا' اس کے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ پلٹ کر پیچھے کی جانب دیکھتا جہاں انسانی تہذیب اور معاشرے کے رسم و رواج سسک سسک کر دم توڑ رہے تھے۔ ترقی کی اس دوڑ نے انسان کو ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی خاطر بڑا کم ظرف اور خود غرض بنا دیا تھا' جذبوں کی صداقت پرکھنے کی مہلت کس کے پاس تھی۔۔۔؟ میں نے نسیم کو ایک گندے ماحول سے نکال کر کھلی اور صاف فضا میں سانس لینے کا موقع فراہم کیا تھا۔ ایک دم توڑتی ہوئی ماں کو زندگی کی طرف واپس لانے کی کوشش کی تھی' یہ انسانیت کا تقاضا بھی تھا اور فرض بھی۔۔۔ نسیم کو قریب لانے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے مجھے اچانک میری گم شدہ چھوٹی بہن مل گئی ہو لیکن لوگوں کی زبان پر تالے بھی نہیں ڈالے جا سکتے۔ وہ اپنی حیثیت اور خصلت سے مجبور ہو کر میرے اور نسیم کے تعلق میں انگشت نمائی کا سبب بھی بن سکتے تھے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ نسیم کا اجلا دامن داغ دار ہو چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پہلی فرصت میں کوئی اچھا رشتہ دیکھ کر اس کی شادی کر دوں گا۔ امی اور والد صاحب نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا تھا۔

بہت دیر تک میں اپنے خیالوں میں گم رہا پھر میں نے اپنے اغوا کیے جانے والے حادثے' شنکر' زنجن لال اور اگروال کی کمینگی پر غور کیا تو میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ ماسٹر [illegible] کے جملے میرے ذہن میں بازگشت بن کر گونجنے [illegible] سمجھ گیا تھا کہ قانوناً کسی مردہ جسم میں نئی

روح نہیں پھونک سکتا' اکثر لوگوں کو اس کے احترام کا بڑا تلخ صلہ ملتا ہے' میرے لیے بھی زیادہ دنوں تک درگزر کی عادت مہلک اور نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی' میرے لیے اب جوابی کارروائی بڑی حد تک ضروری ہو گئی تھی چنانچہ میں نے ہاتھ بڑھا کر ڈائریکٹ ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور زنجن لال کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہونے میں مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا' دوسری جانب سے زنجن لال نے اپنا پرسنل فون خود ہی ریسیو کیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اپنے مقصد میں ناکامی کی اطلاع مل چکی ہوگی۔" میں نے خشک اور سرد آواز میں کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"وکرم کے بعد اگروال اور اس کے ساتھی بھی رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ سنبھل کر قدم اٹھانے کی عادت ڈالو مگر تم کچھ زیادہ ہی تیزی دکھانا چاہ رہے ہو۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا کہ تم کیا فضول بکواس کر رہے ہو۔" اس بار زنجن لال نے بڑی سرد مہری سے جواب دیا۔

"جنگلی جانور بھی ایک بار جس راستے پر چوٹ کھا جاتا ہے اسے بدل دیتا ہے لیکن تم۔"

"بکواس نہیں۔ فون کرنے کا مقصد بیان کرو۔" وہ کسی زخمی جانور کی طرح تڑپ کر بولا۔

"میں تمہیں آخری وارننگ دے رہا ہوں مائی ڈیئر زنجن لال۔ اب بھی وقت ہے' مجھ سے الجھنے یا نقصان پہنچانے کا خیال اپنے دل سے نکال دو ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے۔"

"شٹ اپ۔ تم شاید اپنی اوقات بھول رہے ہو۔"

"ابھی وکرم اور اگروال نے تمہارا نام نہیں لیا ہے لیکن اگر ایسا ہوا تو۔۔۔"

"بند کرو فون۔" زنجن لال نے خلاف توقع گرجتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس تم جیسے لوگوں سے بات کرنے کا وقت نہیں ہے۔ دوسری بار مجھے فون کرنے کی حماقت مت کرنا۔"

"گویا تم مجھے جوابی کارروائی کے لیے مجبور کر رہے ہو۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"تم۔۔۔ اور زنجن لال سے مقابلہ کرو گے۔" اس کی آواز میں امارت کا احساس تھا۔ "اپنی اوقات میں رہنے کی عادت ڈالو۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا' میں نے سختی سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا' زنجن لال کے آخری جملے نے میرے تن بدن میں جیسے آگ لگا دی تھی!

☆

ڈی' ایس' پی' سراج کی آمد میرے لیے کچھ ایسی غیر متوقع بھی نہیں تھی' وہ دو روز سے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور عارفہ میری ہدایت کے مطابق کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ٹال رہی تھی' ایسی صورت میں سراج نے مجھ سے گھر پر ہی ملنا ضروری سمجھا ہو گا' فائل کا پیٹ بھرنے کی خاطر اسے مجھ سے بہت ساری معلومات حاصل کرنی ضروری تھیں اور میں فی الحال زنجن لال کی شخصیت کو اپنے اور قانون کے درمیان نہیں لانا چاہتا تھا' اس نے براہ راست میری ذات پر حملہ کیا تھا اس لیے میں بھی اسے اسی انداز میں جواب دینا چاہتا تھا۔

بہرحال جب ملازم کی زبانی مجھے علم ہوا کہ اس وقت والد صاحب گھر پر نہیں ہیں تو مجھے زیادہ خوشی ہوئی' ان کی موجودگی میں سراج سے کھل کر کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی' میں نے ملازم کو چائے وغیرہ تیار کرنے کی ہدایت کی پھر ڈرائنگ روم میں آ گیا جہاں سراج بڑی بے چینی سے میرا منتظر تھا۔ ہرچند کہ اس کے چہرے پر تھکن کے گہرے اثرات موجود تھے لیکن مجھے دیکھتے ہی اس نے بڑی گرمجوشی سے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس وقت میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔"

"مجھے میری سکریٹری نے اطلاع دی تھی کہ آپ کئی بار مجھے فون کر چکے ہیں لیکن کام کی مصروفیات کی وجہ سے میں آپ کو رنگ بیک کرنا بھول گیا۔ آئی ایم سوری فار ویٹ۔"

"تھینک یو رمائنڈ۔"

"اور سنایئے۔" میں نے سراج کے برابر ایک خالی صوفے پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔ "کوئی نئی تازہ خبر۔"

"حیرت ہے۔" اس نے مجھے تعجب سے گھورتے ہوئے کہا۔ "آپ کے ساتھ اتنا بڑا سانحہ گزر گیا اور آپ کو اس کی کوئی پروا نہیں۔"

"موت اور زندگی خدا کے ہاتھ ہے پھر پریشان ہونے سے فائدہ۔" میں نے پھر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "فرمایئے۔ اس وقت کیسے زحمت کی۔"

"مجھے آپ سے ضروری باتیں دریافت کرنی ہیں۔" سراج نے اصل مقصد کی سمت آتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ اس اغوا کے حادثے کے سلسلے میں کسی پر شبہ کر رہے ہیں۔"

"اگروال نے کیا بیان دیا ہے۔" میں نے الٹا سوال کیا۔ "کیا اس نے نہیں بتایا کہ مجھے کس کے اشارے پر اغوا کیا گیا تھا۔"

"نہیں۔ ابھی تک اس نے اپنی زبان بڑی سختی سے بند کر رکھی ہے۔ ہم اپنے تمام حربے آزما چکے ہیں لیکن وہ بڑا سخت جان ثابت ہو رہا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں آپ کو اس حادثے کی تفصیل گلوریا فارم تک سنا چکا ہوں اس کے بعد اگر آپ نے بروقت مجھے بازیاب نہ کیا ہوتا تو شاید اگروال اور اس کے ساتھی مجھے ٹھکانے لگا چکے ہوتے۔"

"مجھے یاد ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے میرے چہرے پر کسی ماہر پولیس آفیسر کے انداز میں نظر جمائے ہوئے کہا۔ "آپ نے وکرم کے سلسلے میں کہا تھا کہ میرے اور آپ کے درمیان جو بھی گفتگو ہو گی وہ آف دی ریکارڈ ہو گی اور میں اس کی کوئی وجہ بھی دریافت نہیں کروں گا۔"

"اور مجھے خوشی ہے کہ آپ ابھی تک اپنے وعدہ پر قائم ہیں۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "کیا

...اس بات کا علم ہے کہ مجھے آپ کے اغوا ہونے کی ...اور اس کوٹھی کی نشاندہی کس نے کی تھی جہاں آپ ...گیا تھا۔"

"یقیناً وہ بھی اگروال کے گروہ کا کوئی آدمی رہا ہو گا جو ...سے ان سے ٹوٹ گیا ہو گا۔" میں نے انجان بننے ...۔

"...جی نہیں۔" سراج بدستور میرے چہرے کے تاثرات ...لیتے ہوئے بولا۔ "آپ کے اغوا کی اطلاع اور اس ...نشاندہی وکرم نے کی تھی۔ وکرم جو اگروال کو اپنا ...راست سمجھتا ہے۔"

"...جی۔" میں نے ایک بار پھر اداکاری کی۔ "اس ...تو یہ ہوا کہ کسی خاص وجہ سے وکرم اور اگروال ...درمیان بھی ٹھن گئی ہے ورنہ وکرم کو اگروال کے ...مخبری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"...اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ وکرم کو میں نے ...اپنے آدمیوں کے پہرے میں حوالات میں رکھا ہے ...کے باوجود اسے آپ کے اغوا کی اطلاع کس طرح مل ..."

"...وکرم نے اس سلسلے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"...نہیں۔ البتہ وہ جس وقت کوئی خاص پیغام دینے کے ...میرے دفتر لایا گیا تھا اس وقت فوری طور پر ...میں بھی یہی خیال ابھرا تھا کہ اس کا انجام بھی محسن ...ہو گا لیکن وہ ابھی تک زندہ و سلامت ہے۔"

...ذہن میں کالکا کے جملے گونج اٹھے' اس نے ...کی موت کے سلسلے میں یہی کہا تھا کہ محسن علی نے ...کو پھنسانے کی کوشش کی تھی اس لیے اسے اس ...کی ضروری تھی' اس وجہ سے اس نے شنکر اور ...کی پراسرار موت کے درمیان آنے کی ضرورت ...کی تھی' اس کے ساتھ کالکا نے مجھ سے وعدہ ...وکرم کے سلسلے میں شنکر کی گندی قوتوں کو کامیاب ...نہ دے گی۔ شاید اسی لیے وکرم ابھی تک زندہ ...

"...غالباً اس وقت کسی سوچ میں گم ہیں۔" سراج ...خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے معنی خیز لہجے میں ...اس یہ سمجھوں کہ آپ کی چھٹی حس پھر آپ کو ...دے رہی ہے۔"

عمارت کے تہ خانے سے برآمد کیا تھا وہ کس کی ملکیت ہے۔ بظاہر بڑی سنسان اور ویران دکھائی دے رہی تھی۔"

"وہ ایک کلب ڈانسر کا بنگلا ہے جو کئی مہینوں سے خالی پڑا ہے۔ میں اس ڈانسر سے مل چکا ہوں' وہ اس کیس کے سلسلے میں کسی اہم پہلو سے واقف نہیں ہے اور میں اس بات کی تصدیق بھی کر چکا ہوں کہ مختلف مقامی اخبارات میں اس عمارت کے لیے برائے فروخت کا اشتہار شائع ہو چکا ہے لیکن ابھی تک کسی نے اسے خریدنے کی کوشش نہیں کی۔"

"ہو سکتا ہے کہ اگروال اور اس کے ساتھیوں نے مجھے اسی لیے وہاں رکھا ہو کہ وہ شہر سے دور ہے جہاں آسانی سے کسی کا گزر ممکن نہیں۔ تخریب کاری کے کاموں کے لیے خاصی مناسب جگہ ہے۔"

"کل دوپہر مجھے کسی نووارد کی جانب سے ایک اور کال موصول ہوئی تھی۔" سراج نے میری بات پر کسی رائے کا اظہار کیے بغیر سنجیدگی سے کہا۔ "اس کے بیان کے مطابق زنجن لال نے اگروال کو شکلا کی جگہ ملازم رکھا تھا لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا۔" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"میں زنجن لال سے بھی مل چکا ہوں۔ اس نے اس خبر کو بے بنیاد اور لغو قرار دیا ہے۔" سراج بولا۔ "اس کا خیال ہے کہ کچھ لوگ اسے بلاوجہ ملوث کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

میں جواب میں مسکرا دیا پھر ملازم چائے کی ٹرالی لیے اندر داخل ہوا تو کچھ دیر کے لیے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا رخ تبدیل ہو گیا' میرے اشارے پر ملازم ہی نے سروس کے فرائض انجام دیے تھے' اس کے جانے کے بعد سراج نے پھر موضوع بدل دیا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا آپ میرے ایک سوال کا جواب دے سکتے ہیں۔"

"سوال کی نوعیت اور میری معلومات پر منحصر ہے۔" میں نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"شکلا کے قتل کے سلسلے میں وکرم نے ابھی تک اس شخص کا نام نہیں لیا جس نے اسے اس کام پر مامور کیا تھا اور آپ نے جو بات کہی تھی وہ بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے۔" سراج نے پہلو بدل کر کہا۔ "آپ کی یہی خواہش تھی

"ہاں۔ میں نے اسی خواہش کا اظہار کیا تھا۔" میں یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"کوئی خاص وجہ۔" سراج نے میرے چہرے کے بدلتے تاثرات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "اگر میری اطلاع غلط نہیں ہے تو وہ شکلا کی بیوہ کو اس رقم کی ادائیگی کر چکا ہے جس کے لیے آپ نے کہا تھا۔"

"میں آپ کی اطلاع کی تردید نہیں کروں گا۔"

"کیا موجودہ کیس میں بھی زرنجن لال کو مشتبہ سمجھا جا سکتا ہے۔"

"مشتبہ۔" میں زہرخند لہجے میں بولا۔ "اگروال نے جو کچھ کیا ہے وہ زرنجن لال کے اشارے پر ہی کیا ہے۔"

"اور وکرم کو اس کی اطلاع کس طرح مل گئی۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے میں بھی کچھ پراسرار قوتیں اپنا کام کر رہی ہوں۔" میں بدستور سنجیدہ تھا۔ "آپ کی یہ اطلاع اپنی جگہ سو فیصد درست ہے کہ وکرم اگروال کو اپنا دست راست سمجھتا ہے اور ہوش و حواس میں اگروال کے خلاف وہ اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں اگل سکتا۔"

"نہیں۔ لیکن مجھے اس بات کی توقع ضرور تھی اور اب بھی ہے کہ زرنجن لال جیسا خبیث آدمی اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک اسے کوئی مناسب سبق نہ دیا جائے۔" میرے لہجے میں خاصی تلخی شامل تھی۔

"اس ضمن میں میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"میری صرف اتنی درخواست ہے مسٹر سراج کہ آپ ان تمام باتوں کا کوئی ذکر والد صاحب سے نہیں کریں گے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اہم بات میں بھی آپ سے دریافت کرنا چاہوں گا۔"

"کیا۔"

"ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو۔" سراج نے معنی خیز آواز میں کہا۔ "لیکن میرا خیال ہے کہ آپ اس پراسرار قوت سے کسی حد تک ضرور واقف ہیں جس نے محسن علی کو حیرت انگیز طور پر موت سے ہمکنار کیا تھا، اسی قوت کی وجہ سے وکرم جیسے شاطر آدمی نے مجسٹریٹ کے روبرو اپنا اقبالی بیان قلم بند کرایا اور اب اسی نادیدہ طاقت کے زیر اثر وکرم اگروال کے خلاف زبان کھولنے پر مجبور ہو گیا ورنہ شاید میں بروقت آپ کو مجرموں کے قبضے سے بازیاب نہ کر سکتا۔"

"ہو سکتا ہے آپ کا خیال درست ہو۔" میں نے گول مول انداز میں جواب دیا۔

"اور کیا میرا یہ اندازہ بھی درست ہے کہ آپ براہ راست زرنجن لال کو کوئی مناسب سبق دینا چاہتے ہیں؟"

"میں نے اس سلسلے میں ابھی تک کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" سراج نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "آپ بذات خود ایک پولیس آفیسر رہ چکے ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ قانون کو ہاتھ میں لینے والے اکثر خسارے میں رہتے ہیں۔"

"اب میں صرف ایک بزنس مین ہوں۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "اور بزنس میں کامیابی کا پہلا اصول یہ ہے کہ انسان کو نفع و نقصان کی فکر کرنے کے بجائے اپنے اصولوں پر کاربند رہنا چاہیے، فائدہ یا گھاٹا وقتی باتیں ہوتی ہیں۔"

"بنائے مخاصمت وہی ٹینڈر تو نہیں جس نے زرنجن لال کو کانٹوں کی سیج پر لوٹنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا وہ محض تفریح طبع کی خاطر میرے خلاف اوچھے ہتھکنڈے اختیار کر رہا ہے۔" میرے لہجے میں طنز تھا۔

ڈی ایس پی سراج نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بلاشبہ ایک دور اندیش اور تجربہ کار پولیس آفیسر تھا جو حالات کے پیش نظر مجھے خطرات سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ خاصی دیر تک وہ کسی سوچ میں گم رہا پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"مسٹر شہباز اگر آپ چاہیں تو میں زرنجن لال کو آپ کی خاطر حراست میں لے سکتا ہوں۔"

"کس جرم کی پاداش میں؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے کسی باحیثیت شخص پر ہاتھ ڈالنا میرے اصول کے خلاف ہے لیکن——"

"آپ صرف میری خاطر اتنا بڑا رسک لیں گے۔"

"ایک بار وکرم کے سلسلے میں آپ نے جو کچھ کہا تھا وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہو چکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ زرنجن لال کے ہاتھ بھی بالکل صاف نہیں ہوں گے۔ مجھے بذات خود بھی اس کی شخصیت پر شبہ ہے۔ رہا جرم کی پاداش کا سوال تو میں جانتا ہوں کہ کس کیس کو کس طرح ہینڈل کیا جا سکتا ہے۔ کسی شخص کو کسی جرم میں ملوث کرنے کے لیے پولیس کے پاس ہزار ذرائع ہوتے ہیں البتہ آپ سے میری ایک درخواست ضرور ہے۔" سراج نے ٹھوس لہجے میں

"آپ صرف ایک بار مجھے زبانی سہی لیکن اس بات کا یقین دلا دیں کہ وکرم اور اگروال کی پشت پر زرنجن لال کا دماغ کام کر رہا ہے۔ باقی کا کام میرا ہو گا۔"

"نہیں۔" میں نے اس بار سرسراتے انداز میں حتمی فیصلہ سنا دیا۔ "خود شکار کرنے میں جو ایڈونچر ہے وہ کسی دوسرے کے مارے ہوئے شکار کو کھانے میں نہیں ہوتا۔"

"کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے۔" سراج نے اس بار سنجیدہ لہجے میں دریافت کیا۔

"نہیں۔ ابھی میں نے کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا۔ لیکن اکثر کچھ حالات اچانک ایسے پیش آجاتے ہیں کہ انسان کو اپنے بچاؤ کی خاطر ہاتھ پاؤں بھی مارنے پڑتے ہیں اور ایسے حالات بھی پہلے سے کچھ کردہ نہیں ہوتے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "سب کچھ وقت کی نوعیت اور پیش آنے والے حالات پر منحصر ہوتا ہے۔"

"کیا آپ کو زرنجن لال کی جانب سے کوئی خطرہ درپیش ہے؟"

"اب تک جو واقعات پیش آتے رہے ہیں انہیں آپ کیا نام دیں گے۔"

میرے جواب پر سراج کچھ خفیف سا ہو گیا پھر والد صاحب کے آجانے سے گفتگو آگے نہیں بڑھ سکی، میں کچھ دیر بیٹھا پھر ایک ضروری کام کا بہانہ کر کے اٹھ گیا۔

میرے ذہن میں اس وقت بھی زرنجن لال کے خلاف نفرت اور حقارت کا لاوا ابھرا ہوا تھا جو پھٹ پڑنے کو بے تاب تھا!

+

دوسری صبح میں نے اپنے آفس میں قدم رکھا تو دروازے پر ہی ٹھٹک گیا، مجھے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آ رہا تھا، میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے شنکر کو دیکھ رہا تھا جو میرے آفس میں ایک کرسی پر بڑے اطمینان سے آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا، اس کے عقب میں داور ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

میں نے دفتر کے عملے کو حفظ ماتقدم کے طور پر سختی سے ہدایت کر رکھی تھی کہ میری اجازت کے بغیر کسی کو میرے آفس میں نہ داخل ہونے دیا جائے۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ اس وقت میری سیکریٹری عارفہ بھی اپنی سیٹ پر موجود تھی اور آفس کے دروازے پر مسلح گارڈ بھی پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہا تھا جسے میں نے دفتری ملازم کے خاص طور پر محسن علی والے واقعے کے بعد اپوائنٹ کیا تھا۔ ان تمام لوگوں کی موجودگی میں اور میری سخت ہدایت کے باوجود شنکر کو میرے آفس میں داخل ہونے کی جرأت کس طرح ہوئی، یہ بات میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا تھا ان کی گرفتاری سے کچھ دیر قبل کالکا نے مجھے یہی بتایا تھا کہ شنکر بھی اگروال کے ہمراہ مجھے ٹھکانے لگانے کی غرض سے آ رہا تھا لیکن پولیس ریڈ کے وقت وہ وہاں موجود نہیں تھا، شاید اپنے گندے علم کی وجہ سے اسے پیش آنے والے خطرے کی بھنک پہلے سے مل گئی تھی۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے جنتر منتر کے ذریعے میرے آدمیوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر میرے دفتر تک پہنچ گیا ہو۔" یہ خیال بڑی سرعت سے میرے ذہن میں ابھرا، میں نے فوری طور پر اپنے ہاتھ کی سمت دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا جہاں صندلی انگوٹھی اس وقت بھی موجود تھی، اسے دیکھ کر مجھے تقویت سی ہوئی، مجھے یقین تھا کہ جب تک وہ کراماتی انگشتری میرے جسم پر ہے کوئی گندی قوت میرا ایک بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔ اسی حیرت انگیز انگوٹھی کا معجزہ تھا کہ اب کالکا جیسی بڑی قوت بھی میرے دل کا حال جاننے سے معذور ہو گئی تھی، بہرحال یہ بات طے تھی کہ اس وقت شنکر اور داور کی میرے دفتر میں موجودگی کسی نئے فساد کا پیش خیمہ ہی ثابت ہو گی، ظاہر ہے کہ شنکر جیسا بدکردار شخص جو سفلی جیسے گندے عمل کا ماہر بھی تھا مجھ سے دوستی کرنے کے ارادے سے نہیں آیا ہو گا۔ روپ نگر تحصیل میں تعیناتی کے دوران بھی میں شنکر کی پراسرار اور مکروہ شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے نہ صرف آگاہ ہو چکا تھا بلکہ ایک قاتل کی گمشدگی کے سلسلے میں شنکر ہی کے مکان کے ایک حصے میں اس روئی سے روشن کیے جانے والے چراغ اور روشنی کے ہالے کے گرد چکراتی ہوئی اس معصوم بچے کی روح کا منظر بھی دیکھ چکا تھا جو شنکر نے بچے کو ذبح کرنے کے بعد اس کے دل کے خون سے رنگی تھی۔ شنکر نے اس خون آلود روئی کو حاصل کرنے کی خاطر جو سنگدلانہ طریقہ اختیار کیا تھا اسے یاد کر کے اس وقت بھی مجھے جھرجھری آ گئی، اس کے علاوہ شنکر ہی نے مجھے کوئی نشہ آور سیال مادہ پلانے کے بعد میرے دل و دماغ کو اس طرح مسخر کر لیا تھا کہ میں اس کا معمول بن کر رہ گیا تھا، روپ نگر تحصیل کا سب سے بڑا اور ذمے دار پولیس آفیسر ہونے کے باوجود میں نے اس کے اشارے پر جنتا نامی عورت کو اپنے ریوالور سے فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور اس وقت وہی بدذات خبیث شنکر داور کے ساتھ نہایت

...ستان سے میرے دفتر میں موجود تھا' داور جسے راجو نے رائفل کے برسٹ سے بھون ڈالا تھا لیکن شنکر کی ماورائی طاقتوں نے شیطانی عمل کے ذریعے اسے ایک نئی زندگی دے کر اپنے تابع کر رکھا تھا۔

"کیا بات ہے بالک۔" شنکر نے مجھے دیکھ کر کہا۔ "اپنے پرانے جتر کو دیکھ تمہیں سانپ کیوں سونگھ گیا' ابھی اس کرسی پر بھی تمہیں بیٹھو گے جہاں بیٹھ کر تم کوڈوں کا الٹ پھیر کرتے ہو۔" اس کے ناپاک ہونٹوں پر بڑی غلیظ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر آگے بڑھ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا' منداپی انگوٹھی کی موجودگی کے سبب میں اس سے خائف نہیں تھا لیکن مجھے اس کی منحوس شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں تھا چنانچہ میں نے کرسی پر بیٹھنے کے بعد سنجیدگی سے پوچھا۔

"اب تم یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟ کالکا کی مورتی جس کی تمہیں تلاش تھی وہ میں تمہیں واپس کر چکا ہوں۔"

"میں تمہارا جتر بھی ہوں۔" وہ بڑی ڈھٹائی سے بولا۔

"کیا ایک دوست کے ناتے بھی میں تم سے نہیں مل سکتا۔"

"میں مصروف آدمی ہوں۔ تمہیں زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔"

"تم بھول رہے ہو بالک۔ ابھی تمہیں شنکر کے کچھ قرض اور بھی چکانے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"جمنا کو اتنی جلدی بھول گئے۔" وہ بڑے معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر داور کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "اس کو دیکھ رہے ہو۔ تمہارے ایک ساتھی نے اسے موت کی نیند سلا دیا تھا لیکن شنکر کی شکتی نے اسے ایک نیا جیون دان کر دیا ہے' اب یہ مکمل میرے اشارے پر چلنے اور میری ہر آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "تم نے اپنے اس چمتکار کو ایک رات میری جان لینے کے لیے بھیجا بھی تھا' اس نے مجھے مرعوب کرنے کی خاطر کچھ کھیل تماشے بھی دکھائے تھے لیکن نتیجہ کیا نکلا؟"

"میں چاہوں تو جمنا بھی دوبارہ زندہ ہو سکتی ہے۔ جانتے ہو اس کے بعد کیا ہوگا۔" اس نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"وہی ہوگا جو داور کے ساتھ ہو چکا ہے۔" میں زہر

خند لہجے میں بولا۔ "ظاہر ہے کہ ایک زندہ عورت کی زبان سے قانون خود اسی کے قتل کیے جانے کی کہانی پر غور کر کے اپنا وقت ضائع نہیں کرے گا۔"

"مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اب تم نے اڑنا ہواؤں میں اڑنا سیکھ لیا ہے۔"

"مطلب کی بات کرو شنکر۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں ایک جتر ہونے کے ناتے تمہیں ایک مشورہ دینے آیا ہوں۔"

"کہو۔"

"میری مانو تو زنجن لال کے ساتھ دوستی کر لو ورنہ بہت گھاٹے میں رہو گے۔"

"سمجھا۔ تم مجھے دھمکی دینے آئے ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"شنکر سے ٹکرانے کا دھیان من سے نکال دو اسی میں تمہاری مکتی ہے۔" وہ پہلو بدل کر بولا۔ "محسن علی کا انجام تو تم دیکھ چکے ہو۔"

"وکرم اور اگروال کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے۔" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔ "ابھی تک وکرم نے زنجن لال کا نام نہیں لیا ہے جس کے اشارے پر اس نے شکلا کو قتل کیا تھا۔"

"وہ وہ اپنی زبان کھولے گا بھی نہیں۔"

"یہ تمہارا خیال ہے لیکن میں اگر چاہوں تو وہ آج کل اپنی گندی زبان سے سب کچھ اگلنے پر مجبور ہو سکتا ہے۔"

"ہم ۔۔۔ اور شنکر کی مہان شکتی سے پنجہ لڑانے کی کوشش کرو گے۔" اس نے میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔

"میں زنجن لال کے ساتھ پارٹنر شپ کرنے کے بارے میں غور کر سکتا ہوں لیکن ایک شرط پر۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وہ کیا۔" شنکر کے منحوس چہرے پر امید کی ایک کرن پھوٹ پڑی۔

"تم مجھے وہ جگہ دکھا دو جہاں تمہارا گرو پنڈت جسی دھر کسی منڈل میں کنڈلی مارے بیٹھا اپنا جاپ مکمل کر رہا ہے۔"

"شہباز۔" اچانک کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "جسی دھر کا نام درمیان میں مت لاؤ ورنہ شنکر معاملے کی گہرائی تک بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"پھر کیا ہوگا۔"

"تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔" کالکا نے کہا۔

"میں سمجھنا بھی نہیں چاہتا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "شنکر ذات کا چمار ہے یہ تم بھی جانتی ہو' اور میں کسی چمار کو اب زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کر سکتا۔"

شنکر نے اچانک چونک کر اس طرح نظریں گھما گھما کر چاروں طرف دیکھنا شروع کر دیا جیسے اسے اس بات کا شبہ ہو گیا تھا کہ اس کے علاوہ کمرے میں کوئی اور مہان شکتی بھی موجود ہے۔ میں نے اس کی توجہ میں خلل ڈالنے کی خاطر تیزی سے کہا۔

"شنکر۔ تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔"

"کیا پوچھا تھا تم نے۔" اس نے کچھ ایسے انداز میں سوال کیا جیسے اس کا ذہن خالی ہو چکا ہو' ممکن ہے کالکا نے جاتے جاتے اس کے ذہن کو ایک جھٹکا ضروری سمجھا ہو' بہرحال میں محسوس کر رہا تھا کہ شنکر کے چہرے پر اب وہ رخت تاثرات نہیں تھے جو پہلے نظر آرہے تھے۔ داور بدستور کسی بت کی طرح اس کی پشت پر ہاتھ باندھے کھڑا رہا تھا اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ میں نے اس کی پلکوں کو ایک بار بھی جھپکتے نہیں دیکھا تھا۔

"میں نے تم سے جسی دھر کے بارے میں دریافت کیا تھا۔" میں نے شنکر کو یاد دلایا تو اس کی پیشانی پر اچانک کئی ترچھی شکنیں دوبارہ نمودار ہونا شروع ہو گئیں' وہ حسب معمول منمناتے ہوئے بولا۔

"اتنا اونچا اڑنے کی کوشش مت کرو بالک کہ دوبارہ دھرتی پر قدم رکھنے کی آشا من کی من ہی میں رہ جائے۔"

"میری بھی ایک شرط ہے۔" میرا لہجہ فیصلہ کن تھا۔

"اس کے بغیر میں زنجن لال کی طرف دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھا سکتا۔"

"شنکر جانتا ہے بالک کہ ایک چھایا تمہاری سہائتا کر رہی ہے' پر تو اتنا یاد رکھو کہ جس دن شنکر نے اس چھایا کا راز پا لیا وہ تمہارے جیون کا آخری دن بھی ہو سکتا ہے۔" وہ سرسراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"مجھے یاد ہے شنکر۔" میں نے اسے چڑاتے ہوئے کہا۔ "جس دن تم جسی دھر کے ساتھ کالکا کی مورتی لینے آئے تھے اس دن تم نے پنڈت جسی دھر کا تعارف اپنے گرو کی حیثیت سے کرایا تھا۔"

"ہاں۔ وہ میرے گرو دیو ہیں۔" شنکر نے بڑے ادب سے کہا۔ "ان کی شکتی اپرم پار ہے۔ گرو دیو نے برف پوش پہاڑیوں کی سرد گپھاؤں میں بیٹھ کر برسوں کالی کے نام پر جاپ کیے ہیں۔ دیوی دیوتاؤں کو رام کرنے کے لیے اپنا جیون تیاگ دیا ہے' وہ اگر پھونک مار دیں تو جل سے آگ کے شعلے بھی ابل سکتے ہیں' تم سپنے میں بھی گرو دیو کی شکتی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکتے۔"

"اس کے باوجود تم مجھے اس کا پتا بتانے سے ڈر رہے ہو۔"

"تم شاید اپنے ہوش میں نہیں ہو۔" اس بار شنکر کسی زخمی سانپ کی طرح بل کھا کر بولا۔ "ایک بات دھیان میں رکھو گرو اپنے چیلے کو سب کچھ سکھا دیتا ہے پر تو ایک داؤ ہمیشہ چھپا کر رکھتا ہے۔ شنکر سے الجھنے کی حماقت مت کرو ورنہ پاسا پلٹ گیا تو ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔"

"ایک بات پوچھوں شنکر۔"

"پوچھو۔"

"اگر میری معلومات غلط نہیں ہیں تو اس روز اگروال اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ تم بھی مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کا خیال لے کر آرہے تھے جب پولیس نے اچانک ریڈ کر کے مجھے بازیاب کرا لیا تھا۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ جب تم مہان شکتی کے مالک ہو اور تم نے روپ نگر میں جمنا کی خاطر بھی پولیس سے ٹکرانے کی من میں ٹھان رکھی تھی تو اب تمہیں کس کا خوف لاحق ہو گیا ہے۔"

"اب کچھ کچھ میری سمجھ میں آرہا ہے کہ کون تمہاری سہائتا کر رہا ہے۔" شنکر نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔

"پھر تم اسے اپنی شکتی کے زور سے راستے سے ہٹا کیوں نہیں دیتے۔" میرے جواب میں طنز بھی شامل تھا۔

"سے کا انتظار کر مورکھ۔" وہ تلملا کر بولا۔ "گرودیو کو اپنا جاپ پورا کرنے میں اب زیادہ دن نہیں رہ گئے ہیں اس کے بعد آج جو شکتی تمہاری سہائتا کر رہی ہے کل وہ ہمارے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہوگی۔"

"ایسی صورت میں تمہیں آج اپنا اور میرا وقت برباد نہیں کرنا چاہیے تھا۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "جاؤ شنکر اور کل کا انتظار کرو۔"

"ہاں۔ اب شنکر کو کل کا انتظار کرنا پڑے گا لیکن ایک بات دھیان میں رکھنا۔" وہ تیزی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "شنکر آج بھی تمہارا راستہ کھوٹا کرنے کی شکتی رکھتا ہے۔ میں تمہاری رہ میں ایسے کھٹ راگ پیدا کروں گا کہ تم سکھ کی کل سکھ کا سانس نہیں لے سکو گے۔" پھر اس نے داور کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا' اس کے تیور یکلخت ہی خطرناک ہو گئے تھے۔

شنکر کے جانے کے بعد میں نے پہلے عارفہ سے پھر اپنے مسلح گارڈ کو بلا کر دریافت کیا کہ کیا کوئی مجھ سے ملنے تو نہیں آیا تھا لیکن دونوں کا جواب نفی میں تھا' میرا خیال درست تھا۔ شنکر نے اپنی گندی قوتوں کے ذریعے میرے دفتر میں داخل ہوتے وقت ان کی آنکھوں کے سامنے پردے کھینچ دیے ہوں گے۔ شنکر مجھے جاتے جاتے چیلنج کر گیا تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ صندل کی کرشمائی انگوٹھی کی موجودگی میں وہ میری ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں نے اس کے جانے کے بعد ایک ضروری فائل اٹھا کر اس کا مطالعہ شروع ہی کیا تھا کہ کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"شہباز۔ تم نے میرے منع کرنے کے باوجود شنکر سے پنڈت جسی دھر کے بارے میں بات کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"کیوں کالکا رانی۔ کیا تم شنکر سے ڈرتی ہو۔"

"بات ڈرنے کی نہیں ہے لیکن تم نے میرا سارا کھیل بگاڑ دیا ہے۔" کالکا کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"تمہاری باتوں سے شنکر کو شبہ ہو گیا ہے کہ میں بھی تمہاری سہائتا کر رہی ہوں۔" کالکا بدستور سنجیدگی سے بولی۔ "کیا تم نے اس وقت شنکر کو چونک کر ادھر ادھر نظر دوڑاتے نہیں دیکھا تھا جب میں تمہیں پنڈت جسی دھر کے بارے میں بات کرنے سے منع کر رہی تھی۔"

"کیا اس نے تمہاری شکتی کو پہچان لیا ہے۔"

"نہیں۔ وہ کالکا کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا پر تو اسے شبہ ضرور ہو گیا ہے۔"

"پھر اس سے فرق کیا پڑتا ہے۔"

"تم نہیں جانتے۔" کالکا نے سراسیمگی کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہوئے کہا۔ "شنکر بہت گہرا اور چالاک ہے۔ اب وہ پاپی پہلی فرصت میں جا کر پنڈت جسی دھر کو آگاہ کرے گا اور جسی دھر منڈل میں میری طرف سے اور چوکنا ہو جائے گا۔ میں نے اسے منڈل سے باہر نکالنے کے کارن بہت سارے طریقے سوچ رکھے تھے لیکن تم نے سب پر پانی پھیر دیا۔ اب وہ گرو گھنٹال پہلے سے زیادہ ہوشیار ہو جائے گا اور۔"

"اور کیا۔" میں نے اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے تیزی سے پوچھا۔

"اگر وہ اپنے جاپ میں سپھل ہو گیا تو تمہاری کالکا رانی کو اس کی داسی بننے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ اس کی ہر آگیا کا پالن کرنا پڑے گا۔" کالکا نے شکایت بھرے انداز میں جواب دیا۔ "یہ بات میں تم کو پہلے بھی بتا چکی ہوں۔"

"اب کیا ہوگا۔ کیا جسی دھر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"میں پورے وشواس سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

"میں مانتا ہوں کالکا رانی کہ میں نے تمہاری بات نہیں مانی لیکن اس چمار کی اولاد نے اس وقت میرا ذہن بالکل ہی مکدر کر دیا تھا۔"

"جو سے بیتنا تھا بیت چکا۔ اب پچھتانے سے کیا ہوگا۔"

"میری ایک بات مان لو۔" میں نے کالکا کے لہجے کی خفگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے پنڈت جسی دھر تک پہنچا دو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ یا تو اسے اس حصار سے باہر نکال لوں گا یا پھر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔"

"ابھی ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔" کالکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں جا رہی ہوں' پہلے مجھے یہ دیکھنا ہے کہ شنکر کیا قدم اٹھاتا ہے۔"

"کیا آج تم اپنے درشن نہیں دو گی۔" میں نے ماحول کو خوش گوار بنانے اور موضوع کو بدلنے کی خاطر سے پیار سے کہا۔

مجھے کالکا کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا' شاید وہ جا چکی تھی۔

☆

ماسٹر ٹونی کمرے میں داخل ہوا تو بہت زیادہ بوکھلایا ہوا نظر آ رہا تھا' اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں' وہ یقیناً مجھے کوئی اچھی خبر سنانے نہیں آیا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اپنے اندر اٹھنے والے طوفان کو بہ مشکل روکنے کی کوشش کر رہا ہے۔

"بہت الجھے ہوئے نظر آ رہے ہو۔" میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کوئی خاص بات ہے۔"

"اب ماسٹر ٹونی کے لیے کیا حکم ہے باس۔" اس کے لہجے میں شکوہ تھا۔

"کس سلسلے میں۔"

"مزدوروں نے نئے پروجیکٹ پر کام کرنے سے انکار کر دیا ہے۔"

"اس کی کوئی وجہ۔"

"قاسم علی۔ ورکروں کا لیڈر۔" ٹونی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "آپ ہی کے آرڈر پر اسے مزدوروں کا لیڈر بنایا گیا تھا اور اسی باسٹرڈ نے مزدوروں کو چابی بھر دی ہے۔"

"کوئی خاص مطالبہ۔"

"قاسم علی نے سب کو پوائزن کر دیا ہے باس۔ وہ دو سال کا ایڈوانس بونس مانگ رہے ہیں۔"

"ایڈوانس بونس۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "ابھی تو انہیں کام شروع کیے زیادہ دن بھی نہیں ہوئے۔"

"یہی میں نے کہا تھا لیکن اس وقت وہ قاسم علی کے اشارے پر ناچ رہے ہیں۔" ٹونی نے کہا۔ "میں نے اس ڈرٹی فیلو سے معاملہ نمٹانے کی خاطر بات کی تھی لیکن وہ کسی طرح تیار نہیں ہوا۔ کتے کی دم کی طرح ٹیڑھا بنا رہا' جانتے ہو باس وہ اپنی اس الو کی ڈیمانڈ کا کیا ریزن دے رہا ہے۔"

"کیا۔"

"اس کا کہنا ہے کہ پروجیکٹ مکمل ہونے کے بعد نادر کنسٹرکشن کو کروڑوں کا فائدہ ہوگا اس لیے بونس ایڈوانس ملنا چاہیے۔"

"کیا وہ تمہارے ساتھ آیا ہے۔"

"نہیں۔"

"پھر۔ میرا مطلب ہے کہ قاسم علی سے بات کس طرح ہوگی۔"

"آپ کو سائیٹ پر چلنا ہوگا اور تمام مزدوروں کی موجودگی میں دو سال کے ایڈوانس بونس کا اعلان کرنا ہوگا۔" ٹونی نے اپنا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "اس۔۔۔

قاسم علی نے یہی شرط رکھی ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ بونس کی رقم کی ادائیگی پندرہ روز کے اندر اندر ہونی چاہیے۔ ورنہ کام دوبارہ ٹھپ کر دیا جائے گا۔"

"قاسم علی تو ایسا آدمی نہیں لگتا تھا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اسے یقیناً کسی نے بھڑکایا ہوگا۔"

"نرنجن لال۔" ٹونی نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ ویسے میرے ذہن میں نرنجن لال سے زیادہ اس سازش میں شنکر کا ہاتھ نظر آ رہا تھا' قاسم علی کو اپنے ناپاک علم سے تسخیر کر لینا اس کے لیے کوئی مشکل بھی نہیں تھا' دفتر سے جاتے ہوئے اس نے کہا بھی تھا کہ وہ میرے راستے میں اتنی رکاوٹیں کھڑی کر دے گا کہ میرے لیے سکھ کا سانس لینا بھی دشوار ہو جائے گا۔

"میرے لیے کیا آرڈر ہے۔" ماسٹر ٹونی نے سر سراتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ اشارہ کریں تو میں قاسم علی کو اپنا بوٹ چاٹنے پر بھی مجبور کر سکتا ہوں۔ کل تک وہ بھیگی بلی بنا ہوا تھا' میرے پیچھے پیچھے ہاتھ باندھے چلتا تھا اور آج وہ شیر کی طرح میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بکواس کر رہا تھا۔ آپ کا آرڈر تھا۔ باس اس لیے خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو گیا ورنہ وہ دو ٹکے کا مزدور مجھ سے کبھی نظر ملانے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا' ٹونی نے بڑے بڑے بدمعاشوں کی غنڈا گردی دوسرے راستے سے نکال دی ہے وہ سالا قاسم علی کیا بیچتا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ہمیں قاسم علی کو کسی اور طریقے سے ہینڈل کرنا پڑے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ نادر کنسٹرکشن کا نام کسی طرح بھی بدنام ہو۔"

"پھر آپ نے کیا سوچا ہے۔" ٹونی نے بے چینی سے دریافت کیا۔ "کام اگر بند رہا تو نادر کنسٹرکشن کو ہزاروں روپے کا نقصان ہوگا اور اگر یہ پروجیکٹ وقت پر تیار نہ ہو سکا تو ہماری کمپنی کی ساکھ بھی متاثر ہو سکتی ہے۔"

"تم سائیٹ پر جاؤ۔ میں کوئی نہ کوئی بندوبست کرتا ہوں۔"

ٹونی کے جانے کے بعد میں نے کالکا کو یاد کیا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم نے مجھے کس لیے یاد کیا ہے۔" کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "قاسم علی کو نرنجن لال نے نہیں بلکہ شنکر کے گندے علم نے بھڑکا دیا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ تمہارے خلاف اور کیا کچھ سوچ رہا ہے۔"

"کیا تم شنکر کو کوئی ایسا سبق نہیں دے سکتیں کہ وہ میرے راستے سے ہٹ جائے۔"

"ابھی ایسا ممکن نہیں ہے۔" کاکا نے روکھائی سے جواب دیا۔ "میں اس کے ساتھ الجھ گئی تو پنڈت سہی دھروالا معاملہ ادھورا رہ جائے گا۔"

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو شاید تم ابھی تک مجھ سے روٹھی ہوئی ہو۔"

"جو کچھ ہو چکا ہے اسے دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں۔" کاکا نے بدستور سپاٹ لہجے میں کہا۔ "شنکر نے غلط نہیں کہا ہے' وہ تمہیں سکھ کا سانس نہیں لینے دے گا۔"

"کیا تم اس کے مقابلے میں میری مدد نہیں کرو گی۔"

"تم اپنے کام کی چنتا مت کرو۔" وہ میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔ "وہ شروع ہو جائے گا' رہا قاسم علی کا معاملہ تو تم اپنے مترِ سراج کو فون کر دو کہ وہ اسے گرفتار کر لے۔"

"کس جرم میں۔"

"پرسوں رات سیٹھ پرشوتم کے گھر پر ڈاکا پڑا تھا۔ پولیس وہ تمام مال قاسم علی کے گھر سے برآمد کر سکتی ہے۔"

"کیا قاسم علی واقعی اس واردات میں ملوث تھا۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"تمہیں کیول آم کھانے سے غرض ہونی چاہیے۔ پیڑ گننے کی کوشش مت کرو۔"

"لیکن۔"

"میرے پاس سمے کم ہے۔" وہ تیزی سے بولی۔ "میں نے تمہیں وچن دیا تھا کہ تمہاری سہایتا کروں گی' میں اپنا وچن اوش پورا کروں گی' تمہاری ہر اچھا (خواہش) پوری ہوگی۔ تمہارے کارن دوسروں کو کیا کٹھنائیاں بھوگنی پڑیں گی اس بات سے تمہیں کوئی سمبندھ نہیں ہونا چاہیے۔ میں اب جا رہی ہوں شہباز۔"

کاکا کے لہجے کے تیکھے پن کو میں نے بڑی سنجیدگی سے محسوس کیا تھا' آج اس کے رویے کی اچانک تبدیلی پر مجھے حیرت تھی' قاسم کے سلسلے میں مجھے معلوم تھا کہ وہ ایک سیدھا سچا' ایماندار اور محنتی شخص ہے' اس پر کسی ڈاکا زنی کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا' شنکر کے پلید جنتر منتر نے اس کی کھوپڑی پلٹ دی تھی اس لیے اس کی سزا بھی شنکر ہی کو ملنی چاہیے تھی' قاسم علی کو نہیں چنانچہ میں نے کاکا کے مشورے کے باوجود ڈی' ایس' پی سراج کو فون کرنا مناسب نہیں سمجھا' میں محض اپنے کام کی خاطر کسی بے گناہ کو

قانون کے شکنجوں میں نہیں جکڑانا چاہتا تھا... لیکن دوسری صبح شائع ہونے والے مقامی اخبارات میں قاسم علی کی گرفتاری کی' تصویر اور خبر جلی حروف میں شائع ہوئی تھیں کاکا کے کہنے کے مطابق سیٹھ پرشوتم کے گھر سے لوٹا گیا تمام سامان قاسم علی کے گھر سے برآمد ہوا تھا اور قاسم علی کی گرفتاری بھی سراج ہی کے ہاتھوں عمل میں آئی تھی لیکن نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ قاسم علی بے گناہ ہے' اسے ماورائی قوتوں نے ایسے حالات سے ملوث کر دیا تھا جس کا علم اس غریب کے فرشتوں کو بھی نہیں تھا۔

ٹونی نے مجھے فون کر کے گھر پر یہ خوش خبری سنائی تھی کہ قاسم علی کی گرفتاری کے بعد مزدوروں کا زور ٹوٹ گیا ہے اور انہوں نے کام شروع کر دیا ہے لیکن مجھے اس فون کال سے کوئی خاص خوشی نہیں ہوئی۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی سوال گونج رہا تھا' جب میں نے سراج کو فون کرنے سے گریز کیا تھا تو پھر کاکا نے قاسم علی کو پھنسوانے کی خاطر کوئی اور راستہ کیوں اختیار کیا؟"

☆

میں گھر سے نکلنے کے لیے تیار ہی ہو رہا تھا کہ ندیم کا فون آ گیا۔

"پہلے تمہارا اغوا اور اب قاسم علی کی گرفتاری۔ کیا یہ دونوں واقعات محض اتفاق ہیں۔"

"تم نے ایک بار کہا تھا کہ آئی جی پولیس اور عدالت کے کچھ مجسٹریٹ اور ججوں سے بھی تمہارے مراسم ہیں۔" میں نے ندیم کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"کام کی بات کرو۔ آج کے دور میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔"

"میں ہر قیمت پر قاسم علی کو ضمانت پر رہا کرانا چاہتا

ہوں۔"

"ان خبروں کے باوجود جو شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔"

"تم نہیں سمجھ سکو گے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "قاسم علی کو زبردستی پھانسا گیا ہے۔"

"اور ڈاکے میں لوٹا ہوا مال جو اس کے گھر سے برآمد ہوا ہے' اس کے بارے میں تم کیا کہو گے۔" ندیم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"لمبی کہانی ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "تفصیل بعد میں بتاؤں گا' فی الحال یہ بتاؤ کہ تم قاسم علی کی ضمانت کے سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے' تم میری طرف آ جاؤ۔ مجھے امید ہے ضمانت کسی نہ کسی طرح ہو جائے گی۔" ندیم نے کہا۔ "میں اتنی دیر میں اپنے وکیل سے بات کرتا ہوں۔"

میں دفتر جانے کے بجائے تیار ہو کر سیدھا ندیم کی طرف چلا گیا۔ قاسم علی کی گرفتاری اور اس کے گھر سے برآمد ہوئے سامان کے سلسلے میں' میں نے ندیم کو مطمئن کرنے کی خاطر ایک فرضی کہانی سنا دی جس کا لب لباب صرف اتنا تھا کہ کچھ لوگوں نے قاسم علی سے پرانی دشمنی کی وجہ سے اسے قانون کے شکنجے میں پھانس دیا ہے' فی الحال میں ندیم کو شنکر' کاکا یا زنجن لال کے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا' وہ میری بات بڑی خندہ پیشانی سے سنتا رہا پھر میرے خاموش ہونے پر بولا۔

"کیا میں تمہیں شکل سے اتنا ہی گاؤدی نظر آتا ہوں کہ تمہاری کہانی پر آنکھ بند کر کے اعتبار کر لوں گا۔"

"کیا مطلب۔"

"بات اگر صرف قاسم علی کی گرفتاری کی ہوتی تو شاید میں تمہاری کہانی ہضم کر جاتا لیکن ڈاکے میں لوٹا گیا مال قاسم علی کے گھر سے کس طرح برآمد ہوا۔" ندیم نے کسی ماہر وکیل کی طرح جرح کی۔ "اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ سامان خود ڈاکوؤں نے وہاں پہنچایا ہو گا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہیں اتنے بڑے سیٹھ کے ہاں ڈاکہ مارنے کی کیا ضرورت تھی اگر وہ جرائم پیشہ لوگ ہی تھے تو قاسم علی کو عدم آباد بھی روانہ کر سکتے تھے۔"

"یہی بات میری سمجھ میں بھی نہیں آ سکی۔" میں نے بات بنانے کی خاطر کہا تو ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں ایک کیسینو کا مالک ہوں جہاں روزانہ متعدد خطرناک ڈرامے رچائے جاتے ہیں۔ اس بات کا اقرار کیوں نہیں کر لیتے جان من کہ تم مجھے اصل واقعات سے کسی وجہ سے آگاہ نہیں کرنا چاہتے۔ بلاوجہ اڑنے کی کوشش سے کیا فائدہ۔"

میں خاموش رہا تو ندیم نے بھی اصلیت معلوم کرنے کے لیے زیادہ اصرار نہیں کیا' وہ ان دوستوں میں سے تھا جنہیں یار کی یاری سے غرض ہوتی ہے ان کے فعل سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

عدالت کے احاطے میں ندیم کا وکیل پہلے سے موجود تھا' اس کے خیال میں قاسم علی کی ضمانت ہونی مشکل تھی لیکن ندیم نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے کسی نہ کسی طرح ضمانت کی درخواست منظور کرا لی قاسم علی کو ایک لاکھ کے عوض میری ضمانت پر رہائی کا پروانہ ملا تھا' ندیم کے وکیل نے دوڑ دھوپ کر کے معلوم کر لیا تھا کہ ابھی تک پولیس نے قاسم علی کو کورٹ میں پیش کر کے اس کا ریمانڈ حاصل نہیں کیا تھا' ہمارے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ عدالت سے فراغت پانے کے بعد ہم سیدھے ڈی' ایس' پی سراج کے آفس پہنچے جو کاغذی کارروائی مکمل کرنے کے بعد مجرم کو لے کر عدالت جانے کے لیے تقریباً تیار تھا' ہمیں دیکھ کر وہ دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اس وقت کیسے زحمت فرمائی آپ نے۔" سراج نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے اس بات کی اطلاع بھی مل چکی ہے کہ قاسم علی نے آپ کے نئے پروجیکٹ کا کام رکوانے کی خاطر مزدوروں کو کام کرنے سے روک دیا تھا۔"

"میں اس وقت قاسم علی ہی کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔"

"آپ فکر نہ کریں مسٹر شہباز۔" سراج نے مجھے یقین دلایا۔ "قاسم علی کو سات آٹھ سال سے کم کی سزا بھی نہیں ہوگی اور آپ کو یہ سن کر شاید خوشی بھی ہوگی کہ قاسم علی نے اپنے جرم کا اقرار بھی کر لیا۔ پولیس' ریمانڈ حاصل کرنے کے بعد اس کے گروہ کے باقی افراد کے نام بھی اگلوا لے گی۔ مجھے توقع ہے کہ وہ شہر میں ہونے والی دیگر وارداتوں کے سلسلے میں بھی اپنی زبان شرافت سے کھول دے گا ورنہ۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "قاسم علی کے سلسلے میں آپ کو کس نے اطلاع دی تھی۔"

"اس قسم کے سوالات کا جواب دینا ہمارے اصول

کے خلاف ہے لیکن آپ کی اور بات ہے۔" سراج نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ قاسم علی کے گروہ کا ہی آدمی رہا ہو گا جس نے براہ راست مجھے فون کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ قاسم علی نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہو اور کامیاب ڈاکے کے بعد اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا ہو۔ اس قسم کے مجرم عام طور پر آپس کی ناانصافی کے بعد ہی ہمارے ہتھے لگتے ہیں۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ قاسم علی ہی نے ڈاکا ڈالا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سراج نے میرے سوال پر حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا مال مسروقہ برآمد ہونے کے بعد بھی شبے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ کیس بھی محسن علی اور روکرم سے ملتا جلتا ہے۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اگروال کی گرفتاری اور میری بازیابی کیا حیرت انگیز اور پراسرار نہیں کہی جا سکتی۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔" سراج کے لہجے میں تجسس تھا۔

"قاسم علی کا شمار میرے پرانے ملازمین میں نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود میں یہ بات پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اس ڈاکے کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا جس میں اسے ملوث کر دیا گیا ہے۔" میں نے اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد قاسم علی کی ضمانت پر رہائی کے عدالتی حکم نامے کو میز پر رکھا تو سراج ایک لمحے کو سٹپٹا کر رہ گیا، اس کی کیفیت اس شکاری سے مختلف نہیں تھی جس کے ہاتھوں ایک بڑا شکار نکل گیا ہو۔ "مجھے آپ سے ایک شکوہ ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "آپ کو عدالتی کارروائی سے پہلے مجھ سے رجوع کر لینا چاہیے تھا۔ آپ پولیس کے محکمے سے وابستہ رہ چکے ہیں اس لیے میری بات کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔"

میں کوئی جواب دینے کے بارے میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک شخص جو ہندوانے لباس میں ملبوس تھا اور خاصا صاحب حیثیت معلوم ہوتا تھا تیزی سے اندر داخل ہوا، اس نے ایک سرسری سی نگاہ مجھ پر اور ندیم پر ڈالی پھر نفرت سے منہ پھیر لیا، اس کے انداز میں تکبر تھا۔

"تشریف لایئے سیٹھ جی۔" سراج نے کرسی سے اٹھتے ہوئے آنے والے کا خیر مقدم کیا۔

"میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا۔" نوارد جو سیٹھ پرشوتم کے سوا کوئی اور نہیں تھا بڑی رعونت سے بولا۔ "کیول یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ آپ نے اس کتے کے پلے کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ اس پاپ کے بدلے جج کو پندرہ بیس سال کی قید نہ کرائی تو میرا نام بھی پرشوتم نہیں۔ شہر کے جتنے بڑے وکیل اور بیرسٹر ہیں سب کو اس کے خلاف ایک لائن سے کھڑا کر دوں گا۔ اس کمینے کے تمام کٹم (خاندان) کو نشٹ کرنے کے بعد ہی میرے من کو شانتی نصیب ہو گی۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے سیٹھ پرشوتم کو سنانے کی خاطر کہا۔ "کیا ضمانت منظور ہو جانے کے بعد اب ہم قاسم علی کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔"

"جی ہاں۔" سراج نے کہا۔ "مجھے کاغذات کی تیاری میں بمشکل دس منٹ لگیں گے۔"

"اس ـــــ کے پلے کی ضمانت ایک مجسٹریٹ نے منظور کی تھی۔" سیٹھ پرشوتم نے قاسم علی کی شان میں ایک گندی گالی بکتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس سیشن جج کا آرڈر ہے جس نے ضمانت کے آرڈر کو کینسل کر دیا ہے۔" اس نے جیب سے سیشن جج کا آرڈر نکال کر سراج کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ "میں بھی دیکھتا ہوں کہ سیٹھ پرشوتم کے مقابلے پر کون مائی کا لال سینہ تان کر کھڑا ہو سکتا ہے۔"

سراج کی حالت اس وقت قابل رحم نظر آ رہی تھی، ایک طرف اسے میرا خیال تھا اور دوسری طرف ضمانت منسوخ کیے جانے کا آرڈر اس کو اپنے فرض کی ادائیگی پر مجبور کر رہا تھا۔

"اوکے مسٹر سراج، اب ہم آپ سے اجازت چاہتے ہیں۔" ندیم نے میرا شانہ دبا کر اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "پھر کبھی اطمینان سے ملاقات ہو گی۔"

سیٹھ پرشوتم کے ہونٹوں پر بڑی فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی، ندیم نے ایک نظر پرشوتم کے چہرے پر ڈالی پھر میرا ہاتھ تھام کر ڈی ایس پی سراج کے کمرے سے باہر لاتے ہوئے بولا۔ "کھیل تو اب شروع ہو گا۔"

ندیم کے لہجے میں کسی زہریلے سانپ کی پھنکار تھی!

ڈی ایس پی سراج کے دفتر سے باہر آ کر میں ندیم کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا، میرے ذہن میں سیٹھ پرشوتم کے جملے گونج رہے تھے۔ "دیکھتا ہوں کہ سیٹھ پرشوتم کے مقابلے پر کون مائی کا لال سینہ تان کر کھڑا ہو سکتا ہے؟" بظاہر اس نے وہ جملہ سراج سے میرے ورکر قاسم علی کی ضمانت کی منسوخی کے آرڈر پر اچھالتے ہوئے کہا تھا لیکن دراصل اس نے ہمیں چیلنج کیا تھا۔

سیٹھ پرشوتم کے گھر پڑنے والے ڈاکے کا سارا سامان قاسم علی کے گھر سے برآمد ہو چکا تھا اس لیے قاسم علی کی پوزیشن قانون کی نگاہوں میں ایک خطرناک مجرم کی سی بن گئی تھی۔ سب سے پہلے ٹونی نے مجھے اطلاع دی تھی کہ قاسم علی نے میرے نئے پروجیکٹ پر کام کرنے والے مزدوروں کو بھڑکایا تھا پھر میں نے کاکا کا سہارا لیا تو وہ مجھ سے کھنچی کھنچی نظر آ رہی تھی، اسے یہ بات پسند نہیں آئی تھی کہ اس کے منع کرنے کے باوجود میں نے شنکر کے سامنے پنڈت جسی دھر کا ذکر کیوں جاری رکھا، بہرحال کاکا نے قاسم علی کو میرے راستے سے ہٹانے کی خاطر ڈاکا زنی کی اس واردات میں ملوث کرا دیا تھا، اس کی ماورائی قوتوں کے لیے سیٹھ پرشوتم کے گھر سے لوٹے گئے سامان کو قاسم علی کے گھر سے برآمد کرا دینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

کاکا ہی کے ذریعے مجھے اس بات کا علم ہوا تھا کہ قاسم علی کو مزدوروں کو بھڑکانے کے لیے شنکر کی گندی قوتوں نے اکسایا تھا، مجھے بخوبی یاد تھا کہ شنکر نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے نرنجن کے ساتھ پارٹنرشپ سے انکار کیا تو وہ میرے راستے میں اتنی دشواریاں پیدا کر دے گا کہ میرے لیے سکون کا سانس لینا بھی مشکل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ کاکا نے بھی مجھے صاف لفظوں میں یہی بتایا تھا کہ اگر پنڈت جسی دھر اپنا حساب مکمل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر وہ غلاموں کی طرح اس کے ہر حکم کی بجا آوری کے لیے مجبور ہو جائے گی ـــــ کاکا، پنڈت جسی دھر اور شنکر کا گٹھ جوڑ میرے لیے بے شمار دشواریاں پیدا کر سکتا تھا۔ سیٹھ پرشوتم نے درمیان میں آ کر ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا تھا۔

میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں، جو کسی لڑنے کی صلاحیت ہر شخص میں نہیں ہوتی لیکن گندی اور ناپاک قوتوں نے مفاہمت کے لیے جو شرائط رکھی تھیں اور جو حالات پیدا کر دیے تھے ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دینا بھی میرے اصول کے خلاف تھا چنانچہ اب اینٹ کا جواب پتھر

سے دینے کے سوا میرے پاس کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ میں ابھی ان ہی خیالات میں محو تھا اور آئندہ کے لیے کسی راستے کا تعین کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ندیم نے جو خود بھی کسی سوچ میں غرق تھا، مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"آں۔" میں چونکا پھر خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔ "سیٹھ پرشوتم کے درمیان میں آ جانے سے سارا کام خراب ہو گیا۔"

"تم کیا جانتے ہو اس کے بارے میں۔"

"صرف نام کی حد تک واقف ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں جانتا ہوں پرشوتم کے بارے میں۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "بڑی موٹی اسامی ہے، امپورٹ ایکسپورٹ کی آڑ میں اسمگلنگ کا دھندا کرتا ہے۔ کروڑوں کا الٹ پھیر ہوتا ہے لیکن آدمی انتہائی چالاک اور دوراندیش ہے۔ خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی دل کھول کر مال کھلاتا ہے۔ اس کے ہاتھ اور شخصیت کے بارے میں صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ انسان کے

روپ میں کسی خطرناک آکٹوپس سے کم نہیں ہے۔ اسی لیے میں تمہیں سراج کے کمرے سے اٹھا لایا تھا۔"

"لیکن ــــ"

"تمہیں قاسم علی کی فکر لاحق ہے جو تمہارے خیال میں بے قصور ہے۔" ندیم نے جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے کہا۔ "ایک بات پوچھوں۔"

"کیا؟"

"پرشوتم کے گھر کا لوٹا ہوا تمام مال جب سراج نے بذات خود قاسم علی کے گھر سے برآمد کیا ہے تو تم اسے بے گناہ کس طرح کہہ سکتے ہو؟"

"کیا تمہیں میری بات کا اعتماد نہیں ہے۔"

"ہے ــــ" ندیم نے چیختے ہوئے لہجے میں تیزی سے جواب دیا۔ "اتنا ہی اعتماد ہے جتنا یقین اس بات کا ہے تم مجھ سے کوئی اہم بات چھپا رہے ہو ــــ ون منٹ' تم نے مجھے جو کہانی قاسم علی کے سلسلے میں سنائی ہے' وہ میرے حلق سے نیچے نہیں اتری' کیا میں ایک دوست کی حیثیت سے تم سے اس بات کی درخواست کر سکتا ہوں کہ تم مجھے اصلیت سے آگاہ کر دو۔"

میرے لیے فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا چنانچہ میں نے کالکا اور کمبل پوش کا ذکر درمیان سے حذف کر کے روپ نگر میں اپنی تعیناتی سے لے کر قاسم علی کی گرفتاری تک کی تمام تفصیل تھوڑی ترمیم اور اضافے کے ساتھ ندیم کو سنا دی وہ اس وقت بھی بڑی بے پروائی سے خاموش بیٹھا میری باتیں سنتا ہے۔ مجھے اس کی بے پروائی پر کوئی تعجب نہیں ہوا' میں جانتا تھا کہ وہ مضبوط اعصاب کا مالک ہے اور غم پالنا اس کی فطرت کے خلاف تھا۔ وہ آنکھ بند کر کے سب کچھ کر گزرنے کے اصول کا قائل تھا' نفع اور نقصان اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ میں خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

"کیا تمہارا خیال ہے قاسم علی کو پھنسوانے میں شنکر کے سفلی عمل کو دخل ہو گا۔"

"اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ہے؟" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ مجھے نرنجن لال کے سلسلے میں پریشان کن حالات سے دوچار کر دینے کی دھمکی بھی دے گیا ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات کا بھی یقین ہے داور کو بھی شنکر کی ماورائی قوتوں نے نئی زندگی دے دی ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ہے؟" میں نے کہا۔ "میں اسے دو بار خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔"

"مجھے تمہاری باتوں پر یقین کر لینے میں کوئی عار نہیں ہے لیکن ایک سوال ابھی تشنہ رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"شنکر کو بلاوجہ معاملے کو اتنا طول دینے کی کیا ضرورت تھی' اگر وہ شیطانی قوتوں کا مالک ہے تو تمہیں براہ راست بھی ٹھکانے لگا سکتا تھا' نرنجن لال کا راستہ ہمیشہ کے لیے صاف ہو جاتا۔"

"تمہاری دلیل معقول ہے۔" میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "یہی ایک سوال میرے ذہن میں بھی متعدد بار ابھر چکا ہے۔"

"ہو سکتا ہے وہ تمہارے ساتھ چوہے اور بلی والا کھیل کھیل کر لطف اندوز ہو رہا ہو۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"بہرحال ایک بات طے ہے کہ شنکر یا اس کے گرگوں نے سیٹھ پرشوتم کو درمیان میں لا کر تمہارے لیے ایک نیا محاذ اور کھول دیا ہے۔ مجھے ان محاذوں کی اتنی پروا نہیں ہے جتنی فکر اس بات کی ہے کہ قاسم علی کو بلاوجہ اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا بھگتنی پڑے گی۔"

"کل کیا ہو گا؟" میں نے اس کی فکر بھی پہلے نہیں کی۔" ندیم نے جواب دیا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قاسم علی کو دوبارہ ضمانت پر رہا کرا لیا جائے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا تمہیں یاد نہیں ہے کہ سیٹھ پرشوتم نے کس قدر گھٹیا انداز میں ہمیں چیلنج کیا تھا اور میں نے سراج کے دفتر سے باہر نکل کر تم سے کہا تھا کہ کھیل تو اب شروع ہو گا۔"

"زیادہ سوچنے سمجھنے سے صحت پر اچھا اثر نہیں پڑتا۔" ندیم نے اس بار سنجیدگی سے کہا۔ "فی الحال میرا مشورہ تمہارے لیے صرف اتنا ہے کہ تم پرشوتم کے خیال کو ذہن سے نکال دو' وہ میری لائن کا آدمی ہے اس لیے تمہارے سمجھ میں نہیں آئے گا اور اس قسم کے لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے کیا طریقۂ کار مجرب ثابت ہوتا ہے تم اسے بھی ناواقف ہو۔"

"لیکن اگر تم نے پرشوتم کو راستے سے ہٹانے یا چھیڑنے کی کوشش کی تو قاسم علی کا کیس اور خراب ہو جائے گا۔"

"گھی جب سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو پھر مجبوراً اسے ٹیڑھا کرنا پڑتا ہے۔" ندیم نے گاڑی اپنے گھر کے سامنے

...کتے ہوئے کہا۔ "رہا قاسم علی کا معاملہ تو تم اسے بھی ...ے اوپر چھوڑ دو۔"

"مگر ــــ"

"شہباز ــــ" ندیم نے نیچے اترتے ہوئے مجھے غور ...ے دیکھا۔ "تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ میں تمہارا بہت ...ا دوست ہوں پھر تم نے کل از وقت یہ نتیجہ کیوں اخذ ...ر لیا کہ میرا اٹھایا ہوا کوئی قدم تمہارے لیے نقصان دہ بھی ...و سکتا ہے۔"

"او کے ــــ لیکن پلیز جو کچھ بھی کرنا سوچ سمجھ کر کرنا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر اپنی گاڑی میں ...یٹھ کر دفتر کی طرف روانہ ہو گیا لیکن تمام راستے میرا ذہن ...دیم کی باتوں سے الجھتا رہا! میں جانتا تھا کہ وہ انتہا پسند ...بیعت کا مالک ہے کچھ بھی کر سکتا تھا!

اسی رات مجھے ایک نئے حادثے کی اطلاع سے دوچار ہونا پڑا' میں رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنی خواب گاہ میں بستر پر لیٹا ایک دلچسپ ناول کے مطالعے میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

"ہیلو ــــ" میں نے کتاب کا مطالعہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"میں سراج بول رہا ہوں۔"

"کوئی نئی اطلاع ــــ" میں نے سراج کی آواز سن کر ناول رکھ دیا۔ گھڑی پر نظر ڈالی رات کے دس کا عمل تھا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر شہباز کہ قاسم علی کے سلسلے میں ــــ"

"آپ اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے قانون کے تقاضوں کو پورا کرنا آپ کا فرض ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ سیٹھ پرشوتم کی پہنچ بہت اوپر تک ہے' اگر وہ ضمانت کی منسوخی کے آرڈر نہ بھی لاتا تو یعنی شاید آپ ــــ"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے اپنی پوزیشن کی وضاحت کی۔ "میرا شمار آپ ان پولیس افسران میں نہ کریں جو شخصیت اور اس کی پہنچ کے پیش نظر اپنے فرض سے غافل ہو جاتے ہیں میں اپنی ملازمت کو ہمیشہ فرائض پر ترجیح دینے کا عادی ہوں' دوسری بات یہ کہ میں نے اس وقت کسی اور مقصد کے تحت فون کیا تھا۔"

"وہ کیا؟"

"گروال اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو ہمارے راستے سے بڑے پراسرار طریقے سے ہٹا دیا گیا۔"

"کیا مطلب ــــ" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میں ابھی ابھی پولیس سرجن سے مل کر واپس آیا ہوں۔" سراج نے کہا۔ "پوسٹ مارٹم نے سب کی موت کے سلسلے میں ایک ہی کہانی سنائی ہے۔ وہ سب کسی زہریلے سانپ کے ڈسنے سے موت کا شکار ہوئے ہیں۔"

"کیا ان سب کو ایک ہی لاک اپ میں رکھا گیا تھا۔" میں تیزی سے سوال کیا۔

"نہیں ــــ" سراج نے جواب دیا۔ "گروال کو سب سے الگ تھلگ رکھا تھا' اس کے دیگر ساتھیوں کو بھی دو مختلف تھانوں کے الگ الگ لاک اپ میں رکھا گیا تھا لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق سب کی موت کا وقت اور سبب تقریباً ایک ہی ہے۔"

"کیا ان کی موت کی اطلاع بھی آپ کو ایک ہی وقت ہوئی تھی؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں ــــ" سراج نے جواب دیا۔ "ان کی موت کی اطلاع مجھے وقفے وقفے سے ملی تھی۔"

"ایک اہم بات اور ــــ" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا مرنے والوں کے ساتھ لاک اپ میں دوسرے قیدی موجود نہیں تھے؟"

"یہی تو حیرت کی بات ہے۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "مرنے والوں کے ساتھ اور قیدی بھی تھے لیکن ان سب کا بیان ایک ہی جیسا ہے' مرنے والوں نے بیٹھے بیٹھے اچانک چیخ ماری پھر زمین پر لوٹنے لگے' انکے ساتھ ان کے منہ سے جھاگ بھی جاری ہو گیا تھا" اپنے بیان میں کسی ایک نے بھی لاک اپ میں کسی سانپ کو دیکھنے کا اقرار نہیں کیا دوسرے تمام قیدی محفوظ ہیں۔"

"پھر۔۔۔" میں نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"آپ نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ موجودہ واردات میں بھی ان ہی پراسرار قوتوں اور ماورائی طاقتوں کا دخل ہے جنہوں نے محسن علی کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔"

"گویا اب یہ کیس بھی داخل دفتر کر دیا جائے گا۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ تفتیش تو ہو گی لیکن پوسٹ مارٹم رپورٹ اور کسی عینی شاہد یا ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے سوائے کاغذات کی خانہ پری کے علاوہ اور کیا بھی کیا جا سکتا۔"

"مسٹر سراج۔۔۔" میں نے پہلو بدلتے ہوئے دریافت کیا۔ "کیا موت کی وجہ صرف اسنیک پوائزن (SNAKE POISON) ہے یا مرنے والوں کے جسم پر سانپ کے ڈسنے کے نشانات بھی موجود تھے۔"

"میں نے ابھی اسی لائن پر غور کرتے ہوئے ایک ایک لاش کا بذات خود معاینہ کیا تھا اور آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ مرنے والے تمام افراد کے پاؤں پر سانپ کے ڈسنے کے واضح نشانات پائے گئے ہیں۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا' میرا ذہن بڑی تیزی سے اس پراسرار واردات کے مختلف پہلوؤں پر غور کر رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے کہ آپ اگر چاہیں تو پولیس کی مدد کر سکتے ہیں۔"

"وہ کس طرح؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "کیا آپ کا خیال ہے کہ میں نے خود ہی ان لوگوں کو قانون کی بساط پر سے ہٹا دیا جنہوں نے مجھے اغوا اور پھر قتل کر دینے کے فیصلہ کیا تھا۔"

"آپ وکرم کی گرفتاری کو کیوں بھول رہے ہیں؟" سراج کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ "ہو سکتا ہے کہ آپ نے نظر آنے والے خواب کی بات کسی خاص وجہ سے کہی ہو' وہ باتیں جو آپ کے علم میں میں انہیں منظر عام پر لانے سے گریز کیا ہو لیکن ایک بات اپنی جگہ طے ہے اب تک جتنی بھی ناقابل یقین اور پراسرار باتیں پولیس کی فائل تک پہنچی ہیں اس کا تعلق کسی نہ کسی زاویے سے آپ کی شخصیت سے ضرور ہے۔"

"میں اس خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن ایک بات خود میرے لیے انتہائی حیرت انگیز ہے اگر کچھ گندی ناپاک اور خبیث قوتیں میرے پیچھے پڑی ہیں تو وہ براہ راست مجھے اپنا نشانہ کیوں نہیں بنا رہیں۔"

"اس کا جواب بھی آپ ہی دے سکتے ہیں۔" سراج کے لہجے میں ہلکی سی چبھن بھی تھی جسے محسوس کر کے میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید پے در پے ہونے والی ناقابل توجیہہ وارداتوں سے خود میری عقل بھی خبط ہو کر رہ جاتی۔ "آئی ایم سوری مسٹر سراج۔" میں نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "میں حالات کے پیش نظر آپ کی الجھن اور پریشانی کو سمجھ رہا ہوں لیکن ابھی تک میں بھی کسی آخری نتیجے پر پہنچنے سے قاصر ہوں' بہرحال مجھے خوشی ہے کہ اگروال اور اس کے ساتھیوں نے اپنی دردناک موت سے پہلے نرنجن لال کا نام نہیں لیا۔"

"کیا مطلب۔۔۔" سراج نے چونکتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کا خیال ہے کہ نرنجن لال کے اشارے پر کسی شیطانی قوت نے اگروال اور اس کے ساتھیوں کے منہ ہمیشہ کے لیے بند کرا دیے ہوں گے۔"

"فی الحال اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ہے؟"

"میں نے پہلے بھی آپ سے یہی کہا تھا کہ نرنجن لال میری نگاہوں میں مشکوک ہے لیکن بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے میں اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ کیا آپ اس سلسلے میں اپنا کوئی ایسا تحریری بیان دینا پسند کریں گے جو قانون کے ہاتھ مضبوط کر سکے۔"

"سوری۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "میں بھی کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر کوئی بیان دینے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔"

"گویا مجرم بدستور قانون کی دسترس سے دور رہے گا۔"

"ابھی ایک مہرہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔۔۔ وکرم۔"

"لیکن وہ زبان کھولنے پر موت کو ترجیح دینے کا فیصلہ کر چکا ہے۔" سراج نے ایک بار پھر اپنی مجبوریوں کو ذکر کرتے ہوئے کہا۔

"پھر ہمیں کسی مناسب وقت اور موقع کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

"بہرحال مجھے یقین ہے کہ آپ اس سلسلے میں مجھ سے تعاون کریں گے۔" سراج نے کہا پھر اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا۔

اگروال اور اس کے ساتھیوں کی پراسرار موت کی اطلاع نے مجھے پھر شنکر کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا' اس کے کہے ہوئے دھمکی آمیز جملے میرے ذہن میں بازگشت بن کر گونجنے لگے' شنکر کے سلسلے میں اب کوئی جوابی کارروائی ضروری ہو گئی تھی' میں نے کچھ سوچ کر کالکا کو یاد کیا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم نے مجھے کس کارن یاد کیا ہے۔" کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے کمرے میں کسی سانپ کی پھنکار کی آواز بھی سنائی دی' میں نے بڑی پھرتی سے دیکھا گہرے سیاہ رنگ کا ایک سانپ میرے بستر کے قریب ہی کنڈلی مارے اور پھن کاڑھے کھڑا تھا' میں نے پلک جھپکتے ہی تکیے کے نیچے سے اپنا آٹومیٹک نکالا اور جست لگا کر مسہری کی دوسری جانب کود گیا پھر میں نے موت کے اس ہرکارے کا نشانہ لینے کی کوشش کی ہی تھی کہ کالکا کی سرسراتی ہوئی سرد آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"کیا تم اپنی کالکا کو اپنے ہاتھوں سے مار ڈالو گے۔"

"تم۔۔۔" میں نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے سانپ کو دیکھتے ہوئے حیرت بھرے انداز میں کہا۔ "کیا اگروال اور اس کے ساتھیوں کو۔۔۔"

"ہاں۔۔۔ وہ میرے ہی زہر کا شکار ہوئے ہیں۔"

"لیکن تم نے ایسا کیوں کیا۔۔۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں نے تمہیں وکرم کے سلسلے میں وچن دیا تھا کہ وہ شنکر کی مہان شکتی کا شکار نہیں ہو گا اور وہ میرے کہنے کے انوسار آج بھی زندہ انسانوں کی طرح سانس لے رہا ہے۔"

"مگر اگروال اور اس کے ساتھی۔۔۔"

"اب انہیں بھول جاؤ۔" کالکا نے بڑی سرد مہری سے جواب دیا۔ "تم نے میرے منع کرنے کے باوجود شنکر کے سامنے پنڈت بنسی دھر کی باتیں چھیڑ کر اسے چوکنا کر دیا تھا' وہ میری طرف سے کھٹک گیا تھا' میں نے اسی کے شک کو دور کرنے کے کارن اگروال اور اس کے ساتھیوں کو اپنی مہان شکتی کا نشانہ بنا دیا ہے۔"

"وہ لوگ میرے دشمن تھے اور یہ بات تم نے ہی مجھے بتائی تھی۔"

"وہ صرف کرائے کے غنڈے تھے' تمہارا اصل دشمن نرنجن لال ہے۔" کالکا نے فضا میں لہراتے ہوئے کہا۔ "تم اس کی چنتا مت کرو' تم جب چاہو گے میں اسے قانون کے ہاتھوں میں پہنچوا دوں گی۔"

"تمہارا یہ روپ میرے لیے بڑا اعصاب شکن اور بھیانک ہے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"اس چکر میں پڑ کر اپنے سمے مت برباد کرو۔" وہ بولی۔ "میرے ہزاروں روپ ہیں' اپنی مہان شکتی کا سہارا لے کر میں کوئی روپ بھی دھار سکتی ہوں۔"

"میں۔۔۔ میں' تمہیں تمہارے اصلی روپ میں دیکھنا پسند کروں گا۔"

"میرا اصلی روپ وہی دیکھ سکتا ہے جو ایک خاص جاپ پورا کرنے کے بعد تمہاری کالکا رانی کو اپنے قبضے میں کرے گا۔"

"پنڈت بنسی دھر۔۔۔"

"اس کا دھیان من سے نکال دو شہباز۔" کالکا جھلا کر اپنا پھن زمین پر مارتے ہوئے بولی۔ "تم نے میری راہ میں بہت ساری کٹھنائیاں پیدا کر دی ہیں۔۔۔ پر اب بھی سمے نہیں گزرا۔۔۔ بنسی دھر کا جاپ پورا ہونے میں ابھی کچھ سمے باقی ہے۔ میں اس کے گیان دھیان میں کھوٹ ڈالنے کی کوشش اوشیہ کروں گی پر تم میری ایک بات دھیان سے سن لو۔۔۔ تم اس منڈل کے قریب جانے کی بھی حماقت کبھی نہ کرنا جس کے اندر بیٹھا وہ اپنے جاپ میں مگن ہے۔۔۔ کل کیا ہو گا یا کیا ہونے والا ہے اس کا علم دیوی دیوتاؤں کو سوا کوئی نہیں جانتا لیکن تم شنکر کی طرف سے ہوشیار رہنا' اس کے من میں تمہارے خلاف کھوٹ ہی کھوٹ بھرا ہے۔ وہ تمہیں سکھ کا سانس نہیں لینے دے گا۔"

"اور تم نے کہا تھا کہ تم شنکر کو میرے راستے سے ہٹانے کے لیے میری کوئی سہائتا نہیں کر سکتیں۔" میں نے کالکا کو ایک بار پھر اکسانے کی کوشش کی' مجھے کامل یقین تھا کہ صندلی انگوٹھی کی موجودگی میں اب وہ میرے دل کا بھید نہیں پا سکے گی۔

"کالکا کی شکتی کا امتحان لینے کی کوشش مت کرو۔۔۔ سمے کا انتظار کرو۔" اس کی آواز میں بڑی گہرائی تھی' میں اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھا۔

"کالکا رانی۔۔۔" میں نے باتوں کا رخ بدلنے کی خاطر اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا تم مجھے ہمیشہ اسی روپ میں

نظر نہیں آسکتیں جس خوب صورت اور حسین روپ میں، میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا۔"

"چھپا مت کرو... کاکا تمہیں پھر اسی روپ میں درشن دینے کی کوشش کرے گی... پر ابھی نہیں۔" اس کا لہجہ سپاٹ تھا، وہ چونکہ ایک زہریلے سانپ کے روپ میں تھی اس لیے میں اس کے چہرے سے اس کے دل کا بھید معلوم کرنے سے قاصر تھا پھر اچانک میرے ذہن میں سیٹھ پرشوتم کی شخصیت ابھر آئی، میں نے کاکا کو سنجیدگی سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تم جانتی ہو کہ قاسم علی بے گناہ ہے۔"

"ہاں... اور کاکا یہ بھی جانتی ہے کہ قاسم علی کو اسی نے تمہارے راستے سے ہٹایا تھا۔" اس نے پھنکتے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آسکتا۔"

"لیکن سیٹھ پرشوتم اگر وقت پر میرے آڑے نہ آجاتا تو شاید میں قاسم علی کے لیے کچھ کرسکتا تھا۔"

"تم بہل رہے ہو شہباز۔" کاکا کے انداز میں بے رخی تھی۔ "میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ تمہارے کارن دوسروں کو بڑی کٹھنائیاں بھگتنی پڑیں گی۔"

"سیٹھ پرشوتم نے مجھے چیلنج کیا ہے۔" میں نے کاکا کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم پرشوتم کے خلاف کچھ نہیں کرسکتیں۔"

"اس کا برا سمے آچکا ہے۔" کاکا نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"شہباز۔" اس بار کاکا نے میری بات کو نظرانداز کیا۔ "کیا تم اپنی کاکا کو یہ نہیں بتاؤ گے اس چھایا کا راز کیا ہے جو ہر موڑ پر تمہاری سہائتا کررہی ہے۔ میرا من کہتا ہے کہ تم اس کے بارے میں جانتے ہو۔"

"اگر جانتا ہوتا تو تم سے کبھی نہ چھپاتا۔" میں نے دروغ گوئی سے کام لیا پھر میں اس سے پرشوتم کے بارے میں کچھ کہنا ہی چاہ رہا تھا کہ آگ کا ایک کوندا سا لپکا اور پلک جھپکتے میں کاکا جو سانپ کے روپ میں موجود تھی دھواں بن کر میری نظروں سے اوجھل ہوگئی! اس کا اس طرح اچانک غائب ہوجانا میرے لیے قابلِ غور تھا۔

○

سیٹھ پرشوتم کے ذہن سے نشے کا خمار آہستہ آہستہ ٹوٹ رہا تھا، گزری رات کی خوب صورت اور حسین یادیں اس کے وجود کو گرما رہی تھیں۔ رات وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ڈنر پر مدعو تھا جہاں شہر کے بڑے بڑے کاروباری اور سرکاری افراد موجود تھے۔ ان میں بے شمار عورتیں اور لڑکیاں بھی تھیں جو جدید فیشن کے لباس میں ملبوس اپنے حسن کا جادو جگا رہی تھیں، ملے جلے قہقہوں اور پُرلطف باتوں سے پورا ہال کھنک رہا تھا۔ ماحول پر نشے کی سی کیفیت طاری تھی۔

سیٹھ پرشوتم اس وقت ایک میز پر اپنے ایک کاروباری دوست کے ساتھ بیٹھا خوش گپیوں میں مصروف تھا جب اسے وہ لڑکی ڈائننگ ہال میں داخل ہوتی نظر آئی تھی، وہ نہ صرف یہ کہ تنہا تھی بلکہ بلا کی حسین اور نوجوان بھی تھی، ہال میں داخل ہوکر اس نے وہاں موجود افراد کا سرسری جائزہ لیا پھر اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالتی ہوئی ایک خالی میز پر بیٹھ گئی۔ گھڑی دیکھنے کا انداز اور چہرے پر نظر آنے والے تاثرات اس بات کی ترجمانی کررہے تھے جیسے کسی کی منتظر تھی، وہ کسی کھلے گلاب کے مانند نازک اور حسین تھی لیکن مقامی نظر نہیں آرہی تھی اور اسی ایک نکتے نے پرشوتم کی رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت کو بڑھا دیا تھا، یوں بھی وہ حسین اور خوب صورت عورتوں کے سلسلے میں خاصا ندیدہ واقع ہوا تھا۔ خوب صورت اور بے باک عورتیں اس کی سب سے بڑی کمزوری تھی اور یہ بات اس کے دوست احباب بھی بخوبی جانتے تھے چنانچہ اس وقت بھی جب وہ اس تنہا لڑکی کو دیر تک ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا تو اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے بے تکلف دوست نے مدھم آواز میں کہا۔

"کیا ہوگئے گھائل۔"

"کوئی نئی معلوم ہوتی ہے۔" پرشوتم نے بدستور لڑکی کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "آج میں اسے پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔"

"چیز واقعی شاندار ہے۔"

"اور امپورٹڈ بھی۔" پرشوتم معنی خیز لہجے میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "ایک ٹرائی کرلینے میں کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔"

پھر وہ دوست کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی اٹھ کر سیدھا لڑکی کی میز کی طرف قدم اٹھانے لگا، ہال میں بیٹھے ہوئے اور بھی متعدد افراد دور دور بیٹھے کن انکھیوں سے اسی لڑکی کو دیکھ دیکھ کر نگاہیں سینک رہے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کسی کی راہ تک رہی ہیں۔" پرشوتم نے لڑکی کے قریب جاکر بے تکلفی سے پوچھا۔

"جی... جی ہاں۔" لڑکی نے جواب دیا، اس کے ...کا انداز بھی غیر ملکیوں جیسا تھا۔

"مجھے سیٹھ پرشوتم کہتے ہیں۔" اس نے بڑے تکبر سے ...رف کرایا۔

"مسٹر... پرشوتم۔" لڑکی نے اس نام کو دُہرایا پھر ...آویز مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے بولی۔ "...یو آر مسٹر پرشوتم۔ میں یہ نام اپنے کسی فرینڈ ...ی سن چکی ہوں۔"

"ہی ہی ہی..." پرشوتم نے بھونڈے انداز میں ہنسنے ...ش کی پھر بولا۔ "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

"آف کورس... وائی ناٹ۔"

"آپ کا شبھ نام۔" پرشوتم نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ماریا... ماریا فرنانڈس۔" لڑکی نے ایک شوخ ادا ...نے بالوں کو سر کی خفیف جنبش سے شانوں پر لہراتے ...واب دیا۔

"کیا پسند کریں گی آپ؟" پرشوتم نے ماریا کو للچائی ...ظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تھینکس۔" ماریا نے اس بار بڑی سنجیدگی سے ... نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ ...نہیں آئے گا۔"

"وہ کون؟"

"میرا ڈرائیور۔" وہ قدرے جھلاتے ہوئے بولی۔ "...نے اسے ٹھیک ساڑھے آٹھ کا ٹائم دیا تھا اور اب ...نو ہو رہے ہیں۔"

"کہاں جانا ہے آپ کو؟" پرشوتم نے تیزی سے ...کیا۔

"...ب میں گھر جاؤں گی۔" ماریا پہلو بدل کر بولی۔ "...ور کے نہ آنے سے میرا موڈ خراب ہوگیا۔"

"...سیوک کو خدمت کا موقع دیجیے۔ میں آپ کو گھر ...سکتا ہوں۔" پرشوتم نے اپنی خدمات پیش کیں پھر ...دیر بعد وہ ماریا کو اپنے ساتھ لے جانے پر آمادہ ...میں کامیاب ہوگیا۔ وہ ایک کامیاب شکاری تھا اس ...تے میں ہی ماریا کو اپنے ساتھ ایک مقامی کلب لے ...میں بھی کامیاب ہوگیا جہاں ماریا بہت جلد اس سے ...ت کچھ زیادہ ہی بے تکلف ہوگئی پھر اسی کے بار ...کرنے پر پرشوتم ایک کے بعد دوسرا جام حلق کے ...تا رہا، نتیجہ ایک لمحہ ایسا بھی آیا جب وہ اپنے ...س پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس کا ذہن بری طرح چکرا رہا تھا، کلب کے در و دیوار بھی رقص کرتے نظر آرہے تھے، اس نے خود کو سنبھالنے کی خاطر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر نشے کی شدت پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ اس کا ذہن گھپ اندھیروں کی گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا پھر دنیا و مافیہا سے بالکل ہی بے خبر ہوکر رہ گیا اور اب اس کا ذہن آہستہ آہستہ جاگ رہا تھا، کچھ دیر تک وہ ہوش میں آنے کے باوجود ماریا کے حسین تصور کو قائم رکھنے کی خاطر آنکھیں بند کیے لیٹا رہا پھر جب خاصی دیر بعد آنکھیں کھولیں تو چونک اٹھا، وہ جس کمرے میں بستر پر لیٹا تھا وہ اس کی اپنی خواب گاہ نہیں تھی، وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ماریا اس کے سامنے ایک ایزی چیئر پر بیٹھی سگریٹ کا دھواں فضا میں بکھیر رہی تھی۔

"اوہ... ماریا۔" پرشوتم نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "گزشتہ رات میں کچھ زیادہ ہی پی گیا تھا، تمہیں مجھے یہاں تک لانے میں یقیناً دشواری کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔"

"تمہیں میں نہیں، میرے ساتھی اٹھا کر یہاں لائے ہیں۔" ماریا نے بڑی روانی سے اردو بولتے ہوئے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ میری توقع کے عین مطابق تم نے اسی کلب کا انتخاب کیا جہاں میرے ساتھی پہلے سے موجود تھے۔ دوسری شکل میں مجھے تھوڑی زحمت ضرور اٹھانی پڑتی۔"

"کیا مطلب؟" پرشوتم چونکا۔ "کیا یہ تمہاری خواب گاہ نہیں ہے۔"

"نہیں۔"

"پھر میں اس وقت کہاں ہوں؟"

"زیرِ زمین ایک ایسے کمرے میں جو تم جیسے لوگوں ہی کے لیے بنایا گیا ہے۔" ماریا زہر خند لہجے میں بولی۔ "یہاں سے تم اسی صورت میں زندہ باہر جاسکتے ہو جب تم باس کے جوتے چاٹنے پر خوشی خوشی تیار ہوجاؤ گے۔"

"کیا مطلب؟" پرشوتم اچھل پڑا۔ "کون ہو تم؟"

"وہی حسین و جمیل ماریا جس کے بچھائے ہوئے جال میں تم کل رات پھنس چکے ہو۔"

"مجھے یہاں لانے کا مقصد کیا ہے؟"

"اس کا علم صرف باس کو ہے۔" ماریا نے بے پروائی سے کہا۔ "ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض کردوں کہ نہ تو میرا نام ماریا ہے نہ ہی میرا اصل شکل وہ ہے جو تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔"

"میک اپ۔"

"ظاہر ہے۔" ماریا نے اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "کسی بڑی مچھلی کو پھانسنے کے لیے خوب صورت جال ہی استعمال کیا جاتا ہے۔"

پرشوتم نے کوئی جواب نہیں دیا' کمرے کا جائزہ لینے لگا جس میں صرف ایک دروازہ تھا اور چھت کے قریب ایک روشن دان نظر آ رہا تھا' کمرے کی آرائش بالکل کسی جدید طرز کی خواب گاہ جیسی حیثیت رکھتی تھی لیکن پرشوتم کے لیے وہ اب ایک قید خانے سے کم نہیں تھی' اس کے ذہن میں رہ رہ کر صرف ایک ہی خیال ابھر رہا تھا۔ اسے اغوا برائے تاوان کی غرض سے ایک خوب صورت شکنجے میں جکڑ لیا گیا ہے۔ وہ جس کاروبار میں ملوث تھا اس میں دوستوں کے علاوہ چند دشمن بھی تھے' ایک ایک کر کے وہ ایسے تمام افراد کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اسے پھنسانے کی جرأت کر سکتے تھے' اس نے طے کر لیا تھا کہ تاوان کی رقم خواہ کتنی ہی ہو ادا کر کے اس حسین قید سے گلو خلاصی حاصل کرے گا اور اس کے بعد وہ اپنے دشمن کی تکا بوٹی کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھے گا' بڑی دیر تک وہ اپنے خیالوں میں گم رہا۔ ماریا بڑی بے پروائی سے ایزی چیئر پر بیٹھی اس شیر کی بے بسی سے لطف اندوز ہوتی رہی جو چوہے دان میں اس طرح پھنس گیا تھا کہ اب اس کے لیے نکاسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

"تمہارا اصل نام کیا ہے؟" کچھ دیر بعد پرشوتم نے اس سے سوال کیا۔

"تمہارے لیے میں ہمیشہ ماریا ہی رہوں گی۔ یہ اور بات ہے کہ دوسری بار دیکھنے پر تمہارے فرشتے بھی مجھے شناخت نہیں کر سکیں گے۔"

"مجھے اپنے جال میں پھانسنے کے لیے تمہیں کتنی رقم کی آفر لی ہے۔" اس نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں سمجھی نہیں تمہارا مطلب۔"

"میری بات دھیان سے سنو۔ تم نے پرشوتم کی شخصیت کا صرف ایک پہلو دیکھا ہے دوسرا دیکھو گی تو چیخ مار کر بے ہوش ہو جاؤ گی۔" پرشوتم نے سرد اور ٹھوس آواز میں کہا۔ "اگر تم مجھے یہاں سے نکالنے میں میری سہایتا کرو تو میں اس رقم سے دس گنا زیادہ مال دے سکتا ہوں' جس کے کارن تم نے ایک آدم خور شیر کی کچھار میں گھس کر اسے للکارنے کی حماقت کی ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔" ماریا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تم اپنے اصلی روپ میں کسی درندے سے بھی زیادہ بے رحم اور خطرناک ہو لیکن اس وقت قسمت اور حالات نے تمہیں کسی خارش زدہ کتے کی طرح دُم ہلانے پر مجبور کر دیا ہے۔"

پرشوتم کی آنکھوں میں خون اتر آیا' وہ دشمن کی قید میں ہونے کے باوجود کسی عورت کی زبان سے اس قدر ہتک آمیز جملہ سننے کو تیار نہیں تھا' وہ بڑے خوفناک اور خطرناک انداز میں ماریا کی طرف بڑھا تھا لیکن اس لمحے کمرے کا دروازہ جو غالباً آٹومیٹک تھا اور بجلی سے کنٹرول کیا جاتا تھا' ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ تین انچ پیچھے ہو کر ایک طرف سرکتا چلا گیا۔ پرشوتم نے دروازے کی سمت دیکھا جہاں ایک چھریرے بدن اور دراز قد کا شخص نقاب چہرے پر جمائے کھڑا تھا' وہ تنہا نہیں تھا' اس کے ساتھ ایک گن مین تھا' ایک شخص اور بھی تھا لیکن تینوں کے چہرے نقاب میں چھپے ہوئے تھے۔

چھریرے بدن اور دراز قد کا مالک ایک لمحے تک دروازے کے بیچوں بیچ کھڑا پرشوتم کو گھورتا رہا پھر اپنے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ اندر آگیا' رائفل بردار نے ایک کونے میں جا کر اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی' دوسرے نقاب پوش نے ریموٹ کنٹرول ٹائپ کی کوئی شے جیب سے نکال کر اس کا رخ پرشوتم کی جانب کر دیا پھر اس کی ایک انگلی سرخ رنگ کے بٹن پر جم کر رہ گئی۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" پرشوتم نے دراز قد والے نقاب پوش سے سوال کیا' اس کے لب و لہجے میں خوف کی کیفیت بھی شامل تھی۔ "مجھے کس کارن یہاں لایا گیا ہے۔"

"صرف ایک سادے کاغذ پر وہ دستخط حاصل کرنے کے لیے جو تم چیک پر کرنے کے عادی ہو۔" چھریرے بدن والے نقاب پوش نے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔ "اس کے بعد تمہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ انکار کی صورت میں باس کے حکم کے مطابق ہمیں تمہارے شریر کے ٹکڑے کر کے سمندر میں بہانے پڑیں گے جہاں گوشت خور مچھلیاں ان ٹکڑوں کو ہڑپ کر کے اس دھرتی پر سے تمہارے گندے وجود کو حرف غلط کی طرح مٹا دیں گی۔ اس کے علاوہ ہمیں تمہارے ساتھ کوئی اور سودا کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا۔"

"تم لوگ شاید پرشوتم سے زیادہ جان کاری نہیں رکھتے۔ سادے کاغذ پر دستخط لینے کے بعد تم نے مجھے آزاد کر دینے کا وچن دیا ہے۔"

"ہاں۔ ہم اب بھی اسی وعدے پر قائم ہیں۔"

"تمہارا خیال ہے کیا آزادی حاصل کرنے کے بعد تم اور اس کے ساتھی تم لوگوں کو شما کر دیں گے؟ پرشوتم اپنے دشمنوں کو پاتال سے بھی گھسیٹ نکالنے کی شکتی رکھتا ہے۔"

"کل کیا ہوگا؟ اس کے بارے میں ہم آج نہیں سوچتے۔" دراز قد والے نقاب پوش نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"میں تمہارے باس سے ملنا پسند کروں گا۔" پرشوتم الفاظ چباتے ہوئے بولا۔

"سوری مائی ڈیئر۔ ہمیں جتنا حکم دیا جاتا ہے ہم اس سے ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے۔"

"ٹھیک ہے۔" پرشوتم نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "کاغذ اور قلم لاؤ۔"

ماریا جو اب تک خاموش بیٹھی سب کچھ سن رہی تھی نقاب پوش کا اشارہ پا کر تیزی سے اٹھی پھر اس نے ایک بڑے سائز کا سادہ پیڈ اور قلم نکال کر سنگل گوشے میں رکھی میز پر ڈال دیا' پرشوتم ایک لمحے تک کچھ سوچتا رہا پھر میز کی جانب بڑھا کرسی پر بیٹھ کر اس نے بڑے پیڈ پر نیچے کی جانب اپنے دستخط کیے پھر اٹھتا ہوا

"ایک بات دھیان میں رکھنا۔" اس نے بڑے انداز میں غراتے ہوئے دراز قد والے نقاب پوش سے کہا۔ "تم نے پرشوتم کے ساتھ بہت گھاٹے کا سودا کیا ہے۔"

"نمبر دو—" دراز قد نقاب پوش نے اس شخص کو مخاطب کیا جس کے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول کے قسم کی شے تھی۔ "مسٹر پرشوتم کو بتاؤ کہ ہم جان بوجھ کر بھی گھاٹے کا کاروبار نہیں کرتے۔"

پھر جو کچھ ہوا اس نے ماریا کو بھی ششدر کر دیا' جسے خود نقاب پوش نے مخاطب کیا تھا اس نے جواب دینے کے بجائے اپنی گردن کو ہلکی سی جنبش دی اور اس کے ساتھ ہی قریب کھڑے ہو کر ریموٹ کنٹرول کے سرخ بٹن پر انگلی کا دباؤ بڑھا دیا جس کے بعد اس میں سے سرخ رنگ کی شعاعیں بجلی کی طرح چمکتی ہوئی نکلیں۔ پرشوتم نے اچانک پاگلوں کی طرح مچلنا شروع کر دیا' انداز میں اس کا جسم اس طرح شدید جھٹکے کھا رہا تھا جیسے اس کے جسم میں کرنٹ دوڑ رہا ہو۔ نمبر دو نے تین

چار بار اسی عمل کو دہرایا تو پرشوتم کے جسم پر موجود کپڑوں سے آگ بھڑک اٹھی۔ وہ دیوانوں کی طرح خوفناک انداز میں چلا رہا تھا اور بالکل پاگلوں ہی کی طرح اپنے لباس کی دھجیاں اڑا رہا تھا۔ نمبر دو نے سرخ کے بجائے سفید بٹن کو دبایا تو بھڑکتی ہوئی آگ یکلخت بجھ گئی لیکن پرشوتم بدستور اپنے جسم کے کپڑوں کو نوچ رہا تھا۔ وہ جس انداز میں قہقہے بلند کر رہا تھا اس میں دیوانگی کے ساتھ ساتھ شدید کرب کی کیفیت بھی شامل تھی۔

"گڈ شو—" دراز قد والے نقاب پوش نے نمبر دو سے کہا۔ "اب اس پاگل کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر پٹی باندھ دو اور رات ہوتے ہی اسے گاڑی میں ڈال کر شہر کے کسی ویرانے میں پھینک آنا۔ باس نے یہ ذمے داری بھی تمہیں سونپی ہے لیکن کام ہوشیاری سے کرنا۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اسے فی الحال بے ہوشی کا انجکشن لگا دیں۔" ماریا نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

"اٹس یور وش ہنی۔" چھریرے جسم اور دراز قد والے نقاب پوش نے بے پروائی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا پھر اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔

ماریا پھٹی پھٹی نظروں سے پرشوتم کو دیکھ رہی تھی جس کے جسم پر اب بڑے بڑے آبلے نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔

*

ڈی ایس پی سراج آفس میں داخل ہوا تو میں نے اٹھ کر بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا لیکن میں یہ بھی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ سراج اس وقت ایک واقف کار کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے آیا ہے' اس کی آنکھوں میں الجھن اور ناراضگی کی ملی جلی کیفیت اس کے اندرونی جذبات کی ترجمانی کر رہی تھی۔

"کوئی نئی افتاد۔" میں نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میں اس وقت آن ڈیوٹی ہوں مسٹر شہباز۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"گویا میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ کو دیکھتے ہی میں نے بھانپ لیا تھا کہ پھر کوئی گمبھیر مسئلہ درپیش ہے۔"

"مجھے اس وقت آپ سے کچھ اہم معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"فرمایئے۔"

"قاسم علی کی ضمانت کے سلسلے میں میرے آفس میں سیٹھ پرشوتم سے ہونے والی ملاقات کے بعد کیا آپ اس سے دوبارہ بھی ملے تھے۔"

"جی نہیں۔"

"لیکن یہ بات اپنی جگہ یقیناً درست ہے کہ سیٹھ پرشوتم کی مداخلت کو آپ نے پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا ہوگا۔"

"جی ہاں۔۔۔ میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن۔۔۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے اس کے جملے کو تیزی سے کاٹتے ہوئے کہا۔ "آپ بھی ایک پولیس آفیسر رہ چکے ہو' اس بات سے بخوبی واقف ہوں گے کہ کسی ٹھوس ثبوت کو حاصل کرنے کی خاطر ہمیں کچھ امکانی پہلوؤں کو بھی مدِنظر رکھنا پڑتا ہے۔"

"میں ابھی تک آپ کی آمد کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔" میں نے وضاحت طلب انداز میں جواب دیا۔ "کیا ہم کھل کر بات نہیں کر سکتے۔"

"مسٹر ندیم سے آپ کی ملاقات کب سے ہے۔"

"وہ میرا کلاس فیلو رہ چکا ہے اور میرا دوست بھی ہے۔" ندیم کے نام پر میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ میرے دوست کے کردار پر کسی قسم کا شبہ کر رہے ہیں۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔" اس بار سراج نے خالص پولیس والوں جیسے انداز میں دریافت کیا۔ "کیا مسٹر ندیم آپ کی خاطر کوئی انتہائی قدم بھی اٹھا سکتے ہیں۔۔۔ خاص طور پر کسی ایسے معاملے میں جس کا براہ راست ان سے کوئی تعلق نہ ہو۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ ابھی ہمارے درمیان کوئی ایسا اتفاق کبھی پیش نہیں آیا۔"

"کیا یہ درست ہے کہ قاسم علی کی ضمانت کے سلسلے میں مسٹر ندیم نے آپ کی مدد کی تھی۔"

"جی ہاں۔۔۔ مگر۔۔۔ معاملہ کیا ہے؟" میرے لہجے میں تجسس تھا۔

"میں اس وقت سیٹھ پرشوتم کے گھر سے سیدھا آپ کی طرف آ رہا ہوں۔" سراج نے گہری نظروں سے میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اسے بڑی مشکلوں سے زنجیروں میں جکڑ کر قابو میں لایا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اگر حالات قابو سے باہر ہوں تو اسے پاگل خانے منتقل کر دیا جائے۔"

"پرشوتم پاگل ہو گیا؟" میں نے حیرت سے جواب دیا۔

"یہ اطلاع میرے لیے بالکل تازہ ہے۔"

"اس کے پاگل پن کا سبب پولیس سرجن کے ابتدائی بیان کے مطابق نکلی کے وہ جھٹکے ہیں جو پرشوتم کو پہنچے ہیں' اسے زندہ جلانے کی کوشش بھی کی گئی تھی اس کے جسم پر موجود بڑے بڑے آبلے اس بات کا ثبوت ہیں۔" سراج نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کل رات وہ سول لائن پولیس اسٹیشن کی حدود میں پایا گیا۔ اس وقت اس کے جھلسے ہوئے جسم پر کپڑے کی دھجیاں جھول رہی تھیں' وہ واہی تباہی بک رہا تھا' پارٹی نے حقیقتاً اسے کوئی پاگل ہی سمجھ کر لاک اپ میں ڈال دیا۔ اس کے بعد رات گیارہ ساڑھے گیارہ کے درمیان پولیس اسٹیشن کے ڈیوٹی آفیسر کو کسی نے فون پر اطلاع دی کہ ان کے کمپلینٹ باکس میں ایک اہم نوعیت کا لفافہ موجود ہے چنانچہ ڈیوٹی آفیسر نے فوری طور پر لفافے کو کھولا تو اس میں سے ٹائپ شدہ ایک اقرار نامہ برآمد ہوا جس کے نیچے سیٹھ پرشوتم کے دستخط موجود تھے۔"

"اقرار نامے میں کیا تحریر تھا۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"اس اقرار نامے کے بموجب سیٹھ پرشوتم نے جان بوجھ کر ایک پرانی دشمنی کی بنا پر قاسم علی کو ڈاکے کی فرضی واردات میں ملوث کرنے کی خاطر گہری سازش سے

اپنی سازش کا نشانہ بنایا پھر اس کی ضمانت کے آرڈر بھی منسوخ کرا دیے۔۔۔ لیکن۔۔۔ اس کا ضمیر اسے برابر ملامت کرتا رہا چنانچہ ٹائپ شدہ خط کی روشنی میں اس بات کا اقرار کیا گیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے بلا کسی جبرو تشدد اور پورے ہوش و حواس میں خود کو بڑی اذیتناک حالت سے دوچار کرنے کے بعد موت کے حوالے کر رہا ہے اور یہ کہ اس کی موت کا ذمے دار کسی اور کو نہ ٹھہرایا جائے۔"

"پھر۔۔۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "وہ زندہ کس طرح بچ گیا۔"

"اس لیے کہ وہ ٹائپ شدہ اقرار نامہ کسی اور نے بڑی ہوشیاری اور دور اندیشی سے مرتب کیا ہے البتہ دستخط سیٹھ پرشوتم ہی کے ہیں۔"

"آئی سی۔" میں نے معاملے کی نوعیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "گویا سیٹھ پرشوتم کے دستخط کسی سادے کاغذ پر پہلے حاصل کیے گئے اور اقرار نامہ بعد میں ٹائپ ہوا۔"

"اور میرے نزدیک یہ افسوس ناک واردات کسی ذاتی دشمنی ہی کا پیش خیمہ ہے۔" سراج نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا لیکن میرے ذہن میں ندیم کا وہ جملہ کہ "کھیل تو اب شروع ہوگا۔" بازگشت بن کر گونج رہا تھا جو اس نے سیٹھ پرشوتم کے چیلنج کے بعد سراج کے آفس سے باہر آتے ہوئے کہا تھا۔ راستے میں میں نے ندیم کو سمجھایا بھی تھا کہ وہ کسی انتقامی کارروائی سے گریز کرے۔ ندیم ہی کی زبانی مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ نرنجن لال کی طرح سیٹھ پرشوتم بھی کاروبار کی آڑ میں کالے دھندے بھی کرتا ہے اور اس کی رسائی اوپر تک ہے۔ میں ابھی ندیم کے سلسلے میں سوچ ہی رہا تھا کہ سراج کا جملہ میرے کانوں میں گونجا۔

"مسٹر شہباز۔۔۔ اگر میری جگہ آپ ہوتے تو کیا حالات اور واقعات کی روشنی میں آپ مسٹر ندیم کو مشتبہ افراد کی فہرست میں شامل نہیں کر سکتے تھے اور ایسی صورت میں جبکہ آپ کو یہ بھی علم ہے کہ مسٹر ندیم ایک کیسینو سے وابستہ ہیں جہاں ہر قسم کا کاروبار ہوتا ہے۔" سراج کے لہجے میں تلوار کی کاٹ تھی۔

"شبہ کسی کی ذات پر بھی کیا جا سکتا ہے۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "اگر آپ سیٹھ پرشوتم سے واقف ہیں تو یہ بھی ضرور جانتے ہوں گے کہ وہ اپنے اثر و رسوخ کا

ناجائز استعمال کرتے ہوئے غیر قانونی تجارت میں بھی ملوث ہے۔ ایسی صورت میں موجودہ واردات کی روشنی میں پرشوتم کے دو نمبر کے کسی کاروباری حریف کے امکان کو زیادہ اہمیت دی جا سکتی ہے۔"

"ایک دوست کی حیثیت سے آپ کا جواب یہی ہونا چاہیے تھا۔" سراج نے تیکھے لہجے میں جواب دیا۔ "ویسے میں آپ کو اس حقیقت سے پہلے بھی باخبر کر چکا ہوں کہ میں نے فرض کی ادائیگی کے سلسلے میں کسی سے اپنے ذاتی مراسم یا ملازمت کو ترجیح نہیں دی۔"

"مسٹر سراج۔" اچانک میرا لہجہ بھی تلخ ہو گیا۔ "محسن علی' اگروال اور اس کے ساتھیوں کی موت کن پراسرار حالات میں واقع ہوئی ہے پولیس کا ریکارڈ اس حقیقت سے بھی پہلو تہی نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ پرشوتم والی واردات میں بھی کسی ماورائی قوت کو دخل ہو۔ آپ اس امکان کو بھی خارج از تفتیش نہیں کر سکتے۔"

"کیا قاسم علی کے لیے اب آپ اور مسٹر ندیم دوبارہ

ضمانت کی کوشش کریں گے؟" سراج نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"اگر میری معلومات غلط نہیں ہیں تو غالباً" ابھی تک کوئی ایسی قانونی شق وضع نہیں کی گئی جو انسان کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم کر سکے۔"

"بہرحال۔۔۔ آپ میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ مجرم خواہ کتنا ہی چالاک اور شاطر کیوں نہ ہو ایک نہ ایک دن قانون کے آہنی شکنجوں میں ضرور پھنستا ہے۔"

"آئی وش یو آل دی بیسٹ۔"

"تھینکس۔" سراج نے سرد مہری سے مصافحہ کیا پھر پلٹ کر تیز تیز قدم اٹھاتا دفتر سے باہر نکل گیا، اس کے تیور زیادہ اچھے نہیں تھے۔

سراج کے جانے کے بعد میں نے ندیم سے اس کے تمام ممکنہ نمبروں پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ میں نے ایک دوست کی حیثیت سے سراج کے ذہن میں ابھرنے والے شبہات کی نفی کی تھی لیکن خود میرے اپنے ذہن میں یہ خیال بار بار ابھر رہا تھا کہ سیٹھ پرشوتم کو پیش آنے والے حادثے میں کسی نہ کسی زاویے سے ندیم کا ہاتھ ضرور شامل ہو گا!

شام کو میں دفتر سے اٹھ رہا تھا کہ میری سکریٹری عارفہ نے انٹرکام پر اطلاع دی کہ ندیم لائن پر موجود ہے، میں نے انٹرکام رکھ کر تیزی سے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔

"مجھے میرے دوستوں نے بتایا کہ تمہیں آج صبح سے میری تلاش ہے۔" اس کے لہجے میں بے پروائی تھی۔ "کوئی خاص بات۔"

"کیا تمہیں سیٹھ پرشوتم کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کا علم ہے۔"

"ہاں۔۔۔ میرے ایک وفادار ماتحت نے بتایا تھا کہ وہ اپنا ذہنی توازن ہمیشہ کے لیے کھو بیٹھا ہے اور تمہارے دوست مسٹر سراج صبح سے مجرم کی تلاش میں دربدر کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں۔"

"کیا وہ تمہارے پاس بھی آیا تھا؟"

"نہیں۔۔۔ لیکن فون پر کئی بار رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر چکا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "ہو سکتا ہے رات کو کیسینو میں ملاقات بھی ہو جائے۔"

"میں فوری طور پر تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اس وقت کہاں ہو؟"

"وہاں۔۔۔ جہاں سے خود اپنی خبر نہیں آتی۔"

"کیا تم کچھ دیر کے لیے سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔"

"سوری۔۔۔ میں کسی کی حق تلفی کرنا گناہ سمجھتا ہوں چنانچہ اس وقت بھی اس حسینہ کو داد و تحسین دینے میں مشغول ہوں جس نے پرشوتم کو اپنے حسین جال میں پھانسنے کی بڑی کامیاب کوشش کی تھی۔۔۔ کیوں؟ کیا وہ انعام کی مستحق نہیں ہے۔"

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ یہ حرکت۔۔۔"

"میری نہیں تھی۔" ندیم نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اس قسم کے چھوٹے موٹے کام میرے ماتحت کرتے ہیں اور کم از کم پرشوتم اتنی بڑی شخصیت کا مالک بھی نہیں تھا کہ اس کی خاطر میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرتا۔"

"سراج کو بھی اسی بات کا شبہ ہے کہ پرشوتم کو اس حال تک پہنچانے میں ہم دونوں میں سے کسی ایک کا ہاتھ ضرور شامل ہے۔"

"شبہ کرنا پولیس کا جائز اور پیدائشی حق ہے لیکن ثبوت کے بغیر کسی معزز شہری پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے پولیس کو بھی اپنا دامن بچانے کے لیے ہزاروں امکانی پہلوؤں کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔"

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ فوری طور پر کوئی جوابی کارروائی کرنے سے گریز کرنا۔" میں نے قدرے الجھتے ہوئے کہا۔

"اور جواب میں شاید میں نے یہی کہا تھا کہ میں تمہارا دوست ہوں اور کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاؤں گا جو تمہارے لیے نقصان دہ ثابت ہو۔"

"پولیس کو ایک ٹائپ شدہ اقرار نامہ اور اس پر پرشوتم کے دستخط بھی ملے ہیں۔"

"وہ دستخط سو فیصد اصلی ہیں مائی ڈیئر۔" ندیم نے جواب دیا۔ "میرے وفادار ساتھی کبھی کچا کام نہیں کرتے۔"

"میں نے تمہیں شنکر اور داور کے بارے میں بھی آگاہ کر دیا تھا۔"

"موت برحق ہے اور کسی لمحے بھی آ سکتی ہے۔ اس سے فرار کا کوئی راستہ ابھی تک بڑے بڑے سائنس دان بھی تلاش نہیں کر سکے۔"

"لیکن احتیاط بہرحال شرط ہے۔"

"مجھے اپنی پریشانی کا اصل سبب بتاؤ۔ کیا تم ڈی ایس پی سراج کی صلاحیتوں سے خائف ہو؟"

"مجھے اپنے سے زیادہ تمہاری فکر ہے۔"

"شنکر کے اندیشوں سے دبلا ہونے کی کوشش مت
" ندیم نے بدستور بے پروائی سے جواب دیا۔ "تم
ہو کہ میں ایک کیسینو سے وابستہ ہوں جہاں
ب نہ جانے کتنے جرم سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ تم
پولیس آفیسر رہ چکے ہو چنانچہ اس بات سے بھی بخوبی
ہو گے کہ جرم اور قانون کا چولی دامن کا ساتھ ہے
تعلق کو ختم تو نہیں کیا جا سکتا۔"

"تم سے فون پر بحث کرنا مناسب نہیں ہے۔" میں نے
ل کر سوال کیا۔ "کیا تم رات کو کیسینو پر موجود
"

"یقیناً۔۔۔" اس نے بڑے پُراعتماد لہجے میں جواب

"میں تم سے وہیں ملنے کی کوشش کروں گا۔"

"نہیں۔۔۔" ندیم نے یکلخت سنجیدگی سے کہا۔ "تم
ل مجھ سے دور ہی رہو گے، میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ
تمہارے اوپر کوئی آنچ بھی آئے۔"

"لیکن۔۔۔"

"پلیز مائی ڈیئر شہباز۔" وہ میری بات کاٹتا ہوا بولا۔ "تم
ے راستوں پر چلنے کے عادی ہو اس لیے آڑے ترچھے
وں کی طرف آنے سے پرہیز کرو، اسی میں ہم دونوں کی
ہے۔"

"کیا پرشوتم کو پیش آنے والے حادثے نے ہمارے
میں ایک دیوار حائل کر دی ہے۔"

"ایسا بھی نہیں ہے۔ میں جب چاہوں تم سے مل سکتا
لیکن تم میری طرف آنے سے گریز ہی کرنا ورنہ بنا بنایا
گڑ جائے گا۔" ندیم نے اپنے جملے کے اختتام کے
ی رابطہ منقطع کر دیا۔

میں ندیم کی نجی زندگی سے یقیناً پوری طرح واقف
مجھے اس بات کا پہلے ہی سے شبہ تھا کہ وہ پرشوتم کو
جواب پھر سے دینے سے باز نہیں رہے گا لیکن اس
متعلق میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی کہ وہ جب چاہے
مل سکتا ہے لیکن میں اپنی مرضی سے چل کر اس کے
نہیں جا سکتا تھا، پرشوتم کے سلسلے میں اس نے اس
اقرار بھی کر لیا تھا اسے دیوانگی کی آخری حدود تک
میں اسی کے ماتحتوں کا ہاتھ ہے۔ ایک سنگین
ات اسی کے اشارے پر عمل میں آئی تھی لیکن اس
ود وہ حالات سے پریشان نہیں تھا، اس کی باتوں سے

صاف ظاہر تھا کہ وہ سراج جیسے فرض شناس پولیس افسروں سے بھی خائف نہیں ہے۔ عجیب بے پروا اور نڈر واقع ہوا تھا۔

مجھے اس بات کا مکمل یقین تھا کہ پرشوتم کے خلاف قدم اٹھانے سے پیشتر اپنے بچاؤ کے تمام پہلوؤں کو مدِنظر رکھا ہو گا، اس کا اثر و رسوخ بھی پرشوتم کے مقابلے میں کچھ کم نہیں تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا جو لوگ کیسینو اور نائٹ کلب ٹائپ کے کاروبار سے منسلک ہوتے ہیں وہ اپنے لیے نکاسی کے بھی کئی چور دروازے رکھتے ہیں۔ مجھے تردد صرف اس بات کا تھا کہ ندیم نے محض میری خاطر ایک خطرناک درندے کو زخمی کرنے کا خطرہ مول لیا ہے۔۔۔ اور۔۔۔ وہ شنکر کی ناپاک اور گندی قوتوں سے پوری طرح واقف نہیں تھا۔

پھر وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا، میں نے دوسری بار دفتر سے اٹھنے کا ارادہ کیا تھا جب ایک بار پھر انٹرکام کے بزر کی آواز گونجی۔ "یس۔"

"سر آپ کے لیے ایک ضروری کال ہے۔" عارفہ نے کہا۔ "میں نے نام دریافت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن بولنے والے نے نام بتانے سے انکار کر دیا، اس نے صرف اتنا کہا کہ اگر کال آپ کو تھرو نہ کی گئی تو آپ کو ناقابلِ تلافی نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"کال دے دو۔" میں نے انٹرکام کا ریسیور اٹھا لیا پھر دوسری جانب سے سنسناتی ہوئی جو آواز ابھری تھی میں نے اسے پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ وہ آواز میرے دیرینہ دشمن شنکر کے علاوہ کسی اور کی نہیں تھی۔

"مجھے پہچانا سمراج۔ تمہارا پرانا بتر بول رہا ہوں۔ شنکر۔" اس کے لہجے میں بڑا طمطراق تھا۔

"کیا چاہتے ہو؟" میں نے ہونٹ بھینچتے ہوئے سرد آواز میں پوچھا۔

"نرنجن لال کے چرنوں کی دھول بن جاؤ۔ شنکر کا اور تمہارا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔" اس کی آواز میں کھلا چیلنج تھا۔

"مطلب کی بات کرو۔" میں حقارت سے بولا۔

"نرنجن کے سلسلے میں تم میرا جواب پہلے بھی سن چکے ہو۔"

"کیا اس میں لچک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"نہیں۔"

"پھر میری بات بھی دھیان سے سنو۔ پرشوتم سے ہمارا کوئی رشتہ ناتا نہیں ہے اسی لیے شنکر نے تمہارے بتر

پر ہاتھ نہیں ڈالا ورنہ میں اگر چاہتا تو اس کو بھی اپاہجوں جیسا جیون گزارنے پر مجبور کر سکتا تھا۔"

"کیا مطلب۔" میں اس کے جملے کی ساخت پر چونک اٹھا۔

"جانتے ہو مہاراج کہ ٹنڈا کسے کہتے ہیں۔ اس منش کو جس کے ایک یا دونوں ہاتھ نہ ہوں لیکن مجھے ٹونی پر دیا آگئی' اس لیے میں نے اس کا کیول سیدھا ہاتھ جڑ سے کٹوا دیا ہے۔ اسی ہاتھ سے وہ دشٹ تمہاری سہائتا کر سکتا تھا۔" شنکر نے سرد آواز میں کہا۔ "شطرنج کے کھیل میں یہی ہوتا ہے' تم ایک پیادہ مارنے کا سپنا دیکھو گے تو شنکر تمہارا اس سے بڑا مہرہ پیٹ دے گا۔"

"لیکن ٹونی نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔

"اس نے اونچا بولنے کی غلطی کی تھی لیکن یہ سمے ان باتوں کا نہیں ہے' تم کیول اتنا سن لو کہ تمہارا پیادہ اپنے گھر میں پڑا درد سے تڑپ رہا ہے لیکن داور ابھی تک خون آلود چھرا لیے موقعۂ واردات پر ہی موجود ہے۔ اپنے ڈی ایس پی سراج کو بھی خبر کر دو کہ وہ جا کر داور کو گرفتار کرلے لیکن یہ بھی بتا دینا کہ داور کو شنکر کی مہان شکتی نے جنم دیا ہے۔ گرفتاری کے تیسرے دن ہی وہ پولیس کی قید سے چھو منتر ہو جائے گا۔"

"شنکر۔" میں گرج پڑا۔ "اگر تم اتنی ہی مہان شکتی کے مالک ہو تو براہ راست مجھ پر وار کرنے کی جرأت کیوں نہیں کرتے۔"

"چنتا مت کرو بالک۔۔۔ ابھی کچھ اندھیرے درمیان میں ہیں' ذرا انہیں چھٹ جانے دو پھر تمہارا نمبر آنے میں بھی دیر نہیں لگے گی بلکہ یوں سمجھ لو کہ تمہیں اپنے چرنوں تلے ملنا شنکر کی سب سے بڑی بھاونا (خواہش) ہے۔"

"تمہاری یہ ناپاک خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی۔۔۔ چمار کی اولاد۔" میں کرخت میں بولا۔ "مرد ہو تو مجھ سے کھل کر مقابلہ کرو۔"

"گرودیو کو ان کے جاپ میں سپھل ہو لینے دو پھر چمار کی اولاد تمہیں بوٹی بوٹی کرکے مارے گا۔"

"شٹ اپ۔ یو باسٹرڈ۔" میں نے حقارت سے کہا پھر لائن منقطع کر دی۔

دوسرے ہی لمحے میں نے سراج کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے' مجھے ٹونی کی فکر لاحق تھی' وہ غریب بڑے کام کا آدمی تھا لیکن درمیان میں آکر بلاوجہ پس گیا تھا!

*

داور کسی نڈر اور بے خوف درندے ہی کی طرح سراج کے دفتر میں اس کے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا' ٹونی کو میں نے شہر کے سب سے بڑے اسپتال میں داخل کرا دیا تھا لیکن وہ غریب بہرحال اپنے سیدھے ہاتھ سے محروم ہو چکا تھا۔ فنگر پرنٹ ایکسپرٹ کی فوری رپورٹ کے مطابق اس چھرے کے دستے پر سے داور ہی انگلیوں کے نشانات ملے تھے جس سے ٹونی کا ہاتھ کاٹا گیا تھا۔ شنکر کے کہنے کے مطابق اس وقت بھی داور کے ہاتھ میں خون آلود چھرا موجود تھا جب سراج نے اسے گرفتار کیا تھا' وہ ٹونی کا ہاتھ کاٹنے کے باوجود وہاں سے فرار نہیں ہوا تھا۔

سراج کے دفتر میں اس وقت میرے اور داور کے علاوہ ایک سینئر انسپکٹر بھی موجود تھا' دو مسلح گارڈ داور پر تعینات تھے حالانکہ اسے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر سراج کے سامنے لایا گیا تھا۔

"تمہاری اور ٹونی کی کیا دشمنی تھی۔" سراج نے داور کا وہ بیان پڑھنے کے بعد اس سے پوچھا جو مقدمہ مجسٹریٹ کے روبرو ریکارڈ کیا گیا تھا۔

"کوئی دشمنی نہیں تھی۔" داور نے بڑی بے جگری سے جواب دیا۔ "میں اسے آج پہلی بار دیکھا تھا۔"

"کیا تمہیں اس قتل پر کسی اور نے مامور کیا تھا۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے تیزی سی کہا۔ "میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ۔۔۔"

"ون منٹ۔ پلیز۔" سراج نے ہاتھ اٹھا کر مجھے خاموش رہنے کی تاکید کرتے ہوئے داور سے سخت لہجے میں کہا۔ "میرے سوال کا جواب دو۔ وہ کون تھا جس نے تمہیں ٹونی کا ہاتھ کاٹنے کے اذیتناک عمل پر آمادہ کیا تھا۔"

"وہ۔ جس نے مجھے مرنے کے بعد ایک نئی زندگی دی ہے۔"

"نان سنس۔" سراج نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "تم غالباً ابھی تک کسی ایسے نشے کے زیر اثر ہو جس نے تمہیں اور تمہارے ذہن کو مفلوج کر رکھا ہے۔"

"سر۔" سینئر انسپکٹر نے تجویز پیش کی۔ "کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم فوری طور پر پولیس سرجن سے اس کا مکمل میڈیکل چیک اپ کرالیں۔ اس طرح اس کی موجودہ ذہنی حالت کا قانونی سرٹیفکیٹ بھی ہمارے لیے بہت کارآمد ہوگا۔"

"تم چاہو تو اپنی یہ خواہش بھی پوری کرلو۔" سراج

کے بجائے داور نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں نے پورے ہوش و حواس میں ٹونی کو اس کے ایک ہاتھ سے محروم کیا ہے۔ اس نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔"

"کون تھا وہ؟" سراج نے تیزی سے سوال کیا۔

"وہی جس نے مجھے ایک نئی زندگی دی ہے۔" داور نے ایک بار پھر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"تم بکواس کر رہے ہو۔" سراج غرایا۔ "سیدھی طرح حقیقت بتا دو ورنہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں پھانسی کے پھندے سے نہیں بچا سکے گی۔" جواب میں داور کے فلک شگاف قہقہے گونجنے لگے۔ کچھ دیر تک وہ اسی انداز میں قہقہے لگاتا رہا پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کرکے کسی زہریلے ناگ کی طرح پھنکارتے ہوئے بولا۔

"اس بات کو ذہن سے نکال دو ڈپٹی جو شخص ایک بار مر چکا اسے تم دوبارہ پھانسی نہیں دے سکتے اور اگر تمہیں داور کی باتوں پر یقین نہیں آرہا تو خود اپنی نگاہوں سے اس کی تصدیق کرلو۔ اپنے کسی آدمی سے کہو کہ وہ میرا سینہ کھول کر تمہیں دکھا دے۔"

مجھے داور کی باتوں پر کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں تھا اس لیے کہ میں خود اپنی نظروں سے مرتا دیکھ چکا تھا لیکن اس وقت سراج کے علاوہ دوسرے افراد کی نگاہیں بھی پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب سراج کے اشارے پر انسپکٹر نے اٹھ کر داور کے سینے کو ننگا کیا تھا خود میں بھی جھرجھری لے کر رہ گیا' داور کے پورے سینے پر گولیوں کے ان گنت نشانات موجود تھے جس کے اطراف جمے ہوئے خون کی کھرنڈ اس وقت بھی واضح طور پر نظر آرہی تھی۔

"کیوں ڈپٹی۔" داور مسکرایا۔ "اب تمہارا کیا خیال ہے۔"

"ضروری نہیں کہ ہم نے جو دیکھا ہے وہ اصلیت ہی ہو۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے ڈھلمل لہجے میں کہا۔ "یہ سب کچھ کسی میک اپ کا کمال بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے تمہارے اپنے سروس ریوالور کا چیمبر بھی بھرا ہوگا۔" داور نے سراج کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "خود اپنے ہاتھ سے میری چوڑی چھاتی پر اپنا چیمبر خالی کرکے کسی میک اپ کی تصدیق کرلو۔ داور اسی طرح تمہارے سامنے کھڑا مسکراتا رہے گا۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے مسٹر سراج۔" میں نے انگریزی زبان میں سراج کو مخاطب کیا۔ "محسن علی' اگروال اور اس کے ساتھیوں کی پراسرار موت اور پھر پرشوتم کا پاگل ہو جانا یہ سب ایک ہی سلسلے کی کڑی معلوم ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ اسی پراسرار اور نادیدہ قوت نے داور کو بھی کسی ناقابل یقین عفریت کے سانچے میں ڈھال دیا ہو۔"

"یو آر رائٹ مسٹر شہباز۔" سراج کے بجائے داور نے بڑی شستہ انگریزی میں کہا۔ "اور میرا خیال ہے کہ تم شاید اس پراسرار شخصیت سے اچھی خاصی واقفیت بھی رکھتے ہو۔ ایک خاص بات اور بھی ہے جو تم نے ابھی تک ڈپٹی کو نہیں بتائی۔"

"وہ کیا۔۔۔؟" سراج نے تیزی سے داور سے سوال کیا۔

"جس بلوان شخص نے مسٹر شہباز کو میرے اور ٹونی کے بارے میں مخبری کی تھی اس نے ایک بات اور بھی کہی تھی۔" داور نے بڑی بے پروائی سے سراج سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم مجھ پر چاہے کتنے ہی سخت پہرے بٹھا دو' چاہے میرے پورے بدن کو کسی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے اندر قید کر دو' آج سے ٹھیک تین روز بعد میں اس طرح چھو منتر ہو جاؤں گا کہ تمہارے دیدے حیرت سے پھٹے کے پھٹے رہ جائیں گے۔"

"اسے کچھ دیر کے لیے باہر لے جاؤ' میں مسٹر شہباز سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

سراج کے حکم پر داور کو آفس سے باہر لے جایا گیا' اس کے ساتھ ہی انسپکٹر اور گارڈ بھی چلے گئے تھے۔

"مسٹر شہباز۔۔۔" سراج نے کمرا خالی ہونے کے بعد مجھ سے پوچھا۔ "کیا داور نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے؟"

"جی ہاں۔۔۔" میں نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "جس نامعلوم شخص نے مجھے فون پر اس واردات کی اطلاع دی تھی اس نے یہ بھی کہا تھا کہ گرفتاری کے تین روز بعد داور پولیس کی قید سے چھو منتر ہو جائے گا۔"

"گویا پولیس کو باقاعدہ چیلنج کیا گیا ہے۔"

"ظاہر تو یہی ہوتا ہے۔۔۔ محسن علی اور دوسرے پراسرار واقعات کے رونما ہونے کے بعد سب کچھ ممکن ہو سکتا ہے۔"

"پھر۔۔۔ آپ کا کیا مشورہ ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ اس کیس کو مکمل طور متعلقہ تھانے کے انسپکٹر کے حوالے کر دیں۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"کم از کم آپ کی پوزیشن کسی حد تک اخبارات اور اوپر والوں کی تنقید کا نشانہ بننے سے محفوظ ہو جائے گی۔ سراج نے فوراً" ہی کوئی جواب نہیں دیا' کچھ دیر اپنے خیالوں میں گم رہا پھر بولا۔

"آئی جی اور اوپر والوں کا خیال ہے کہ پولیس اپنی ناکامی کو چھپانے کی خاطر ہر ناقابل حل حادثے کو پراسرار قوتوں کے کرشمے کا رنگ دے کر داخل دفتر کر دیتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس قسم کے پراسرار اور حیرت انگیز واقعات صرف قصے کہانیوں کی حد تک محدود ہیں۔ ان کا حقیقت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔"

"تنقید برائے تنقید کی اور بات ہے ورنہ سفلی کالا جادو اور بزرگوں کے کرشمے آج بھی اسی انداز میں برقرار ہیں جس طرح ہزاروں سال پہلے تھے۔ دیو مالائی کہانیوں کی بے شمار کتابیں اور دیوی دیوتاؤں کے بارے میں ہیوولی پریس نے بھی لاتعداد لٹریچر شائع کیا ہے۔" میں نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "آپ خود اپنا اسلامی لٹریچر اٹھا کر دیکھ لیجیے اس میں بھی بے شمار باتیں ایسی ہیں جو آج کی نوجوان نسل ماننے کے لیے تیار نہیں لیکن مذہب کی رو سے ان واقعات سے روگردانی کرنا بھی عظیم گناہ قرار دیا گیا ہے۔"

"میں آپ کی بات کا مطلب سمجھ رہا ہوں لیکن ــــــ"

"اس کے باوجود آپ پرشوتم والے کیس میں مجھ پر اور میرے دوست ندیم پر شک کر رہے ہیں۔" میں نے لوہا گرم دیکھ کر ضرب لگائی پھر طنزیہ انداز میں بولا۔ "پولیس کے زاویہ نگاہ سے یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ خود میں نے ٹونی کو کسی غلطی کی پاداش میں ایک ہاتھ محروم کرا دیا ہے تاکہ پرشوتم والا کیس کمزور پڑ سکے لیکن داور کو آپ کس خانے میں فٹ کریں گے۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ تین بعد پولیس کے شکنجے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائے گا۔" سراج نے اس بار میرے چہرے کے تاثرات کو معنی خیز انداز میں گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"اس کا اندازہ تو تین روز بعد ہی ہو سکتا ہے۔"

"داور نے کہا تھا کہ آپ اس شخصیت سے واقفیت بھی رکھتے ہیں۔ جس نے داور اور ٹونی کے سلسلے میں مخبری کی تھی۔" سراج نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"جو شخص میرے آدمی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ان شاہدوں کو پراسرار طور پر ختم کرا سکتا ہے جو میرے حق میں کارآمد ثابت ہو سکتی تھیں' وہ میرا کوئی دشمن ہی ہو سکتا ہے۔ دوست نہیں۔" میں نے ٹھوس لہجے میں دلیل پیش کی۔

"ایسی صورت میں ایک بات اور سمجھ میں نہیں آئی۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "اگر وہ پراسرار شخصیت یا کوئی ناپاک طاقت آپ کی دشمن ہے تو وہ آپ کو کوئی گزند پہنچانے کے بجائے دوسروں کو اپنا نشانہ کیوں بنا رہی ہے؟"

"اس کا جواب میں نہیں۔ وہی پراسرار قوت دے سکتی ہے۔" تیکھے انداز میں کہا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں اب اجازت چاہوں گا۔"

پھر اس سے پیشتر کہ سراج کوئی بات کہہ پاتا میں تیزی سے پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆☆

اس رات میں اپنی خواب گاہ میں بیٹھا حالات کی کڑیاں جوڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ٹونی کے ساتھ جو انتقامی کارروائی کی گئی تھی۔ اس کے بعد اب میرا خاموش تماشائی بنے رہنا بزدلی کی علامت ہی ہوتا۔ اگر وال اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں کاکا نے اس بات کا اقرار کیا تھا۔ اس نے شنکر کے شبہات کو دور کرنے کی خاطر ایک چال چلی ہے لیکن ٹونی کے ساتھ جو اذیت ناک حادثہ پیش آیا تھا اس کی ذمے داری کس پر عائد کی جا سکتی تھی؟ کاکا شنکر یا پھر نرنجن لال۔

وہ تینوں ہی میری نگاہوں میں مشکوک تھے۔ کاکا کی سرد مہری نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ شنکر نے بھی یہی کہا تھا کہ وہ مجھے حالات کے تانے بانے میں الجھا کر سکون کا سانس لینے سے بھی محروم کر دے گا ممکن ہے اسے پرشوتم کے سلسلے میں کاکا کے بجائے میرا ہاتھ نظر آیا ہو جس کا انتقام اس نے ٹونی سے لے لیا تھا مگر اس نے فون کر کے مجھے بتایا تھا کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی گندی قوتوں کے ذریعہ ندیم کو اپاہجوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن کسی خاص مصلحت کی بنا پر اس نے ندیم کو نظر انداز کر کے ٹونی کو اپنی شیطانی اور پلید قوت کا نشانہ بنایا ہے ایسی صورت میں یہ سوچنا کہ شنکر پرشوتم کے سلسلے میں حالات سے لاعلم رہا ہو گا۔ ایک احمقانہ تصور تھا لیکن اس نے ندیم کو نظر انداز کیوں کیا تھا؟ ٹونی کے بیان کے مطابق وہ اپنے ماضی کو دفن کر چکا تھا پھر شنکر کو اس سے کس قسم کا خطرہ لاحق تھا جس کی بنا پر اسے سیدھے ہاتھ سے محروم کر دیا گیا؟ میرا ذہن پوری طرح بیدار تھا پھر ایک خیال میرے

ذہن میں بڑی سرعت سے ابھرا۔ "ممکن ہے نرنجن لال کی ایما پر ایسا کیا گیا ہو۔" ٹونی نے مجھے بتایا کہ میری فرم جوائن کرنے سے پیشتر وہ نرنجن لال کے ساتھ بھی کام کر چکا تھا۔ شنکر نے مجھے فون کر کے کہا بھی تھا کہ اگر اس کا ایک پیادہ مارا گیا تو وہ اس سے بڑا مہرہ مار کر اپنی قوت کا مظاہرہ کرے گا مجھے معلوم تھا کہ وہ خبیث پنڈت جسی دھر کے حکم پر اس کی غیر موجودگی میں نرنجن لال کے لیے کام کر رہا تھا اگر کمبل پوش کا سایہ میرے سر پر نہ ہوتا اور میرے ہاتھ میں صندلی انگوٹھی نہ ہوتی تو یقین ممکن تھا کہ شنکر سب سے پہلے مجھے ہی اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا۔

بہرحال ٹونی میری وجہ سے حالات کی چکی میں پسا تھا اس لیے اب یہ فرض میرا تھا کہ کوئی جوابی کارروائی کر کے دشمنوں کو اس بات کا یقین دلایا جائے کہ ہم نے بھی چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔ دولت میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ میں چاہتا تو فوری طور پر دو چار غنڈوں کی خدمات حاصل کر کے نرنجن لال کو زک پہنچا سکتا تھا لیکن میں نے جلد بازی میں ایسا قدم اٹھانے سے گریز کیا۔ پرشوتم کے سلسلے میں سراج کا شبہ میرے اور ندیم کے سلسلے میں حق بجانب تھا اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی وہی سوچتا جو سراج سوچ رہا تھا۔ ایسی صورت میں نرنجن لال کے خلاف کوئی فوری اقدام سراج کے ذہن میں ان شبہات کو مزید تقویت پہنچا سکتے تھے جو پرشوتم کے پاگل ہو جانے کے بعد سر ابھار رہے تھے۔

میں نے کچھ سوچ کر کاکا کو آواز دی۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ شنکر آئندہ کس قسم کی چال چلنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن میرے دو تین بار پکارنے کے باوجود کاکا کی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا۔ شاید وہ مجھ سے روٹھ گئی تھی یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ وہ ان پہاڑیوں کی سمت چلی گئی ہو جہاں پنڈت جسی دھر کسی گپھا میں منڈل کے اندر بیٹھا کاکا کی پراسرار قوت کو اپنا غلام بنانے کی جاپ مکمل کر رہا تھا۔

پرشوتم کے سلسلے میں ندیم نے درمیان میں آ کر جہاں مجھے وقتی طور پر پریشان کر دیا تھا وہاں مجھے اس بات کی خوشی بھی تھی کہ وہ مخلص میری خاطر اس آگ میں کود پڑا تھا جو میرے نرنجن لال اور شنکر کے درمیان بھڑک رہی تھی۔ ندیم کے پاس راجو جیسے جانثار لوگ موجود تھے۔ یقیناً پرشوتم کے سلسلے میں بھی اس نے ان ہی لوگوں کی خدمات حاصل کی ہوں گی۔ میں چاہتا تو ٹونی کے جواب میں ندیم کے پالتو غنڈوں کے ذریعے بھی نرنجن لال کو کوئی بھاری نقصان پہنچا سکتا تھا۔ میں نے کسی فوری جوابی کارروائی سے گریز کیا لیکن میرے ذہن کے اندر نرنجن لال کے خلاف ابلنے والا لاوا کچھ اور شدت اختیار کر گیا ہے۔ قصور میرا نہیں اس کا تھا۔ اس نے محض ایک غنڈہ ہاتھ سے نکل جانے کو اپنی آن کا مسئلہ بنا لیا تھا۔

میں ابھی اپنے خیالوں میں گم تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اس وقت رات کے گیارہ کا عمل تھا۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے ریسیور اٹھایا۔ میرا خیال تھا کہ شاید شنکر نے ایک بار پھر میری بے بسی کا مذاق اڑانے کی خاطر فون کیا ہو گا لیکن دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔

"یہ ٹونی کا کیا معاملہ ہے۔" اس نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میرے دشمنوں نے پرشوتم کے جواب میں اسے اپنی درندگی کا نشانہ بنایا ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا پھر شنکر سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بھی دہرا دی۔ یہ بھی بتایا کہ اسے اس بات کا علم ہو چکا ہے پرشوتم والے حادثے میں کون لوگ ملوث ہیں۔

"تمہارا کیا خیال ہے کیا شنکر کو جدید آٹومیٹک اسلحہ سے نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ایسا غضب بھی نہ کرنا ورنہ وہ اور بھڑک اٹھے گا۔"

"ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا اور موت کو سامنے کھڑا دیکھ کر کسی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینا میرے اصول کے خلاف ہے۔" ندیم نے بے قراری سے کہا۔ "میں نیک کام نہیں کر رہا ہوں لیکن اس کے باوجود خدا کے وجود کا قائل ہوں۔ اس پر مکمل ایمان رکھتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کے حکم کے بغیر ایک پتا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا۔ شنکر تو محض ایک ناپاک اور مکروہ حیثیت کا مالک ہے پھر اس سے کیا ڈرنا۔ یوں بھی موت کا ایک وقت مقرر ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔"

"تم اپنی جگہ حق بجانب ہو لیکن جان بوجھ کر اندھے کنویں میں چھلانگ لگا دینا بھی دانشمندی کے منافی ہے۔"

"اور اینٹ کا جواب پتھر سے نہ دینا میرے نزدیک بزدلی کی علامت ہے۔"

"میں تمہاری دوستی کی قدر کرتا ہوں لیکن فی الحال تم کم از کم تین روز تک کوئی خطرناک قدم اٹھانے سے گریز ہی کرو گے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ داور حقیقتاً تین روز بعد پولیس کے شکنجے سے چھو منتر ہو جائے گا۔"

"ہاں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں روپ نگر میں تعیناتی کے دوران کئی بار اس کی پلید قوتوں کا ناقابل یقین تماشا دیکھ چکا ہوں۔"

"او۔ کے۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "میں تین روز اور خون کے گھونٹ پی کر خاموش رہنے کا وعدہ کرتا ہوں۔"

"اس کے بعد کیا کرو گے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"قبل از وقت میں کوئی فیصلہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ جو کام وقت پر حالات کی نزاکت کے پیش نظر کیا جائے وہ زیادہ کارآمد ہوتا ہے لیکن تم فکر نہ کرو۔ میری وجہ سے تمہارے نام پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

"لیکن ــــ"

"کل رات کیسینو میں ایک نوجوان مصری رقاصہ اپنے ہیجان انگیز رقص کا مظاہرہ کرے گی۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "ہیجیز پیچ نشے کا تجربہ کرنا ہو تو آجانا۔ میری میز پر تمہارے لیے ایک نشست خالی رہے گی۔" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے میری بات اڑاتے ہوئے کہا پھر اس کے ساتھ سلسلہ بھی منقطع کر دیا۔

میرا ذہن ایک بار پھر شنکر کاکا ٹونی اور نرنجن لال کے بارے میں سوچنے لگا۔

○

ٹھیک تین روز بعد سراج بوکھلایا ہوا میرے دفتر میں داخل ہوا۔ اس کی حالت دیدنی تھی۔

"آپ کا خیال درست ثابت ہوا۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں بیٹھتے ہوئے بولا۔ "داور کو میرے حکم پر ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ کر رکھا گیا تھا لیکن ابھی کچھ دیر پہلے حلقہ تھانے کے انسپکٹر کا فون آیا تھا۔ میں ادھر ہی سے آرہا ہوں۔ لوہے کی آہنی زنجیریں ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو کر فرش پر بکھری پڑی ہیں لاک اپ کے دروازے پر قفل بھی موجود ہے لیکن داور ــــ وہ پراسرار طور پر غائب ہو گیا ہے۔"

"گویا وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا آپ اس شخص کے بارے میں مجھے بتانا پسند کریں گے جس نے آپ کو فون پر داور کے بارے میں اطلاع دی تھی۔" سراج نے مجھے بغور گھورتے ہوئے کہا۔ "مجھے یاد ہے کہ اس روز داور نے کہا تھا کہ آپ اس

پراسرار شخصیت سے اچھی خاصی واقفیت بھی رکھتے ہیں۔"

"وہ الفاظ داور کے تھے۔ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔" میں نے ٹالنے کے خاطر کہا۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کسی خاص مصلحت کی بنا پر ــــ"

"جی نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے ورنہ میں کم از کم آپ سے چھپانے کی کوشش نہ کرتا۔"

"بہرحال جو کچھ ہو رہا ہے وہ میری پولیس کی ملازمت کے دوران پہلی بار ایسا ہو رہا ہے۔ اس قسم کے ناقابل یقین واقعات سے میرا پالا پہلے کبھی نہیں پڑا۔"

"اور یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ اس قسم کے حادثات اس روز سے رونما ہونے شروع ہوئے ہیں جس روز نرنجن لال کے مقابلے میں مجھے ایک بڑا ٹینڈر حاصل ہوا تھا۔" میں نے موقعے کی نزاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "سفلی اور جادو ٹونے کا رواج عام طور سے غیر مسلموں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔"

سراج میری بات سن کر چونکا پھر اس سے پیشتر کہ وہ کسی رائے کا اظہار کرتا فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے کال اٹینڈ کی پھر ریسیور سراج کی جانب بڑھا دیا۔ کال اسی کی تھی۔

"ہیلو ڈی ایس پی سراج اسپیکنگ۔" اس نے ریسیور میرے ہاتھ سے لیتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں تمہیں اس حد تک الجھا دوں گا ڈپٹی کہ تم بھی پاگلوں کی طرح اپنے کپڑے پھاڑنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔" دوسری جانب سے کرخت آواز میں کہا گیا۔

"کون ہو تم۔" سراج نے تیوری پر بل ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"اس چکر میں مت پڑو۔ نرنجن لال کے آفس پہنچو۔ وہ اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"واٹ ــــ" سراج حیرت سے اچھل پڑا پھر تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور غصے کے ملے جلے تاثرات نظر آرہے تھے۔

"کوئی خاص بات؟"

"ہاں۔" سراج خشک لہجے میں بولا۔ "کسی نے فون پر نرنجن لال کے اغوا کی اطلاع دی ہے۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے پولیس کو الجھانے کی

جان بوجھ کر یہ ڈراما رچایا ہو۔" میں نے حقارت سے ٹونی کو پیش آنے والا حادثہ اور داور کی پراسرار گمشدگی کے بعد ممکن ہے اس نے یہی مناسب سمجھا ہو کہ دونوں کے لیے منظرِ عام سے دور ہٹ جائے۔"

سراج نے جواب میں مجھے خالی خالی نظروں سے دیکھا پھر کیپ سر پر جماتا ہوا میرے آفس سے باہر نکل گیا۔ اس کا سپاٹ چہرہ کسی قسم کے اندرونی جذبات سے یکسر عاری تھا۔ اس کے جانے کے بعد میرے ذہن میں اچانک ندیم کا خیال ابھر آیا۔ میری چھٹی حس اسی کی نشاندہی کر رہی تھی۔

□

حسب معمول نسیم کی بیمار ماں کا حال دریافت کرنے کی غرض سے نرسنگ ہوم پہنچا تو ڈاکٹر فرخ نے میرا استقبال کیا تھا۔

"اب کیسی کیفیت ہے مریضہ کی؟"

"وہ حیرت انگیز طور پر روبہ صحت ہو رہی ہے۔" ڈاکٹر نے خوشی کا اظہار کیا۔ "اگر امپرومنٹ کی حالت یہی رہی تو چند روز میں وہ گھر بھی جا سکتی ہیں۔"

"گڈ۔" میں نے کہا۔ "یہ سب آپ لوگوں کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔"

"ہم ہر مریض کی خدمت عبادت سمجھ کر کرتے ہیں مسٹر شہباز۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا پھر وہ بھی میرے ساتھ ساتھ قدم بڑھانے لگا لیکن مطلوبہ کمرے کا دروازہ کھولتے ہی اس طرح چونکا جیسے اس نے ننگا بجلی کے ننگے تاروں کو چھو لیا ہو۔ وہ منظر دیکھ کر خود میری آنکھیں بھی پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ نسیم کی والدہ بستر کے بجائے فرش پر اوندھے منہ پڑی تھی۔ اس کے منہ سے گاڑھا گاڑھا خون بہہ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے برق رفتاری سے لپک کر مریضہ کی نبض دیکھی پھر اپنے ہونٹ چبانے لگا۔

"ڈاکٹر ــــ" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "یہ سب کیسے ہوا؟"

"مجھے خود بھی حیرت ہے جناب۔ ابھی بمشکل دس منٹ پہلے ہی خود راؤنڈ پر تھا اس وقت مریضہ خاصی ہشاش بشاش نظر آرہی تھی لیکن اب۔"

"ڈاکٹر۔" میں اس کے لہجے کو محسوس کر کے چیخ اٹھا۔

"آئی۔ ایم۔ سوری مسٹر شہباز۔" ڈاکٹر نے مایوس انداز میں کہا پھر بستر سے سفید رنگ کی چادر اٹھا کر مریضہ پر ڈال دی۔

میں کچھ دیر تک ششدر کھڑا ہاتھ ملتا رہا پھر یکلخت میرے ذہن میں شنکر کا تصور جاگ اٹھا۔ اس نے ہی کہا تھا

کہ پیارہ مارے جانے کی صورت میں وہ کسی بڑے مہرے کو پیٹنے سے گریز نہیں کرے گا۔ کسی فوری خیال کے تحت میں نے ڈاکٹر کو لاش پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کرنے کی ہدایت کی پھر آندھی اور طوفان کی طرح گاڑی چلاتا ہوا نسیم کے فلیٹ پر پہنچا جس کا دروازہ خلاف توقع چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے فلیٹ کے اندر قدم رکھا پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔ نسیم اپنے فلیٹ میں موجود نہیں تھی۔

اس کے بستر کی شکن آلود چادر اس پر خون کے چھوٹے چھوٹے دھبے مجھے جو کہانی سنا رہے تھے وہ میرے لیے خلاف توقع نہیں تھی۔ نرنجن لال کے بدلے میں نسیم کی ماں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا اور نسیم کو بھی اغوا کر لیا گیا تھا۔ خدا جانے وہ زندہ تھی یا اسے مار دیا گیا تھا؟

"شنکر۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ میری رگوں میں دوڑتے خون کی گردش تیز ہوتی چلی گئی۔ میں نے ایک بار پھر کاکا کو آواز دی لیکن اس بار بھی دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

میرے ذہن میں تیز اور گرم ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے' نسیم کی ماں کی دردناک موت اور نسیم کے اغوا کی وارداتوں نے میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا' کاکا کی جانب سے خاموشی نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا' مجھے یقین تھا کہ کاکا کی پراسرار طاغوتی قوت کو اس بات کا علم ضرور ہو گا کہ نسیم پر کیا گزری؟ اسے کہاں رکھا گیا ہے؟ وہ زندہ بھی تھی یا شنکر نے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا؟

سوالات اور گزرے ہوئے واقعات کا ایک ہجوم کسی بپھرے ہوئے سمندر کی تیز و تند موجوں کے مانند میرے وجود کے اندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا' انتقامی وارداتوں اور کاکا کی خنگی کا یہ سلسلہ قاسم علی کی گرفتاری کے بعد سے تیز ہو گیا تھا۔ سیٹھ پرشوتم نے درمیان میں آکر سارا کھیل بگاڑ دیا تھا' ندیم نے میرے منع کرنے کے باوجود اسے اغوا کرانے کے بعد ایسی اذیتناک اذیتیں پہنچائی تھیں کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا' کاکا نے مجھے منع کیا تھا کہ میں شنکر کی موجودگی میں چنڈت جیسی دھرتے ذکر سے احتراز کروں لیکن میں نے اس کی بات نہیں سنی تھی جس کے سبب شنکر کھٹک گیا تھا پھر اس کے شبہے کو دور کرنے کی خاطر کاکا نے ناگن کے بھیانک روپ میں آکر اگروال اور اس کے ساتھیوں کو لاک اپ میں بند ہونے کے باوجود ڈس کر ختم

کردیا تھا۔

شنکر نے سیٹھ پرشوتم کا بدلہ لینے کی خاطر میرے عملے کے سب سے جاں نثار آدمی ٹونی کو اپاہجوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور کردیا تھا' اسے اس بات کا علم تھا کہ پرشوتم کی دیوانگی کا سبب ندیم تھا لیکن شنکر نے کسی خاص وجہ سے ندیم کو چھوڑ کر ماسٹر ٹونی کو اس کے سیدھے ہاتھ سے ہمیشہ کے لیے محروم کردیا تھا اور اب نرنجن لال کے اغوا کے بعد خبیث شنکر نے نسیم کی ماں کو مار ڈالا تھا اور نسیم کو اغوا کرلیا تھا۔ نرنجن لال کے اغوا میں بھی ندیم کا ہاتھ تھا' اس نے خود اس بات کا اعتراف کیا تھا نرنجن لال کو اسی کے آدمیوں نے اٹھا کر ایک ایسی جگہ رکھا تھا جہاں کسی بزرگ کی روحانی قوت نے ایسا حصار قائم کردیا تھا کہ شنکر کی پراسرار نظریں بھی وہاں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتی تھیں۔ اس بار بھی شنکر نے ندیم کو نظرانداز کردیا تھا اور میری ذات کو متاثر کرنے کی خاطر نسیم کی والدہ اور نسیم پر ہاتھ صاف کیا تھا۔

نسیم سے میری کوئی شناسائی نہیں تھی' نہ کوئی رشتہ تھا' بس ایک اتفاقیہ حادثے نے ندیم کو کیسینو میں میرا اس کا آمنا سامنا کرادیا تھا اور مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہوا تھا کہ نسیم نے بحالتِ مجبوری ایک کال گرل کا پیشہ اختیار کرلیا تھا وہ ایک شریف اور پاکباز لڑکی تھی' بھائی کی گمشدگی کے بعد ماں کے مہلک مرض کے علاج کے بعد اسے پیسوں کی شدید ضرورت تھی اور اسی ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ کیسینو کے گندے ماحول میں سانس لینے پر مجبور ہوگئی تھی پھر جب میں ایک روز اس کے گھر پہنچا تو تصویر کا دوسرا رخ دیکھ کر میرے اندر انسانیت کا جذبہ بیدار ہوگیا' میں نے اسے ایک گندے ماحول سے نکال کر شریفانہ زندگی گزارنے کا راستہ دکھایا تھا' وہ میری سگی بہن نہیں تھی لیکن میں نے اسے بہن کی حیثیت سے قبول کیا تھا' وہ کھلی فضا میں سانس لینے سے بہت خوش تھی مگر میری وجہ سے وہ بھی حالات کی چکی میں بلاقصور پس کر رہ گئی تھی۔

انسان اگر کوئی جانور یا پرندہ پالے تو اس سے بھی محبت کرنے لگتا ہے' ایکیوریم کی زیبائش کے لیے پانی میں تیرتی ہوئی کوئی مچھلی بھی مرجائے تو انسان کو اس کی کمی کا افسوس ضرور ہوتا ہے لیکن نسیم کوئی جانور یا پالتو پرندہ نہیں تھی' ایک ستم رسیدہ لڑکی تھی جسے میں نے بہن بنا کر شرافت سے زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا تھا' میں نے اس کے مستقبل کے بارے نجانے کتنے خواب دیکھے تھے کیا کیا سوچ رکھا تھا لیکن ایک پل میں سارے خواب کسی شیشے کے نازک برتن کی صورت میں ٹوٹ کر چکنا چور ہوگئے تھے او فوری طور پر اس کی بازیابی کا کوئی راستہ مجھے نظر نہیں آ تھا۔

نسیم پر جو کچھ گزری اس کا ذمے دار میں تھا' اگر و کیسینو کے ماحول میں ہی رہتی تو شاید زیادہ محفوظ رہ تھی جو لوگ غیر قانونی کاموں میں ملوث ہوتے ہیں ان کے ہاتھ بھی لمبے ہوتے ہیں' مجھے ندیم کے ذرائع کا بہت کچھ اندازہ ہوگیا تھا' اس نے اپنے کیسینو میں کچھ ایسے انسان نما درندے پال رکھے تھے جو ہر شے کی حفاظت کا فرض انجا دیتے تھے' میں ارب پتی جواری جوزف کا انجام بھی دیکھ چ تھا جو ہروقت اپنے ساتھ ایک خطرناک اور مسلح باڈی گا رکھنے کا عادی تھا لیکن ندیم کے آدمیوں نے اسے پل بھ میں بے بس کردیا تھا' نسیم کے حوالے سے میں داور کا انجا بھی دیکھ چکا تھا' وہ اگر کیسینو میں رہتی تو شاید زیادہ محفو ہاتھوں میں رہتی اور اگر میں نے اسے وہاں سے نکالا تھا تو حالات کے پیش نظر اسے تحفظ فراہم کرنا بھی میرا فرض تھ یہ اور بات تھی کہ میرے تعینات کردہ دس باڈی گارڈز بھ شنکر کی ماورائی قوتوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے' داور اس کی زندہ مثال تھا' راجو نے اسے میری نظروں کے سامنے برسٹ مار کر موت کی نیند سلادیا تھا لیکن شنکر کی شیطا قوتوں نے اسے نیا جنم دے رکھا تھا۔ ڈی ایس پی سرا کے دفتر میں داور کے سینے پر گولیوں کے بیشمار نشانات اس وقت بھی موجود تھے جب وہ اس کے دفتر میں ہتھکڑی او بیڑی میں جکڑا کھڑا تھا' اس نے بڑی بے پروائی سے کہا تھ کہ تین روز کے اندر اندر وہ چھومنتر ہوجائے گا اور ہوا بھی ایسا ہی تھا' تمام تر حفاظتی انتظامات کے باوجود وہ پولیس کے لاک اپ سے غائب ہوگیا تھا' لوہے کی مضبو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ٹوٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تبدیل ہوگئی تھیں۔ سراج کے دفتر میں داور نے اس بات کا بانگ دہل اقرار بھی کیا تھا کہ وہ شنکر کی پراسرار قوتوں کا ایک حیرت انگیز شاہکار ہے' اس نے سراج کو اس بات کی دعوت دی تھی وہ اگر چاہے تو اس کے کشادہ سینے پر جدید اسلحہ کی ان گنت گولیوں کو بھی آزما سکتا ہے۔

میں نسیم کے سنسان فلیٹ میں کسی بے جان بت کی طرح خاموش کھڑا حالات کی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کررہا تھا' میری نظریں تازہ خون پر مرکوز تھیں جو آہستہ آہستہ خشک ہو کر اپنا رنگ تبدیل کررہا تھا۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔ "نسیم

کی بازیابی۔" اسی مقصد کو حل کرنے کی خاطر میں نے کالکا کو آواز دی تھی لیکن مجھے اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا پھر مجھے یکلخت اس بات کا احساس ہوا کہ کالکا کی نوازشوں نے مجھ سے میری خوداعتمادی چھین لی تھی' میں اپنے قوت بازو کو آزمانے کے بجائے اس کی دیومالائی شخصیت کا محتاج بن کر رہ گیا تھا' اس خیال نے میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز کردی۔ میں مسلمان تھا' میں نے خدائے بزرگ و برتر کی لازوال قوت اور اس کے وجود پر بلا کسی حیل و حجت کے آنکھ بند کرکے اعتقاد کیا تھا' وہ دونوں جہان کا بلاشرکتِ غیرے مالک تھا' اس کے حکم کے بغیر کوئی سوکھا پتا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرسکتا تھا' اس کی مقدس کتاب میں واضح طور پر یہ حقیقت بیان کردی گئی ہے کہ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہوگا۔ اس سے مفر کی کوئی صورت نہیں' صرف انسان کے اعمال روزِ قیامت اس کے حق میں کام آئیں گے۔ کالکا اور شنکر کی پلید اور گندی قوتیں صرف دنیا تک محدود تھیں' ان قوتوں کا وجود ریت سے بنائے گئے محل سے زیادہ نہیں تھا جو ہوا کے محض ایک جھونکے سے مسمار ہو کر زمین بوس ہوسکتا تھا۔

پھر میری نظر اپنے ہاتھ میں پڑی صندلی انگوٹھی کی سمت گئی جو خدا کے ایک برگزیدہ بزرگ نے میری حفاظت کی خاطر مجھے "تحفتاً" دی تھی' میرے سر پر سفید بادلوں کا سایہ تھا جس کا راز شنکر اور کالکا کی گندی قوتیں بھی نہیں پاسکتی تھیں۔

آہستہ آہستہ میرے اندر کا انسان بیدار ہورہا تھا پھر میں نے ایک مخصوص نتیجے پر پہنچنے کے بعد نسیم کے فلیٹ ہی سے سراج سے رابطہ قائم کیا' ایک منٹ بعد وہ لائن پر تھا۔

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔

"اوہ۔۔۔ مجھے بڑی دیر سے آپ ہی کی تلاش تھی۔"

"کوئی خاص بات۔"

"جی ہاں۔۔۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "ابھی کچھ دیر پیشتر مجھے کسی نامعلوم شخص نے کال کرکے اطلاع دی تھی کہ سٹی نورسم میں ایک بوڑھی عورت کی لاش موجود ہے جو پراسرار حالات کا شکار ہوئی ہے۔"

"پھر۔"

"میرے آدمی سٹی نورسم پہنچے تھے لیکن ڈاکٹر آن ڈیوٹی نے بتایا کہ اس عورت کی لاش آپ کی ہدایت کے مطابق پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کی جاچکی ہے۔" سراج نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ ڈاکٹر جو مرحومہ کا علاج کررہا تھا اس نے بھی مرحومہ کی موت کو حیرت انگیز قرار دیا ہے۔ میں اسی سلسلے میں آپ سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"وہ عورت نسیم کی ماں تھی جو زندگی کی طرف واپس لوٹتے لوٹتے پراسرار شیطانی قوتوں کا نشانہ بن گئی۔" میں نے تلخ انداز میں جواب دیا۔ "میں اس وقت نسیم کے فلیٹ سے بول رہا ہوں اور آپ کو اس بات کی اطلاع دے رہا ہوں کہ نسیم کو بھی اغوا کرلیا گیا ہے' فلیٹ میں موجود خون کے دھبے اس بات کی نشاندہی کررہے ہیں کہ نسیم نے مزاحمت کی تھی لیکن مجھے یقین ہے کہ میری اطلاع کے بعد بھی آپ کا قانون اس کی بازیابی کے سلسلے میں صرف کاغذات کی خانہ پری کے علاوہ کوئی عملی قدم اٹھانے پر معذور ہی رہے گا۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر شہباز۔"

"حیرت ہے۔" میں نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "داور کے فرار ہوجانے کے بعد تو آپ کو کم از کم اس بات کا احساس ہوجانا چاہیے تھا کہ جو فرد یا افراد میرے اوپر عرصہ حیات تنگ کررہے ہیں ان کی گرفتاری کم از کم پولیس کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"ایک بات کہوں۔ اگر آپ کو ناگوار خاطر نہ گزرے۔"

"فرمایئے۔"

"اب تک جو پراسرار حالات سامنے آئے ہیں ان کا تعلق کسی نہ کسی زاویے سے آپ کی ذات سے ضرور ہے۔" سراج نے افسرانہ انداز میں جواب دیا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اگر آپ پولیس سے تعاون کریں اور ان باتوں کو سامنے لے آئیں جو ابھی تک پولیس کے لیے معمہ بنی ہوئی ہیں تو شاید ہم مل جل کر کامیابی کا کوئی راستہ ضرور تلاش کرسکتے ہیں۔"

"سیٹھ پرشوتم کے سلسلے میں آپ کو میرے دوست ندیم کا ہاتھ نظر آیا تھا۔" میں نے سردمہری سے کہا۔ "آپ اگر چاہیں تو اب نرنجن لال کے اغوا میں مجھے بھی مشکوک افراد کی فہرست شامل کرلیں لیکن اگروال اور اس کے ساتھیوں کی موت۔۔۔ داور کا پولیس لاک اپ سے حیرت انگیز طور پر فرار ہوجانا اور ٹونی کو پیش آنے والا ناقابل تلافی

حادثے ـــ ان تمام باتوں کو آپ کس کے سر تھوپنے کی کوشش کریں گے۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج کی آواز ریسیور پر ابھری۔ "مجھے آپ کی ذہنی کیفیت کا احساس ہے لیکن۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے اس کی بات کو کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "آپ کو میری ذہنی کیفیت سے قانون کی بے بسی کا احساس زیادہ ہونا چاہیے۔ ویٹ از آل۔"

میں نے غصے کی شدت سے ریسیور کو کریڈل پر زور سے رکھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا فلیٹ سے باہر آکر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اور اس کا رخ اپنے دفتر کی موڑ دیا' نجانے کیوں میری چھٹی حس مجھے اس بات کا یقین دلا رہی تھی کہ دفتر میں کچھ نئی معلومات میری منتظر ہوں گی۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا' میں نے دفتر میں قدم رکھا تو شنکر کو وہاں ایک کرسی پر آلتی پالتی مارے بیٹھا دیکھ میرے تن بدن میں جیسے آگ لگ گئی' اس کے منحوس اور مکروہ چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"تم ـــ" میں نے دانت پیستے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ "کس لیے آئے ہو یہاں؟"

"تمہیں تسلی دینے کے کارن۔" شنکر نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "پرکھوں کو کہتا ہے کہ منش منش کا دوا دارو ہوتا ہے' اپنا دکھ درد ایک دوسرے سے بیان کر دینے سے من کو تھوڑی بہت شانتی مل جاتی ہے۔ تھوڑی کو بوجھ وقتی طور پر ہی سہی پر تو کچھ ہلکا ضرور ہو جاتا ہے۔"

"کیا کہنا چاہ رہے ہو۔" میں نے اسے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"وہی جو پہلے کہہ چکا ہوں۔" اچانک وہ سرسراتے لہجے میں بولا۔ "تم ایک مارو گے تو ہم دو کو ٹھکانے لگا دیں گے ـــ مجھے نسیم کی ماں کی موت کا کوئی غم نہیں' کالی نے اسے بھینٹ کے طور پر سویکار (قبول) کر لیا ہے پر تو نسیم ابھی زندہ ہے' تم چاہو تو وہ آزاد ہو سکتی ہے ورنہ کال کوٹھری میں پڑے پڑے بن کھائے پیے اس کا کومل شریر کسی پھول کی طرح مرجھا جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جو اس سے اس کی رکھشا کر رہے ہیں' سمے بیت جانے کے بعد وہ ہم خود گدھ بن کر اس کے سندر شریر کو نوچ کھسوٹ کر اس کا کریا کرم پورا کر دیں۔ بالکل ویسے ہی جیسے تم لوگوں نے سیٹھ پرشوتم کو کشٹ دے دے کر پاگل کر دیا ہے۔"

میں نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا' میں شنکر کو

گندی قوتوں کے کھیل تماشے پہلے بھی دیکھ چکا تھا اس کے علاوہ مجھے اس بات کا علم بھی نہیں تھا کہ نسیم کو اغوا کرنے کے بعد اسے کہاں رکھا گیا ہو گا؟ بہرحال مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ وہ ابھی مری نہیں بلکہ زندہ تھی' میں شنکر کو تیز نظروں سے گھورتا رہا' اگر میرے اختیار میں ہوتا تو شاید میں اس وقت اس کی تکا بوٹی کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔

"کس دھیان میں بھٹک رہے ہو مہاراج۔" وہ میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے بولا۔ "کیا اس کنیا (لڑکی) کے چنتے میں گم ہو جو تمہارے ہاتھ آکر نکل گئی ـــ ایک بات پوچھوں ـــ کیا تم اس سندر ناری سے بہت پریم کرتے ہو؟"

"ہاں ـــ" میں تلملا کر جواب دیا۔ "میں اس سے محبت کرتا ہوں لیکن ویسی نہیں جیسی تم جمنا کے ساتھ کرتے تھے۔"

"جو بیت گیا سو بیت گیا بالک۔" شنکر نے بڑے غلیظ انداز میں ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم نے جمنا کی یاد دلا کر مجھے پاگل کر دیا ـــ اس کے شریر کے اندر کتنا سواد تھا یہ بات تم نہیں جان سکو گے۔ رہا پاپ اور پن کا معاملہ تو یہ سب اس دھرتی کے ڈھونگ ہیں۔ اندر کی پیاس جب جوالا مکھی کی طرح منش کے من میں جاگتی ہے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے ـــ درندہ بن جاتا ہے اور پھر اسے اپنے اور پرائے کی فکر نہیں ہوتی۔ وہ کیول اپنی پیاس بجھانے ـــ"

"شنکر۔" میں چیخ اٹھا۔ "اپنی گندی زبان بند رکھو۔"

"بگڑی دکھانے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا بالک۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی سمے کی ڈوری تمہارے ہاتھ ہے۔ تم چاہو تو ہماری دشمنی پھر دوستی میں بدل سکتی ہے' پر تو منش کو کچھ پانے کی خاطر کچھ کھونا بھی پڑتا ہے ـــ بڑی مچھلی کے شکار کرنے کے کارن چھوٹی مچھلیوں کو بھینٹ چڑھانا پڑتا ہے۔ بغیر بلیدان دیے تو منش کوئی شکتی پراپت نہیں کر سکتا۔"

"کیا تم نسیم کو میرے کہنے پر آزاد کر دو گے۔"

"اوش مہاراج۔" وہ تیزی سے بولا۔ "تم آگیا دے کر دیکھو۔ شنکر کے ایک اشارے پر اس کے پجاری تمہاری نسیم کو واپس لا کر تمہارے دوار تک چھوڑ جائیں گے۔"

"اور اس کے بدلے میں مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

"نرنجن لال کی واپسی اور اس کے ساتھ کاروبار میں

گٹھ جوڑ۔"

"یہ تمہارا اپنا مشورہ ہے یا تم اپنے گرو دیو پنڈت بنسی دھر کے اشارے پر ناچ رہے ہو۔"

"گرو ہر حال میں گرو ہوتا ہے مورکھ۔" شنکر نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "گرو کی سیوا کرنا اور اس کی آگیا کا پالن کرنا تو چیلے کا دھرم ہوتا ہے۔"

"تمہیں روپ نگر یاد ہے نا۔" میں نے اس کو ٹٹولنے کی خاطر سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "وہاں تم نے اپنے جھونپڑے میں ایک معصوم بچے کے دل کے خون میں ڈوبی ہوئی روئی سے دیا روشن کیا تھا اور اپنے جنتر منتر کے زور سے اس معصوم کی پرچھائیں سے میری ایک مشکل آسان کی تھی۔"

"ہاں ـــ" شنکر نے سرسراتے ہوئے کہا۔ "یاد ہے مجھے اور یہ بھی یاد ہے کہ تم نے جمنا کو آہنی سلاخوں کے پیچھے بند کروا دیا تھا لیکن اس کے بعد کیا ہوا تھا؟ ـــ تمہیں بھی یاد ہو گا۔"

"تم نے ایک بار کہا تھا کہ تمہارے گرو نے سالہا سال تک سرد پہاڑیوں کے گپھاؤں میں بیٹھ کر مہان شکتی حاصل کرنے کے لیے جاپ کیے ہیں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"نرنجن لال۔" میں نے زہرخند لہجے میں جواب دیا۔ "کیا تم اور تمہارے گرو دیو کی مہان شکتی ابھی تک نرنجن لال کو کھوج نہیں لگا سکی۔ تم نے جمنا کو حیرت انگیز طور پر جیل سے آزاد کرا لیا تھا پھر نرنجن لال کے سلسلے میں تمہاری شکتی کو زنگ کیوں لگ گیا۔ تمہاری آنکھیں تو گھپ اندھیروں کے اس پار بھی دیکھ سکتی ہیں ـــ من کے اندر کا حال بھی معلوم کر سکتی ہیں پھر ـــ"

"بس کرو بالک ـــ بس کرو۔" شنکر کی آنکھیں بھڑکتے شعلوں کی طرح سرخ ہو گئیں۔ "تم شنکر سے بگاڑ کر کے بہت کچھ کھو دو گے۔ اپنے ماتا پتا کا دھیان کرو۔ اپنے اس ہتر کے بارے میں غور کرو جس نے نرنجن لال پر ہاتھ ڈالا ہے۔ کیا تمہاری یہ اچھا ہے کہ شنکر سب کچھ جلا کر بھسم کر دے۔ ایک بات کان کھول کر سن لو مہاشے۔ تیر ایک بار کمان سے نکل جائے تو پھر واپس نہیں آتا۔ شنکر سے پنجہ لڑانے کی کوشش تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔"

شنکر کسی زہریلے ناگ کی طرح بل کھا رہا تھا' اس کے منحوس و مکروہ چہرے پر شیطانی قوتیں رقص کر رہی تھیں' اچانک مجھے اس صندلی انگوٹھی کا خیال آیا جو میرے ہاتھ

میں موجود تھی۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے مجھے اس بات پر کامل یقین تھا کہ زندگی اور موت صرف خدا کے اختیار میں ہے جو لم یزل ہے۔ جس کے لکھے کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ میرے ذہن میں اپنا اور ندیم کا خیال ابھرا۔ شنکر نے ابھی تک ہم دونوں پر ہاتھ نہیں ڈالا تھا۔ غالباً وہ روحانی قوتوں کے آگے بے بس تھا' صندلی انگوٹھی پہننے کے بعد کاکا نے بھی یہی کہا تھا کوئی ناقابل تسخیر قوت بھی طور پر میری مدد کر رہی ہے۔ خود شنکر نے بھی ایک موقعے پر اس بات کا اعتراف کیا تھا چنانچہ میں نے جلتی پر تیل چھڑکتے ہوئے شنکر کو سرد آواز میں مخاطب کیا۔

"تمہاری دشمنی میری ذات سے ہے۔ اگر تم اپنی گندی اور ناپاک قوتوں کے سہارے مجھے درمیان سے ہٹا دو تو پھر نرنجن لال بھی آزاد ہو جائے گا۔ اس کا راستہ ہمیشہ کے لیے صاف ہو جائے گا۔"

"چنتا نہ کر مورکھ۔" شنکر نے اٹھتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔ "وہ سمے بھی بہت جلد آنے والا ہے جب شنکر تجھے اپنے تلوے چاٹنے پر مجبور کر دے گا۔"

"پنڈت بنسی دھر کا جاپ مکمل ہو جانے کے بعد۔ کیوں؟" میں نے اسے جلانے کی خاطر مسکراتے ہوئے سوال کیا پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "میں نرنجن لال کو اس قید خانے سے رہائی دلا سکتا ہوں جہاں تک تمہاری گندی قوتیں پہنچنے سے قاصر ہیں لیکن ایک شرط پر۔"

"کیا؟" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم مجھے اس کا جگہ کا پتا دو جہاں تمہارا گرو گھنٹال پنڈت بنسی دھر کاکا کی شکتی کو اپنا غلام بنانے کی خاطر کسی منڈل میں چھپا بیٹھا ہے۔"

"داور ـــ" شنکر نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے داور کو آواز دی اور پھر دوسرے ہی لمحے میں نے دیکھا کہ داور اس کے آگے ہاتھ باندھے موجود ہے۔ شنکر نے بدستور میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے داور کو مخاطب کیا۔ "کیا تو پہچانتا ہے کہ اس سے میرے سامنے کون دشٹ کھڑا ہے۔"

"میرا دشمن۔" داور غرایا۔ "اسی کی وجہ سے مجھے موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا۔ مجھے اجازت دو کہ میں اسے بتاؤں کہ داور کس درجے کا بدمعاش ہے۔"

"کیوں بالک؟" شنکر نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا تم داور

کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنا پسند کرو گے؟"

"تم شاید کھلی نگاہوں سے کوئی سندر سپنا دیکھ رہے ہو۔" میں نے اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے بے پروائی سے جواب دیا۔ "جو شخص خود ہی مرچکا ہے وہ بھلا کسی اور کو کیا مارے گا..... تم چاہو تو اپنی یہ حسرت بھی پوری کرکے دیکھ لو۔"

"داور....." شنکر نے بڑے خونخوار انداز میں کہا۔ "تیرا دشمن میرے سامنے کھڑا ہے میں تجھے پانچ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ اس مورکھ کی گدی پکڑ کر دیوار کے ساتھ اتنی زور سے ٹکرا کہ اس پاپی کا بھیجا نکل کر میرے چرنوں میں تڑپنے لگے..... اس کے دن پورے کردے..... یہ میرا حکم ہے۔"

جواب میں داور کی آنکھوں اور چہرے پر انتقام کی بھرپور تاثرات پھیل کر گہرے ہونے لگے' وہ مجھے سینہ تانے کھڑا کسی خون آشام درندے کی طرح گھور رہا تھا۔ میں یہاں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ داور میرے مقابلے میں کہیں زیادہ طاقتور اور اچھے خاصے ڈیل ڈول کا مالک تھا' میرا اس کا کوئی جوڑ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود میں اپنی جگہ کسی آہنی چٹان کے مانند جما کھڑا رہا۔

داور کی آنکھوں میں شیطانی قوتوں کا رقص جاری تھا۔ ایک لمحے تک وہ مجھے بڑی حقارت آمیز نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے اچانک ہی مجھ پر چھلانگ لگادی' میں پوری طرح محتاط تھا' میں نے داور کو جھکائی دینے کے لیے تیزی سے اپنی جگہ سے ہٹنے کی کوشش کی مگر داور نے شاید میرا ارادہ بھانپ لیا تھا' وہ کسی وزنی سنگلاخ تودے کی طرح مجھ سے ٹکرایا لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے میرے علاوہ شنکر کو بھی ششدر کردیا۔ داور میرے جسم سے ٹکراتے ہی اس طرح چلایا تھا جیسے کسی شدید کرب کی حالت سے دوچار ہو۔ وہ تڑپ کر زمین پر گرا تھا پھر اس کا وجود پلک جھپکتے میں نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

"نہیں....." شنکر کی حیرت میں ڈوبی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "ایسا نہیں ہوسکتا۔"

میرے ذہن میں کالکا کا ایک جملہ گونجنے لگا' جب اگروال اور اس کے گرگوں نے مجھے سٹی ٹوریم سے واپسی کے وقت اغوا کیا تھا اور قید کیا تھا تو میں نے کالکا کو وہاں ایک حسین عورت کے روپ میں دیکھا تھا' میں نے اسے چھوکر محسوس کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا مگر کالکا نے مجھے سختی سے منع کردیا۔ اس نے کہا تھا..... "جب دو بجلیاں آپس میں ٹکراتی ہیں تو ان میں سے کوئی ایک جل کر بھسم ہوجاتی ہے۔"

کالکا کے اس جملے کے ساتھ ہی مجھے کمبل پوش بزرگ کا خیال آیا' صندلی انگوٹھی بدستور میری انگلی میں موجود تھی شاید ان ہی رحمانی قوتوں نے داور کے وجود کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا تھا۔

"شنکر....." میں نے حالات کے پیش نظر مسکراتے ہوئے کہا۔ "داور کو آواز دے کر دیکھو۔ شاید اب وہ دوبارہ تمہاری آواز بھی نہ سن سکے گا۔"

شنکر نے کوئی جواب نہیں دیا' پھٹی پھٹی نظروں سے خلا میں چاروں طرف اس طرح گھور رہا تھا جیسے اس قوت کا راز جاننے کی کوشش کررہا ہو جس نے اسے شکست سے دوچار کردیا تھا۔

"ہواؤں میں کیا تلاش کررہے ہو مہاراج۔" اس بار میں نے شنکر ہی کے لہجے میں اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "کیا میرے بھیجے کو اپنے چرنوں میں تڑپتا دیکھنے کی آشا پوری نہیں کرو گے۔"

شنکر نے کسی زخمی درندے کے مانند مجھے گھورا لیکن کوئی جواب دیے بغیر ہی ہونٹ چباتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ شنکر کے مقابلے میں اپنی جیت دیکھ کر مجھے بڑی طمانیت کا احساس ہورہا تھا' مجھے اس بات کا یقین آگیا کہ جب تک صندلی انگوٹھی میرے ہاتھ میں ہے اور بزرگ کا سایہ سر پر ہے دنیا کی کوئی طاقت میرا بال بھی بیکا نہیں کرسکے گی..... شاید شنکر کو بھی اس کا احساس ہوگیا تھا' میری خوداعتمادی بحال ہورہی تھی اور حوصلوں میں ایک زندگی سرایت کرگئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا جب پنڈت بنسی دھر کو اس بات کا علم ہوگا وہ کیا سوچے گا۔ کالکا میرے بلاوے کے باوجود نہیں آئی تھی لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہیں قریب ہی کھڑی وہ بھی اس کھیل تماشے کو ضرور دیکھ رہی ہوگی' میرے مقابلے میں شنکر کی خاموشی اور جھلاہٹ دیکھ کر اس کے دل پر کیا گزری ہوگی؟ مجھے یاد ہے "کالکا نے ایک بار مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ شنکر اس ناگ سے بھی زیادہ زہریلا اور خطرناک ہے جس کے کاٹے کو کوئی منتر نہیں ہوتا۔ خود شنکر نے بھی ایک موقعے پر مجھے بہت حقیر سمجھتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اپنی شیطانی قوتوں کے ذریعے میرے لیے ایسی الجھنیں اور دشواریاں پیدا کردے گا کہ مجھے سکون کا ایک سانس لینے کا موقع بھی نہیں ملے گا' میں اس کی خباثتوں کا عینی گواہ تھا' اس نے کئی بار ایسے

حالات پیدا کردیے تھے جن کی کوئی توجیہہ نہیں کی جاسکتی' اس کے اندر ناممکن کو بھی ممکن بنادینے کی طاقت تھی۔

میں اپنی کرسی پر بیٹھ کر حالات پر غور کرنے لگا' اس کی اور میری ملاقات ایک ضرورت کے تحت روپ نگر میں ہوئی تھی' میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس نے میری مدد بھی کی تھی لیکن اس وقت میں نے یہ غور نہیں کیا تھا کہ وہ میرے خلاف اندر ہی اندر کوئی سازش کررہا تھا۔ وہ یقیناً سمندر کے اتھاہ گہرائیوں میں بھی جھانکنے کی قوت رکھتا تھا۔ کالکا بھی اسی کی دریافت تھی' اس نے کالکا کی پراسرار مورتی کو حاصل کرنے کے لیے میرا انتخاب کیا تھا اور اسی مقصد کے تحت اس نے مجھے دوست بنالیا تھا۔

روپ نگر کے بڑے بڑے ذی اثر لوگ اور حکومت کے کارندے بھی شنکر سے کتراتے تھے' وہ جو چاہتا تھا کرگزرتا لیکن اپنے پیچھے کوئی شہادت نہیں چھوڑتا تھا' جمنا کے سلسلے میں خود میں نے اپنی آنکھوں سے جیل کی آہنی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلتے دیکھا تھا' روپ نگر کے باسیوں کے درمیان گھٹی گھٹی سرگوشیوں سے ہی مجھے اس بات کا اندازہ ہوگیا تھا کہ شنکر اور جمنا کے درمیان کون سا رشتہ قائم ہے۔ جمنا ہی سب سے پہلے مجھے پہاڑی سلسلوں کے اس غار میں لے گئی تھی جہاں کالکا کی مورتی دلدل میں پڑی تھی' میں نے کالکا کی مورتی کو دلدل سے نکال لیا تھا لیکن وہ میرے ہاتھ سے پھسل کر نکل گئی تھی پھر شنکر نے پوری طرح مجھے جال میں پھانسنے کی خاطر اپنے جھونپڑے نما مکان میں بلا کر کوئی ایسی شے پلادی جو نشہ آور تھی' میرے علاوہ جمنا بھی وہاں موجود تھی شنکر نے مجھے اپنی کالی قوتوں کے جال میں بے بس کرکے نشے کی حالت میں جمنا کا خون کردینے پر مجبور کردیا تھا۔

دوسری بار شنکر مجھے کالکا کی مورتی تک لے گیا تھا' اس نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں اس مورتی کو کچھ دنوں اپنے پاس رکھوں گا پھر اسے واپس کردوں گا اور میں نے عہد شکنی نہیں کی تھی' کالکا کی پراسرار مورتی اور اس کی قوتوں کے بارے میں تھوڑا بہت جان لینے کے باوجود میں نے اسے پنڈت بنسی دھر کی موجودگی میں واپس کردیا تھا' میرا خیال تھا کہ اس کے بعد میرے اور گندی طاقتوں کے راستے الگ الگ ہوجائیں گے لیکن نرنجن لال کے درمیان میں آجانے سے صورت حال خراب سے خراب تر ہوتی چلی گئی' میں نے بزنس میں آنے کے بعد خود کو ان نادیدہ اور ماورائی قوتوں سے جتنا دور رکھنے کی کوشش کی تھی حالات نے مجھے ان شیطانی چکروں میں اتنا ہی الجھادیا تھا لیکن شنکر کو داور کے سلسلے میں میرے ہاتھوں جو شکست ہوئی تھی اس نے میرے حوصلے اور میری خوداعتمادی کو بحال کردیا تھا۔ میں نے دل میں طے کرلیا تھا کہ کالکا کو بھی زیادہ آواز نہیں دوں گا صرف اسی وقت اس کی مدد حاصل کروں گا جب کوئی اور ذریعہ نہ ہو۔

فتح کے احساس کا بھی اپنا ایک نشہ ہوتا ہے جو انسان کو ہواؤں میں اڑنے پر اکساتا ہے' وہ یکلخت اپنے آپ کو بڑا تناور اور قد آور محسوس کرنے لگتا ہے' میری کیفیت بھی اس وقت کچھ ایسی ہی تھی لیکن کچھ دیر بعد مجھے نسیم کا خیال آیا تو میرے اندر پھر ایک تلاطم بھی پیدا ہوگیا۔ شنکر نے کہا تھا کہ جو لوگ اس کی نگرانی پر تعینات ہیں وہ اسے خوب صورت شکار سمجھ کر اپنی درندگی کا نشانہ بھی بناسکتے ہیں' روند کر پامال بھی کرسکتے ہیں' نوچنے کھسوٹنے کے بعد اسے پرشوتم ہی کی کسی کوڑے کے ڈھیر پر بھی پھینک سکتے ہیں۔ میرے ذہن میں ایک بار پھر گرم ہوائیں چلنے لگیں' مجبوری کی حالت میں میں نے کالکا کو دوبارہ یاد کیا' وہ مجھے کم از کم یہ بتاسکتی تھی کہ نسیم کو اغوا کرنے کے بعد کہاں رکھا گیا ہے مگر اس بار بھی کالکا کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا' وہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے "کالکا کو بھی شاید شنکر کی سبکی پر ملال ہوا ہوگا۔

میں کرسی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا' نجانے کیوں دل گواہی دے رہا تھا کہ شنکر اپنی شکست کا بدلہ نسیم کی ذات سے ضرور لے گا' اسی خیال نے میرے تن بدن میں آگ لگادی تھی۔ کافی دیر تک میں فرش پر بچھے دبیز کارپٹ کی سینہ کوبی کرتا رہا پھر کچھ سوچ کر میں نے انٹرکام پر عارفہ کو ہدایت دی کہ وہ سارے کام چھوڑ کر ندیم سے میری بات کرائے۔

مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ شنکر نے ابھی تک ندیم کو کھلی چھٹی کیوں دے رکھی تھی' وہ اپنی طاغوتی طاقتوں کے ذریعے معلوم کرسکتا تھا کہ پرشوتم اور نرنجن لال کے اغوا میں کس کا ہاتھ ہے۔ جس خبیث نے مجھے زمین پر رینگنے والا حقیر کیڑا کہا تھا اور حقارت سے پیروں تلے روند ڈالنے کا یقین دلایا تھا وہ ندیم کو بھی خس و خاشاک کی طرح صرف ایک پھونک مار کر بھسم کرسکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ "آخر کیوں؟" میرے ذہن میں یہ خیال بڑی سرعت سے ابھرا لیکن پھر فون کی گھنٹی نے میری توجہ اپنی جانب مبذول کرالی۔ میں نے تیزی سے لپک کر ریسیور اٹھالیا' دوسری جانب سے ندیم کی آواز سنائی دی۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے براہ راست مجھے اپنے ڈائریکٹ نمبر سے ڈائل نہیں کیا۔"

"کیا مطلب؟"

"بہت دنوں سے میں نے عارفہ کی مدھر آواز نہیں سنی تھی۔"

"بکواس نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔"

"مجھے تمہاری پریشانی کا سبب معلوم ہے۔" ندیم نے اس بار سنجیدگی سے جواب دیا۔ "نسیم کی والدہ اور نسیم کے بارے میں معلوم ہونے کے بعد میرا ذہن بھی کسی آخری نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"تمہیں کس طرح علم ہوا؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"تمہارے ڈی ایس پی سراج صاحب کا فون آیا تھا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ان کا خیال ہے کہ اگر میں زنجن لال کے بارے میں کچھ جانتا ہوں اور اسے بازیاب کرانے میں پولیس کی مدد کرسکوں تو نسیم بھی دشمنوں کی قید سے آزاد ہوسکتی ہے۔ سراج نے ہی مجھے بتادیا تھا کہ تم نے اسے فون کرکے نسیم کی ماں کی پراسرار موت اور نسیم کے اغوا کی اطلاع دی ہے۔"

"وہ ذہین پولیس آفیسر ہے' حالات اور واقعات کا تجزیہ کرنے کے بعد وہ جس نتیجے پر پہنچا ہے وہ غلط نہیں ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا زنجن لال کی واپسی کے بعد وہ لوگ کھل کر سامنے آجائیں گے۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" میں نے کہا پھر سٹی نورِیم سے اپنی واپسی سے لے کر شنکر سے ملاقات اور داور کے انجام تک کی تمام تفصیل ایک ہی سانس میں بیان کرتا چلا گیا۔

"پریشان ہونے سے کام نہیں چلے گا۔" ندیم نے مجھے تسلی دینے کی خاطر کہا۔ "تمہاری سراج صاحب سے گفتگو ہونے کے بعد ہی میں نے اپنے خاص خاص گرگوں کو الرٹ کردیا ہے' اگر نسیم کو اسی شہر میں کہیں رکھا گیا ہے تو یقین رکھو میرے وفادار شکاری اور کھوجی افراد بہت جلد اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں نے اس غریب کو تمہارے کیسینو سے نکال کر اچھا نہیں کیا۔" میں نے جذباتی انداز اختیار کیا۔ "وہاں وہ تمہارے وفادار اور جاں نثار ساتھیوں کی موجودگی میں زیادہ محفوظ تھی۔ میرے پاس آنے کے بعد وہ ان لوگوں کی نگاہوں میں آگئی جو مجھ پر عرصۂ حیات تنگ کردینے کے درپے ہیں۔"

"کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ شنکر اس وقت کہاں مل سکے گا۔"

"کیوں ــــــ"

"اس کی سرکوبی اب ضروری ہوگئی ہے۔"

"نہیں۔" میں نے ندیم کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "وہ خبیث حرامزادہ ناقابل یقین شیطانی قوتوں کا مالک ہے۔ تم اور تمہارے وفادار ساتھی اس کے سامنے کیڑے مکوڑوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔"

"مائی ڈیئر شہبازــــــ میں رند بدمست ہونے کے باوجود خدا کی رحمت پر کامل یقین رکھتا ہوں اور اس اعتبار سے ان زاہدوں سے بہتر ہوں جو عبادت گزار ہونے کے باوجود اس شک میں گھلتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کی بخشش نہ ہو۔" ندیم نے ٹھوس لہجے میں بڑے یقین سے کہا۔ "موت برحق ہے جسے خدا کے حکم کے بغیر کوئی نہیں ٹال سکتا پھر انسان بزدلی کا مظاہرہ کیوں کرے' اینٹ کا جواب پتھر سے کیوں نہ دے لیکن یہ تمام باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی اس لیے کہ تم اپنی لائن کے آدمی نہیں ہو۔"

"کیا تم مجھے زنجن لال سے ملوا سکتے ہو؟" میں نے ندیم کے فلسفے کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ وہ نسیم کے سلسلے میں ہماری کچھ مدد کرسکے اس لیے کہ شنکر جو کچھ کھیل تماشے کررہا ہے وہ اپنے گرو پنڈت بنسی دھر کے اشارے پر کررہا ہے اور میری معلومات کے مطابق اس پنڈت کو زنجن لال نے کسی بڑی رقم کا لالچ دے کر خرید رکھا ہے۔"

"حیرت ہے۔ کیا پنڈت بنسی دھر خود کھل کر سامنے نہیں آسکتا تھا۔"

"لمبی تفصیل ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "اس وقت ہمارے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے' میں پہلی فرصت میں زنجن لال سے ملنے کا خواہشمند ہوں۔"

"ٹھیک ہےــــ تم اپنے دفتری ٹھو میں راجو سے رابطہ قائم کرکے اسے تمہارے پاس بھیجنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

مجھے زیادہ دیر راجو کا انتظار نہیں کرنا پڑا' پندرہ منٹ بعد ہی چھریرے بدن اور دراز قد کا مالک راجو میرے سامنے موجود تھا' بظاہر وہ اس وقت بھی صورت و شکل سے بڑا مسکین اور مہذب نظر آرہا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ

اندر سے کس قدر کڑوا اور زہریلا واقع ہوا تھا۔

میں عارفہ کو کچھ ضروری ہدایتیں دینے کے بعد راجو کے ساتھ ہولیا' وہ اس وقت اپنی ڈاکس ویگن میں تھا اور خود ہی اسے ڈرائیو کررہا تھا۔ گاڑی میں ہمارے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہیں تھا۔

"کیسے ہو راجو۔" میں نے خود کو بہلانے کی خاطر دریافت کیا۔

"بس جی۔ آپ لوگوں کی نظرِ کرم کا محتاج ہوں۔" وہ بڑی انکساری سے بولا۔

"ہم اس وقت کہاں چل رہے ہیں۔"

"ندیم صاحب کے بنگلے پر۔"

"کیا میرا مطلوبہ آدمی وہیں موجود ہوگا؟" میں نے قدرے محتاط انداز میں پوچھا۔

"میں سمجھا نہیں جناب۔ آپ کس شخص کی بات کررہے ہیں۔" راجو نے انجان بنتے ہوئے سوال کیا' وہ مجھ سے زیادہ محتاط ثابت ہوا مجھے معلوم تھا کہ ندیم کے جاں نثار افراد کی فہرست میں اس کا نام پہلے نمبر پر آتا تھا لیکن شاید وہ صرف ندیم کو جوابدہ تھا۔ میں نے اسے زیادہ کریدنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔

ندیم اپنے خوب صورت بنگلے کے ڈرائنگ روم میں میرا منتظر تھا' مجھے دیکھتے ہی اس نے اٹھ کر گرم جوشی سے ہاتھ ملایا پھر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولا۔

"ابھی دو منٹ پہلے مجھے ایک آدمی سے رپورٹ ملی ہے کہ نسیم کی ماں کو دوا میں ایک سریع الاثر زہر دے کر ٹھکانے لگایا گیا ہے۔"

"گویا سٹی نورِیم کی کسی نرس یا وارڈ بوائے کے ذریعے یہ کام سرانجام دیا گیا ہے لیکن زہر دیتے وقت وہ یقیناً کسی گندی قوت کے شکنجے میں جکڑا ہوگا اور ہوش میں آنے کے بعد اسے کچھ یاد نہیں رہا ہوگا۔" میں نے غصے سے تلملاتے ہوئے کہا۔

"شنکر کے بارے میں مجھے میرے دوسرے مخبر نے اطلاع دی ہے کہ وہ یہیں ایک مقامی مندر کے اندر موجود ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے مجھے مطلع کیا۔

"فی الحال شنکر کو چھیڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔" میں نے بے چینی کا اظہار کیا۔ "تم مجھے فوری طور پر زنجن لال سے ملوا دو۔ نسیم کی بازیابی کے عوض میں اس کی کوئی بھی شرط ماننے کو تیار ہوں۔"

جواب میں ندیم کے ہونٹوں پر ایک ... مسکراہٹ ابھری تھی پھر وہ بغیر کچھ کہے اٹھا اور میں اس کے ساتھ ہولیا' مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ مجھے ایک کشادہ کچن میں لے آیا' راجو کسی سائے کی طرح ہمارے ساتھ ساتھ تھا' قبل اس کے کہ میں ندیم سے اس وقت کچن میں آنے کی وجہ دریافت کرتا اس نے چٹکی بجاتے ہوئے راجو کی طرف دیکھا پھر جو کچھ میں نے دیکھا وہ حیرت انگیز ہی تھا' راجو نے چٹکی کے جواب میں آگے بڑھ کر کچن کیبنٹ کی الماری کھول کر اس کے اندر کسی خفیہ میکنزم کو ہینڈل کیا تو ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے الماری زمین سے چھ انچ بلند ہوئی پھر دیوار کے اندر ہوتی چلی گئی' نیچے پختہ فرش نظر آرہا تھا لیکن الماری کی حرکت ختم ہوتے ہی فرش کا وہ مستطیل ٹکڑا بھی ذرا سا پیچھے کی جانب دبا پھر تیزی سے ایک جانب کھسکتا چلا گیا' اب وہاں فرش پر خلا نظر آرہا تھا جس سے ایک آدمی بڑے آرام سے اندر داخل ہوسکتا تھا۔

"یہ سب میری اپنی ایجاد ہے۔" ندیم نے میری حیرت پر مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم جس دنیا کے باسی ہیں وہاں اس قسم کے چور راستوں کی موجودگی کس قدر اہمیت رکھتی ہے تم اس کا اندازہ نہیں لگاسکتے۔"

ابھی میں ندیم کی بات کا کوئی مناسب جواب سوچ ہی رہا تھا کہ خلا کے اندر سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی پھر ایک لفٹ فرش سے برآمد ہوکر ہمارے سامنے آگئی سب سے پہلے راجو اس کھلونا نما لفٹ کے ذریعے نیچے گیا پھر ندیم کے اشارے پر دوسری بار مجھے لفٹ میں سوار ہونا پڑا' میں پھٹی پھٹی نظروں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا' فرش کے نیچے ایک کشادہ اور روشن کمرا موجود تھا جس کے فرنیچر اور سازوسامان کو دیکھ کر کسی اسٹڈی روم کا گمان ہوتا تھا۔ میں لفٹ رکنے کے بعد باہر آیا تو میرے ذہن کو ایک اور جھٹکا لگا' ندیم وہاں پہلے سے موجود تھا۔

"تمــــ" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"جانتے ہو کہ ایک دوراندیش چور یا ڈاکو کا پہلا اصول کیا ہونا چاہیے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "جائے واردات پر جس راستے سے داخل ہو اس سے پیشتر اپنی واپسی کے راستے سے واقفیت رکھتا ہو ورنہ کسی چوہے دان میں بھی ٹریپ ہوسکتا ہے۔"

بظاہر اس اسٹڈی روم میں کوئی دوسرا دروازہ ظ

نہیں آرہا تھا لیکن ندیم نے اپنی جیب سے ریموٹ کنٹرول نکال کر اس کے بٹن کو پریس تو شرقی گوشے میں ایک چھ فٹ اور چار فٹ کی خلا پیدا ہو گئی' دیوار کا وہ حصہ بھی بڑی تیزی سے پیچھے ہو کر اوپر کی جانب اٹھتا چلا گیا تھا' اس خلا سے گزر کر ہم ایک بیڈ روم میں داخل ہو گئے تو ہمارے پیچھے نمودار ہونے والی خلا اتنی ہی تیزی سے واپس اپنی جگہ آ گئی اب وہاں سے گزر کر دوسری سمت جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا پھر میں نے پلٹ کر بیڈ روم کی جانب دیکھا تو میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ نرنجن لال ایک آرام دہ بیڈ کے برابر رکھی ہوئی راکنگ چیئر پر بیٹھا ہماری جانب دیکھ رہا تھا' وہاں میری آواز غالباً اس کے لیے غیر متوقع نہیں تھی شاید اسی لیے اس کا چہرہ کسی اندرونی جذبات کی عکاسی سے یکسر عاری نظر آرہا تھا۔

"تم ـــ" نرنجن لال نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ میرے اغوا میں تمہارا ہی ہاتھ ہوگا۔"

"ہاں۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔ "بالکل اسی طرح جس طرح تمہارے آدمیوں نے پہلے ٹونی کو ایک ہاتھ سے محروم کردیا اور اب تسیم کی ماں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد تسیم کو اغوا کرلیا۔ کیا تم انکار کر سکو گے کہ ان تمام وارداتوں میں تمہارے زر خرید شکاری کتے شنکر کا ہاتھ ہے۔"

"شنکر۔" نرنجن لال بے پروائی سے بولا۔ "میں کسی شنکر سے واقف نہیں ہوں۔"

"پنڈت بنسی دھر کے بارے میں تمہارا کیا جواب ہے۔"

"کیا چاہتے ہو؟" نرنجن لال نے تھوڑے توقف سے پوچھا۔

"تسیم کی واپسی اور اس بات کی یقین دہانی کہ تم آئندہ کسی کمینگی کا ثبوت نہیں دو گے۔"

"میں نہیں جانتا کہ تم کس تسیم کی بات کر رہے ہو؟"

"ممکن ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن تمہارے غنڈے اور بدمعاش اس بات سے ضرور واقف ہوں گے کہ اسے اغوا کرنے کے بعد کہاں رکھا گیا ہے۔"

"تم یقیناً کسی غلط فہمی کا شکار ہو۔" نرنجن لال نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میرا خیال تھا کہ تم نے مجھے کسی بھاری تاوان کی لالچ میں اغوا کرایا ہے اور اپنی مطلوبہ رقم ملنے کے بعد ـــــ"

"نرنجن لال۔" میرے لہجے میں اچانک سفاکی آ گئی۔ "وکرم ابھی تک پولیس کی قید میں ہے۔ شنکر کی خباثتیں بھی ابھی تک اسے تمہارے راستے سے نہیں ہٹا سکیں۔ میرے ایک اشارے پر وکرم کی زبان کھل بھی سکتی ہے اور دوسرے اشارے پر تمہاری حالت سیٹھ پرشوتم سے بھی زیادہ عبرتناک ثابت ہوگی۔ تم بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

نرنجن لال کے چہرے پر فکر اور پریشانی کے تاثرات نمودار ہوئے' وہ باری باری مجھے ندیم اور راجو کو دیکھ رہا تھا۔

"وقت مت ضائع کرو۔" میرے لہجے میں کرختگی تھی۔ "تسیم کی واپسی کے بغیر تمہاری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔"

"میری بات کا وشواس کرو۔ میں کسی تسیم کے اغوا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" نرنجن لال نے بے بسی کا اظہار کیا۔

"ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" اس بار ندیم نے جواب دیا۔ "تم جیسا بڑا بزنس مین جو کچھ بھی کرتا ہے دولت کے بل بوتے پر کرتا ہے' وہ صرف ایک منصوبے کا خاکہ بناتا ہے۔ جس میں رنگ اس کے کارندے بھرتے ہیں۔ تم مجھے اپنے ان گرگوں کا نام بتادو جو تمہارے اشارے پر کام کر رہے تھے' انہیں تلاش کرنا اور ان کی زبانیں کھلوانا میرا کام ہوگا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھ سکا کہ تم مجھ سے کیا اگلوانا چاہتے ہو؟"

"کیا تم شنکر نامی کسی منحوس آدمی سے واقف نہیں ہو جو سفلی عمل کا ماہر ہے اور پنڈت بنسی دھر کے اشارے پر تمہارے لیے کام کر رہا ہے۔" میں نے حقارت سے پوچھا۔

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں کسی شنکر سے ـــــ"

"سمجھ گیا۔" ندیم نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا پھر راجو کی طرف دیکھ کر سرد لہجے میں بولا۔ "میرا خیال ہے کہ سیٹھ نرنجن کی آؤ بھگت ہم نے خاطر خواہ نہیں کی۔ تم دو آدمی ان مہاشے کی خدمت پر مامور کردو لیکن فی الحال پرشوتم والا نسخہ نہ استعمال کرنا' میں دو گھنٹے بعد دوبارہ آؤں گا۔ ہو سکتا ہے جب تک مہاراج نرنجن لال کی زبان فرفر چلنے لگے۔"

پھر ندیم مجھے ایک دوسرے راستے سے لے کر واپس اپنے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

"مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں وہ درندے تسیم کو

"نہیں۔" ندیم نے بڑے اطمینان کا مظاہرہ کیا۔ "اگر ... تسیم کو جان سے مارنا ہوتا تو وہ اسے اس کے فلیٹ میں ٹھکانے لگا سکتے تھے۔"

"میں اتفاق کرتا ہوں لیکن داور کا انجام دیکھنے کے بعد ... کے سینے پر سانپ لوٹ رہے ہوں گے۔"

"پریشان مت ہو نیلی چھتری والے کو جو منظور ہو گا ہم ... میں کوئی ردوبدل نہیں کر سکتے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ ... کیا تم بھی اس کی وحدانیت کے قائل ہو؟"

"سب ہوتے ہیں لیکن ہر ایک کا اپنا اپنا انداز ہوتا ...۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ جو پیشہ ور ڈاکو ... قائل ہوتے ہیں وہ درگاہوں اور مزاروں پر بڑی عقیدت ... حاضری دیتے ہیں اور نذر و نیاز کرتے ہیں۔ ہمارے لیڈر ... بڑی دیدہ دلیری سے جھوٹ بولتے ہیں اور چڑھاوے ... جاتے ہیں اور جھگے پھولنے کی منت اور مرادیں مانتے ... یہ بھی خدا کو راضی کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ مجھ ... کو لے لو۔ تم جانتے ہو کہ میں جو کاروبار کر رہا ہوں وہ ... ہے لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ شنکر کی گندی ... اس خانے تک نہیں پہنچ سکتیں جہاں میں نے ... لال کو مہمان بنا رکھا ہے۔ ایک بزرگ مجھ پر مہربان ... سب ان کی دعاؤں کا کرشمہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان ... کو اس بات کا یقین ہو کہ میں بھی نہ کبھی اپنی زندگی کا ... موڑ کر سیدھے اور سچے راستے کو اپنا لوں گا۔ تسیم کے ... بھی میں نے ان ہی بزرگ کے پاس اپنے ایک ... کو بھیجا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ ہماری مدد ضرور ... گے ورنہ پھر ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"اس مندر کو ڈائنا مائٹ کے ذریعے اڑا دیا جائے ... شنکر کا قیام ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی پلید ... کا زور بھی ختم ہو جائے گا۔"

"نہیں۔" میں نے ندیم کو منع کرتے ہوئے کہا۔ "اس ... مذہب کے نام پر انتقامی کارروائیاں شروع ہو جائیں ..."

"ٹھیک ہے تم کہتے ہو تو میں ایسا کرنے سے گریز ... گا ورنہ میرا خیال ہے کہ مذہب کسی مندر گردوارے ... کا نام نہیں ہے بلکہ اس یقین کا نام ہے جو انسان کے ... خدا کے لیے موجزن ہوتا ہے۔ صرف چھتوں پر سر

مارتے رہنا ایمان مکمل ہونے کی دلیل نہیں ہے۔"

ندیم کی باتیں مجھے حیرت میں مبتلا کر ر... طرف وہ جس کاروبار میں ملوث تھا وہ ش... دوسری طرف وہ خدا اس کے رسول ... بندوں پر بھی مکمل اعتقاد رکھتا تھا۔ ... سے کچھ کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا ... اور ندیم نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل ... سیٹ کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ ... خاصی دیر تک دوسری طرف سے کی جانے ... رہا اور سر کو جنبش دیتا رہا پھر وہ میری طر... ماؤتھ پیس میں بولا۔ "میں راجو کو ہدایات ... کر رہا ہوں۔ اس وقت تک تم اور تمہا... طرح چوکس رہیں گے اور ہاں تم ٹھیک ... فون پر دوبارہ صورت حال سے آگاہ کرو گے۔ اس ... میں تمہیں میری طرف سے اس بات کا مکمل اختیار ہو ... اگر صورت حال میں اچانک کوئی تبدیلی رونما ہو تو تم ... اسلحہ کا بے دریغ استعمال بھی کر سکتے ہو لیکن ہماری مطلوبہ چیز ہر قیمت پر محفوظ رہنی چاہیے۔"

"مبارک ہو مائی ڈیئر۔" ندیم نے ریسیور رکھتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ "تمہاری تسیم کا پتا مل گیا ہے۔"

"کہاں ہے وہ؟" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے

ہوئے بے چینی سے سوال کیا۔

"وہ جہاں بھی ہے پوری طرح محفوظ ہے اور میرے آدمی اس جگہ کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"تمہارے آدمیوں کو اس کا علم کس طرح ہوا؟"

"ہمارا تعلق جس قبیلے سے ہے وہاں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کو ذاتی مفاد پر ہمیشہ ترجیح دی جاتی ہے ورنہ ایک ہی روز میں سب کا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جائے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "فی الحال اتنا سمجھ لو کہ جس گروہ کے افراد نے نسیم کو اغوا کیا تھا اس کے کچھ کارندے اکثر ہمارے لیے بھی کام کرتے ہیں لیکن اس کامیابی کو بھی ان بزرگ کی دعاؤں کا نتیجہ کہوں گا جو مجھ پر وہاں مہربان ہیں۔"

کے برابر تھا' شاید اسی لیے "مقتولہ نسیم کی بے گناہ اور مظلوم ماں کا قتل بھی۔۔۔۔" بکھر جاری نظر آ "جو مر چکے ہیں انہیں بھول جاؤ۔ صرف نسیم کی "تم۔۔۔" ندیم نے کہا پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "مجھے پہلے یہ بتاؤ کیا پسند کرو گے۔ نسیم کو ہمارے افراد بازیاب کرلیں یا تم اپنے سراج صاحب کو سرخرو ہونے کا موقع فراہم کرو ہو گا۔"

"ہاں۔"

طرح جس طرح تمہارا ... ال ہے کہ سراج بہتر رہے گا۔" میں نے کچھ سے محروم کردیا اور اب پھر ندیم سے اس جگہ کی تفصیل دریافت کی اتارنے کے بعد نسیم کو اغوا کرنے کے بعد رکھا گیا تھا اس کے بعد میں ان تمام وارداتوں میں تمہارے ایس پی سراج کے نمبر ٹو کی کرنے ہاتھ ہے۔" دادی نامی کے ذریعے راجو کو کسی

"شنکر۔" زنجن لال بے پناہ کی ہدایت دے چکا تھا۔ شنکر سے واقف نہیں ہوں۔ چیلنگ۔" دوسری جانب سے سراج ہی "پنڈت جسی دھر۔ ہے۔"

"کیا چاہتے ہو؟" زر بول رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ پتا چل گیا ہے۔ جہاں نسیم کو اغوا کرنے پوچھا۔ "نسیم کی واپسی اور اس ہے۔ میں چاہوں تو اسے اپنے ذرائع سے کسی کیٹیگی کا ثبوت سکتا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ پولیس "میں نہیں۔ زیادہ مناسب رہے گا۔"

"لیکن جواب میں نے سراج کو ندیم سے معلوم ہونے اور بد معاش اس جگہ کی مکمل تفصیل بتائی تو سراج نے پوچھا۔ "مسٹر شہباز کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ نسیم کے اغوا کرنے "تم اغوا میں کن لوگوں کا ہاتھ ہے۔"

"میرا ذاتی خیال ہے کہ اس اغوا کے پیچھے زنجن لال سپاٹ لہجے کے سوا کسی اور کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔" بھاری تاؤ "لیکن زنجن لال تو بذات خود۔۔۔" ملنے کے بعد

"ضروری نہیں ہے کہ جس شخص نے آپ کو فون پر بھی دے گا وہ پولیس کے لیے زیادہ مشکوک ثابت زنجن لال کے اغوا ہونے کی اطلاع دی تھی وہ دشمنوں کے گروہ کا کوئی فرد ہو۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے کہ زنجن لال بذات خود کسی مصلحت کی بنا پر انڈر گراؤنڈ چلا گیا ہو اور اس نے پولیس کو دھوکا دینے کی خاطر چھپ کر یہ پروار کیا ہو۔" "میں تمہاری صلاحیتوں کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔" میں نے ندیم کے منصوبے کو سراہتے ہوئے کہا۔ "زنجن کا مسئلہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ تم یہ بتاؤ کہ تم نے اس کے بارے میں کیا سوچا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ وہ

"آئی سی۔" سراج نے کہا۔ "آپ کی یہ رائے بھی قرین قیاس ہو سکتی ہے۔" وقت ہماری دسترس میں ہے۔ داور کے سلسلے میں اسے دھوکا تک دیا جا چکا ہے۔ اگر ہم وقت ضائع کیے بغیر اس پر

"مسٹر سراج۔" میں کھوس آواز میں بولا۔ "اس بات کا خیال رہے کہ نسیم کو پولیس ایکشن کے دوران کسی پریشانی کا سامنا نہ ہو۔" اور وار کر گزریں تو شاید اس کے کس بل اور ڈھیلے ہو "ندیم نے پھر کہا۔

"نہیں۔۔۔" میں نے زور دے کر کہا۔ "فی الحال "آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔" سراج نے جواب دیا۔ "چھیڑنا مناسب نہیں ہے۔ اس کا علاج میں خود کرلوں پھر میں نے رابطہ منقطع کردیا تو ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے "نسیم کو بازیاب ہونے کے بعد کہاں رکھنے کا ارادہ کہا۔

"مجھے تم سے زنجن لال کے سلسلے میں اتنی دور اندیشی کی بات کرنے کی توقع نہیں تھی۔" ندیم نے سنجیدگی سے مشورہ دیا۔ "اب کا اس کا تنہا رہنا کسی طور بھی مناسب نہیں ہو گا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت چاہی۔ "تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"نسیم کے برآمد ہونے کے ٹھیک چوبیس گھنٹوں بعد اگر تم چاہو تو میں اسے وقتی طور پر اپنے ساتھ بھی میں زنجن لال کو آزاد کر دوں گا۔ اس کے بعد وہ پولیس رکھ سکتا ہوں۔ یہ جگہ شنکر کی پہنچ سے بھی محفوظ ہے اور تم کے سامنے جو بیان دے گا وہ کچھ اس خیال سے ملتا جلتا ہو گا جس کا اظہار تم نے ابھی سراج سے کیا تھا۔" کہ نسیم کو ایک بھائی کا پیار مل رہا ہے اس لیے اب اس کا میرے اوپر بھی واجب ہو گیا ہے۔"

"کبھی کبھی اندازے کی ایک چھوٹی سی غلطی اور معمولی لغزش بھی بڑے بڑے شاطر مجرموں کو قانون کے شکنجوں میں دم توڑنے پر مجبور کر دیتی ہے۔" مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "ماں کی موت کے بعد اب ہمارے سوا پولیس کے سابقہ تجربے کی بنیاد پر کہا۔ "تم شاید یہ بھول "میرے اپنے اس دنیا میں اور کوئی رہ بھی نہیں گیا ہے۔ ایک بھائی ہے ہو کہ زنجن لال تم کو اور تمہارے آدمیوں کو اچھی طرح دیکھ چکا ہے۔" گئے کہ بچپنے میں ہی نہ جانے کہاں کھو گیا ہے۔ اس کے باپ سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اسے اس کی ماں کی موت کی اطلاع کس طرح دی جائے گی۔"

"تمہارا خیال درست ہے لیکن جب وہ ہماری قید سے آزاد ہو گا تو وہ ہمارے بارے میں سب کچھ بھول چکا ہو گا۔" نسیم کو بازیاب ہو جانے دو اس کے بعد باقی باتیں بعد میں سوچی جا سکتی ہیں۔"

"برین واشنگ۔"

"نہیں۔" ندیم نے بڑے شاطرانہ انداز میں مسکراتے کہا۔ "برین واشنگ کے بعد وہ اپنی یادداشت مکمل طور پر فراموش کر چکا ہو گا۔ جبکہ ہم اسے چپاتا کے عمل سے گزارنے کے بعد اس کے ذہن سے صرف ان باتوں کو یکسر واش کر دیں گے جو ہمارے حق میں کسی طرح بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہوں اور ایسی صورت میں اپنے اغوا ہونے اور نسیم کے برآمد ہونے کے سلسلے میں وہ

میں کچھ دیر بیٹھا ندیم سے باتیں کرتا رہا پھر اٹھ کر دفتر آ گیا۔ نسیم کے سلسلے میں مجھے جو پریشانی لاحق تھی وہ شاید تک دور ہو چکی تھی۔ میرا ذہن اب صرف شنکر جسی دھر کے بارے میں سوچ رہا تھا جو کالکا کو ختم کرنے کے لیے کہیں پہاڑیوں میں چھپا چاپ کر مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ وہ ارادوں میں کامیاب اس لیے کہ شنکر جسی دھر اور کالکا کی گندی اور قوتیں جمع ہو کر میرے راستے میں بہت ساری نادیدہ اور الجھنیں پیدا کر سکتی تھیں۔

داور کی حیرت انگیز موت اور پھر یقیناً شنکر کو کانٹوں پر لوٹنے کو مجبور کردیا۔ اور پراسرار قوتوں کا مالک تھا۔ شکست کا سامنا کرنے کے بعد اس ضرور پہنچا ہو گا۔ ندیم کے مشورے بہترین طاعت تیری ضرب اور بھی لگا سکتے تھے میں کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ صفحات کا رد عمل دیکھنا چاہتا تھا۔ ویسے مجھے اس کمینے سے کسی اچھائی کی توقع نہیں تھی پھر بھی میں طور پر نظر انداز کر دیا تھا۔

نسیم کی بازیابی کے بعد میں سراج سے کر ملا تھا۔ جو لوگ پولیس ایکشن کے دوران تھے وہ پولیس کو پہلے ہی سے کسی نہ کسی تھے۔ نسیم کے اغوا کے سلسلے میں بھی ان کا انہیں منہ مانگے معاوضے کے عوض خریدا گیا تھا۔ رقم انہیں ایک ہسٹری شیٹر کے ذریعے ملی تھی جس کے بیان کے مطابق جب پولیس نے اس مکان پر چھاپا مارا تو وہ مردہ حالت میں خون میں لت پت ملا تھا۔

نسیم کو میری ایما پر ندیم کے گھر پہنچا دیا گیا لیکن محسوس کر رہا تھا کہ سراج کو جہاں ایک مظلوم لڑکی کی بازیابی کے سلسلے میں اپنی کامیابی کی خوشی تھی وہیں اس کے

ذہن میں میرے سلسلے میں بھی کچھ سوالات ضرور کلبلا رہے
تھے۔ میں واپسی کے ارادے سے اٹھنے لگا تو سراج نے دبی
زبان میں پوچھا۔
"کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ مس نسیم کو
جس ٹھکانے سے برآمد کیا گیا ہے۔ اس کا علم آپ کو کس
طرح ہوا۔"
"میرا خیال ہے اس کی وضاحت اب ضروری
نہیں۔" میں نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔ "نسیم کو بازیاب
کرنے کا سہرا بہرحال آپ ہی کے سر ہے۔"
"مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھ پر اعتماد کیا لیکن
....." وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔
"شاید آپ ابھی تک میرے دوست ندیم کے سلسلے
میں اپنا شبہ دور نہیں کر سکے۔" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر کہا
"تم ..." ... سے بولا۔
"نہیں یہ بات نہیں ہے۔ دراصل میں آپ سے
اپنے سراج صاحب کے بارے میں کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا۔"
"ہاں۔"
... یقین ہے کہ وہ خود ہی انڈر گراؤنڈ چلا گیا
... ہے کہ اغوا کا شبہ اس پر نہ کیا جا سکے۔"
... کچھ دنوں تک غائب ہی رہے گا۔"
... دریافت کیا۔
"شنکر۔" زنجن لال بے پروا ... میں یقین کے ساتھ کیا کہہ سکتا
شنکر سے واقف نہیں ہوں۔"
"پنڈت بنسی دھر ... ہے کہ آپ نے اس سلسلے میں بھی کوئی
...تا ہو۔" سراج کے لہجے میں اس بار لطیف سا طنز
ہے۔"
"کیا چاہتے ہو؟" ...
پوچھا۔ ... میں کوئی پیغمبر نہیں ہوں کہ غیب کا حال جان
"نسیم کی واپسی اور اس ... تعلق اور نسبت جس خاندان سے ہے
کسی کیپٹی کا ثبوت ... اس کی بخوبی واقف ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے
"میں نہیں ... مجھے ٹیلی پیتھی یا کسی دوسرے علوم میں بھی
"ممکن ... مہارت نہیں ہے کہ کسی اور کے دل کا حال
اور بد معاش ... اس ہیجان کر پیش گوئیاں کر سکوں لیکن اس کے باوجود میں
اغوا کرنے ... محسوس کیا ہے کہ کبھی کبھی میری چھٹی حس میں جو
... آتا ہے وہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوتا ہے۔
سپاٹ لہجے ... آپ میری اس صلاحیت کو کوئی نام بھی دے سکتے ہیں۔"
بھاری ... "مجھے آپ کی اس صلاحیت کا اندازہ پہلے بھی کئی
ملنے کے بعد ... موقعوں پر ہو چکا ہے۔ اسی وجہ سے میں زنجن لال کے

بارے میں دریافت کرنا چاہ رہا تھا۔"
"کل کیا ہوگا اس کا علم خدا کے سوا کسی اور کو نہیں
البتہ انسان قیاس آرائیاں ضرور کرتا ہے۔" میں
تھوڑے توقف کے بعد کہا۔
"نسیم کے اغوا کے سلسلے میں بھی میرے ذہن
زنجن لال ہی کا نام ابھرا تھا اور اب میری چھٹی حس
رہی ہے کہ زنجن لال کو جیل یا پھر ...
اندر اندر منظر عام پر آجانا چاہیے۔"
"اب آپ کا کیا مشورہ ہے۔" سراج نے سنجیدگی
پوچھا۔ "کیا میں زنجن لال پر ہاتھ ڈال سکتا ہوں۔"
"آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔" میں نے رک کے
اظہار کیا۔ "زنجن لال پر ہاتھ ڈالنے کے لیے ٹھوس
کی ضرورت ہوگی جو میرے خیال میں پولیس کے پاس
ہے۔ رہا میرا مشورہ تو میں غالباً" آپ کو پہلے بھی بتا چکا
کہ میں اپنا شکار خود کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔"
پھر میں سراج سے رخصتی مصافحہ کر کے واپس گھر
اس روز تھکن کا احساس اتنا شدید تھا کہ میں رات
کھانے کے بعد بستر پر لیٹا تو مجھے جلد ہی نیند آگئی۔ میں
دیر تک خواب خرگوش کی حالت سے دوچار رہا مجھے
اندازہ نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ کمرے میں کسی کی
موجودگی کے احساس ہی نے مجھے نیند سے بیدار کر دیا
میں حسب عادت اس روز بھی سونے سے پہلے اندر سے
خواب گاہ کو بند کرنا نہیں بھولا تھا۔ ایسی صورت میں
اور کی موجودگی کا احساس میرے لیے کسی خطرے سے
تھا۔ میرا ہاتھ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا تکیے کے نیچے
ہوئے ریوالور پر جم گیا۔ پلکوں کے درمیان جھری کر کے
نے صورت حال کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ کمرے
نائٹ بلب کی خوابناک روشنی موجود تھی لیکن پھر یک
میری خواب گاہ کی تمام روشنیاں جل اٹھیں۔ میں
رفتاری سے ریوالور پر اپنی گرفت مضبوط کیے تیزی
لیکن دوسرے ہی لمحے میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ
کاکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میری خواب گاہ
موجود تھی۔ میں ایک بار پہلے بھی اگروال والے معاملے
میں اسے اسی روپ میں دیکھ چکا تھا اس لیے مجھے
پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ وہ میری مسہری
قریب کھڑی مجھے بڑی قاتلانہ اور سحر انگیز نظروں سے
رہی تھی۔
کاکا کی موجودگی میرے لیے باعث حیرت تھی اس

نے دو اہم موقعوں پر مجھے نظرانداز کرنے کی
کی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھ سے خفا ہوگی۔ میں
مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ کاکا کی مدد کے بغیر ہی آپ
صلاحیتوں کو آزمانے کی عادت ڈالوں گا اس لیے کہ
پر زیادہ تکیہ کرنے والے اپنی خود اعتمادی کو زنگ
لیتے ہیں۔ نسیم کے سلسلے میں کاکا کا میری مدد کے
آنا مجھے بہت گراں گزرا تھا مگر ان تمام باتوں کے
اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ میں اس
میں گم ہونے لگا۔
تمہارے من کا بھید تو اب نہیں جان سکی پر تو
جانتی ہوں کہ تم اپنی کاکا رانی سے ناراض ہو۔"
لہجے میں لگاوٹ تھی۔ اپنائیت کا بھرپور احساس
اس کی سج دھج بھی قاتل دیدنی تھی۔
...ہاں۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے محتاط لہجہ
...یا۔ "تم شاید ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھے نسیم کے اغوا
...بڑی شدت سے تمہاری ضرورت محسوس ہوئی
...نے تمہیں آواز بھی دی تھی لیکن تمہاری طرف
جواب نہ پا کر مجھے بڑی مایوسی ہوئی تھی۔"
پھر تم نے اپنی کاکا کے بارے میں کیا اندازہ لگایا۔"
اپنے حسن کا جادو جگاتے ہوئے بڑا میٹھا لہجہ اختیار

...ہی کہ یا تو تم مجھ سے روٹھ گئی ہو یا پھر پنڈت بنسی
خوف سے مجھ سے دور رہنے پر مجبور ہو۔" میں نے
"اگروال اور اس کے ساتھیوں کی موت کے
تم نے یہی کہا تھا کہ تم نے وہ سب کچھ شنکر کی غلط
...کرنے کی خاطر کیا تھا۔"
...پر کیا بپتا گزر رہی ہے تم اس کا اندازہ بھی نہیں
وہ میرے قریب آکر مسہری پر بیٹھ گئی۔ اس کے
...سے پھوٹنے والی مہک میرے دل و دماغ کو معطر کر

...ہو؟" میں نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔ "کیا
...دھر نے اپنا جاپ پورا کر لیا ہے۔"
...معاملے۔" اس بار کاکا نے خلا میں گھورتے ہوئے سرد
...جواب دیا۔ "ابھی اس کی کٹھن تپسیا پوری نہیں
...وہ بھی اپنی دھن کا پکا ہے۔ ابھی تک اپنے منڈل
...جمائے بیٹھا ہے۔"
...اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا؟" میں نے
...دریافت کیا۔

"تمن جی ہو تو منش کے مندر چہرے بھی اصلیت کا
روپ دھار لیتے ہیں۔" وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال
کر بولی۔ "نسیم کی مثال لے لو تمہارا پیار سچا تھا۔ اس میں
کھوٹ نہیں تھا اس لیے تم نے اسے موت کے منہ سے
واپس کھینچ لیا ورنہ شنکر کے دل میں اس کنیا کی طرف سے
پاپ ہی پاپ بھرا تھا۔ وہ اسے جمنا کے روپ میں ڈھالنے

کے چہرے دیکھ رہا تھا۔"

"کالکا۔" میں نے جھجکتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ داور کا کیا انجام ہوا ہے؟"

"ہاں۔" کالکا نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "داور کے سلسلے میں تمہاری وجے (جیت) ہوئی ہے جس نے شنکر کو وقتی طور پر بوکھلا دیا ہے۔ اس دہشت کا خیال اب بھی یہی ہے کہ میں تمہاری سہائتا کر رہی ہوں۔ پر تو ایک بات کا دھیان رکھنا شنکر کی حالت کسی زخمی ناگ سے بھی زیادہ خطرناک ہو رہی ہے۔ اب وہ تم پر جو وار کرے گا وہ بھرپور ہوگا۔"

"ایک بات پوچھوں کالکا رانی۔"

"پوچھو۔"

"کیا شنکر کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں نے اس کے حلق میں ہاتھ ڈال کر اس کا تر نوالہ چھین لیا ہے۔" میں نے طنز کیا۔ "اسے افسوس تو ہوا ہوگا کہ تسنیم اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔"

"اسے سب خبر ہے لیکن وہ آخری سانس تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

"شاید اسی لیے وہ ایک مقامی مندر میں منہ چھپائے بیٹھا ہے۔"

"شہباز۔" کالکا نے اپنے بھرپور شباب کی تمام تر رعنائیوں کو اپنی سحر آلود نگاہوں میں سمیٹتے ہوئے کہا۔ "میری ایک بات مانو گے۔"

"کیا۔"

"تم نرنجن لال سے دوستی کر لو۔ کچھ دنوں کے لیے۔"

"اس کے بعد تم کیا کرو گی؟"

"پنڈت جسی دھر کا معاملہ نبٹ لینے دو۔ میں وچن دیتی ہوں کہ اس کے بعد میں شنکر کا کریا کرم اپنے ہاتھوں سے کروں گی۔"

"میں تمہاری شرط مان سکتا ہوں لیکن تمہیں بھی ایک بات ماننی ہوگی۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے اس جگہ کا پتا دو جہاں پنڈت جسی دھر بیٹھا جاپ کر رہا ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ تم اپنی کالکا رانی کے کارن اس پنڈت سے ٹکرا جاؤ گے۔ مجھے یہ بھی خبر ہے کہ کوئی مہان شکتی تمہاری سہائتا کر رہی ہے کوئی چھایا ہے جو ابھی تک تمہیں شنکر کی کالی شکتیوں سے بچائے ہوئے ہے لیکن جسی دھرم کی بات اور ہے۔ اسے کالی کا آشیرباد حاصل ہے۔"

"تم شاید مجھے خوفزدہ کر رہی ہو لیکن یہ بھول رہی ہو کہ میں مسلمان ہوں۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "اور مسلمان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ موت اور زندگی صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جس کے آگے تمہارے پنڈت کی حیثیت نالی میں رینگتے ہوئے کسی ایسے کیڑے سے زیادہ نہیں ہے جو دنیا میں چند لمحوں کا مہمان رہ گیا ہو۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے اونچے سروں میں بولنا سیکھ لیا ہے۔" کالکا نے پہلی بار کچھ عجیب سے انداز میں کہا۔ "شنکر کے مقابلے میں تم خود کو زیادہ بلوان سمجھنے لگے ہو۔ اس کا کارن وہی شکتی ہے جس نے گہرے سیاہ بادلوں کی طرح تمہارے چاروں اور ایک چادر سی تان دی ہے۔ کل کیا ہونے والا ہے' تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"تم اگر شنکر اور پنڈت جسی دھر کی حمایتی بن کر آئی ہو تو واپس لوٹ جاؤ۔" میں نے ترش آواز میں جواب دیا۔ "کل جو کچھ ہوگا۔ اسے کل دیکھا جائے گا۔"

"خفا ہو گئے اپنی کالکا رانی سے۔" کالکا نے ایک لمبی انگڑائی لے کر میرے اعصاب کے تناؤ کو کم کرنے کی کوشش کی۔ "تم آگیا دے کر دیکھو' تمہارے کارن کالکا پنڈت جسی دھر تو کیا موت کے منہ میں بھی چھلانگ لگا سکتی ہے پر تم مجھ سے ناراض ہو' یہ میں برداشت نہیں کر سکتی۔"

"کیا اس وقت تم مجھ سے یہی کہنے کی خاطر آئی ہو۔"

"ہاں۔" وہ بڑی لگاوٹ سے بولی۔ "اور تمہاری کالکا تم کو یہ بھی بتانا چاہتی ہے کہ شنکر یا پنڈت جسی دھر سے ٹکرانے کا دھیان من سے نکال دو۔ اسی میں تمہاری ہے۔"

میں پلٹ کر کالکا کو کوئی سخت جواب دینے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی' پھٹی پھٹی نظروں سے وہ میری خواب گاہ کے در و دیوار کو اس خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے ان کے اندر کوئی آتش گیر مادہ چھپا ہوا تھا جو اگر پھٹتا تو اسے بھی جلا کر خاک کر دے گا۔

میں نے اس کی پریشانی کا سبب جاننے کی کوشش کی لیکن وہ تڑپ کر فرش پر گری پھر دھواں بن کر غائب ہو گئی۔ میں خواب گاہ میں لوبان اور صندل کی ملی جلی خوشبو

محسوس کر رہا تھا' شاید اس مدہوش کن خوشبو میں کمل پوش بزرگ کی موجودگی کا احساس بھی شامل تھا جسے محسوس کرنے کے بعد کالکا نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا تھا' میں نے خوشبو کو محسوس کرنے کے بعد درود شریف کا ورد شروع کر دیا۔

دوسرے روز میں دفتر کے ضروری کام نمٹانے کے بعد گھر پہنچا تو تسنیم مجھے تنہا ملی' اس کی آنکھوں کی سوجن اور چہرے کی رنگت بتا رہی تھی کہ رات بھی کرب کے ساتھ جو سانحہ پیش آیا تھا اس نے اپنے دل پر اس کا بہت گہرا اثر قبول کیا ہے۔ اسے تسلی دینا چاہتا تھا کہ جو کچھ قسمت میں رقم کر دیا جاتا ہے اسے کوئی مٹا نہیں سکتا لیکن اس وقت میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ تسنیم کو سمجھانے کا آغاز کس طرح کروں۔ وہ لڑکی جو کل تک پھول کی طرح تر و تازہ دکھائی دیتی تھی' اس کی نسبت خزاں رسیدہ درخت کے مانند اجڑی اجڑی سی نظر آ رہی تھی۔ نظریں جھکائے نجانے کیوں مجرم سی بنی وہ سامنے سر جھکائے بیٹھی اپنے دوپٹے کے آنچل کو رول کر مسل رہی تھی' اس پر جو کچھ گزر گئی تھی اس میں اس کا اپنا کوئی قصور نہیں تھا جو کچھ ہوا تھا وہ سب مقدر کا کھیل تھا لیکن پیش آنے والے حالات نے جیسے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا اس کے کمزور اعصاب بری طرح متاثر ہوئے تھے۔

کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی طاری رہی پھر میں نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔

"تمہیں یہاں کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے۔"

"جی نہیں۔" اس نے مضمحل آواز میں جواب دیا۔

"زیادہ سے زیادہ تمہیں ایک ہفتے تک یہاں قیام کرنا ہوگا اس کے بعد میں تمہیں اپنے گھر لے چلوں گا۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا' سر جھکائے خاموش بیٹھی دوپٹے کے کونے کو مل دیتی رہی' نجانے کن خیالوں میں گم تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو۔" میں نے پوچھ ہی لیا۔

"کچھ بھی نہیں۔" وہ اداس لہجے میں بولی۔

"جن لوگوں نے تمہیں اغوا کیا تھا انہوں نے تمہیں کسی قسم کی تکلیف تو نہیں پہنچائی۔"

"جی نہیں۔"

"جو کچھ ہو چکا ہے اسے بھولنے کی کوشش کرو۔" میں نے نرم لہجے میں سمجھانے کی کوشش کی۔ "اس قسم کے نشیب و فراز تو زندگی میں پیش آتے ہی رہتے ہیں' تمہارے ساتھ جو ہوا مجھے اس کا شدت سے احساس ہے لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب دوبارہ ایسا بھی نہیں ہوگا۔"

"مجھے آپ کے خلوص پر کوئی شبہ نہیں۔ آپ نے ایک بھائی کا پیار دے کر مجھ بدنصیب پر جو احسان کیا ہے میں اسے زندگی کی آخری سانسوں تک فراموش نہیں کر سکتی لیکن۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"لیکن کیسی۔" میں نے وضاحت چاہی۔

"ایک بات کہوں اگر آپ برا نہ مانیں۔" اس نے قدرے رندھی ہوئی مدھم آواز میں کہا۔

"کہو۔ کیا بات ہے؟"

"اگر آپ کو ناگوار خاطر نہ گزرے تو میں پھر اسی دنیا اور اسی ماحول میں واپس لوٹ جاؤں جہاں پہلے تھی۔"

"تسنیم۔" میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ "تمہارے ذہن میں یہ احمقانہ خیال کیوں آیا؟"

"ماں کے مرنے کے بعد میں بالکل ہی بے سہارا ہو گئی ہوں۔" اس کی آواز بھرا گئی' اس نے بھیگی پلکیں اٹھا کر مجھے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "جو لڑکی بے سہارا ہو جائے اسے کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہیے ورنہ اسے سہارا دینے والوں کو بھی بڑی کٹھن آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔"

"یہ بات تم میرے لیے کہہ رہی ہو۔" میں نے شکوہ کیا۔

"نہیں۔ مجھے آپ کی محبت اور آپ کے خلوص پر مکمل اعتماد ہے لیکن ــــــ" وہ ایک بار پھر خاموش ہو گئی۔

"کیا بات ہے؟ تم کچھ کہتے ہوئے گھبرا رہی ہو۔"

"شاید۔" اس کے لہجے میں بے بسی کا احساس جھلک رہا تھا' اس نے پلکوں سے ڈھلکتے آنسوؤں کو اپنے دامن میں جذب کرتے ہوئے بڑے افسردہ لہجے میں کہا۔ "شاید آپ کا صاف ستھرا ماحول مجھے راس نہیں آیا۔ آپ اگر اجازت دیں تو میں کیسینو کی دنیا میں واپس چلی جاؤں وہاں کی خوشیاں بے رنگ اور قہقہے کھوکھلے ضرور ہوتے ہیں لیکن انسان کو تنہائی کا احساس نہیں ہو پاتا۔ وقت آسانی سے گزر جاتا ہے۔"

"داور والا واقعہ یاد ہے تمہیں۔" میں نے اسے خشمگیں نظروں سے گھورا۔

"اس قسم کے واقعات تو کبھی بھی رونما ہو سکتے ہیں۔" اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا اس کا اشارہ اپنے اغوا کی جانب تھا۔

"ایک بات پوچھوں۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے

قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"کیوں ججھکے"

"کیا تم مجھے اپنا بھائی نہیں سمجھتیں۔"

"اس کا اندازہ آپ نے کس طرح لگایا۔"

"تمہاری احمقانہ باتوں سے۔" میں نے بزرگانہ شفقت کا اظہار کیا۔ "اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتاؤ' تمہاری جگہ اگر میری سگی بہن ہوتی تو کیا میں اسے کسی کیسینو کے گندے ماحول میں جانے کی اجازت دے سکتا تھا جہاں گندی ذہنیت رکھنے والے افراد کی میلی نظریں اجلے اور صاف و شفاف چہروں کو بھی داغدار کرتی رہتی ہیں۔" پھر میں نے اسے بڑی اپنائیت سے حکم دیتے ہوئے کہا۔ "میرا فیصلہ ہے کہ تم دوبارہ کیسینو میں قدم نہیں رکھو گی۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ اس کی پلکوں کے گوشے پھر نمناک ہونے لگے تھے۔

"کیا ندیم نے تم سے کیسینو میں کام کرنے کی کوئی بات کی تھی۔" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"جی نہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔

"پھر جلدی سے چھوٹی بہنوں کی طرح مجھ سے وعدہ کرو کہ اب تم بیوقوفی کی باتوں سے پرہیز کرو گی۔"

"میں آپ کے حکم سے انکار نہیں کر سکتی لیکن۔"

"پھر وہی لیکن۔" میں نے اسے پیار سے مخاطب کیا۔

"آپ کو بھی میری دو شرطیں ماننی پڑیں گی۔"

"وہ کیا؟"

"آپ مجھے اپنی ملازمت سے علیحدہ نہیں کریں گے اس لیے کہ میں کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔" اس نے درد بھرے انداز میں کہا۔

"مجھے منظور ہے۔"

"دوسری شرط یہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ یا ندیم صاحب کے ساتھ نہیں رہوں گی۔" اس نے دبی زبان میں کہا۔ "میں کسی ہوسٹل میں رہ لوں گی۔"

"مجھے تمہاری دوسری شرط پر شدید اعتراض ہے لیکن بہرحال میں اسے بھی مانے لیتا ہوں مگر تم کسی ہوسٹل میں نہیں رہو گی' اپنے اسی فلیٹ میں رہو گی جہاں پہلے رہتی تھیں اور تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کوئی دوسرا حادثہ پیش نہیں آئے گا۔"

"میں حادثوں سے نہیں ڈرتی۔ مجھے یقین ہے کہ خدا جو کرتا ہے اس میں اس کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے۔" اس نے بڑے یقین کے ساتھ کہا۔ "وہی عزت اور ذلت دینے والا ہے اور موت اور زندگی بھی اسی کے اختیار میں ہے۔"

"مجھے بھی جان کر خوشی ہوئی کہ تم اتنی کمزور لڑکی نہیں ہو جتنا میں تمہیں سمجھ رہا تھا۔" میں نے اسے سراہتے ہوئے کہا۔

"میری ایک درخواست ہے۔"

"کوئی تیسری شرط۔"

"جی نہیں۔ صرف ایک چھوٹی سی درخواست ہے۔" اس نے بڑی ہمت سے اپنے لفظوں کو برداشت کرتے ہوئے کہا۔ "ندیم صاحب آپ کی وجہ سے اب ہر وقت میری دلجوئی میں لگے رہتے ہیں' ہر طرح سے میرے سکون و آرام کا خیال رکھتے ہیں لیکن میری خواہش ہے کہ میں جلد از جلد اپنے فلیٹ میں منتقل ہو جاؤں اس لیے آپ ندیم صاحب کو سمجھا کر میری مشکل آسان کر دیں۔"

"تم شاید ندیم کو نہیں جانتی' اس کے ایک روپ میں سیکڑوں روپ موجود ہیں' وہ میرا دیرینہ دوست ہے اس نے میری ہی خاطر خطرات میں چھلانگ بھی لگا دی ہے' بظاہر وہ کیسینو ضرور چلا رہا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ بڑے ٹھوس کردار کا مالک ہے اور اپنے اصولوں پر سختی سے عمل کرنے کا عادی بھی ہے' اس نے مجھ سے تمہاری بازیابی سے پہلے کہا بھی تھا کہ جب میں نے تمہیں بہن کہا ہے تو اس کا بھی میرے دوست ہونے کے ناتے تم پر کچھ حق بنتا ہے۔ بہرحال تم فکر مت کرو' میں ایک دو روز کے اندر تمہیں تمہارے فلیٹ میں منتقل کرا دوں گا۔"

پھر اس سے پیشتر کہ نسیم کوئی جواب دیتی ندیم نے تیزی سے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ میرے خلاف تم دونوں بھائی بہن میں کیا سازش ہو رہی ہے؟"

"ہمارا خیال ہے کہ اب تمہارے پیروں میں بیڑیاں پڑنی ضروری ہو گئی ہیں۔" میں نے بے تکلفی سے کہا۔

"اس کی فکر تم دونوں سے زیادہ پولیس والوں کو ہے۔" ندیم نے شوخی سے کہا۔ "تم لوگ میرے غم میں کیوں گھل کر اپنا قیمتی وقت برباد کر رہے ہو۔"

"کیوں بری فال زبان سے نکال رہے ہیں؟" نسیم نے بڑے خلوص سے کہا۔ "ایسی باتیں مذاق میں بھی نہیں کرنی چاہیے۔"

"مجبوری ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "سنجیدہ رہنا میرے اصول کے خلاف ہے۔"

"کہاں سے آ رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"تمہاری دلیل بھگتتا پھر رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت چاہی تو ندیم نے جیب سے ایک مڑا ہوا کاغذ نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "قاسم علی کی ضمانت کے کاغذات۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہارے سراج صاحب کو اس پر عمل کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ پیش نہیں آئے گی۔"

"گڈ۔" میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ "یہ تم نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے۔"

"بیلنس شیٹ برابر کرنے کے لیے کچھ نیک کام کرنے بھی ضروری ہوتے ہیں۔" ندیم نے مجھ سے کہا پھر نسیم کی جانب مخاطب ہو کر بولا۔ "تمہاری شکل بتا رہی ہے کہ تم نے ابھی تک پیٹ پوجا نہیں کی۔ اس میں غلطی سراسر تمہاری ہے لیکن سزا میرے غریب ملازموں کو برداشت کرنی پڑے گی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" نسیم نے جلدی سے کہا۔ "میں ناشتا کر چکی ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" ندیم نے کسی منجھے ہوئے سراغرساں کی طرح جواب دیا۔ "میں کچن میں جا کر ملازموں کے بیانات ریکارڈ کرنے کے بعد ہی ادھر آیا ہوں اور میری معلومات کے مطابق تم نے بمشکل ایک توس پر گزارہ کیا ہے۔"

"زیادہ کی خواہش نہیں ہو رہی تھی۔"

"سوری مس نسیم۔" ندیم نے کھردرے پن سے کہا۔ "میں مجرموں کو سزا دینے کے معاملے میں کسی رعایت برتنے کا عادی نہیں ہوں اور تمہاری سزا یہ ہے کہ آج تمہیں اور شہباز کو میرے ساتھ کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں لنچ کرنا پڑے گا۔"

نسیم کی پلکوں کے گوشے پھر نمناک ہونے لگے' لیکن وہ آنسو غم کے نہیں خوشی کے تھے جو ندیم کی بے پناہ اپنائیت کے جذبے کی ٹھیس پا کر اس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل کر اس کی دراز پلکوں تک آ گئے تھے۔ ندیم نے کچھ کہنا چاہا لیکن اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور اس نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا پھر اسے میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "تمہاری کال ہے۔"

"ہیلو۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "شہباز اسپیکنگ۔"

"تمہارا اجتر بول رہا ہوں۔ شنکر۔"

"حیرت ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ تم اتنی جلدی مندر جیسی پناہ گاہ سے باہر نکلنے کی حماقت نہیں کرو گے۔"

"سمے سمے کی بات ہے بالک پر یہ ایک بات یاد رکھو کہ تم شنکر کی بلندیوں کو کبھی نہیں چھو سکو گے۔"

"داور کی موت کو اتنی جلدی بھول گئے۔" میں نے طنز کیا۔

"بھول چوک منش سے ہی ہوتی ہے بھولے ناتھ۔" شنکر کی سنسناتی ہوئی مکروہ آواز سنائی دی۔ "میں بھول گیا تھا کہ کوئی شکتی تمہاری سہائتا کر رہی ہے' اسی کارن تمہارے آدمی نسیم نامی سندر ناری کو بھی نکال لے گئے لیکن اب بھی تم اتنے بلوان نہیں ہوئے ہو کہ شنکر یا اس کے گرودیو سے پنجہ لڑا سکو۔"

"کس گرودیو کی بات کر رہے ہو شنکر۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "وہی تو نہیں جو کسی کونے کھدرے میں چھپا بیٹھا کالا کا کو حاصل کرنے کے سپنے دیکھ رہا ہے۔ کیا کالا کا کی شکتی حاصل کیے بغیر وہ میرے مقابلے میں آنے سے ڈرتا ہے۔"

"تم' اور گرودیو کا مقابلہ کرو گے۔ کیوں شنکر کو گدگدی کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟" اس نے میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی تو مجھے غصہ آ گیا۔

"شنکر۔" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔ "اگر تم باپ کی جائز اولاد ہی ہو تو پھر مجھے اپنے اس گرو گھنٹال کا پتا بتا دو۔ تمہیں خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ کون کتنا مرد اور بلوان ہے۔"

"اگر تمہاری یہی ضد ہے تو میں تمہاری یہ اچھا (خواہش) بھی پوری کیے دیتا ہوں۔" شنکر نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا انتظار کرنا مورکھ' میں بہت جلد تمہیں اس استھان (جگہ) تک پہنچا دوں گا جہاں تمہارے بھاگ میں تمہاری موت لکھی ہے۔"

اس کے بعد دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

"یہ کالا کا کون ہے؟" ندیم نے مجھ سے دریافت کیا لیکن میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

میں بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کر رہا تھا کہ شنکر اچانک مجھے پنڈت جنسی دھر کا پتا بتانے پر رضامند کس طرح ہو گیا' شنکر کی اس آمادگی میں کوئی گہری سازش اور خطرناک چال ضرور پوشیدہ تھی لیکن اس کے باوجود میں پنڈت جنسی دھر سے ٹکرانے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔!!

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2
قیمت /-175

ندیم کے اصرار پر اس روز ہم نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں لنچ کیا۔ کھانے کے دوران بھی نسیم گم صم نظر آ رہی تھی۔ اس کے ذہن پر ابھی تک اپنی بے گناہ ماں کی موت کا اثر باقی تھا پھر فون پر میری شنکر سے ہونے والی گفتگو نے اس کے غم کو دوبالا کر دیا تھا۔ حالات وقت کے ساتھ ساتھ کس قدر سنگین موڑ اختیار کر رہے تھے شاید نسیم کو مکمل طور پر اس کا اندازہ نہیں تھا لیکن وہ ذہین لڑکی تھی۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ اسے محض تفریحاً اغوا نہیں کیا گیا تھا، اس کی ماں کی پشت پر بھی کوئی پراسرار ہاتھ موجود تھا اور اب میرے اور شنکر کے درمیان ہونے والی گفتگو نے اسے فکرمند کر دیا تھا۔ یہ اس کا کام اور سوچ زیادہ رہی تھی۔ وہ مجھے اپنا محسن سمجھتی تھی۔ میں نے اسے ماحول کی آلودگیوں سے نجات دلا کر کھلی اور صاف فضا میں سانس لینے کا موقع فراہم کیا تھا اس لیے اب اپنی ماں کے ہولناک انجام کے بعد اسے میری زندگی زیادہ عزیز ہو گئی تھی۔

"ایک بات عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔" ندیم نے تھوڑے سے کھنکارتے ہوئے اسے مخاطب کیا تو نسیم اس طرح چونک اٹھی جیسے سوتے میں کوئی بھیانک اور ڈراؤنا خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہو گئی ہو۔

"جی۔۔۔" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے ندیم کی سمت دیکھا۔

"میز پر جو یہ کھانے کے برتن چنے گئے ہیں یہ مفت نہیں آئے ہیں۔" ندیم نے اسے بڑی اپنائیت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "ہوٹل والے میرے سسرالی عزیز بھی نہیں ہیں جو خاموشی سے برتن سمیٹ کر چلے جائیں۔ یہ فائیو اسٹار ہوٹل ہے محترمہ جہاں عام ہوٹلوں کے مقابلے میں ہر ڈش کی آٹھ دس گنا زیادہ قیمت وصول کی جاتی ہے۔ ٹپ کے علاوہ۔"

"میں۔۔۔ کھا تو رہی ہوں۔" نسیم نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس وقت بھی اپنی سوچوں میں گم تھی۔

"اسے کھانا کہتے ہیں۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "اگر یہ کھانے آپ کو مرغوب نہیں تو دو چار پھول منگوا دوں۔ ان ہی کو سونگھ کر پیٹ بھر لیجیے۔۔۔ کیا خیال ہے؟"

"آپ نے اس لنچ کا انتظام چونکہ بطور سزا کیا ہے اس لیے کسی نہ کسی طرح اسے نگلنے کی کوشش کر رہی ہوں۔" نسیم نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"ایک بات کان کھول کر سن لیجیے۔ سزا مکمل کیے بغیر رہائی کی اور کوئی صورت ممکن نہیں ہوگی اس لیے میرا

مشورہ ہے کہ کھانے کے معاملے میں آپ سنجیدگی اختیار کریں۔۔۔ رہا سوچنے کا مسئلہ تو اس کے لیے پوری رات پڑی ہے۔"

نسیم نے کوئی جواب نہیں دیا، مسکرا کر کھانے میں مشغول ہو گئی۔ ندیم کھانے کے دوران مختلف قسم کے لطیفے وغیرہ سناتا رہا، کھانے کے دوران ندیم نے مجھ سے کوئی خاص بات نہیں کی، شنکر سے فون پر گفتگو کرتے وقت میرے منہ سے کالکا کا نام نکل گیا تھا جس کے بارے میں میں نے ندیم کو ابھی تک تاریکی میں رکھا تھا۔ فون ختم ہونے کے بعد اس نے مجھ سے سوال بھی کیا تھا۔ "یہ کالکا کون ہے؟" لیکن میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا، اس کے بعد اس نے دوبارہ کالکا کے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں پوچھا تھا، میرا خیال تھا کہ وہ اس بات کو بھول چکا ہوگا لیکن ایسا نہیں تھا، لنچ کے بعد واپسی پر نسیم کو گھر چھوڑنے کے بعد میں جانے لگا تو ندیم بھی میرے ساتھ ہو لیا۔ اس نے نسیم کی موجودگی میں مجھ سے یہی کہا تھا کہ میں اسے کیسینو تک چھوڑ دوں اس لیے کہ اسے کچھ ضروری کام نمٹانے تھے لیکن وہ محض ایک بہانہ تھا۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد وہ کچھ دیر تک نسیم کے لیے حفاظتی انتظام کے بارے میں گفتگو کرتا پھر اچانک اس نے سوال دہرایا۔

"یہ کالکا کون ہے؟"

"کالکا۔" میں ابھی کوئی خوب صورت بہانہ بنا کر ندیم کو ٹالنے کی خاطر سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"شہباز۔۔۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ سیٹھ پرشوتم اور نرنجن لال کو پیش آنے والے واقعات کے بعد تمہارا یہ خبیث شنکر مجھے نظرانداز کر دے گا تو تمہارا یہ اندازہ غلط ہے۔ نسیم کی بازیابی کے بعد وہ میرا بھی جانی دشمن بن چکا ہوگا۔"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ "میں تمہارے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔"

"ایسی صورت میں کیا تم یہ پسند کرو گے کہ میں تاریکی میں کسی نامعلوم سمت سے چلائی جانے والی گولی کا شکار ہو جاؤں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں ابھی تک اس بات کی تہ تک نہیں پہنچ سکا تم دوست ہوتے ہوئے بھی مجھ سے کچھ باتیں چھپانے کی کوشش کیوں کر رہے ہو؟" ندیم نے جذباتی انداز اختیار کیا۔ "میں تمہیں کریدنے کی زیادہ کوشش بھی نہیں کروں گا۔ شاید تمہاری مصلحتیں میری دوستی سے زیادہ اہم ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ایسی بات نہیں ہے لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"تم میرے عزیز دوست ہو۔" میں نے وضاحت کی۔ "میری خاطر تم نے کتنا بڑا خطرہ مول لیا ہے شاید تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہے، میں نے اسی لیے تمہیں سیٹھ پرشوتم سے دور رہنے کو کہا تھا مگر تم۔"

"اب گزری ہوئی باتوں پر کف افسوس ملنے سے کیا حاصل۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ آئندہ کیا ہونے والا ہے ہمیں اس کی فکر زیادہ کرنی چاہیے اور اس کے لیے میرا بھی حالات سے پوری طرح باخبر رہنا ضروری ہے۔ اگر تم کو کوئی اعتراض نہ ہو تو۔"

ندیم کے آخری جملے میں تلوار کی سی کاٹ تھی میں تڑپ کر رہ گیا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر ندیم کو کالکا کے بارے میں بھی پوری تفصیل سے آگاہ کر دیا البتہ میں نے صندلی انگوٹھی کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ ندیم کے اصرار پر میں نے فون پر شنکر سے ہونے والی گفتگو بھی بغیر کسی قطع و برید کے دہرا دی۔ ندیم کچھ دیر تک میری باتوں پر غور کرتا رہا پھر اس نے ٹھوس لہجے میں سوال کیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ شنکر تمہیں اس ٹھکانے تک پہنچا دے گا جہاں اس کا گرو پنڈت جیسی دھرم چھپا بیٹھا کالکا کی بے پناہ طاقت پر اپنا تسلط جمانے کی کوششوں میں مگن ہے۔"

"ہاں۔۔۔ شنکر کے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"سیٹھ پرشوتم کی دیوانگی سے شروع ہونے والے قصے سے داور کی موت تک اور پھر نسیم کی بازیابی کی خبر سن لینے کے بعد شاید اس چمار کی اولاد نے اس بات کا اندازہ لگایا ہوگا کہ میں اس کے لیے کوئی تر نوالہ نہیں ہوں جسے وہ آسانی سے ہضم کر لے گا۔"

"تم نے مجھے تفصیل روپ نگر کے بعد کی حیرت انگیز اور ناقابل یقین واقعات سنائے ہیں، اس کے بعد کے واقعات بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ شنکر گندی اور شیطانی قوتوں کا مالک ہے۔" ندیم نے اپنا سلسلہ کلام جاری

رکھتے ہوئے کہا۔ "پنڈت جسی دھر کو اگر اس نے اپنا گرو تسلیم کیا ہے تو یقیناً وہ شنکر کے مقابلے میں زیادہ طاقت ور ہوگا۔ ایسی صورت میں کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے تمہارے مقابلے میں شنکر کی ناکامی کی وجہ کیا ہے۔"

"وہی رحمانی قوتیں جنہوں نے مجھے اس ولد الحرام کی خباثتوں سے محفوظ کر رکھا ہے۔" میں نے دلیل پیش کی۔ "میرے بڑے نانا بھی بہت پہنچے ہوئے بزرگ تھے، میرا خیال ہے کہ ان ہی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے جو ابھی تک شنکر اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"ایک بات اب بھی تشنہ رہ جاتی ہے۔"

"وہ کیا۔"

"کالکا کی مورتی شنکر کے حوالے کر دینے کے بعد تمہارا اور اس کا تعلق ختم ہو جانا چاہیے تھا۔"

"تمہارا خیال درست ہے لیکن ترجن لال کے درمیان میں آجانے کے بعد حالات نے وہ صورت اختیار نہیں کی جو ہونی چاہیے تھی۔"

"اور اب وہی شنکر جو تمہیں پنڈت جسی دھر سے دور رکھنا چاہتا تھا اس کا پتا ٹھکانا بتانے پر آمادہ ہو گیا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ اس نے فون پر یہی کہا ہے۔"

"تم نے کیا سوچا ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"موت اور زندگی دونوں خدا کے اختیار میں ہے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "باطل قوتوں کا قلع قمع کرنا یوں بھی جہاد سے کم نہیں ہے۔"

"میں تمہاری بات تسلیم کرتا ہوں مگر دیدہ و دانستہ کسی موت کے اندھے کنویں میں چھلانگ لگانا دانشمندی کے منافی ہے۔" ندیم نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "اب جب کہ تم شنکر کو چیلنج کر چکے ہو، میں تمہیں قدم پیچھے ہٹانے کا مشورہ نہیں دوں گا لیکن تمہیں اتنا باور کرانا ضروری سمجھتا ہوں کہ شنکر نے تمہیں یقیناً کسی گہری سازش کا شکار کرنے کی خاطر پنڈت جسی دھر تک تمہاری رہنمائی کرنے کا اقرار کیا ہے۔ وہ تمہیں نادیدہ شیطانی قوتوں کے جال میں ٹرپ کرنا چاہتا ہے۔"

"میرے اپنے ذہن میں بھی اسی خطرے کی سرخ بتیاں روشن ہیں لیکن کالکا کی قوت بھی شنکر اور پنڈت جسی دھر کے ساتھ شامل ہو گی تو ہمارے لیے مزید دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔ ہم صرف دو ہیں مگر ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے لیے اتنے محاذ کھول دیں کہ ہم سکون کا ایک سانس بھی نہ لے سکیں۔"

"وہ جو جہاد کی راہ میں سرگرم ہوتے ہیں، انہیں دشمن کی تعداد سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔" ندیم کا جواب خاصا وزنی تھا، میں خجل سا ہو کر رہ گیا۔

"میری ایک بات مانو گے۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں ساتھ چلتے ہیں۔"

"نہیں۔۔۔" میں نے بڑی خوب صورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "اگر ہم دونوں چلے گئے تو پھر یہاں کون باقی بچے گا جو حالات کا مقابلہ کر سکے۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم دونوں کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے خبیث دشمن کوئی ایسی کمینگی کا وار کر جائیں جو ناقابل تلافی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" ندیم نے تھوڑے غور و خوض کے بعد جواب دیا۔ "تم پنڈت جسی دھر سے دو دو ہاتھ کرنے جاؤ، میں یہاں کا خیال رکھوں گا، میری موجودگی میں وہ تسنیم یا تمہارے والدین کی جانب نظر اٹھانے کی بھی جرأت نہیں کر سکیں گے۔"

"شنکر پلید قوتوں کا کینہ پرور، شیطان صفت آدمی ہے

اس لیے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ کب اور کس وقت مجھ سے رابطہ قائم کرے گا۔"

"میں تمہارا مقصد نہیں سمجھ سکا۔"

"اگر میں اچانک چلا جاؤں تو تم میرے گھر والوں کو یہی بتانا کہ میں ایک اہم کاروباری کام کے سلسلے میں تم کو حالات سے باخبر کر کے گیا ہوں۔"

"تم وہ مائنڈ۔۔۔ پروا ہی نہ کرو۔" ندیم نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "میں نہ صرف یہ کہ یہاں چوکس رہوں گا بلکہ دور ہونے کے باوجود بھی تم سے بہت قریب رہوں گا۔"

"آئی سی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "گویا تم نے ٹیلی پیتھی میں بھی مہارت حاصل کر رکھی ہے۔"

"تم اسے اور بھی بہت سارے نام دے سکتے ہو۔" اس بار ندیم نے بڑے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن بچی ہو تو پھر فاصلے اور دوریاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔"

"بہت خوب۔ تمہاری زندگی کا یہ دوسرا رخ میرے لیے یقیناً حیرت انگیز ثابت ہوگا۔"

"میری زندگی کے بہت سارے رخ ہیں مائی ڈیئر مسٹر شہباز۔ ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔" ندیم کے لہجے میں اس بار بھی خود اعتمادی کی جھلک نمایاں تھی پھر اس نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔ میں نے بھی اسے زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا اور شنکر کے بارے میں سوچنے لگا۔ ندیم پروگرام کے عین مطابق اپنے کیسینو پر ہی اتر گیا تھا!

*

وقت جیسے جیسے گزرتا جا رہا تھا میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی، کالکا نے مجھے بتایا تھا کہ پنڈت جسی دھر جو جاپ کر رہا تھا اس کی مدت ساٹھ روز کی تھی، میں نے دنوں کا حساب نہیں رکھا تھا لیکن میرا خیال تھا اب اس مدت کو پورا ہونے میں زیادہ دن باقی نہیں رہ گئے تھے، میری اور ندیم کی مشترکہ سوچ یہی تھی کہ شنکر نے داور کے سلسلے میں اپنی شکست کا بدلہ لینے کی خاطر مجھے براہ راست پنڈت جسی دھر سے نبرد آزما ہونے کے لیے سازشی جال بنا تھا۔

مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں تھا کہ شنکر کب اور کس وقت مجھے لینے آجائے گا اس لیے میں نے اپنے والدین کو بھی قبل از وقت اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ ممکن ہے مجھے دس بارہ دنوں کے لیے اچانک کچھ اہم کاروباری امور کے سلسلے میں باہر جانا پڑ جائے۔

فون پر شنکر سے گفتگو ہوئے تین دن گزر گئے تو میری تشویش بڑھ گئی، وہ سفلی کے گندے علم کا ماہر تھا، میں اس کے ان گنت حیرت انگیز اور پراسرار کھیل تماشے دیکھ چکا تھا، مخمل داور کی موت اور تسنیم کی بازیابی نے اسے میرے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہیں کیا ہوگا؟! اپنی شکست کا انتقام لینے کی خاطر اس خبیث کے ذہن میں میرے خلاف یقیناً زہر آلود کھچڑی پک رہی ہوگی پھر اچانک میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ وہ شخص جو کسی کو دھوکے میں رکھ کر پشت سے وار کرنے کا خواہشمند ہو وہ ہمیشہ کسی سنہرے موقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ ہرچند کہ شنکر کا شمار ان لوگوں میں نہیں کیا جا سکتا تھا جو پشت پر چھرا گھونپنے کے عادی ہوتے ہیں لیکن یہ مثال ابھی اپنی جگہ ایک مصدقہ حقیقت ہے کہ محبت اور جنگ میں ہر حربے کا استعمال جائز ہوتا ہے۔ شنکر ہمیشہ اپنے شکار کو للکار کر مارنے کا عادی تھا اسے اپنی قوت بازو پر اعتماد تھا، پلید علم کی مہارت نے اسے گھمنڈی بنا دیا تھا لیکن اس سے کمینگی کی توقع بھی کی جا سکتی تھی۔

ہو سکتا ہے کہ شنکر نے مجھے پنڈت جسی دھر سے ملانے کا محض بہانہ کیا ہو تاکہ میں اندھیرے میں رہوں اور وہ منحوس پنڈت کالکا کی قوتوں کو مکمل طور پر قبضے میں کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ یہ خیال میرے ذہن میں رہ رہ کر چکرا رہا تھا چنانچہ اس روز میں گھر سے تیار ہو کر نکلا تو میں نے طے کر لیا تھا کہ دفتر پہنچتے ہی ندیم سے رابطہ قائم کروں گا اور اس مندر میں جا کر شنکر کی غیرت کو للکاروں گا جہاں وہ ندیم کی اطلاع کے مطابق چھپا بیٹھا تھا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی، میں نے دفتر میں قدم رکھا تو شنکر وہاں پہلے سے موجود تھا، ہماری نظریں چار ہوئیں تو شنکر کے ہونٹوں پر وہی پرانی خباثت آمیز مسکراہٹ ابھر آئی جو اس کا خاصہ تھی لیکن اس کے باوجود میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا آج شنکر کے تیور میں وہ کس بل نظر نہیں آ رہے تھے جو پہلے ہوا کرتے تھے، مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ پے در پے شکست سے دوچار ہونے کے بعد وہ اپنی سطح سے بہت نیچے آ گیا تھا۔

اپنی کرسی پر بیٹھنے کے بعد میں نے انٹرکام اٹھا کر عارفہ سے دریافت کیا کہ کوئی مجھ سے ملنے تو نہیں آیا تھا، دراصل میں اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ کیا اس نے شنکر کو آتے دیکھا تھا یا نہیں، جواب حسب توقع ثابت ہوا، عارفہ نے کسی نووارد کو میرے دفتر میں داخل ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

"اب شنکر اتنا سور کہ بھی نہیں ہے کہ چھوٹے موٹے کیڑے مکوڑے اس پر نظر ڈال سکیں۔" میرے ریسیور

رکھنے کے بعد شنکر نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "تمہاری بات اور ہے مہاراج۔"

"تھکیا ہو گے۔" میں نے اس کے چہرے کے تاثرات کا بنظر غور جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔ "ٹھنڈا یا گرم؟"

"آج ٹھنڈا زیادہ مناسب رہے گا۔" اس نے بے تکلفی سے جواب دیا۔

میں نے خود اٹھ کر دفتر میں رکھے ہوئے فریج سے جوس کے دو گلاس تیار کیے پھر دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے تمہارا بڑی شدت سے انتظار تھا لیکن تم نے آنے میں دیر کر دی۔ کوئی خاص وجہ؟"

"کچھ ضروری کام نمٹانے تھے۔" شنکر نے جوس کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے جواب دیا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "تم اگر چاہو تو ہم دوبارہ ایک دوسرے کے حریف بن سکتے ہیں' شنکر سے گٹھ جوڑ کر کے تم گھاٹے میں نہیں رہو گے۔"

"اور تمہاری شرط یہی ہو گی کہ میں نرنجن لال کے ساتھ۔"

"نہیں۔" شنکر نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "اب میں تمہارے اور اپنے درمیان کوئی دیوار نہیں کھڑی کروں گا۔"

"حیرت ہے۔" میں نے اسے چھیڑنے کی کوشش کی۔ "مجھے یاد ہے کہ تم نے کہا تھا کہ گرو کی سیوا کرنا اور اس کی آگیا کا پالن کرنا چیلے کا دھرم ہوتا ہے۔ کیا اب تم گرو کا حکم ماننے کے پابند نہیں ہو۔"

"گرو ہر حال میں گرو ہوتا ہے۔" شنکر نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "پر تو اب نرنجن لال کے سلسلے میں مجھے گرودیو کی جانب سے ہاتھ کھینچ لینے کا اشارہ ملا ہے۔"

"سمجھ گیا۔" میں پہلو بدل کر بولا۔ "شاید تمہارے گرو کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ میں اس کے جاپ کو توڑنے کی کوشش کروں۔"

"اب بھی سے کی باگ ڈور تمہارے ہاتھ میں ہے۔" شنکر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم گرودیو کا دھیان من سے نکال دو' میں تمہارے اور نرنجن لال کے بیچ سے ہٹنے کا وچن دیتا ہوں۔"

"تم کچھ بھول رہے ہو شنکر۔" میں نے لوہے کو گرم محسوس کر کے بھرپور ضرب لگائی۔ "داور کی موت سے پہلے تم نے کہا تھا کہ تم اپنی کالی قوتوں کے ذریعے مجھے اپنے

طنز و مزاح

چچ در چچ	مظفر بخاری	125/-
قصہ مختصر	مظفر بخاری	75/-
ایک سو ایک (کالم)	مظفر بخاری	90/-
گستاخی معاف	مظفر بخاری	100/-
ایک سو نو (کالم)	مظفر بخاری	100/-
چمن کو چلیے	مظفر بخاری	200/-

مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور نمبر2

گرے جانے پر بھی مجبور کرو گے کیا اب تم اپنے بچنے پورے نہیں کرو گے؟"

"سوچ لو مہاراج۔" شنکر نے اس بار تیور بدل کر کہا۔ "تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ میرا کہا مان لو۔ گڑے مردے اکھاڑنے سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

"ایک بات پوچھوں شنکر۔"

"پوچھو۔"

"تمہارے گرودیو کے جاپ کو پورا ہونے میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔" میں نے تلخ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ تم مجھے اپنی چکنی چپڑی باتوں کے جال میں الجھا کر اتنا وقت حاصل کرنا چاہتے ہو کہ پنڈت جسی دھر کو اپنا جاپ مکمل کرنے کا موقع مل جائے۔"

جواب میں شنکر کسی ایسے ناگ کی طرح بل کھا کر رہ گیا جس پر انجانے میں کسی کا وزنی پاؤں پڑ گیا ہو۔ میں نے اسے بولنے کا موقع نہیں دیا' تیزی سے کہا۔ "اس بات کو دل سے کھرچ کر نکال دو کہ تمہارا گرو اپنا جاپ مکمل کر کے کالکا کی پراسرار قوتوں کو اپنا غلام بنا سکتا ہے۔"

"ہم۔" شنکر نے مجھے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تم کالکا کے بارے میں کیا کچھ جانتے ہو۔"

"ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "ویسے اتنا بتا سکتا ہوں کہ تمہاری دیومالائی کتابوں کے مطابق کالکا اور پاروتی دیوی ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں اور یہ کہ پاروتی کے چار مختلف روپ ہیں' اسے اوما' درگا' بھیرویں اور کالی کے ناموں سے جانا پہچانا جاتا ہے۔"

"تم نے کالکا رانی کو کس روپ میں دیکھا ہے؟" شنکر نے چونکتے ہوئے سوال کیا' اسے یقیناً میری معلومات پر حیرت ہوئی ہو گی۔

"تمہیں اس کی اتنی فکر کیوں ہے۔" میں نے ماضی کا ایک ورق پلٹتے ہوئے کہا۔ "یاد ہے تمہیں' جب ایک ویران اور سنسان رات کو تم پہلی بار مجھ سے قبرستان میں ملے تھے' اس وقت تم نے مجھ سے دو بڑی اہم باتیں کی تھیں۔ ایک یہ کہ میں دنیا میں تمہارے لیے سب سے کارآمد کوئی ثابت ہو سکتا ہوں اور دوسرے یہ کہ تم پاروتی کے مقابلے میں زیادہ پراسرار اور خطرناک قوتوں کے مالک ہو پھر تمہیں کالکا کے سلسلے میں اتنی کھوج کس لیے ہیں؟"

شنکر نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا مجھے اس طرح گھورتا رہا جیسے میرے دل کے اندر کا بھید جاننے کی کوشش کر رہا ہو لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ میرے وجود کے اندر نہیں جھانک سکتا' جب سے کمبل پوش بزرگ نے مجھے مندلی انگوٹھی پہنائی تھی کالکا کی پراسرار قوتیں بھی میرے دل کا حال جاننے سے قاصر ہو گئی تھیں۔

"کس خیال میں گم ہو مہاراج۔" میں نے اس کی بے بسی کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "تم نے تو جنتا جیسی بدنام عورت کی خاطر بہت سارے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ کیا کالکا رانی کی خاطر مجھے اپنے جنتر منتر کے زور سے جلا کر بھسم نہیں کر سکتے۔"

"مجھے وشواس ہے کہ داور کی موت میں اسی کی شکتی نے تمہاری سہائتا کی ہو گی ورنہ تم شنکر کے مقابلے میں اتنے اونچے سروں میں نہیں بول سکتے تھے۔" شنکر کی نگاہوں میں خون کی سرخیاں جھلکنے لگیں' وہ بڑی مشکلوں سے اپنے اوپر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم اپنا اور میرا دونوں کا وقت ضائع کر رہے ہو۔" میں نے اسے کرخت لہجے میں مخاطب کیا۔ "فون پر تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے اس جگہ تک ضرور پہنچا دو گے جہاں تمہارے خیال کے مطابق میری موت میری منتظر ہو گی۔ میرا اشارہ تمہارے گرودیو کی طرف ہے جو کسی کونے کھدرے میں چھپا بیٹھا کالکا کو حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔"

"میرا کہا مانو تو اس دھیان کو من سے نکال دو۔" شنکر نے سوچ تو اوتار میں جواب دیا۔ "میں اپنے چیلے ہونے کے ناتے تمہیں اس استھان تک پہنچا سکتا ہوں جہاں گرودیو مہاراج منڈل میں بیٹھے جاپ کر رہے ہیں پر یہ سوچ لو کہ اگر سے تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر تم سارا جیون ہاتھ ملتے رہو گے۔"

"تم شاید مجھے باتوں میں الجھانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"آخری بار اور سوچ لو بالک۔" شنکر نے اس بار بڑی حقارت سے جواب دیا۔ "شکتی چاہتے ہو تو میرے چرنوں میں جھک جاؤ ورنہ تمہارا انجام اتنا بھیانک اور خطرناک ہو گا کہ تم موت کی اچھا کرو گے لیکن موت کی دیوی بھی تمہارے اوپر مہربان نہیں ہو گی۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم ذات کے چمار ہو۔" میں نے اسے قہر آلود نظروں سے گھورا۔ "اور کسی نیچ ذات کی باتوں پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

میرا خیال تھا کہ میرا جواب سن کر وہ آپے سے باہر ہو جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا' میری بات سن کر اس نے اس طرح قہقہہ لگانا شروع کر دیا جیسے کوئی طاقت ور حریف اپنے کمزور دشمن کی باتیں سن کر اس کا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہا ہو پھر یکلخت وہ سنجیدہ ہو گیا' اس کی نگاہوں میں بجھتے ہوئے شعلے جاگ اٹھے۔ اس نے سنسناتے ہوئے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔

"اگر تمہارے بھاگ میں نرک کی آگنی لکھی ہے تو پھر دیوی دیوتا بھی تمہیں اس کشٹ سے نہیں بچا سکیں گے پر میری ایک شرط ہے' تمہیں ابھی اور اسی سے میرے ساتھ چلنا ہو گا۔"

"کہاں۔"

"وہیں جہاں موت کا دیوتا راہ تک رہا ہو گا۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "آؤ میرے ساتھ۔"

قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا فون کے بجنے کی آواز ابھری اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا' عارفہ نے مجھے بتایا کہ ڈی ایس پی سراج لائن پر ہے پھر میرے کہنے پر اس نے لائن ڈائریکٹ کر دی۔

"ہیلو۔"

"میں سراج بول رہا ہوں۔" ریسیور پر سراج کی آواز

ابھری۔ "آپ نے جو پیش گوئی زنجن لال کے سلسلے میں کی تھی وہ درست ثابت ہوئی' وہ کل رات اپنے گھر واپس پہنچ گیا ہے۔ میں اس وقت اسی سے مل کر آرہا ہوں۔"

"کوئی خاص بات۔" میں نے شنکر کی موجودگی کی وجہ سے زنجن لال کا نام لیے بغیر پوچھا۔

"زنجن لال کا بیان یہی ہے کہ اسے جن لوگوں نے اغوا کیا تھا وہ چہرے پر ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے' اس لیے وہ ان کی شکل نہیں دیکھ سکا۔" سراج نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اغوا کے فوراً بعد اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی دو آدمی پچھلی نشست پر اسے گود کیے بیٹھے تھے اس لیے وہ یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ اسے اغوا کرنے کے بعد کہاں لے جایا گیا تھا۔ واپسی بھی کچھ ایسے ہی انداز میں ہوئی ہے کہ وہ کسی پر شبہ کرنے سے قاصر ہے۔"

مجھے زنجن لال کے بیان پر حیرت ہوئی' وہ کم از کم مجھے اور ندیم کو تہ خانے میں دیکھ چکا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے ہمارا نام ظاہر کرنے سے گریز کیا تھا۔ "آخر کیوں؟" کیا اس کے ذہن میں ذاتی طور پر کوئی جوابی کارروائی کرنے کا پلان موجود تھا یا کسی اور مصلحت کے پیش نظر اس نے ہمارا نام ریکارڈ پر لانا مناسب نہیں سمجھا تھا' ایک لمحے میں میرے ذہن میں متعدد سوالات گونج اٹھے پھر میں نے سراج کو کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ درست ہے؟"

"ممکن ہے وہ سچ بول رہا ہو لیکن میرا خیال ہے کہ آپ نے جو قیاس آرائی کی تھی وہ زیادہ درست ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "نسیم کے اغوا اور اس کی ماں کی موت کے بعد وہ جان بوجھ کر انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہو گا۔"

"پھر آپ نے کیا سوچا ہے۔"

"میں آپ سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہوں کچھ ضروری باتیں ڈسکس کرنی ہیں۔"

"آئی ایم سوری۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اس وقت میں ایک ضروری دفتری کام سے جا رہا ہوں۔۔۔ ہو سکتا ہے میری واپسی میں دو چار دن لگ جائیں۔"

"کیا آپ شہر سے کہیں باہر جا رہے ہیں؟"

"شاید۔۔۔" میں نے مبہم لہجے میں جواب دیا پھر ریسیور واپس کریڈل پر رکھ کر شنکر کی سمت دیکھا تو اس کی آنکھوں کے سحر میں ڈوبتا چلا گیا اس کی آنکھوں میں کچھ ایسے رنگ برنگے دائرے رقص کر رہے تھے جو بڑی سرعت سے اپنا حجم

بڑھاتے پھر تیزی سے گھومتے ہوئے ایک نقطے کی صورت اختیار کر لیتے' وہ یقیناً مجھے اپنی منحوس آنکھوں کے سحر میں پھانسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اپنی توجہ رقص کرتے ہوئے دائروں سے ہٹانی چاہی لیکن کامیاب نہ ہو سکا' میری کیفیت اس بدنصیب انسان سے مختلف نہیں تھی جو بے خیالی میں کسی دلدل میں گر گیا ہو اور خود کو بچانے کی خاطر ہاتھ پیر چلانے کی کوشش اسے اور گہرائیوں کی طرف لے جا رہی ہو۔ میرے اوپر خواب بیداری کی کیفیت بڑی تیزی سے طاری ہو رہی تھی پھر شنکر کی آواز کہیں دور سے ابھرتی ہوئی میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہو گا۔"

"ہاں۔ میں تیار ہوں۔"

"تم جن راستوں سے گزرو گے انہیں یاد نہیں رکھو گے۔ بھول جاؤ گے۔"

"ہاں۔۔۔ میں ان راستوں کو بھول جاؤں گا۔"

"اور تم کو دوبارہ ہوش میں آنے کے بعد یہ بھی یاد نہیں رہے گا کہ تم کب۔۔۔ کس کے ساتھ۔۔۔ اور کہاں گئے تھے۔" شنکر کی منحوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"تم سب کچھ بھول جاؤ گے۔"

"ہاں۔۔۔ میں سب کچھ بھول جاؤں گا۔" میں نے کسی معمول کی طرح اس کی ہدایتوں کو ذہن نشین کرتے ہوئے جواب دیا۔

"میرے ساتھ ساتھ آجاؤ۔۔۔ پلٹ کر پیچھے کی سمت نہ دیکھنا ورنہ تمہارا شریر پتھر کی مورتی میں تبدیل ہو جائے گا۔ چپ چاپ میرے ساتھ قدم ملا کر چلتے رہو۔"

اس بار بھی میں نے اس کے جواب میں کسی سہمے ہوئے معصوم بچے کی طرح ہامی بھری تھی پھر مجھے ایسا لگا جیسے میں آہستہ آہستہ قدم آگے بڑھا رہا ہوں' میرا ذہن بالکل مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ شنکر کے کہے ہوئے جملے رہ رہ کر میرے دماغ میں ابھر رہے تھے' اس کے بعد کیا ہوا؟ کتنی دیر تک میں اس سحر کی کیفیت سے دوچار رہا؟ مجھے کچھ یاد نہیں البتہ جب میں اس سحر کے چنگل سے آزاد ہوا تو میں نے خود کو برف پوش پہاڑوں کے درمیان کھڑا پایا' میرے آس پاس کوئی اور نہیں تھا!

میں نے گھوم پھر کر اطراف کا جائزہ لیا' میرے چاروں طرف سر بہ فلک برف پوش پہاڑ نظر آ رہے تھے' میں جس جگہ موجود تھا وہ پہاڑیوں کے درمیان کا حصہ تھا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت میں اپنے وطن کے کس مل

اسٹیشن پر موجود تھا لیکن مجھے اتنا احساس ضرور ہو رہا تھا کہ میں نے پنڈت جسی دھرے سے ٹکرانے کا جو جذباتی فیصلہ کیا تھا وہ درست نہیں تھا' ندیم نے بھی یہی کہا تھا کہ اس طرح میرے دشمن مجھے زیب کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے ندیم کی بات کو بھی یکسر نظر انداز کر دیا تھا۔ کاش مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ وہ فیصلہ میرے لیے تباہی اور بربادی اور طویل پریشانیوں کا سلسلہ ثابت ہو گا تو میں بھول کر بھی اس پر عمل کرنے کی حماقت نہ کرتا (بعد میں میرے اوپر جو بیتی وہ ایک طویل داستان ہے۔ جس کا ذکر آئندہ آئے گا) لیکن فی الحال تیر جو کمان سے نکل چکا تھا اس کی واپسی ناممکن تھی' مجھے اس حقیقت کا علم بعد میں ہوا تھا کہ میرے خبیث دشمنوں نے مجھے کتنی ہوشیاری اور دور اندیشی سے اپنے بچھائے ہوئے جال میں پھانسا تھا۔

بہرحال میں بہت دیر تک غار کے دہانے کے قریب کھڑا حالات پر غور کرتا رہا' اب میرے پاس سوائے عمل کرنے کے اور کوئی طریقہ کار نہیں تھا' قدم آگے بڑھا کر پیچھے ہٹانا میرے اصول کے خلاف تھا' میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ شنکر نے میرے ذہن کو ٹرانس میں لینے کے بعد اسی غار کے دہانے کے پاس چھوڑا ہو گا جس کا ذکر کالکا پہلے ہی کر چکی تھی۔

میرے پاس اس وقت کوئی ایسا ہتھیار بھی نہیں تھا کہ میں کسی اچانک پیش آنے والے حادثے کا مقابلہ کر سکتا' صرف منتری انگوٹھی میری انگلی میں موجود تھی جسے دیکھ کر مجھے کم از کم اتنی ڈھارس ضرور ہوئی کہ کمبل پوش بزرگ کے اس کراماتی تحفے کی موجودگی میں کوئی کالی قوت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ میں ابھی اپنے اگلے اقدام کی بابت سوچ ہی رہا تھا کہ شنکر کی مدھم آواز میرے کانوں میں گونجی۔ وہ کہیں دور سے اپنی پلید قوتوں کے ذریعے مجھ سے ہمکلام تھا۔

"کس وچار میں گم ہو بالک؟ قدم آگے بڑھانے میں ہچکچا کیوں رہے ہو؟ گپھا میں جا کر دیکھ لو' شنکر نے تمہارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا اندر تمہاری ملاقات ہمارے گرودیو سے ہی ہو گی پھر وجے کس کی ہو گی اس کا فیصلہ آنے والا سمے کر دے گا۔"

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ میں اس وقت کہاں ہوں۔"

"اتنی جلدی بوکھلا گئے۔" شنکر نے میرا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے۔ بھولے ناتھ' کل کیا ہو گا اس کی چنتا کیوں کرتے ہو۔۔۔ تم تو مرد کی اولاد ہو۔ قدم

بڑھاؤ اور جا کر گرودیو سے ٹکرانے کا تماشا بھی دیکھ لو۔"

میں نے شنکر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کے چیلنج نے میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش ضرور تیز کر دی تھی۔ لوح محفوظ پر میرے حق میں جو کچھ لکھا جا چکا تھا اسے مٹانا میرے اختیار میں نہیں تھا۔ میری نگاہیں غار کے دہانے پر مرکوز تھیں جس میں ایک شخص نے تھوڑا سا جھکنے کے بعد بہ آسانی اندر داخل ہو سکتا تھا۔ اندر کیا صورت حال تھی اس کا اندازہ باہر سے نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر قدم اٹھانا چاہا لیکن اسی وقت کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"شہباز۔۔۔ میں نے تم کو منع کیا تھا کہ بھول کر بھی پنڈت جسی دھرے سے ٹکرانے کا دھیان من میں نہ لانا لیکن تم نے میرا کہا نہیں مانا۔"

"اب تمہارا کیا مشورہ ہے؟" میں نے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"اب بھی سمے باقی ہے۔ تم الٹے قدموں واپس لوٹ جاؤ۔"

"اور اگر میں تمہارا مشورہ قبول کرنے سے انکار کر دوں تو۔"

"اس کے بعد تمہیں پچھتانا پڑے گا۔" کالکا کی آواز ابھری۔ "میری بات دھیان سے سن لو' پنڈت جسی دھرے نے اپنے چاروں طرف جو منڈل بنا رکھا ہے اسے دھرتی کی کوئی شکتی نہیں توڑ سکتی۔"

"کیا تم بھی نہیں؟" میں نے معنی خیز لہجے میں پوچھا۔

"منڈل نہ ٹوٹنے کی صورت میں وہ گرو گھنٹال اپنے جاپ میں کامیاب ہو جائے گا' اس کے بعد تم اور تمہاری تمام کالی طاقتیں اس کے اختیار میں ہوں گی۔ تمہیں کسی کٹھ پتلی کی طرح اس کے اشاروں پر ناچنا ہو گا' ہو سکتا ہے تمہارے لیے اس کا سب سے پہلا حکم یہی ہو کہ مجھے موت کے گھاٹ اتار دو۔ بولو کالکا رانی۔۔۔ کیا تم اس کی کامیابی کے بعد اس کا حکم ماننے سے انکار کر سکو گی؟"

"سمے برباد مت کرو شہباز خان۔" کالکا نے جھلا کر کہا۔ "میرا کہا مانو اور غار کے اندر داخل ہونے کا دھیان من سے نکال کر واپس لوٹ جاؤ۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔"

"تم شاید بھول رہی ہو کالکا رانی کہ میں ایک مسلمان ہوں اور مسلمان باطل قوتوں کے سامنے کبھی سرنگوں نہیں ہو سکتا۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا پھر تن بہ تقدیر

غار میں داخل ہو گیا۔ اندر چونکہ تاریکی تھی اس لیے میں پھونک پھونک کر ناہموار زمین پر قدم اٹھاتا رہا۔ کچھ دور جا کر مجھے غار کے ایک حصے پر روشنی کی ایک کرن لرزتی کپکپاتی نظر آئی۔ میں آہستہ آہستہ بڑھتا رہا پھر آگے سے راستہ بند ہونے کی وجہ سے میں سیدھے ہاتھ کو مڑا تو ٹھٹک کر رک گیا۔ وہ جگہ خاصی وسیع اور کشادہ تھی جہاں ایک جانب وہ موی شمع روشن تھی جس کی روشنی کو میں کپکپاتے دیکھ چکا تھا۔ اس کی روشنی میں میں نے پنڈت جسی دھر کو دیکھا جو درمیان میں آلتی پالتی مارے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ اس کے ہونٹ متحرک نظر آ رہے تھے۔ وہ اپنے جاپ میں مگن تھا اس لیے اسے وہاں میری موجودگی کا علم بھی نہیں ہوا۔

میں اپنی جگہ خاموش کھڑا اسے گھورتا رہا۔ اس کی داڑھی اور مونچھ کسی خودرو جھاڑی کی طرح بڑھی ہوئی تھی۔ جسم پر گرد کی تہیں موجود تھیں۔ دونوں ہاتھ اس نے گھٹنوں پر مضبوطی سے جما رکھے تھے اور اپنی دھن میں مست دنیا و مافیہا سے بے خبر نظر آ رہا تھا۔

اس کے جسم پر ایک لنگوٹی کے سوائے کچھ اور نہیں تھا۔ ماتھے پر جو بھبوت کی لکیریں تھیں وہ بھی اپنا رنگ تبدیل کر کے دھندلانے لگی تھیں۔ اس کی ہیئت بتا رہی تھی کہ وہ ایک طویل عرصے سے اسی حالات میں بیٹھا تھا۔ اندھیرے میں موی شمع کی کپکپاتی روشنی اور پنڈت جسی دھر کی کیفیت نے پورے ماحول کو بڑا پراسرار بنا رکھا تھا۔ رفتہ رفتہ وہاں کی ہر شے مجھ پر واضح ہونے لگی۔ میرا اور پنڈت جسی دھر کا فاصلہ بمشکل دس گز رہا ہو گا۔ اس نے اپنے چاروں طرف جو حصار باندھ رکھا تھا مجھے اس کی گولائی کا صحیح طور پر اندازہ نہیں تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج تیز ہو رہی تھیں۔ غار میں داخل ہونے کے بعد شنکر اور کاکا کی آوازیں بھی میرے کان میں گونجنا بند ہو چکی تھیں۔ شاید میں جس مقام تک پہنچ چکا تھا وہاں تک ان کی رسائی ممکن نہیں تھی۔

فیصلے کی وہ گھڑی لمحہ بہ لمحہ قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی تھی جس کا مجھے شدت سے انتظار تھا۔ میرے پاس سوائے صندلی انگوٹھی کے اور کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جو میرے کام آ سکتی۔ اب صرف دو باتیں ہی ممکن تھیں۔ پنڈت جسی دھر کی ناکامی یا پھر میری موت جس کے واقع ہونے کا علم شنکر، کاکا اور پنڈت جسی دھر کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہو سکتا تھا۔ شاید بعد میں مجھے تلاش کرتی ہوئی میم وہاں تک پہنچ جاتی لیکن انہیں وہاں ٹوٹے پھوٹے ہڈیوں کے گلے سڑے پنجر کے سوا کچھ اور نہیں مل سکتا تھا۔

کئی بار میرے دل کی گہرائیوں سے یہ آواز ابھری کہ شہباز خان ابھی وقت ہے۔ الٹے قدموں واپس لوٹ جاؤ۔ تم جس آگ میں چھلانگ لگانے کی سوچ رہے ہو وہ تمہارے اختیار کی بات نہیں ہے۔ ان پلید گورکھ دھندوں کو حل کرنے کی کوشش کرو گے تو خود بھی اپنے دامن کو بھڑکنے والی آگ سے نہیں بچا سکو گے۔ زندگی تمہارے پاس خدا کی امانت ہے اسے سنبھال کر رکھنے کی کوشش کرو۔ تم نے ابھی تصویر کا ایک رخ دیکھا ہے۔ اس کا دوسرا رخ بھیانک اور ہولناک بھی ہو سکتا ہے۔ آنکھ بند کر کے کسی اندھے کنوئیں میں کودنا عقلمندی نہیں حماقت ہے۔ اس حماقت سے باز رہو جو کچھ خدا نے تمہیں دے رکھا ہے اسی پر قناعت کرو۔ صرف اپنے مذہب کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی عادت ڈالو۔ دوسروں کے پھڈے میں پاؤں پھنساؤ گے تو اس کا انجام خراب بھی ہو سکتا ہے۔

میرے اندر ایک کشمکش جاری تھی پھر میں نے آگے بڑھنے کا فیصلہ کر لیا۔ اگر موت ہی میرا مقدر تھا اور وہ گھڑی میرے سر پر منڈلا رہی تھی تو اسے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ میں نے بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ کوئی عامل جب حصار کھینچ کر اس کے اندر بیٹھ کر کسی عمل کا ورد کرتا ہے تو کوئی دوسری طاقت اس حصار کو نہیں توڑ سکتی لیکن میں داور کا انجام دیکھ چکا تھا۔ شنکر نے اسے مرنے کے بعد ایک نئی شیطانی زندگی کا روپ دیا تھا لیکن مجھ سے ٹکرانے کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے فنا ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ داور کا وجود محض فریب نظر ہو۔ اصلیت سے اس کا دور کا بھی کوئی تعلق نہ ہو۔ دیومالائی کتابوں میں، میں نے ایسے ہزاروں قصے اور کہانیاں پڑھ رکھی تھیں جنہیں عقل سلیم ماننے کو تیار نہیں تھی۔ ان پراسرار باتوں کی کوئی توجیہہ پیش نہیں کی جا سکتی تھی لیکن اس کے باوجود ایک خاص طبقہ ان باتوں پر آنکھ بند کر کے یقین رکھتا تھا۔

سچ کیا تھا اور جھوٹ کیا تھا اس کا علم سوائے خدائے بزرگ و برتر کے کسی اور کو نہیں تھا جو جس راہ پر ایک بار صدق دل سے ایک بار گامزن ہو گیا تھا وہ اسی کو صراط مستقیم سمجھتا تھا۔ روز اول سے اس نے جن باتوں کا ذکر اپنے آباؤ اجداد کی زبانی سن رکھا تھا اس کا ذہن اس کی نفی کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ مذہب کی جو کتابیں اسے ورثے میں ملی تھیں وہ بس انہی کو ایمان اور ذریعہ نجات سمجھنے پر مجبور تھا۔ روش بدلنا ہر شخص کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ حقیقت کی تلاش میں انسان کو بار بار ڈوب کر ابھرنا

پڑتا ہے پھر کہیں جا کر ڈور کا ایک سرا تلاش کیا جاتا ہے۔

میرے اندر بھی اس وقت حق و باطل، سچ اور جھوٹ، وجود اور فریب کی ایک جنگ جاری تھی۔ میں نے بہت غور و خوض کے بعد صندلی انگوٹھی پر ایک نظر ڈالی پھر قدم آگے بڑھانے کا ارادہ کیا لیکن مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ کسی نادیدہ قوت نے جیسے میرے قدم جکڑ لیے تھے۔ میرے اعصاب یکدم ہی شل ہو گئے۔ میرے رگ و پے میں خوف کی ایک سرد لہر سرایت کر گئی۔ فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال ابھرا تھا جیسے گندی اور ناپاک قوتیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی ہوں لیکن پھر صندل اور لوبان کا ملا جلا خوشبو کا جھونکا مجھے چھو کر گزرا تو میری رگوں میں منجمد ہونے والی خون کی حرکت تیز ہو گئی۔ میں اس خوشبو کو ہزاروں اور لاکھوں خوشبوؤں میں پہچان سکتا تھا پھر کمبل پوش بزرگ کی مانوس آواز غار کی سناٹے کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔

"چٹانوں میں کیا تلاش کرتا پھر رہا ہے؟"

میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ وہ حسب معمول پھٹے پرانے کمبل کو جسم کے گرد لپیٹے، ہاتھ میں وہی آڑی ترچھی لکڑی پکڑے مجھے عجیب نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پیار و نفرت کا ملا جلا احساس جھلک رہا تھا۔

"اس پنڈت کو دیکھ رہے ہیں میرے بزرگ۔" میں نے لب کشائی کی۔ "یہ اور اس کے ساتھی مل کر مجھ پر عرصہ حیات تنگ کر رہے ہیں۔"

"زمین پر قدم رکھنا چھوڑ دے۔ آسمانوں پر اڑنا سیکھ لے۔ چٹانوں سے سر ٹکرائے گا تو لہولہان ہو جائے گا۔"

"آپ کی باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔" میں نے التجا کی۔ "مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"کب تک انگلی پکڑ کر چلتا رہے گا۔" کمبل پوش بزرگ نے جھلا کر کہا۔ "آگ سے کھیلے گا تو آبلے پڑ جائیں گے۔ اپنے کام سے کام رکھنے کی عادت ڈال۔ دوسروں کی بغلوں میں جھانکنا چھوڑ دے۔"

"میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں حضرت۔" میں نے کہا۔ "یہ پنڈت جو منڈل میں جاپ کر رہا ہے یہ۔۔۔"

"چپ ہو جا۔۔۔ بدبخت۔" کمبل پوش بزرگ نے جلالی کیفیت سے دوچار ہوتے ہوئے کرخت لہجے میں جواب دیا۔ "تو اور مجھے عقل سکھائے گا۔۔۔ گھاس کھانا شروع کر دے۔۔۔ کبوتر کی طرح بلندیوں پر جا کر قلابازی کھانے کی عادت ڈال لے۔۔۔ ادھر ادھر منہ لگانے کی کوشش کی تو منہ کے بل زمین پر گرے گا۔"

"میں یہاں تک آ کر خالی ہاتھ واپس نہیں جاؤں گا۔" میں نے ضد کی۔

جواب میں بزرگ نے کچھ نہیں کہا۔ قہر آلود نگاہوں سے کبھی مجھے اور پنڈت جسی دھر کو گھورنے لگے جو غالباً غار میں ہم دونوں ہی کی موجودگی سے بے خبر اپنے جاپ میں محو تھا۔

"میں اس منڈل کو ضرور توڑوں گا جو اس کافر پنڈت نے اپنے اطراف کھینچ رکھا ہے۔" میں نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔۔۔ "اگر یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو کم از کم میرے لیے شدید خطرہ ثابت ہو گا۔ مجھے آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ نے بھی نظریں پھیر لیں تو۔"

"بکواس بند کر ناہنجار۔" کمبل پوش بزرگ نے نظریں اٹھا کر اوپر کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔ "آنکھیں بند کر کے اوپر کی جانب دیکھ کالی آندھی تیرے سر پر منڈلا رہی ہے۔ بس۔ زبان بند رکھ اور دم دبا کر بھاگ لے ورنہ پٹاخے چھوٹنے شروع ہو جائیں گے۔"

"مجھے اپنی لکڑی دے دیں حضرت۔" میں نے گڑگڑا کر کہا۔ "میں کالی قوتوں کے آگے گھٹنے نہیں ٹیک سکتا۔"

"جو جمع پونجی تیرے پاس ہے اسے سنبھال کر رکھنے کی کوشش کر۔" بزرگ نے ایک بار پھر مجھے سخت نظروں سے گھورتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "سر کے بل الٹا کھڑا ہونے کی کوشش کی تو دھڑام سے چاروں خانے چت زمین پر گرے گا۔ کسی نیم کے درخت پر چڑھ کر دبک لے، ورنہ دم کٹ گئی تو پاگل کتوں کی طرح بھونکنا شروع کر دے گا۔"

"مجھے مایوس مت کرو بابا۔" میں نے پھر ضد کی۔ "میں خالی ہاتھ واپس نہیں جاؤں گا۔ مجھے اپنی چھڑی عنایت کر دو۔"

"پھر وہی مرغ کی ایک ٹانگ۔" بزرگ نے قہقہہ لگانا شروع کر دیا۔ ان قہقہوں میں وحشت اور غصے کی ملی جلی جھلک تھی۔ میں نے پلٹ کر پنڈت جسی دھر کی جانب دیکھا۔ مجھے حیرت تھی کہ بزرگ کے قہقہے پورے غار میں بازگشت بن کر گونج رہے تھے لیکن وہ بدستور دھونی رمائے بیٹھا تھا۔ شاید ہماری آوازیں بھی اس کے قائم کردہ حصار کے اندر نہیں پہنچ رہی تھیں۔ کمبل پوش بزرگ تادیر قہقہے بلند کرتے رہے پھر دیدے نچا کر مجھے دیوانوں کی طرح گھورتے ہوئے بولے۔ "اندھا بھینسا کھیلے گا۔ ہاتھ لمبے کر کے ٹٹولتا

بھرے گا کہ آگے کیا ہے۔ سوچ لے مودود۔ کسی شے سے ٹکرا گیا تو قسمت گیس بھرے غبارے کے مانند ۔۔۔ ٹھک سے پھوٹ جائے گی ۔۔۔ کبڈی کھیلنا تیرے بس کا روگ نہیں ۔۔۔ جا، واپس چلا جا ۔۔۔ سر پر پاؤں رکھ کر دوڑ لگا دے ۔۔۔ پلٹ کر نہ دیکھنا ورنہ خود بھی پتھر کا بن جائے گا۔"

"مجھے بہلانے کی کوشش نہ کریں حضرت، میں جانتا ہوں کہ آپ چاہیں تو میری مدد کر سکتے ہیں۔"

"نہیں مانے گا بد نصیب ۔۔۔ ازلی ٹٹو کی طرح اپنی جگہ کھڑا رہے گا ۔۔۔ نتیجے پر غور کر لے ۔۔۔ تو نے اب تک جو کچھ جمع کیا ہے وہ ڈاکو لوٹ کر لے جائیں گے اور پولیس ۔۔۔ پولیس ٹانک ٹوئیاں مارتی رہ جائے گی ۔۔۔ سب کچھ بھرے رام ہو جائے گا ۔۔۔ بادل پھٹ جائیں گے تو بوند بوند کو ترسے گا ۔۔۔ معشوق کی زلفوں کو پوری طاقت سے تھام کر چمگادڑوں کی طرح الٹا لٹک جا ۔۔۔ حلق سے قیں، قیں کی آوازیں نکالنی شروع کر دے ۔۔۔ بیڑا پار ہو جائے گا۔"

"تمہاری باتوں کا معمہ حل کرنا میرے بس سے باہر ہے بابا۔" میں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ "مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"ہاہا ۔۔۔ ہاہا ۔۔۔ ہوہو ۔۔۔" کمبل پوش نے مجھے آنکھ مار کر قہقہہ لگایا پھر گانا شروع کر دیا۔ "ٹھنٹ ابھی سلجھا جارے بالم ۔۔۔ آ جا رے بالم ۔۔۔ سلجھا رے بالم ۔۔۔ حق ہو ۔۔۔ حق ہو ۔۔۔ حق کا نعرہ مار دے بچہ۔"

وقت جوں جوں گزرتا جا رہا تھا میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی، کمبل پوش بزرگ کی آمد اس غار میں بے سبب نہیں تھی، اس کی معنی خیز باتوں کا مفہوم سمجھنا میرے بس میں نہیں تھا ۔۔۔ کاش میں ان باتوں کی گہرائی کا راز جان لیتا اور پنڈت جسی دھر سے الجھنے کا ارادہ ترک کر دیتا لیکن میرے مقدر میں کچھ اور ہی درج تھا۔ میں بزرگ سے مایوس ہو کر جسی دھر کی جانب پلٹا، میرے ہاتھ میں صندلی انگوٹھی موجود تھی، میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اس بابرکت انگشتری کی موجودگی میں کوئی خطرہ میرے قریب نہیں پھٹک سکتا چنانچہ میں نے قدم آگے بڑھایا لیکن ایک بار پھر کمبل پوش کی کرخت آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"ٹھہر جا ۔۔۔ قدم آگے نہ بڑھانا ۔۔۔ جہاں ہے وہیں رک جا۔"

میں نے پلٹ کر بزرگ کی جانب دیکھا، ان کی آنکھوں اور چہرے سے جلال ٹپک رہا تھا، وہ غصے کی حالت میں کھڑے مجھے گھور رہے تھے اور اپنا نچلا ہونٹ دانتوں سے کاٹ رہے تھے پھر اچانک انہوں نے نظر اٹھا کر اوپر کی جانب دیکھا اور اپنے ہاتھ میں دبی ہوئی آڑی ترچھی لکڑی کو پنڈت جسی دھر کی جانب پوری قوت سے لہرا کر پھینکا، دوسرے ہی لمحے مجھے ایسا لگا جیسے پورا غار شدید زلزلے کی لپیٹ میں آ گیا ہو۔ در و دیوار کسی ایسے پودے کی طرح لرز رہے تھے جیسے شدید طوفان کی زد میں آ گئے ہوں۔

میں نے پنڈت جسی دھر کے چاروں طرف آگ کے شعلوں کو بھڑکتے دیکھا، وہ حیرت سے اپنا جاپ حسب کچھ بھول کر کسی ربڑ کی گیند کی طرح اچھلا تھا پھر اس کا انجام کیا ہوا یہ میں نہیں دیکھ سکا، زمین کے لرزنے سے میں خود اپنا توازن بھی برقرار نہیں رکھ سکا، لڑکھڑا کر گرا اور اس کے بعد میرے سوچنے اور سمجھنے کی قوت مفلوج ہو کر گھپ اندھیروں میں ڈوبتی چلی گئی۔

*

میں کتنی دیر تک بے ہوشی کی کیفیت سے دوچار رہا مجھے مطلق اس کا کوئی علم نہیں لیکن جب دوبارہ میری آنکھ کھلی تو میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا، مجھے اپنی قوت بینائی پر شبہ ہو رہا تھا، میں اس وقت کہیں اور نہیں بلکہ اپنی خواب گاہ میں اپنے بستر پر موجود تھا۔ ایک لمحے کو میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ شاید میں کوئی خواب دیکھتے دیکھتے بیدار ہوا ہوں لیکن نہیں ۔۔۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ میں اپنے دفتر میں شنکر سے ملا تھا جہاں اس نے مجھے اپنی آنکھوں کے سحر میں کسی معمول کی طرح جکڑ لیا تھا اور اس کے بعد میں اس کے حکم پر اس کے ساتھ ساتھ روانہ ہو گیا تھا لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ میں نے اپنے ذہن کو کریدنے کی کوشش کی لیکن مجھے کچھ یاد نہیں آیا کہ میں کن راستوں سے گزر کر اس غار تک پہنچا تھا، البتہ غار میں پنڈت جسی دھر کی موجودگی، کمبل پوش بزرگ سے میری ملاقات، ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو، بزرگ کی جلال کی کیفیت سے دوچار ہو کر اپنی لکڑی کو پنڈت دھر کی سمت گھما کر پھینکنا اور اس کے بعد ہر شے کا تہ و بالا ہو جانا، مجھے وہ تمام باتیں یاد تھیں لیکن پھر ان برف پوش پہاڑیوں سے خواب گاہ تک میری واپسی کس طرح ممکن ہوئی، اس کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں تھا، میں بہت دیر تک بستر پر بیٹھا ماحول کا جائزہ لیتا رہا، ایک ایک بات پر غور کرتا رہا پھر میری نگاہ اپنے لباس پر پڑی تو میں حیرت سے اچھل پڑا۔ میرا لباس بری طرح گرد، مٹی اور کائی میں لتھڑا ہوا تھا، کہیں کہیں

سے مسک گیا تھا اور پھر میری ہتھیلی اور کہنیوں پر موجود خراشیں اس بات کی نشاندہی کر رہی تھیں کہ مجھ پر جو کچھ گزر چکی تھی وہ کوئی طلسمی کہانی نہیں تھی۔ حقیقت تھی۔ ایسی ہولناک اور تلخ حقیقت جس نے میرے ذہن کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔

میں نے اپنی روداد کے شروع میں ہی اس بات کا اظہار کیا تھا کہ مجھے طلسمی اور پر اسرار کہانیوں اور دیومالائی کتابیں پڑھنے کا شوق تھا، مجھے ان کتابوں کی کہانیاں پڑھ کر وقتی طور پر سکون ضرور ملتا تھا مگر میں نے ان کی سچائی پر کبھی یقین نہیں کیا تھا لیکن اب جو واقعات خود میرے ساتھ رونما ہوئے تھے میں ان کی صداقت سے انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔

مدہوشی کی حالت میں میرا شنکر کے ساتھ برف پوش پہاڑیوں تک جانا، پنڈت جسی دھر کی وہاں غار میں موجودگی اور پھر کمبل پوش بزرگ کا جلال ۔۔۔ مجھے سب کچھ یاد تھا، میں ان باتوں کو جھٹلا نہیں سکتا تھا لیکن اس کی کوئی توجیہہ پیش کرنا بھی میرے اختیار میں نہیں ہے۔ روپ نگر میں بھی میں نے جن حالات کا مقابلہ کیا تھا اور جن پر اسرار حادثوں سے دوچار ہوا تھا وہ سارے کے سارے ناقابل یقین ہی کہے جا سکتے تھے لیکن میں ۔۔۔ شہباز خان ان تمام واقعات کا چشم دید گواہ تھا۔

خاصی دیر تک میرے ذہن میں متعدد سوالات ابھر ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہوتے رہے پھر میں نے دیواری گھڑی پر نظر ڈالی جس میں صبح کے سات بج رہے تھے۔ والد اور والدہ کے ساتھ میں ہمیشہ آٹھ بجے ناشتا کرنے کا عادی تھا، چنانچہ میں نے جلدی سے اٹھ کر غسل کیا لباس تبدیل کیا اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اپنی خواب گاہ سے نکل کر ناشتے کی میز کی طرف قدم بڑھانے لگا جہاں میرے والد حسب معمول اخبار کے مطالعہ میں محو تھے اور والدہ صاحبہ ان کے لیے چائے تیار کر رہی تھیں، معاً مجھے اپنی صندلی انگوٹھی کا خیال آیا جو بزرگ کا عطیہ تھی، میں نے تیزی سے اپنی انگلی پر نگاہ ڈالی اور یہ دیکھ کر سکون کا سانس لیا کہ وہ میری انگلی میں موجود تھی۔ میں قدم بڑھاتا ناشتے کی میز کے قریب گیا اور والدین کو صبح کا سلام پیش کیا تو وہ دونوں ہی اس طرح چونکے جیسے انہیں بھی میرے اچانک وہاں پہنچ جانے پر حیرت ہو رہی ہو۔

"تم کب واپس لوٹے؟" والد صاحب نے اخبار میز پر رکھتے ہوئے ٹھوس لہجے میں سوال کیا۔

"معافی چاہتا ہوں۔" میں نے گھبرا کر جواب دیا۔ "رات کچھ دیر زیادہ ہو گئی تھی۔"

"خدا کا شکر ہے کہ تم واپس آ گئے۔" میری والدہ بولیں۔ "اگر ندیم نے تمہارے بارے میں نہ بتایا ہوتا تو ان چار دنوں میں ہماری نجانے کیا حالت ہو جاتی۔"

"آپ شاید بھول رہی ہیں۔" میں نے بڑی سادگی سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ سے ذکر تو کیا تھا کہ کچھ کاروباری کام ایسے درپیش تھے جن کی خاطر مجھے کسی وقت بھی جانا پڑ سکتا تھا۔"

"وہ تو خیر ٹھیک ہے مگر تم فون کر کے خود بھی اپنی روانگی کی اطلاع دے سکتے تھے، ایسا بھی کیا کام تھا کہ بس اچانک ہی کسی سے کچھ کہے سنے بغیر غائب ہو گئے۔"

"غلطی ہو گئی امی حضور ۔۔۔ آئندہ احتیاط رکھوں گا۔" میں نے بات ختم کرنے کی خاطر کہا پھر توس اٹھا کر اس پر مکھن اور جیلی لگانے لگا، والدہ کی زبانی ہی مجھے اس بات کا علم ہوا تھا کہ میں چار روز بعد گھر واپس لوٹا تھا۔

"کام کی نوعیت کیا تھی۔" امی نے چائے کا کپ بنا کر میری طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"دوسرے شہر جا کر کچھ ضروری ٹینڈر بھرنے تھے جس کی اطلاع مجھے پہلے سے تھی لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ کب اور کس وقت جانا پڑے گا۔" میں نے بڑی خوب صورتی سے ایک اور جھوٹ بولا۔ "اگر میرا جانا ضروری نہ ہوتا تو میں واثق، عابد، ٹونی یا دفتر کے کسی اور ذمے دار آدمی کو روانہ کر دیتا۔"

"بہرحال تم آئندہ پوری تفصیل بتائے بغیر اس طرح اچانک غائب ہو جانے سے پرہیز کرنا۔" امی نے کہا۔ "ان چار دنوں میں میرے دل پر کیا گزری اور کیسے کیسے وسوسوں نے مجھے پریشان کیا شاید تم اس کا اندازہ نہ کر سکو۔"

"آپ پریشان نہ ہوں، آئندہ سے خیال رکھوں گا۔"

ناشتے کے دوران میری اور والدہ کی گفتگو ہوتی رہی، والد صاحب بظاہر ناشتے میں مصروف تھے لیکن مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہ رہے تھے، ناشتے سے فارغ ہو کر میں اٹھنے لگا تو ابا نے کہا۔

"گزشتہ رات میں نے بڑے ابا کو پھر خواب میں دیکھا تھا۔"

"کوئی خاص بات ۔۔۔" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"میں پورے وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا لیکن میرا اندازہ ہے کہ وہ تم سے خفا ہیں۔"

"اس خفگی کی کوئی وجہ بھی ضرور ہوگی۔"

"میں نے پوچھا بھی تھا لیکن وہ کسی مصلحت کے پیش نظر خاموش رہے البتہ انہوں نے کچھ ایسا اشارہ دیا تھا جیسے وہ تمہیں دریائی یا سمندری سفر کرنے کا مشورہ دے رہے ہوں۔"

"میں کچھ سمجھا نہیں۔" میں نے وضاحت چاہی۔ "پانی کے سفر سے کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"

"میں نے اپنے بزرگوں سے یہی سنا ہے کہ اگر انسان پر کوئی جادو یا ٹونا کیا گیا ہو یا اس پر کوئی اور اثر ہو تو دریا یا سمندر عبور کرنے سے جاتا رہتا ہے۔" امی نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "کل رات میں نے بڑے ابا کو جس قدر پریشان دیکھا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

میں نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے ذہن میں کمبل پوش بزرگ کا خیال ابھر آیا جو مجھے پنڈت جسی دھر سے دور رکھنا چاہتے تھے لیکن میری ضد کرنے پر انہوں نے بڑے جلال کی کیفیت میں اپنی لکڑی استعمال کی تھی' اس کے بعد کیا ہوا مجھے اس کی کوئی خبر نہیں تھی' پنڈت جسی کو میں نے ربڑ کی گیند کے مانند اچھلتے دیکھا تھا اس کے چاروں طرف آگ کے بھیانک شعلے بھڑک اٹھے تھے لیکن میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ زندہ بھی ہے یا دھرتی اس کے منحوس وجود سے پاک ہو چکی ہے' البتہ میرا دل اس بات کی گواہی ضرور دے رہا تھا کہ وہ جس منڈل میں بیٹھا جاپ کر رہا تھا وہ کمبل پوش کی لکڑی کے ٹکرانے کے بعد ضرور ٹوٹ چکا تھا' میں ابھی ان ہی خیالوں میں گم تھا کہ امی کی آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔

"تم کیا سوچنے لگے۔"

"جی۔۔۔" میں نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔ "بڑے ابا نے یہ پانی کے سفر والی تجویز کی جانب کیوں اشارہ کیا ہے یہ بات کچھ میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اللہ کے برگزیدہ بندے اور ولی اللہ قسم کے نیک لوگ جو کچھ دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں وہ عام انسان کے بس میں نہیں ہوتا۔" امی نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے کہ اس میں بڑے ابا نے تمہاری بھلائی کا کوئی پہلو محسوس کیا ہو۔"

"اگر آپ کا بھی یہی مشورہ ہے تو پھر میں کوئی نہ کوئی ایسا پروگرام ضرور مرتب کرنے کی کوشش کروں گا کہ بھولی منڈی میں اپنے آفس کی ایک دو شاخیں بھی کھول سکوں اور بڑے ابا کے اشارے کی تکمیل بھی ہو جائے۔"

والد صاحب بدستور خاموش بیٹھے تھے' میں ناشتے کی میز سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا' لباس تبدیل کر کے دفتر جانے لگا تو باہر پورٹیکو میں والد صاحب سے ملاقات ہو گئی' وہ غالباً میرے ہی منتظر تھے۔

"کیا تم شنکر نامی کسی ایسے شخص سے واقف ہو جو سفلی جیسے مکروہ اور گندے علم کا ماہر ہے۔"

والد کی زبان سے اچانک شنکر کا نام سن کر میں ایک لمحے کو بوکھلا گیا لیکن پھر فوراً خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

"جی ہاں۔۔۔ جب میں روپ نگر میں تعینات تھا تو شنکر کے بارے میں عجیب و غریب قصے کہانیاں سن چکا ہوں لیکن آپ کو اس وقت شنکر کا نام کس طرح یاد آ گیا۔"

"کل رات روپ نگر سے دھرم داس کا فون آیا تھا۔" والد صاحب نے پوری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "شنکر ان سے ملا تھا' اس بدکردار اور خبیث شخص نے دھرم داس کے ذریعے مجھ تک یہ پیغام بھیجا ہے کہ میں تمہیں اس بات پر آمادہ کروں کہ تم اس کے مشورے پر نرنجن لال سے دوستی کر لو۔ کیا روپ نگر سے آنے کے بعد وہ ولد الحرام تم سے ملا تھا۔"

"جی ہاں۔۔۔" میرے پاس اب فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا پھر بھی میں نے بات کو مختصر کرنے کی خاطر کہا۔ "ایک دوبار وہ میرے دفتر آیا تھا' اس نے براہ راست بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ اگر میں نرنجن لال سے دوستی کر لوں تو وہ اپنی کالی قوتوں کے ذریعے مجھے بے شمار فائدے پہنچا سکتا ہے۔"

"تم نے کیا جواب دیا۔"

"میں نے اس سے صاف اور کھلے لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ بزنس کے معاملے میں کسی کی دخل اندازی پسند نہیں کر سکتا۔"

"شاباش۔۔۔" والد صاحب نے ٹھوس اور سرد لہجے میں کہا۔ "ایک بات کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ تم پٹھان ہو اور نادر خان کی اولاد ہو جس نے کبھی ناموافق حالات میں بھی کسی کے سامنے جھکنے کی کوشش نہیں کی۔۔۔ رہا نفع اور نقصان' موت اور زندگی تو یہ سب اس قادر مطلق کے بس کی بات ہے' یوں بھی موت برحق ہے اس لیے انسان کو اس سے کبھی ڈرنا نہیں چاہیے۔۔۔ سفلی ایک نہایت گندہ' غلیظ علم ہے لیکن ان تمام تر فضولیات کے باوجود ایک نصیحت میری ہمیشہ یاد رکھنا۔۔۔ ہر بات منجانب اللہ ہی ہوتی ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔۔۔ میں موت تو گوارا کر لوں گا لیکن باطل قوتوں کے سامنے کبھی نہ جھکوں گا۔"

"گڈ۔۔۔ مجھے تم سے اسی بات کی امید تھی۔" والد صاحب نے بڑے فخر سے میری تعریف کی پھر بولے۔ "تمہاری غیر موجودگی میں ایک دوبار ڈی ایس پی سراج کا فون آیا تھا۔۔۔ وہ ایک اچھا نیک' فرض شناس اور دیانت دار آفیسر ہے اس کی دوستی تمہارے لیے کبھی نقصان دہ نہیں ثابت ہوگی۔"

والد صاحب سے رخصت ہو کر میں دفتر کے لیے روانہ ہو گیا۔ تمام راستے میرا ذہن پنڈت جسی دھر کے بارے میں سوچتا رہا' کمبل پوش بزرگ نے میری ضد کے پیش نظر اس حصار کو توڑ دیا تھا جس کے اندر بیٹھا وہ کالکا کو اپنا غلام بنانے کی کوشش کر رہا تھا ایسی صورت میں کالکا کو بھی اس بات کی خوشی ہونی چاہیے تھی کہ وہ کسی کی پابند ہونے سے بچ گئی' میرا خیال تھا کہ وہ پہلی فرصت میں میرا شکریہ ادا کرنے کی لیے کہ میں نے اسے پنڈت جسی دھر جیسے گیانی دھیانی سے نجات دلائی تھی جسے شنکر جیسا شیطان صفت انسان بھی اپنا گرو تسلیم کرتا تھا۔

حصار ٹوٹنے کے بعد پنڈت جسی دھر پر کیا گزری؟ کیا وہ باطنی قوتوں کے نیچے دب کر پرلوک سدھار گیا تھا یا بھڑکتی آگ کے خوفناک شعلوں نے اسے جلا کر بھسم کر دیا تھا؟ یہ ایسے سوال تھے جو رہ رہ کر میرے ذہن میں ابھر رہے تھے' میں کسی آخری نتیجے کو اخذ کرنے سے قاصر تھا لیکن مجھے اس بات کی خوشی ضرور تھی کہ پنڈت جسی دھر اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

میں دفتر پہنچ کر اپنی سیٹ پر بیٹھا تو وارثی' ٹونی' عابد' نسیم اور عارف سب ہی جمع ہو گئے' ہر شخص میری خیریت دریافت کر رہا تھا' میں نے چونکہ ندیم کے سوا کسی اور کو اپنی روانگی کے بارے میں نہیں بتایا تھا اس لیے ہر شخص کو میری چار روز کی غیر حاضری پر تشویش لاحق تھی' میں نے ایک ایک کر کے انہیں مطمئن کر کے بھیج دیا لیکن سب کے جانے کے بعد بھی نسیم اپنی کرسی پر بیٹھی کسی گہرے خیال میں مستغرق نظر آ رہی تھی۔

"تم کس سوچ میں گم ہو۔"

"آپ نے عملے کے باقی تمام افراد کو تو اپنی غیر حاضری سے مطمئن کر دیا ہے لیکن میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ آپ کی غیر حاضری کی وجہ وہ نہیں تھی جو آپ نے بیان کی ہے۔"

"پھر۔۔۔ تمہارے خیال میں اور کیا وجہ ہو سکتی ہے۔" میں نے بڑی اپنائیت سے سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے کہ آپ نے مجھے تحفظ دے کر بہت ساری پریشانیاں مول لے لی ہیں۔۔۔ کچھ لوگوں کو اپنا دشمن بھی بنا لیا ہے۔"

"ایک بات کہوں۔۔۔ مانو گی۔"

"آپ مجھے حکم بھی دے سکتے ہیں۔" وہ جلدی سے بولی۔

"تو پھر میرا حکم ہے کہ آئندہ سے اس قسم کی باتوں سے پرہیز کرنا اور اس بات کا خیال رکھنا کہ میں نے تمہیں بہن کہا ہے۔"

"لیکن۔۔۔"

"جب بڑا بھائی کوئی حکم دے تو پھر اس میں لیکن ویکن کی گنجائش نہیں رہتی اس لیے خاموشی سے اٹھو اور جا کر اپنا کام کرو۔"

نسیم نے مجھے بڑی عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھا' فرط جذبات سے اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ رہے تھے چنانچہ وہ خاموشی سے اٹھی اور دفتر سے چلی گئی۔ نسیم کے جانے کے بعد میں سراج کو فون کرنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت ندیم کا فون آ گیا۔ سب سے پہلے ندیم نے مجھ سے پنڈت جسی دھر کے بارے میں دریافت کیا جواب میں میں نے اسے صندلی انگوٹھی کا ذکر درمیان سے نکال کر پوری تفصیل سنا دی۔

"گڈ۔۔۔" ندیم نے خوشی کا اظہار کیا۔ "گویا اب پنڈت کی خباثتیں بھی اسی کے ساتھ جل بھن کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئی ہوں گی۔"

"ابھی میں اس سلسلے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"بہرحال۔۔۔ تم خوش قسمت ہو کہ تمہارے بڑے ابا دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد بھی تمہارے کام آ رہے ہیں۔" ندیم نے کہا اور پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میرا خیال ہے شنکر کو بھی کسی نہ کسی طرح اپنے گرو گھنٹال کے کریا کرم کی خبر مل گئی ہوگی' ایسی صورت میں اگر ہم اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اس سے دو دو ہاتھ کر لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"میرا مشورہ اس کے برعکس ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہمیں ابھی اس بات کا بغور جائزہ لینا ہوگا کہ میرے ایکشن کا ری ایکشن کیا ہوتا ہے۔"

"تم جیسا مناسب سمجھو۔ ویسے میرا ذاتی خیال ہے کہ دشمن کو کبھی سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہیے ورنہ وہ وقت سے فائدہ اٹھا کر پوری تیاری کے ساتھ بھرپور وار کرنے سے گریز نہیں کرتا۔"

"میں تمہاری بات سے انکار نہیں کروں گا۔" میں نے اس کے خیال کی تصدیق کرتے ہوئے جواب دیا۔ "مگر تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ ہمارا مقابلہ انسانوں سے نہیں بلکہ شیطانوں سے ہے۔"

"تمہارے بڑے بابا جب تمہاری پشت پناہی کر رہے ہیں تو پھر تمہیں فکر کس بات کی ہے؟" ندیم نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میرا خیال ہے کہ پنڈت جسی دھر والے معاملے کے بعد وہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"انہوں نے اپنی کراماتی لکڑی کا استعمال میری ضد پر بہت جھنجلا کر کیا تھا ورنہ ان کا مشورہ یہی تھا کہ میں ان شیطانی گورکھ دھندوں سے دور ہی رہوں۔" میں نے کہا پھر اپنے بڑے بابا کے سلسلے میں ناشتے کی میز پر امی سے ہونے والی گفتگو بھی سنا دی۔

"کنفرمس میں بھی بہت دنوں سے باہر جانے کا پروگرام بنا رہا تھا، تم ساتھ رہو گے تو لطف دوبالا ہو جائے گا۔" ندیم نے کہا۔ "تم نے ابھی صرف میرا ایک کیسینو دیکھا ہے، باہر جا کر وہاں کسی کیسینو میں قدم رکھو گے تو حیرت سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔"

"کیا تم باہر جا کر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔"

"کیا کروں ۔۔۔ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔" ندیم نے بڑے رنگ میں شعر پڑھا پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "ہمارے چلے جانے کے بعد تسیم کا کیا ہو گا ۔۔۔ میرا مقصد ہے کہ کیا وہ اپنے فلیٹ میں تنہا محفوظ رہ سکے گی؟ میرے آدمی چوبیس گھنٹے اس کی نگرانی پر تعینات ہیں لیکن بقول تمہارے، ہمارا مقابلہ انسانوں سے نہیں بلکہ شیطانوں سے ہے اور پھر وہ شنکر کی نظر میں بھی آ چکی ہے۔ ہو سکتا ہے پنڈت جسی دھر کا انتقام لینے کے بعد وہ سب سے پہلے تسیم ہی کا انتخاب کرے۔"

ندیم کا جملہ سن کر میرے ذہن میں کاکا کے کہے ہوئے جملے گونج اٹھے، اس نے مجھے بتایا تھا کہ شنکر تسیم کو اغوا کرنے کے بعد اسے جمنا کے روپ میں زندہ رکھنے کا خواہشمند تھا اور مجھے اس بات کا علم، روپ نگر کی تعیناتی کے دوران ہی ہو چکا تھا کہ شنکر اور جمنا کے درمیان کس قسم کے بے ہودہ تعلقات استوار تھے۔ تسیم کے سلسلے میں ندیم کا خدشہ درست بھی ثابت ہو سکتا تھا؟ میں ابھی اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ندیم کی آواز دوبارہ ریسیور پر ابھری۔

"اگر تسیم میرے گھر میں رہنے کو آمادہ ہو جائے تو وہ ان تمام خطروں سے محفوظ رہ سکتی ہے۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہو چکا ہے لیکن تسیم نے تمہاری موجودگی میں یہ شرط رکھی تھی کہ وہ کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔"

"ایسی صورت میں تو بس ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے عارفہ سے دوستی کا خیال دل سے نکالنا ہو گا۔" ندیم نے سو آہ بھرتے ہوئے جواب دیا۔

"کمان سنس۔" میں نے جلا کر کہا۔ "میں سمجھا تھا کہ تم کام کی بات کرو گے۔"

"کام کی بات کا فیصلہ میں نے تمہارے جانے کے بعد ہی کر لیا تھا۔" ندیم یکلخت ہی سنجیدہ ہو گیا۔ "اب صرف تمہاری منظوری کی دیر ہے اس لیے کہ تم نے اسے بہن کہا ہے۔"

"ندیم۔" میں حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبوں کے تحت اچھل پڑا۔ "کیا تم واقعی اس سلسلے میں سنجیدہ ہو۔ کہیں تم نے وقتی طور پر کوئی جذباتی فیصلہ تو نہیں کیا ہے؟"

"میرے ہر فیصلے اسی طرح بس اچانک ہوتے ہیں اور آج تک مجھے اپنے فیصلے سے نقصان نہیں ہوا۔ رہا تسیم کا مسئلہ تو میری خواہش یہ بھی ہے کہ میری تمہاری دوستی رشتے داری میں تبدیل ہو جائے کیا قبل از وقت میں تمہیں اس نام سے پکار سکتا ہوں جو لڑکی کے شوہر اور لڑکی کے بھائی کے درمیان ہوتا ہے۔"

"شٹ اپ۔" میں نے بڑے پیار سے کہا پھر فون بند کر دیا۔ مجھے اس وقت دلی مسرت کا احساس ہو رہا تھا۔ میں خود بھی تسیم کے سلسلے میں کسی اچھے رشتے کی تلاش میں تھا۔ ندیم اس کے لیے موزوں ترین انتخاب تھا۔ وہ صرف میرا دوست ہی نہیں تھا بلکہ مجھے اس بات کا بھی بخوبی علم تھا کہ وہ کیسینو جیسے کاروبار میں ملوث ہونے کے باوجود

کردار کے معاملے میں کسی اجلے کپڑے کی طرح بے داغ تھا۔ میں بڑی دیر تک تسیم اور ندیم کے بارے میں سوچتا رہا پھر انٹر کام کا بزر بولا تو میرے خیال کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ عارفہ نے مجھے بتایا کہ فون پر سراج مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے پھر میرے کہنے پر اس نے لائن ڈائریکٹ کر دی۔

"ہیلو۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "آپ کو میری واپسی کا علم اتنی جلدی کیسے ہو گیا؟"

"آخری بار جب میری اور آپ کی گفتگو ہوئی تو آپ نے یہی کہا تھا کہ واپسی میں دو چار دن لگ جائیں۔" سراج نے دوستانہ لہجے میں کہا۔ "اس کے علاوہ میں آپ کے والد صاحب سے آپ کی واپسی کے سلسلے میں بھی دریافت کرتا رہا ہوں۔ ابھی دس منٹ پیشتر بھی میری ان کی بات ہوئی ہے۔"

"آپ کو میری ایسی بھی کیا ضرورت پیش آ گئی ہے؟"

"میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"غالباً" نرنجن لال کے سلسلے میں کیوں؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"جی ہاں۔"

"کیا اس نے تسیم کا اغوا، اس کی ماں کا قتل اور اپنے انڈر گراؤنڈ چلے جانے کا اقرار کر لیا ہے۔"

"جی نہیں۔" سراج نے کہا۔ "وہ ابھی تک اپنے اسی پرانے بیان پر اڑا ہوا ہے۔"

"پھر میں آپ کے کس کام آ سکتا ہوں؟"

"اگر مس تسیم آپ کے اشارے پر نرنجن لال کے خلاف بیان دے دے تو ہم اسے بہ آسانی زبان کھولنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔" سراج نے تیزی سے اپنا مدعا بیان کیا۔ "بس ایک اس کا پولیس کے شکنجے میں پھنسنا شرط ہے۔"

"آئی ایم سوری مسٹر سراج۔" میں نے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔ "تسیم اس قسم کا کوئی بیان نہیں دے سکتی۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"جی ہاں۔" میں نے اس بار طنزیہ لہجہ اختیار کیا۔ "آپ شاید اس اہم نکتے کو فراموش کر رہے ہیں کہ تسیم ابھی غیر شادی شدہ ہے اور پولیس کی وساطت سے کسی شریف لڑکی کا بیان اخبار میں آ جانا اس کے مستقبل کو برباد بھی کر سکتا ہے۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے تیزی سے کہا۔ "لیکن اب نرنجن لال کا کسی نہ کسی طرح پولیس کی تحویل میں آنا بہت ضروری ہو گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ اگر چاہیں تو اس ضمن میں میری مدد کر سکتے ہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔ اس کے علاوہ ایک صورت اور بھی ممکن ہے۔"

"وہ کیا؟"

"آپ مجھے ان لوگوں کے نام بتا دیں جنہوں نے تسیم کی والدہ کو قتل کیا تھا۔ میں انہیں ان کی قبروں سے بھی کھود نکالوں گا۔"

"مجھے ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم" میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "ویسے میں اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ اس معاملے میں بھی ان ہی شیطانی قوتوں کو دخل ہے جو نرنجن لال کے اشارے پر کام کر رہی ہیں۔ آپ کا قانون انسانی شکلوں کو قانون کے کٹہرے میں کھڑا کر سکتا ہے لیکن نادیدہ طاغوتی قوتوں کے خلاف آپ کیا کر سکتے ہیں؟ محسن علی کی پراسرار موت سے لے کر اگروال اور ان کے ساتھیوں کا حوالات میں دوسرے قیدیوں کی موجودگی میں حیرت انگیز طور پر مردہ پایا جانا اور پھر داور۔ کیا آپ ان تمام ناقابل یقین واقعات کی کوئی توجیہہ پیش کر سکتے ہیں؟ وارداتیں آپ کی نظروں کے سامنے رونما ہوتی رہی ہیں مگر کیا آپ کسی مجرم کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں یا پیروں میں بیڑیاں ڈال سکے ہیں؟ یا کسی مجرم کا نام لے سکتے ہیں۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں لیکن نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ آپ پولیس کی مدد کر سکتے ہیں۔"

"میں ہر طرح تیار ہوں لیکن اس بات کو کسی قیمت پر گوارا نہیں کروں گا کہ میرا، میری فرم کا یا تسیم والے حادثے کا کوئی ذکر درمیان میں آئے۔"

"شنکر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" سراج نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "روپ نگر کی تعیناتی کے دوران آپ کا اور اس کا واسطہ بھی پڑ چکا ہے۔ مجھے اے ایس آئی رام دیال کے ذریعے علم ہوا ہے کہ شنکر کی سفلی قوتوں نے آپ کو بھی روپ نگر میں پریشان کر رکھا تھا۔"

"جی ہاں۔" میں نے اقرار کرتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہی خبیث نرنجن لال کے لیے کام کر رہا ہو لیکن کیا کسی ٹھوس یا عینی گواہ کے تحریری بیان کے بغیر آپ اس کو حراست میں لے سکتے ہیں اور اگر آپ اس میں کامیاب ہو گئے تو کیا شنکر بھی داور کی طرح بند سلاخوں کے پیچھے سے پراسرار طور پر فرار نہیں ہو جائے گا؟ ایسی صورت میں

آپ کی پوزیشن کیا ہوگی؟ یہ سوچنا آپ کا کام ہے۔"

"میں آپ کی باتیں سمجھ رہا ہوں مگر کیا آپ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ ان تمام پراسرار حیرت انگیز واقعات کا سلسلہ آپ کے اور زنجن لال کے درمیان ایک ٹینڈر کی وجہ سے شروع ہوا تھا؟"

"ہو سکتا ہے آپ کا اندازہ درست ہو۔"

"مسٹر شہباز۔ میں اس وقت ڈی ایس پی کی نہیں بلکہ ایک دوست کی حیثیت سے گفتگو کر رہا ہوں۔" سراج نے بڑی عاجزی سے جواب دیا۔ "مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"صبح گھر سے دفتر روانہ ہوتے وقت والد صاحب نے بھی مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ آپ کی دوستی میرے لیے کبھی نقصان دہ نہیں ہوگی۔" میں نے اس بار قدرے انکساری سے کام لیا۔ "لیکن موجودہ صورت حال کی پیچیدگیوں کو سامنے رکھنے کے بعد ہی ہمیں کوئی ایسا ٹھوس قدم اٹھانا پڑے گا جو بعد میں ہماری سبکی کا سبب نہ بنے۔"

"آپ اگر مناسب سمجھیں تو ہم قاسم علی کو زنجن لال کے خلاف بیان دینے کے سلسلے میں استعمال کر سکتے ہیں۔" سراج نے مجھے قاسم علی کی ضمانت پر رہائی کی خبر سناتے ہوئے کہا۔ "اس طرح ہم ایک تیر سے دو شکار کر سکتے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے وضاحت چاہی۔

"قاسم علی اگر یہ بیان دے دے کہ زنجن لال نے سیٹھ پرشوتم کے گھر ڈاکا ڈلوایا تھا اور پھر لوٹ کا مال زبردستی اس کے گھر میں رکھنے کے بعد ریوالور کی نوک پر اس بات پر مجبور کیا تھا کہ وہ آپ کے ملازموں کو بغاوت پر اکسا کر آپ کے کام میں رخنہ اندازی پیدا کر دے تو قاسم علی کو اور پولیس دونوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔" سراج نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "اس طرح نہ صرف یہ کہ قاسم علی سیٹھ پرشوتم کے گھر پڑنے والے ڈاکے کی واردات سے بچ سکتا ہے بلکہ ہم زنجن کو بھی بہ آسانی حراست میں لے سکتے ہیں۔"

"کیا آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ زنجن لال کو تحویل میں لینے کے بعد بھی آپ زیادہ دیر تک اپنی حراست میں رکھ سکیں گے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی نہیں۔" سراج نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "زنجن لال کو ضمانت پر رہا کر دینے کے پروانے کے اجرا میں زیادہ دیر نہیں لگے گی لیکن اس کی ساکھ کو دھچکا ضرور لگے گا۔ اس کے علاوہ ہم قانونی طور پر اس کیس کی چھان بین بھی کر سکتے ہیں اور ــــ"

"اور کیا ــــ"

"آپ خود بھی پولیس میں رہ چکے ہیں مسٹر شہباز۔" سراج نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔ "سیاہ کو سفید کرنے اور سفید کو سیاہ کرنے میں کسی بھی تفتیشی آفیسر کو بہت سارے اختیارات اور مواقع حاصل ہوتے ہیں۔"

"کامیابی یا ناکامی آپ کے مقدر کی بات ہے میں قاسم علی سے بات کرنے کے بعد ہی کوئی جواب دے سکتا ہوں۔"

"کیا میں رات کو کسی وقت آپ سے گھر پر ملاقات کر سکتا ہوں؟"

"ضرور لیکن اس شرط پر کہ آپ والد صاحب یا کسی اور کی موجودگی میں زنجن لال کے بارے میں کوئی بات نہیں کریں گے۔"

"اوکے اٹ از مائی پرامس۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا تو میں نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ خاصی دیر تک میں سراج کی باتوں پر غور کرتا رہا۔ میری دیرینہ خواہش بھی یہی تھی کہ زنجن لال کو کوئی ایسی چوٹ پہنچاؤں جسے وہ زندگی بھر فراموش نہ کر سکے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے میں نے سراج سے ایک موقعے پر بڑی صاف گوئی سے یہ بات کہی تھی کہ میں اپنا شکار خود کرنے کا عادی ہوں۔ اب بھی میرے دل کے اندر وہی جذبہ سر ابھار رہا تھا لیکن قاسم علی کو کسی لمبی سزا سے بچا کر زنجن لال کی شہرت کو اخبارات کے ذریعے نقصان پہنچانا بھی میرے لیے کسی فائدہ مند سودے سے کم نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے قاسم علی کو بلا کر جب سراج والی اسکیم اس کے سامنے رکھی تو وہ ضبط نہ کر سکا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ اپنے کیے پر بہت شرمندہ تھا۔ میں نے اسے رونے سے منع کیا پھر جب اس کے دل کا غبار کچھ ہلکا ہوا تو اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"سرکار میں آپ کا گنہگار ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ اچانک میرے ذہن کو کیا ہو گیا تھا جو میں نے الٹی سیدھی باتیں شروع کر دیں۔ میں اپنی نمک حرامی پر شرمندہ ہوں۔ رہی سیٹھ پرشوتم کے گھر ڈاکے والی بات تو میں اپنے خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ ڈاکے میں لوٹا گیا مال میرے گھر سے کس طرح برآمد ہو گیا۔"

"میں پھانسی یا عمر قید سے نہیں ڈرتا لیکن اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا تو میرا ضمیر مرنے کے بعد بھی میری روح کو کچوکے لگاتا رہے گا۔" قاسم علی نے جذباتی لہجہ اختیار کیا۔ "آپ مجھے صرف ایک بار اپنی زبان سے معاف کر دیں۔ اس کے بعد میں آپ کے حکم پر خود اپنے ہاتھوں سے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال کر لٹک جاؤں گا۔"

"مجھے معلوم ہے قاسم علی کہ تم بے گناہ ہو بہرحال تمہارے اصرار پر تمہیں معاف بھی کرتا ہوں۔" میں نے اس کے دل کو تسلی دینے کی خاطر کہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "رہا سراج صاحب کے مشورے پر عمل کرنے کا مسئلہ تو یہ تمہارے اختیار کی بات ہے۔"

"میں زنجن لال کے خلاف بھری عدالت میں بھی گواہی دینے کو تیار ہوں صاحب۔" قاسم علی نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "ماسٹر ٹونی نے میرے اوپر بے شمار احسانات کیے ہیں۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ زنجن لال کے اشارے پر ہی اس کے آدمیوں نے اسے سیدھے ہاتھ سے محروم کیا ہے۔ ایسی صورت میں زنجن لال کے خلاف ہر قسم کا بیان دینے کو تیار ہوں خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی نکلے۔"

"تم کل تک اچھی طرح سوچ لو اس کے بعد مجھے اپنے آخری فیصلے سے آگاہ کرنا۔ رہا سیٹھ پرشوتم کے گھر ڈاکا پڑنے والی واردات کا معاملہ تو اس سلسلے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے بہترین وکیل تمہارا دفاع کریں گے۔"

قاسم علی کے جانے کے بعد میں دفتری کاموں میں مصروف ہو گیا۔ چار روز کی غیر حاضری میں اچھا خاصا کام جمع ہو گیا تھا۔ ملازمت اور کاروبار میں یہی ایک فرق ہے کہ کاروباری انسان جتنا بوتا ہے اتنا ہی کاٹتا ہے جبکہ ملازمت پیشہ فرد کو ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ایک لگی بندھی رقم ملنے کی امید بہرحال ہوتی ہے۔ کاروبار میں ساکھ کا خیال بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ایک بار کسی کی ساکھ خراب ہو جائے تو اس کو بحال کرنے میں اچھے خاصے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ کام نمٹانے کے ساتھ ساتھ میں وارثی اور عابد کو بلا کر اندرونی و بیرونی معاملات کے بارے میں بھی صورت حال دریافت کرتا رہا۔ سب کی کارکردگی میری غیر موجودگی میں بھی ویسی ہی تھی جیسی میری موجودگی میں ہوتی تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے کبھی کسی کام کو کسی شخص پر مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اس لیے میرے عملے کا ہر فرد میرے ہر کام کو اپنا کام سمجھ کر کرتا تھا۔ ان کی بہتر کارکردگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں انہیں اچھا خاصا معاوضہ دینے کے ساتھ کوئی بونس لانے کا معقول معاوضہ الگ سے بھی دیتا تھا اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھتا تھا۔ میں نے اپنے اور ان کے درمیان ایک فاصلہ ضرور رکھا تھا مگر ان سے ہمیشہ دوستانہ برتاؤ ہوتا تھا۔

ماسٹر ٹونی ہر چند کہ میری وجہ سے زنجن لال کے عتاب کا شکار ہو کر ٹھگی کی کیفیت کے سبب اپنا سیدھا ہاتھ گنوا بیٹھا تھا لیکن اس کی کارکردگی میں بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس کی حیثیت اب بھی نادرن کنسٹرکشن کمپنی کے انچارج کی تھی۔ البتہ میں نے لکھنے پڑھنے کی خاطر اس کو ایک شخص اور فراہم کر دیا تھا لیکن سائٹ پر جو بھی کام ہوتا تھا وہ اس کی زیر نگرانی ہوتا تھا۔

شام کو مجھے اس وقت ٹائم کا احساس ہوا جب عارفہ نے چائے کی ٹرے لا کر میرے سامنے رکھی تھی۔ عام طور میں پانچ بجے تک آفس سے اٹھ جاتا تھا لیکن اس روز سات بجے کے بعد بھی میں کام نمٹانے میں اس قدر منہمک تھا کہ مجھے کسی بات کا احساس نہیں تھا۔ عارفہ چائے کی ٹرے رکھ کر جانے لگی تو میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"اگر زحمت نہ ہو تو میرے لیے ایک کپ چائے بنانے کی بھی تکلیف گوارا کر لو۔"

"اٹس یور وش سر۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا پھر کرسی پر بیٹھ کر میرے لیے چائے کا کپ تیار کرنے لگی۔

"مجھے تم سے ایک ضروری مشورہ بھی کرنا تھا۔" میں نے سامنے رکھی ہوئی فائل پر دستخط کر کے کام نمٹاتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص بات۔"

"ہاں۔" میں نے کرسی سے سر ٹکاتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "ندیم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"جی۔" عارفہ ایک لمحہ کو گڑبڑا گئی پھر چائے کا کپ میرے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔ "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"میں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے ندیم کے کردار کے بارے میں کیا نتیجہ اخذ کیا ہے؟" میں نے چائے کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ ان کے دوست ہیں اس لیے آپ جو اندازہ لگائیں گے وہ زیادہ بہتر رہے گا۔" عارفہ نے محتاط انداز میں جواب دیا۔

"اس کے باوجود میں تمہاری رائے جاننا پسند کروں گا۔" میں نے اصرار کیا تو عارفہ نے تھوڑے سے توقف

سے کہا۔

"بظاہر وہ خود کو بے حد بے پروا، لاابالی اور دل پھینک ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ان کا باطن ان کے ظاہر کے برعکس ہے لیکن آپ یہ سب مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ مجھے تمہاری رائے کی ضرورت ہے۔" میں نے دیدہ و دانستہ عارفہ کو چھیڑنے کی خاطر معنی خیز لہجے میں کہا۔ "فرض کر لو کہ ندیم جیسا ہی کوئی شخص خود کو تمہارے لیے پرپوز کرے تو تمہارا کیا جواب ہو گا؟"

"آئی ایم سوری سر۔" عارفہ نے سنبھل کر کہا۔ "میں ابھی اتنی ماڈرن بھی نہیں ہوئی ہوں کہ والدین کی موجودگی میں اپنی کسی مرضی کا اظہار کر سکوں۔"

"مجھے تمہارا جواب سن کر خوشی ہوئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے دوسرا سوال کیا۔ "اب مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری کوئی چھوٹی بہن ہوتی اور ندیم اس کے لیے خود کو پرپوز کرتا تو ایک بڑی بہن کی حیثیت سے تمہارا کیا مشورہ ہوتا؟"

"میرا ووٹ ندیم صاحب کے حق میں ہوتا لیکن اس کے ساتھ ایک شرط بھی ہوتی۔"

"وہ کیا؟"

"مسٹر ندیم کا کاروبار۔" عارفہ نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو کیونکہ مسٹر ندیم نے خود کو جس کاروبار سے منسلک کر رکھا ہے اسے لوگ بہرحال اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے یہ اور بات ہے کہ وہ اس ماحول کی آلودگیوں سے پاک ہیں لیکن یہ بات ہر شخص کو تو نہیں سمجھائی جا سکتی۔"

"یہی ایک بات مجھے بھی الجھا رہی ہے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ ندیم نے دنیا میں رہنے کے باوجود کسی غیر سے دوستی نہیں کی۔ وہ ہر اعتبار سے مخلص، جاں نثار اور بہت ساری خوبیوں کا مالک ہے لیکن۔" میں نے چائے کا گھونٹ لے کر دیدہ و دانستہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "کیا تم میری ایک مشکل آسان کرنے میں میرا ہاتھ بٹا سکتی ہو؟"

"آپ حکم کریں سر۔" عارفہ نے میرے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا بغور جائزہ لیتے ہوئے جواب دیا۔

"ندیم میرا بہت پرانا اور جگری دوست ہے۔ اس نے مجھ سے نسیم کے رشتے کی بات کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کسی طرح نسیم کی رائے اس انداز میں معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ اسے اس بات کا شبہ بھی نہ ہو کہ میں اس کی نجی زندگی پر اپنا کوئی حق استعمال کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں سر۔ میں نسیم کی رائے معلوم کرنے کی کوشش ضرور کروں گی۔ ویسا میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ رشتہ ہر اعتبار سے مناسب ہو گا اس لیے کہ نسیم کو مسٹر ندیم کے بارے میں ہر بات کا علم ہے اور مسٹر ندیم اسے بہتر طور پر تحفظ بھی دے سکتے ہیں۔"

"میرا ذاتی خیال بھی وہی ہے جو تمہارا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ نسیم میرے حکم سے انکار نہیں کرے گی مگر میں اس کی مرضی معلوم کیے بغیر کوئی قدم اٹھانا پسند نہیں کروں گا۔"

پھر اس سے پیشتر کہ عارفہ کوئی جواب دیتی فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"ہیلو شہباز خان ہیئر۔"

"میں سراج بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے سراج کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "میں نے ابھی آپ سے گھر پر رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن معلوم ہوا کہ آپ ابھی تک دفتر میں ہیں۔"

"آپ کچھ پریشان معلوم ہو رہے ہیں۔" میں نے پوچھا۔ "کوئی خاص بات۔"

"جی ہاں ہمارے پاس جو آخری ترپ کارڈ تھا وہ بھی پٹ گیا۔"

"کیا مطلب۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"وکرم بھی پراسرار طور پر موت سے ہمکنار ہو گیا۔" سراج نے جواب دیا۔ "ابھی ابھی میرے ایک ماتحت نے مجھے اس کی موت کی اطلاع دی ہے۔ میں اب اسی کی طرف جا رہا ہوں۔"

"مسٹر سراج، کیا میں بھی آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مجھے خوشی ہو گی۔ آپ آ جائیں میں دفتر ہی میں ہوں۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوا تو میں تیزی سے اٹھ کر دفتر سے باہر آ گیا۔ کاکا نے وکرم کے سلسلے میں مجھے اس بات کی یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ اسے شنکر کی کالی قوتوں کا شکار نہیں ہونے دے گی۔

"پھر؟ وکرم کی موت میں کس کا ہاتھ تھا۔" یہ سوال میرے ذہن کو پریشان کر رہا تھا۔

ابھی پنڈت جسی دھر سے دو دو ہاتھ کیے مجھے چوبیس

لمحے بھی نہیں گزرے تھے کہ وکرم کی موت کی اطلاع نے میرے ذہن کو پھر پراگندہ کر دیا۔ سراج نے مجھے یہی بتایا تھا کہ وکرم کی موت بھی پراسرار حالات میں ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں فوری طور پر یہی نتیجہ اخذ کر سکتا تھا کہ شنکر نے جسی دھر کا انتقام لینے کی خاطر ایک بار پھر میرے خلاف سرگرم عمل ہونے کی کوشش کی تھی۔

کچھ دیر پیشتر میری اور سراج کی بات ہوئی تھی اور میں نے زنجن لال کو نقصان پہنچانے کی خاطر سراج سے مدد کی بات کرتے ہوئے قاسم علی کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ زنجن لال کے خلاف سیٹھ پرشوتم کے گھر ہونے والی ڈکیتی کیس میں بطور گواہ پیش ہو گا۔ پنڈت جسی دھر سے نمٹنے کے بعد میں نے حالات کے پیش نظر یہ مناسب نہیں سمجھا تھا کہ فوری طور پر زنجن لال کو چھیڑا جائے لیکن بہرحال اس کی ساکھ کو نقصان پہنچانا ضروری سمجھتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے محض ایک ٹینڈر ہاتھ سے نکلنے کے بعد مجھے اور میرے عملے کے افراد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا۔ اس کے ہاتھ متعدد افراد کے خون سے رنگے ہونے کے باوجود ابھی تک بظاہر اجلے نظر آ رہے تھے لیکن ابھی میں نے اسے سراج کے ہاتھوں بے نقاب کرنے کے بارے میں گفتگو کا آغاز ہی کیا تھا کہ وکرم کو راستے سے ہٹا دیا گیا۔ کاکا نے میری ایما پر وکرم کو زبان کھولنے سے روک رکھا تھا ورنہ اس کی گواہی زنجن لال کی شہرت کو دھچکا پہنچانے کا سبب بن سکتی تھی۔ کاکا نے مجھے اس بات کا یقین بھی دلایا تھا کہ وہ کم از کم وکرم کو شنکر کے عتاب سے محفوظ رکھے گی۔ اس صورت میں وکرم کی موت کی اطلاع میرے لیے کسی خطرناک دھماکے سے کم ثابت نہیں ہوئی۔

میں اس وقت سراج کی پک اپ میں بیٹھا جیل کی طرف جا رہا تھا۔ میرے علاوہ سراج بھی کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ وہ بھی وکرم کو زنجن لال کے سلسلے میں ترپ کارڈ سمجھ رہا تھا جو اچانک اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

سراج کی خواہش پر وکرم کی لاش ابھی تک جائے وقوعہ سے نہیں ہٹائی تھی۔ جیل کی اس بیرک میں جہاں وکرم کی لاش سنگلاخ زمین پر خون میں لت پت پڑی تھی وہاں پولیس کے دوسرے ذمے دار افسران بھی موجود تھے۔ جیلر کے بیان کے مطابق وکرم کو جس بیرک میں رکھا گیا تھا۔ وہ قیدیوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا پھر بیٹھے بیٹھے اچانک وہ اس طرح بوکھلا کر کھڑا ہوا جیسے اسے موت کا ہرکارہ نظر آ گیا ہو۔ اس کے منہ سے ایک ہی جملہ بار بار ادا ہو رہا تھا۔

"تمہیں مقدس مریم اور حضرت مسیح کی قسم۔ مجھے مت مارو۔ میرا گلا مت گھونٹو۔ مجھے چھوڑ دو۔" پھر وکرم کی آواز بتدریج اس کے حلق میں گھٹنے لگی۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے جیسے کوئی نادیدہ قوت پوری شدت سے اس کا گلا گھونٹ رہی ہو۔ اس کے چہرے پر شدید کرب تھا اور آنکھیں آہستہ آہستہ حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ کچھ دیر تک وہ اسی کیفیت سے دوچار، دونوں ہاتھوں سے کسی نادیدہ ہاتھ کو تھامے خود کو موت سے نجات دلانے کی کوشش کرتا رہا اس کے بعد اس کے منہ سے یکلخت خون جاری ہو گیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی طاغوتی قوت اسے ذبح کر رہی تھی۔ وکرم چکرا کر فرش پر گرا کچھ دیر تک موت کے سرد ہاتھوں سے چھٹکارا پانے کی خاطر تڑپ تڑپ کر جدوجہد کرتا رہا پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔

جیل کے ڈاکٹر کا بیان تھا کہ دو روز قبل جب اس نے قیدیوں کا چیک اپ کیا تھا اس وقت اس نے وکرم کو کلی طور پر صحت مند پایا تھا۔

سراج نے ضروری بیان قلم بند کیے۔ ضابطے کی دوسری کارروائی مکمل کی پھر لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دیا۔ جو تو قیدی وکرم کے ساتھ بیرک میں موجود تھے ان سے الگ الگ بھی پوچھ گچھ کی گئی لیکن سب کا بیان ایک ہی تھا۔ وہ سب عادی مجرم تھے جو اپنے اپنے جرم کی سزا بھگت رہے تھے۔ جیل آنا جانا اور سزائیں بھگتنا ان کا معمول بن چکا تھا لیکن وکرم کی موت جس انداز میں ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ بھی بری طرح سہمے نظر آ رہے تھے۔ میں سراج کے ہمراہ خاموش تماشائی کی طرح تمام صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔ مجھے یقین تھا کہ وکرم کی موت بھی ان ہی لوگوں کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے جو میرے خلاف برسرپیکار تھے لیکن مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ کاکا کی یقین دہانی کے باوجود وکرم کو کس طرح راستے سے ہٹا دیا گیا؟

جیلر بار بار میری طرف اس طرح دیکھ رہا تھا۔ جیسے یا تو اسے وہاں سراج کے ساتھ میری موجودگی پسند نہ آئی ہو یا پھر وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔ تفتیش مکمل کرنے کے بعد ہم واپس ہونے لگے تو اس سے چپ نہ رہا گیا۔ اس نے براہ راست مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے؟ کہاں یہ یاد نہیں آ رہا۔"

"آئی ایم سوری۔" سراج نے جلدی سے کہا۔ "میں

تفتیش میں اس قدر مصروف تھا کہ آپ کا اور مسٹر شہباز کا تعارف کرانا وہ بھول ہی گیا۔" پھر اس نے میری سمت اشارہ کرتے ہوئے جیلر سے کہا۔ "یہ ریٹائرڈ ڈی آئی جی نادر خان صاحب کے صاحبزادے ہیں شہباز خان۔"

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" جیلر نے مجھ سے بے تکلفی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے تو شاید آپ نے بھی مقابلے کا امتحان پاس کرنے کے بعد پولیس کا محکمہ جوائن کر لیا تھا۔"

"جی ہاں میں آپ کے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔"

"آج کل آپ کی پوسٹنگ کہاں ہے؟"

"میں نے ملازمت سے استعفیٰ دے کر اپنا بزنس شروع کر دیا ہے۔"

"آئی سی۔" جیلر نے مسکرا کر جواب دیا۔ "گویا آپ کو پولیس کی ملازمت پسند نہیں آئی۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پولیس کے محکمے کو میں پسند نہ آیا ہوں۔" میں نے بذلہ سنجی سے کہا تو جیلر اپنا بے اختیار مگر مصنوعی قہقہہ ضبط نہ کر سکا۔

جیل سے واپسی کے دوران بھی ہمارے درمیان کچھ دیر خاموشی رہی۔ پولیس پک اپ میں ہمارے علاوہ ایک مسلح گارڈ بھی تھا۔

"مسٹر شہباز۔" سراج نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ نے وکرم کی موت کے بارے میں کیا اندازہ لگایا ہے۔"

"مجھے مکمل یقین ہے کہ وکرم کی موت بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے جو محسن علی کی موت سے شروع ہوئی تھی۔"

"یہ بھی اچھا ہوا کہ وکرم کی موت جیل کسٹڈی میں ہوئی ورنہ ـــــ"

"میں آپ کی پوزیشن سمجھ رہا ہوں۔" میں نے سراج کے چہرے پر نظر آنے والی بے بسی کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ "آپ کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میری بھی یہی کیفیت ہوتی لیکن میرا خیال ہے کہ اب آپ نرنجن لال پر ہاتھ ڈال ہی دیں۔ میں نے قاسم علی کو آمادہ کر لیا ہے مگر اس سے پیشتر آپ ایک بار پھر غور کر لیں کہ نرنجن لال کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

"آپ جیسا مناسب سمجھیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لیکن جو بھی جوابی کارروائی ہو اس میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔ میرا مشورہ ہے کہ نرنجن لال کے سلسلے میں ایسے حالات پیدا کر دیے جائیں کہ وہ بوکھلا جائے۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ انسان بوکھلاہٹ میں کچھ ایسی غلطیاں کر بیٹھتا ہے جو اس کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوتی ہیں۔"

"اگر آپ اجازت دیں تو میں اسی وقت قاسم علی کو اپنے ساتھ لے جا کر مجسٹریٹ کے روبرو اس کا بیان قلم بند کرا دوں لیکن ـــــ" سراج کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا۔" میں نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے کہ جن نادیدہ قوتوں نے اب تک پولیس کے سامنے آنے والی شہادتوں کو ختم کر دیا ہے۔ وہ قاسم علی کو بھی اپنا نشانہ بنانے سے دریغ نہ کریں۔"

"ہونے کو تو سب کچھ ہو سکتا ہے مسٹر سراج لیکن مقدر کے لکھے کو کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔"

"آپ نے میری ایک بڑی مشکل حل کر دی ورنہ میرا خیال تھا کہ آپ شاید قاسم علی کے سلسلے میں اپنی رضامندی کا اظہار نہ کریں گے۔"

"میں نے جو کچھ کیا ہے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "سیٹھ پرشوتم کے گھر پڑنے والے ڈاکے کا جرم اگر قاسم علی کے اوپر ثابت ہو جاتا ہے تو اسے بھی سزا کاٹنی پڑے گی۔ موجودہ صورت ہی اس کے بچاؤ کے لیے شارٹ کٹ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"مجھے سو فیصد یقین ہے کہ اس ڈاکے میں قاسم علی کا ہاتھ شامل نہیں ہو گا لیکن چونکہ سامان کی برآمدگی اس کے گھر سے ہوئی تھی اس لیے اس کی پوزیشن ذرا مختلف ہو گئی ہے لیکن آپ مطمئن رہیں۔ میں اسے بچانے کی پوری کوشش کروں گا۔"

"مسٹر سراج آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے نرنجن لال کے سلسلے میں کہا تھا کہ میں اپنا شکار خود کرنے کا عادی ہوں۔"

"جی ہاں اور میں نے آپ کو اس وقت بھی یہی مشورہ دیا تھا قانون کو ہاتھ میں لینا آپ کے حق میں مناسب نہیں ہو گا۔" سراج نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

"بہرحال اب یہ موقع آپ کو مل رہا ہے میں یہی چاہوں گا کہ نرنجن لال کو حراست میں لینے کے بعد آپ اس واقعے کی اتنی پبلسٹی کریں کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جائے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "دوسری شکل میں نرنجن لال سے اپنا حساب برابر کرنے کی خاطر مجھے خود میدان میں اترنا پڑے گا۔"

"اس کی نوبت نہیں آنے پائے گی۔"

پھر میں نے قاسم علی کو پوری طرح حالات سے آگاہ کر کے سراج کے حوالے کر دیا اور خود واپس گھر آ گیا۔

●

رات کو کھانے کے بعد میں کچھ دیر تک والدین کے ساتھ بیٹھا ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر اپنی خواب گاہ میں گیا تو میرے ذہن میں وکرم کی موت کا خیال تازہ ہو گیا۔ میں یہ جاننے کے لیے بے چین تھا کہ اس کی موت کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟ اگر کالکا نے میرے ساتھ عہد شکنی کی تھی تو اس کا کیا سبب تھا؟ کیا پنڈت جسی دھر کے اوپر جو گزری تھی اس نے کالکا کو ناراض کر دیا تھا؟ مگر کیوں؟ اسی کو نجات دلانے کی خاطر تو میں نے پنڈت جسی دھر کے اس منتل کو توڑنے کی خاطر جان کی بازی لگا دی تھی جس کے اندر بیٹھا وہ کالکا کو ہمیشہ کے لیے اپنا غلام بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا؟ کیا کالکا چاہتی تھی کہ وہ منحوس پنڈت اپنے ارادے میں کامیاب ہو جائے؟ کیا وکرم کی موت میں براہ راست کالکا کا ہاتھ شامل تھا یا اس نے وکرم کو اپنے تحفظ سے آزاد کر کے کسی اور کے ذریعے اسے راستے سے ہٹا دیا تھا؟ اور اگر وہ سب کالکا ہی کی شعبدے بازی تھی تو پھر وہ قاسم علی کو بھی مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہونے سے پیشتر زندگی کی قید سے آزاد کر سکتی تھی؟

میرے ذہن میں مختلف خیال ابھر رہے تھے ندیم اور نسیم کی شادی کا مسئلہ بھی میرے لیے اہم تھا۔ میں چاہتا تھا کہ نسیم جتنی جلدی ندیم کی محفوظ پناہ گاہ میں منتقل ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ اسی غرض سے میں نے اس کی مرضی معلوم کرنے کی خاطر عارفہ کو درمیان میں ڈالا تھا۔ میں چاہتا تو براہ راست بھی نسیم سے بات کر سکتا تھا وہ میرے کسی حکم سے سرتابی نہ کرتی شاید اس لیے کہ وہ مجھے اپنا محسن سمجھ رہی تھی۔ میرے سامنے کھل کر اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے وہ ضرور جھجکتی۔ میں اس پر اپنی مرضی مسلط کرنے کو تیار نہیں تھا بہرحال میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ نسیم ندیم کے سلسلے میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرے گی۔

اس کے علاوہ امی کی باتوں نے بھی مجھے قدرے پریشان کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ خواب میں بڑے ابا نے ان سے میرے متعلق اپنی خفگی کا اظہار کیا تھا۔ مجھے ان کی ناراضگی کا سبب معلوم تھا۔ میں نے برفانی غار میں سفید ریش کمبل پوش کی بات نہیں مانی تھی اور جسی دھر کا منتل توڑنے کی ضد کی تھی پھر شاید مجھے کسی پریشانی سے بچانے کی خاطر ہی اس برگزیدہ بندے نے جلالی حالت میں اپنی لکڑی استعمال کی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں۔ پنڈت جسی دھر مر چکا تھا یا ابھی تک زخمی حالت میں کہیں زندگی اور موت کے درمیان پڑا کراہ رہا تھا؟ مجھے اس کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں معلوم تھی۔

بہرحال مجھے اس بات کا بخوبی علم تھا کہ بڑے ابا کی خفگی میرے حق میں نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ شاید ان کی ناراضگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہی شیطانی قوتوں نے وکرم کو راستے سے ہٹا کر مجھے للکارنے کی کوشش کی ہو۔ ممکن ہے مجھے کسی پیش آنے والے خطرے سے بچانے کی خاطر بڑے ابا نے دریا یا سمندر عبور کرنے کا مشورہ دیا ہو۔ اس مشورے کے پیچھے بھی ان کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور کار فرما ہو گی۔ میں خود بھی بیرونی ممالک میں ایک دو جگہ اپنے فرم کی برانچ کھولنے کے بارے میں غور کر چکا تھا مگر اب حالات نے ایک نئی صورت اختیار کر لی تھی جو میرے لیے پریشان کن ثابت ہو رہی تھی۔

میں نے اپنی انگوٹھی پر نظر ڈالی وہ صندلی انگوٹھی اس بات کی ضمانت تھی کہ ابھی تک سفید ریش بزرگ کا سایہ کسی نہ کسی انداز میں میرے سر پر موجود ہے اور میں اس بات سے مطمئن تھا کہ اس انگوٹھی کی موجودگی میں شیطانی قوتیں میرے دل کا بھید نہیں جان سکیں گی۔ میں بڑی دیر تک بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا اور آنے والے کل کے بارے میں منصوبے بناتا رہا تھا پھر سہسا ایک فوری خیال کے تحت میں نے ریسیور اٹھا کر نرنجن لال کے نمبر ڈائل کرنے شروع کیے۔ اس وقت رات کے گیارہ کا عمل تھا اور مجھے امید تھی کہ نرنجن لال اپنی خواب گاہ میں ہی ہو گا۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ تیسری گھنٹی پر دوسری جانب سے ریسیور اٹھا لیا گیا پھر نرنجن لال کی آواز ابھری۔

"ہیلو۔"

"میں نے تمہیں اس وقت ڈسٹرب تو نہیں کیا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔

"تم ـــــ" نرنجن لال کے لہجے میں یکلخت تیزی آ گئی۔ "اس وقت فون کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

"مجھے تمہارے ساتھ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "سب سے پہلے میں اس بات پر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے سامنے آنے کے بعد اپنی زبان کھولنے کی حماقت نہیں کی۔ دوسری صورت میں بھی تم میرے خلاف کوئی قانونی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔"

"کیا تم نے صرف یہی بکواس کرنے کی خاطر مجھے فون کیا ہے۔"

"اس کے علاوہ تمہارے لیے ایک خوش خبری بھی ہے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "وکرم کا پتا صاف ہو گیا ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں ہر شخص سے بے تکلف ہونے کا عادی نہیں ہوں۔"

"کیا تم میرا شمار بھی ہر شخص میں کر رہے ہو جبکہ ہمارے اور تمہارے تعلقات تو بہت پرانے ہیں۔" میں نے بھرپور طنز کیا۔

"میری ایک بات یاد رکھو شہباز خان۔" وہ داڑھ تھ میں میں غرایا۔

"کہو۔"

"دوبارہ مجھے فون کرنے کی بے وقوفی نہ کرنا اور ایک بات غور سے سن لو جو کچھ ہو چکا ہے وہ محض ایک اتفاق تھا میں اتنی کچی گولی بھی نہیں ہوں کہ تم جیسے بچے مجھے آسانی سے ہضم کر لیں۔" اس کے لہجے میں چیلنج تھا۔ "مجھے جوابی کارروائی کے لیے مجبور نہ کرو تو بہتر ہو گا۔"

"یہی بات ایک بار میں نے کی تھی لیکن تم نے نہیں مانی تھی پھر جو کچھ ہوا وہ تمہیں معلوم ہے۔"

"اور اب جو کچھ ہو گا اس کا علم تمہارے فرشتوں کو بھی نہیں ہو سکے گا۔" نرنجن لال نے جھلا کر کہا۔

"بکو۔" میں نے اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔ "میں بھی چاہتا ہوں کہ ہم مردوں کی طرح کھل کر مقابلہ کریں۔ بزدلوں کی طرح پشت سے چھپ کر وار کرنا نامردوں کا کام ہوتا ہے۔"

"کیا تم مجھے چیلنج کر رہے ہو؟"

"دوستی اور دشمنی میں ہر حربہ جائز ہوتا ہے۔" میں نے مبہم انداز اختیار کیا۔ "کل کیا ہونے والا ہے یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا ویسے تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی بتا دوں کہ تمہارے پنڈت جسی دھر کا جاپ، جنتر منتر اور منڈل وغیرہ سب کچھ دھرے کا دھرا رہ گیا۔"

"سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش مت کرو شہباز خان ورنہ بڑے گھاٹے میں رہو گے۔" اس نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

"ہم دونوں بزنس مین ہیں نرنجن لال۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "بزنس میں نفع و نقصان تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ خود اپنی مثال لے لو۔ ایک ٹینڈر ہاتھ سے نکل جانے کے بعد تم آج بھی کانٹوں پر لوٹ رہے ہو۔"

"شٹ اپ۔" ریسیور پر نرنجن لال کی گھن گرج سنائی دی۔ "تم لوگ اپنا کام کر چکے اب میری باری ہے۔ اسے دھیان میں رکھنا۔"

پھر دوسری جانب سے ریسیور رکھنے کی آواز سنائی دی تو میں نے بھی مسکراتے ہوئے ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔ ویسے مجھے خوشی تھی کہ میں اس وقت نرنجن لال کو تاؤ دلانے کے بعد اس کے دل کا بھید زبان سے اگلوانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہ بات اور تھی کہ وہ ہمارے خلاف جوابی کارروائی کے لیے جو بھی منصوبے بنا رہا تھا اس میں حق بجانب تھا۔ اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میں بھی وہی کرتا۔

نرنجن لال سے گفتگو کرنے کے بعد میں خود کو بہت ہلکا محسوس کر رہا تھا۔ میرے دل میں جو غبار تھا وہ بڑی حد تک کم ہو گیا۔ میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ قاسم علی کے بیان کے بعد جب سراج نرنجن لال کو قانون کے شکنجوں میں جکڑے گا اور اس کی جگ ہنسائی ہو گی۔ اس وقت نرنجن لال کی ذہنی کیفیت کیا ہو گی؟ کیا وہ اپنے بزنس اور شہرت کو پہنچنے والے اس شدید دھچکے کو آسانی سے برداشت کر لے گا؟

پنڈت جسی دھر کا زور ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔ اب صرف ایک شنکر میرے راستے کا کانٹا باقی رہ گیا تھا۔ اپنے گرو کی شکست کا انجام دیکھنے کے بعد اس کے ناپاک وجود کے اندر خوف کی ایک لہر ضرور سرایت کر گئی ہو گی لیکن وہ ذات کا چمار تھا اس لیے خاصا ڈھیٹ واقع ہوا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اب وہ میرے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے اپنے گرو دیو کے انجام کو ضرور پیش نظر رکھے گا۔ رہی کاکا کی ذات تو مجھے یہی خیال تھا کہ اس نے پنڈت جسی دھر کو پیش آنے والے حادثے کے بعد سکون کا سانس ضرور لیا ہو گا۔

مگر وہ اب تک کہاں غائب تھی؟ اور وکرم کی پراسرار موت میں کس شیطانی عمل کو دخل تھا؟ یہ دونوں سوال میرے لیے پریشان کن تھے۔ ابھی میں اپنی ذہنی جمناسٹک میں مصروف تھا کہ اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری خواب گاہ میں میرے سوا کوئی اور بھی موجود ہے۔ میں نے پلٹ کر پشت کی جانب دیکھا۔ خوابگاہ کا دروازہ اندر سے بند تھا وہاں میرے سوا کوئی اور موجود نہیں تھا۔ "کاکا" میرے تصور میں اس کا خیال ابھرا لیکن میں نے چاہنے کے باوجود اسے آواز نہیں دی تھی۔ شاید جسی دھر کو نیچا دکھانے کے بعد میں مغرور ہو گیا تھا۔ میری خواہش تھی کہ میرے بلائے بغیر کاکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ اپنے بے پناہ حسن کا جادو جگاتی اس طرح میرے سامنے آئے جیسے کسی شاہی دربار میں بادشاہ وقت کے سامنے کوئی کنیز پیش ہو کر کورنش بجا لاتی ہے۔

کاکا لامحدود پراسرار قوتوں کی مالک تھی اکثر وہ آڑے وقتوں میں کام آئی تھی لیکن میں نے اسے پنڈت جسی دھر کی قید میں جانے سے پہلے ہی آزاد کرا لیا تھا ایسی صورت میں میری یہ خواہش بے جا بھی نہیں تھی کہ وہ میرے بلائے بغیر میرے سامنے آتی اور میرا شکریہ ادا کرتی۔ خوابگاہ میں ابھرنے والی آہٹ اس بات کی یقین دہانی کر رہی تھی کہ وہاں میرے ساتھ کوئی نادیدہ شیطانی قوت بھی موجود تھی لیکن میں اس سے خوف زدہ نہیں تھا اس لیے کہ صندلی انگوٹھی میری انگلی میں موجود تھی اس کے علاوہ میں اپنے بستر پر لیٹنے سے پیشتر آیت الکرسی پڑھ کر کمرے کا حصار کرنا بھی نہیں بھولا تھا۔ مجھے خدا کی ذات سے امید تھی کہ اس حصار کے اندر داخل ہو کر کوئی ناپاک اور پلید قوت مجھے کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا سکتی۔ میں ان ہی خیالات میں گم تھا کہ کاکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں سرسراتے ہوئے ابھری۔

"شہباز تمہاری کاکا رانی اس وقت تمہارے بہت قریب موجود ہے۔"

"میں کیسے یقین کر لوں؟" میں نے شوخی سے جواب دیا۔ "اگر تم واقعی کاکا ہو تو اس خلوت کدے میں تمہیں پوری رعنائیوں کے ساتھ چھم چھم کرتے ہوئے میرے سامنے آنا چاہیے تھا۔ تمہارے گداز ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ ہوتی جو میرے وجود کو گنگنا دیتی۔ تمہارے چہرے پر ایسا نکھار ہوتا جسے دیکھ کر وقت کی دھڑکنیں تھم جاتیں اور تمہاری سحر انگیز آنکھوں میں جام و مینا کے ساغر اس طرح چھلکتے نظر آتے کہ میں بن پیے لڑکھڑا جاتا پھر کیف و مستی کے عالم میں راز و نیاز کی باتیں ہوتیں اور ہم مل جل کر اس رات کو یادگار بنا دیتے۔"

"مجھے معاف کرنا شہباز ابھی وہ سمے نہیں آیا جب میں تمہارے چرنوں میں دیوداسیوں کی طرح ہنستی مسکراتی پیش ہو سکوں۔" اس نے بجھے بجھے لہجے میں جواب دیا تو میں ٹھٹکا۔

"کیا پنڈت جسی دھر کے کریا کرم کے بعد اب کوئی دوسری رکاوٹ پیش آ رہی ہے؟" میں نے سنجیدگی اختیار کر لی۔

"تم نے میرے اوپر جو اپکار (احسان) کیا ہے وہ میں سارا جیون نہیں بھولوں گی پرنتو تم نے میرا کہنا نہ مان کر اچھا نہیں کیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا تم کو پنڈت جسی دھر کی غلامی زیادہ عزیز تھی۔"

"نہیں تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔" وہ جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "اس کا جاپ تو پورا ہونے میں ابھی کچھ سے باقی تھا اور مجھے وشواس تھا کہ میں کوئی نہ کوئی اوپائے کر کے اس کے جاپ میں ایسا بھنگ گھولنے میں سپھل ہو جاتی کہ اس کے سارے کیے کرائے پر پانی پھر جاتا۔ اس کا سارا گیان دھیان مٹی میں مل جاتا۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو کاکا؟" میں نے شکوہ کیا۔ "تم جس کی خاطر میں نے شنکر جیسے پاپی سے ٹکر لینے کی ٹھان لی جسی دھر جیسے پنڈت سے ٹکرانے کا ارادہ کر کے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی۔"

"مجھے اس کا وشواس پہلے سے تھا کہ تم جسی دھر کے مقابلے میں اوش سپھل ہو گے۔ اس لیے کہ جس چھایا نے تمہارے اور میرے بیچ ایک دیوار کھڑی کر دی ہے جو شکتی تمہاری سہائتا کر رہی ہے وہ شنکر اور پنڈت کے مقابلے میں زیادہ بلوان ہے۔" کاکا نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میں ابھی تک اس شکتی کا راز نہیں معلوم کر سکی لیکن مجھے اس بات کی بھی خبر تھی کہ اگر تم نے پنڈت جسی دھر کے منڈل کو توڑ کر اس کے جاپ میں خلل پیدا کیا تو دیوی اور دیوتا سب ایک ساتھ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس لیے میں نے آخری سے تک تمہیں روکنے کی کوشش کی تھی پرنتو تم نے میرا کہا نہیں مانا۔"

"میں اب بھی تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"زیادہ کھنگالنے کی کوشش کرو گے تو بات اور الجھ جائے گی۔" کاکا نے بدستور بجھے بجھے انداز میں جواب دیا۔ "فی الحال میں تمہیں کیول اتنا بتا سکتی ہوں کہ تمہاری کاکا رانی سے وہ شکتی چھین لی گئی ہے جس کے سہارے وہ کوئی روپ بھی دھار سکتی تھی۔ اب تم صرف میری آواز سن سکتے ہو۔ مجھے دوبارہ کسی روپ میں دیکھنے کی خاطر تمہیں کئی چندرما کے چڑھنے اور اترنے تک انتظار کرنا ہو گا۔"

"کیا وہ پاپی ابھی تک زندہ ہے یا آگ میں جل کر ہمیشہ کے لیے بھسم ہو گیا جس کی وجہ سے تمہاری روپ بدلنے کی

قوت چھین لی گئی ہے۔" میں نے تلملا کر پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔"

"کیا تمہیں میرے سوالوں کا جواب دینے سے بھی روک دیا گیا ہے؟" میں نے تلملا کر دریافت کیا۔

"نہیں۔" کاکا نے جواب دیا۔ "لیکن کچھ باتیں ایسی ضرور ہیں کہ اگر میں نے ان کا جواب دیا تو ایک بار پھر پتھر کی مورتی میں ڈھل جاؤں گی۔"

"شنکر کے بارے میں تمہارا خیال ہے کہ جسی دھر کے بعد بھی وہ مجھ سے پنجہ لڑانے کی حماقت کرے گا؟"

"شنکر کو اپنے گرو دیو پر پڑنے والی چتا نے دیوانہ کر دیا ہے۔" کاکا نے جواب دیا۔ "اس کی حالت اس خارش زدہ کتے جیسی ہو رہی ہے جس پر اچانک شہد کی مکھیوں نے حملہ کر دیا ہو۔ اس پاپی کے من میں تمہاری اور (جاپ) سے کھوٹ ہی کھوٹ بھرا ہے پر تو میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ میرے ہوتے تمہارے ساتھ کوئی چھل کپٹ نہیں کر سکے گا۔"

"کیا تم شنکر کے مقابلے میں اب بھی میری مدد کر سکتی ہو؟" میں نے الجھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "کیا تمہارے دیوی دیوتا اس بات کو پسند کریں گے؟"

"شنکر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید میں تمہاری کوئی سہائتا نہ کر پاتی لیکن وہ چونکہ نیچ ذات ہے اس لیے بلوان شکتیاں اسے اپنے برابر کا نہیں سمجھتیں۔" کاکا نے جواز پیش کیا۔ "اسی کارن اس نے پنڈت جسی دھر کے چرنوں میں شرن (پناہ) حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"کاکا۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ وکرم مر چکا ہے؟"

"ہاں میں جانتی ہوں۔"

"لیکن تم نے مجھے وچن دیا تھا کہ وکرم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

"مجھے افسوس ہے شہباز کہ میں وکرم کو نہ بچا سکی۔" کاکا نے کہا۔ "دیوی دیوتاؤں نے میرے اوپر کچھ پابندیاں لاگو کر دی ہیں۔"

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گی کہ وکرم کی موت میں کس کا ہاتھ ہے؟"

"نہیں میں اس بارے میں زبان نہیں کھول سکتی۔" کاکا کے لہجے میں بے بسی کا احساس جھلک رہا تھا۔

"نرنجن لال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "کیا وہ بھی شنکر کی مدد لینے کی کوشش کرے گا؟"

"میں پورے وشواس سے نہیں کہہ سکتی۔"

"پھر تم اس وقت یہاں کیوں آئی ہو؟" میں جھلا کر بولا۔ "کیا مجھے صرف یہ بتانے کی خاطر کہ اب تمہاری حیثیت محض پتھر کی اس بے جان مورتی کی سی ہے جسے میں نے روپ نگر میں کیچڑ سے نکالا تھا۔"

"سمے سمے کی بات ہے جو تم اتنی اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہو پر تو ایک بات دھیان میں رکھنا موسم سدا ایک جیسا نہیں رہتا۔" اس نے تلملا کر جواب دیا۔ "رت بدلے گی تو تمہیں جیون میں ایک بار پھر اپنی کاکا رانی کی یاد اوش ستائے گی۔"

"کل کیا ہو گا اس کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "کیا تم نے کبھی یہ بھی سوچا تھا کہ میں تمہارے بلوان پنڈت جسی دھر کو ایک ہی پٹخنی دے کر آکاش سے دھرتی پر لے آؤں گا۔"

"میں اب جا رہی ہوں شہباز ایک چھوٹی سی وجے (جیت) نے تمہیں بہت زیادہ گھمنڈی بنا دیا ہے لیکن میری بات دھیان سے سن لو اگر تم کبھی چاہتے ہو تو کہیں دور چلے جاؤ ورنہ سارا جیون ہاتھ ملتے رہو گے۔"

پھر میں نے اسے کئی بار آواز دی لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ شاید وہ مجھ سے روٹھ کر چلی گئی تھی لیکن جاتے جاتے اس نے مجھے مشورہ دیا تھا اسے سن کر میں چونکے بغیر نہیں رہ سکا اس لیے کہ میرے بڑے بابا نے بھی خواب میں میری امی کو یہی اشارہ دیا تھا کہ میں کسی دریا یا سمندر کا سفر اختیار کروں۔

رات خاصی دیر تک میں کاکا کے کہے ہوئے آخری جملوں پر غور کرتا رہا پھر نیند کے جھونکوں نے میرے ذہن پر غلبہ پا لیا۔

٭

دوسری صبح میری آنکھ روز مرہ کے معمول سے پہلے ہی کھل گئی۔ میں نے باہر لان پر آ کر اخبار پر نظر ڈالی تو میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ پہلے ہی صفحے پر سب سے پہلے میری نظر قاسم علی کی تصویر پر پڑی اس کے بعد میں اس خبر کو بڑی دلچسپی سے پڑھنے لگا جس کا مجھے بڑی شدت سے انتظار تھا۔ اخبار نے سیٹھ پرشوتم کے گھر پڑنے والے ڈاکے کی خبر اور قاسم علی کے بیان کو خاص طور پر جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ قاسم علی کے ساتھ ہی نرنجن

لال کی تصویر بھی شائع ہوئی تھی۔ میں نے اس خبر کے ایک ایک لفظ کو بہت غور سے پڑھا اخبار نے لکھا تھا۔

"سیٹھ پرشوتم کے گھر پڑنے والے

ڈاکے کا حیرت انگیز ڈراپ سین۔"

"اسٹاف رپورٹر ہمارے قارئین کو یاد ہو گا کہ کچھ عرصہ قبل ملک کے معروف سیٹھ پرشوتم کے گھر پر ڈاکا پڑا تھا اس سنسنی خیز واردات کے بعد ایک محنتی اور دیانتدار پولیس آفیسر ڈی ایس پی سراج نے کسی نامعلوم مخبر کے ذریعے فون پر موصول ہونے والی اطلاع کے مطابق نادر کنسٹرکشن کمپنی کے مزدوروں کے لیڈر قاسم علی کے گھر پر کامیاب چھاپا مار کر ڈاکے میں لوٹے گئے بیشتر قیمتی ساز و سامان کو برآمد کر لیا تھا۔ یہاں یہ خبر دلچسپی سے پڑھی جائے گی کہ قاسم علی نے اپنی گرفتاری کے بعد اپنے گھر سے برآمد ہونے والے سارے سامان کے بارے میں قطعی لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔ اس ضمن میں ایک اہم نکتہ فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ جس وقت پولیس نے قاسم علی کے گھر چھاپا مارا تھا اس وقت وہ گھر پر موجود نہیں تھا۔ ملزم قاسم علی نے اپنے ابتدائی بیان میں کہا تھا کہ اسے بلاوجہ اس واردات میں پھانسنے کی کوشش کی گئی ہے جس کے بارے میں اسے سرے سے کوئی علم نہیں جبکہ پولیس کی ابتدائی رپورٹ میں ظاہر کیا گیا تھا کہ ملزم کسی دباؤ کی وجہ سے اپنا اصلی بیان اور ڈاکے سے متعلق تفصیل سے گریز کر رہا ہے۔

ڈاکے کی واردات کے بعد قاسم علی کی ضمانت پر رہائی کا حکم نامہ عدالت کی طرف سے جاری کر دیا گیا تھا لیکن سیٹھ پرشوتم نے اپنے اثر و رسوخ کے استعمال کے بعد اس ضمانت کے پروانے کو بڑی عدالت سے منسوخ کرا دیا تھا جس کے کچھ عرصہ بعد سیٹھ پرشوتم کو کچھ نامعلوم افراد نے اغوا کر لیا پولیس نے اس کی بازیابی کی خاطر جان توڑ کوشش کی اور کئی جگہ چھاپے مارے لیکن اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکی پھر ایک دن سیٹھ پرشوتم صبح کے وقت شہر کے ایک سنسان علاقے میں کوڑے دان پر پڑا پایا گیا۔ اغوا کرنے والوں نے اس کو جس طرح کا نشانہ بنایا تھا اس کے سبب وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ سیٹھ پرشوتم کا جھلسا ہوا چہرہ اور اس کے جسم پر نظر آتے آبلے اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ اغوا کنندگان نے اسے زندہ جلانے کی کوشش کی تھی اور شاید اسے مردہ ہی سمجھ کر بڑی سنگدلی اور بیدردی کے ساتھ کچرے کے ڈھیر پر ڈال گئے تھے۔ اس دوران ملزم قاسم جیل میں تھا۔ اس نے بدستور اپنی زبان بند کر رکھی تھی۔ پولیس نے اس سے سچ اگلوانے کی خاطر ہر ممکن حربہ استعمال کیا لیکن ملزم کا صرف ایک ہی جواب تھا کہ وہ اپنے گھر سے برآمد ہونے والے ڈاکے کے مال کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور یہ کہ اسے اس کیس میں کسی دشمنی کی وجہ سے پھنسایا گیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی پڑھنے والوں کے لیے دلچسپی کا سبب ثابت ہو گی کہ ملزم قاسم علی کے پڑوسیوں، اس کے واقف کاروں اور جس کمپنی میں وہ کام کر رہا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے ایک ہی بیان دیا تھا کہ قاسم علی ایک محنتی، جفاکش اور ایماندار شخص ہے۔ پولیس کی حراست میں جانے سے پیشتر وہ بے داغ کردار کا مالک تھا۔

سیٹھ پرشوتم کے اغوا اور بازیابی کے کچھ عرصے بعد ملزم قاسم علی کو ضمانت پر رہا کر دیا لیکن سادہ لباس والے پولیس کے ذمے دار افراد ایک ایک پل اس کی نگرانی پر مامور تھے اور ہر لمحے کی اطلاع جمع کر رہے تھے۔ اصل ملزم کو بے نقاب کرنے کی خاطر ڈی ایس پی سراج نے ایک خوبصورت جال بچھا رکھا تھا۔ چنانچہ قاسم علی کی نقل و حرکت کے بعد ایک خاص نتیجے پر پہنچنے کے بعد پولیس نے مسٹر سراج کی نگرانی میں ضمانت پر رہا ملزم قاسم علی کو عین اس وقت دوبارہ اپنی حراست میں لے لیا جب وہ ملک کے مشہور کروڑپتی تاجر نرنجن لال کے دفتر سے نکل کر اپنے گھر کی سمت واپس جا رہا تھا۔ دوبارہ پولیس کی حراست میں جانے کے بعد قاسم علی بوکھلا گیا پنچی گواہوں کی موجودگی میں جب اس کی تلاشی لی گئی تو ملزم کے جیب سے مبلغ پچیس ہزار کا ایک بیئرر چیک برآمد ہوا جو نرنجن لال کی کمپنی کی طرف سے جاری کیا گیا تھا۔

اس اندیشے کے پیش نظر کہ دو تجارتی اداروں کے درمیان تجارتی رقابت اور رسہ کشی معمول کی بات ہے جب پولیس نے قاسم علی پر تھرڈ ڈگری کا آزمودہ عمل اختیار کیا تو وہ اپنی زبان بند نہ رکھ سکا۔ پچیس ہزار کے چیک کی موجودگی نے اس کے تمام کس بل نکال دیے تھے چنانچہ اس نے کل شام ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں اپنا جو بیان دیا ہے ہم اسے من وعن شائع کر رہے ہیں۔"

"میں قاسم علی ولد شاکر حسین بلا کسی جبر و تشدد کے راضی بہ رضا بیان کرتا ہوں کہ میں عرصہ دو سال سے نادر کنسٹرکشن کمپنی میں ملازم ہوں اور ورکروں کا لیڈر ہوں مجھے اپنے مالکان سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

تقریباً کچھ عرصہ ہمارے اوپر ورک لوڈ اچانک بڑھ گیا تھا۔ میرے استفسار پر کمپنی کے انچارج ماسٹر ٹونی نے اس امر کا انکشاف کیا کہ ہمیں کوئی ایسا بڑا ٹینڈر ملا ہے جس میں مالکوں کو بہت بڑا فائدہ ہوگا۔ کمپنی نے ہمیں اس بات کی یقین دہانی کرائی تھی کہ مذکورہ کام کو وقت مقررہ پر ختم کرنے کی صورت میں تمام ملازمین کو معقول انعام اور بونس دیا جائے گا چنانچہ ماسٹر ٹونی کی نگرانی میں ہم شب و روز مل جل کر کام میں مصروف تھے کہ ایک روز سیٹھ نرنجن لال کے آدمی نے مجھ سے گھر پر رابطہ قائم کیا میں چونکہ ورکروں کا لیڈر تھا اس لیے مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی کہ میں کمپنی کے کام میں سست رفتاری کا مظاہرہ کراؤں تاکہ کام وقت پر مکمل نہ ہو سکے۔ مجھے اس کام کے عوض ایک لاکھ کی آفر دی گئی تھی لیکن میں نے لالچ میں آنے کے بجائے سختی سے نرنجن لال کے آدمی کو دھتکار دیا تھا جس کے بعد وہ آدمی یہ کہہ کر چلا گیا کہ مجھے اپنے انکار کا بہت بڑا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ میں اس کی دھمکی کو محض وقتی سمجھا تھا اس لیے کہ عام طور پر جب انسان اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا تو وہ بلاوجہ دوسروں کو گیدڑ بھبکی دیتا ہے لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا جس روز نرنجن لال کا آدمی مجھ سے ملا تھا اس کے ایک ہفتے یا دس دن بعد میں نے سیٹھ پرشوتم کے گھر پڑنے والے ڈاکے کی خبر پڑھی۔ میں چونکہ ایک معمولی ورکر ہوں اس لیے میں نے اس خبر کو بس سرسری طور پر پڑھا پھر نظر انداز کر دیا لیکن اس واردات کے بعد جب ایک روز میں کام سے تھکا ماندہ گھر پہنچا تو پولیس وہاں پہلے سے موجود تھی۔ پولیس کے ڈی ایس پی سراج صاحب نے مجھے مکان کا تالا کھولنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لیے ناقابل یقین تھا۔ میرے مکان کے ایک کمرے میں قیمتی ساز و سامان بھرا پڑا تھا۔ میں حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ جب میں صبح اپنے کام پر گیا تھا تو اس کمرے میں سوائے ایک پلنگ، کھونٹی پر لٹکے کچھ پرانے کپڑے اور ایک ٹرنک کے علاوہ کوئی سامان نہیں تھا۔ میں نے ہر طرح سے رو دھو کر اور قسمیں کھا کھا کر پولیس کو اس بات کا یقین دلانے کی کوشش کی کہ مجھے اس قیمتی ساز و سامان کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے لیکن مجھے گرفتار کر کے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دی گئی۔ بعد میں حوالات پہنچنے کے بعد ہی مجھے اس بات کا علم ہوا تھا کہ وہ ساز و سامان جو میرے گھر سے برآمد ہوا تھا وہ سیٹھ پرشوتم کے گھر سے ڈاکے کے دوران لوٹا گیا تھا۔ میں نے پولیس کو اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کی خاطر گڑگڑا کر اور ہاتھ جوڑ کر بہت کچھ کہا لیکن مال کی برآمدگی ایک ایسا ٹھوس ثبوت تھا جو مجھے مجرم ثابت کرنے کے لیے بہت کافی تھا۔ میں نے دوران تفتیش خوف کے مارے سیٹھ نرنجن لال کا نام لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ریمانڈ کی مدت ختم ہو جانے کے بعد مجھے جیل بھیج دیا جہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد میں دوبارہ ضمانت پر رہا ہو گیا۔ رہائی پانے کے دوسرے ہی دن نرنجن لال کا آدمی مجھے ملا اور اس نے کہا کہ میری زندگی کی ضمانت اسی میں ہے کہ میں آئندہ بھی اپنی زبان بند ہی رکھوں۔ اس شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ سیٹھ نرنجن لال نے مجھے انعام دینے کے لیے بلایا ہے۔ دو ایک روز تک تو میں اس بات کو ٹالتا رہا لیکن پھر میرے دل میں لالچ آ گیا۔ شاید اس لیے کہ مجھے اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا ملی تھی۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ مجھے سیٹھ پرشوتم والے کیس میں پھنسانے میں نرنجن لال کا ہاتھ کسی نہ کسی زاویے سے ضرور شامل ہوگا۔ ایک کروڑپتی تاجر کے سامنے میری بھلا کیا اوقات تھی۔ سیٹھ پرشوتم والے کیس میں تمام ثبوت میرے خلاف پولیس کی فائل میں موجود تھے۔ جو مجھے ایک طویل مدت تک قید بامشقت کی سزا کاٹنے پر مجبور کر سکتے تھے چنانچہ میں نے یہ سوچ کر نرنجن لال سے ملنے کا ارادہ کر لیا کہ وہ ایک بااثر شخصیت کا مالک ہے۔ اپنی خاموشی کا انعام حاصل کرنے سے زیادہ مجھے اس بات کا خیال تھا کہ میں نرنجن سے مل کر اس سے درخواست کروں گا کہ وہ مجھے سزا سے بچا لے۔ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ اس کی سفارش پر میری سزا میں تخفیف بھی ہو سکتی تھی۔

بہرحال میں نرنجن لال سے ملنے اس کے دفتر چلا گیا۔ میری توقع کے خلاف نرنجن لال نے مجھے اپنے خاص کمرے میں طلب کر لیا۔ اسی کے اشارے پر اس کے ایک کارندے نے مجھے پچیس ہزار کا وہ چیک دیا تھا جو اب پولیس کی فائل پر موجود ہے۔

میں حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ نرنجن لال نے اس بات کا اقرار کر لیا تھا کہ اس نے ایک تیر سے دو شکار کھیلے ہیں۔ میرے انکار کے بعد ہی اس نے وہ خطرناک پلان مرتب کیا تھا جس کی وجہ سے میں بے گناہ ہونے کے باوجود مجرم تصور کیا جا رہا ہوں۔ اس نے بڑے ٹھوس لہجے میں اس بات کا اقرار بھی کیا تھا کہ میرے انکار پر ناراض ہونے کے بعد اس کے آدمیوں نے سیٹھ پرشوتم کے گھر پر ڈاکا مارا اور

لوٹ کا قیمتی مال لا کر میری غیر موجودگی میں میرے کوارٹر کے ایک کمرے میں رکھ دیا تھا۔ اسی روز پولیس کو مخبری کی گئی اور اسی روز جب میں چھٹی کے بعد گھر پہنچا تو پولیس نے مجھے سامان سمیت گرفتار کر لیا۔

اب نرنجن لال نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اگر میں نے اپنی زبان بند رکھی تو وہ نہ صرف یہ کہ مجھے مزید انعام دے گا بلکہ اس بات کی کوشش کرے گا کہ میں سزا سے بچ جاؤں۔ اس نے دبی زبان میں مجھے براہ راست اس بات پر اکسایا ہے کہ میں بذات خود اور اپنے قابل اعتماد آدمیوں کے ساتھ مل کر نادر کنسٹرکشن کمپنی کو ہر ممکن نقصان پہنچانے کی کوشش کروں جس کے عوض مجھے ہر ماہ ایک معقول رقم بطور انعام ملتی رہے گی اور اگر میں نے اس کے کہنے سے انکار کیا یا اس کا نام کسی اسٹیج پر بھی زبان پر لانے کی کوشش کی تو اس کے پالتو بدمعاش میرا بھی وہی انجام کریں گے جو اس سے پیشتر ماسٹر ٹونی کا کیا جا چکا تھا۔ میں اس بیان کے ساتھ ہی حکومت سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میری حفاظت کا معقول بندوبست کرے تاکہ میں تاریکی میں کسی نامعلوم سمت سے چلائی جانے والی گولی کا شکار ہونے سے محفوظ رہ سکوں۔

میں اپنا یہ حلفیہ بیان بغیر کسی جبر و تشدد یا دباؤ کے اپنی مرضی سے اپنے مکمل ہوش و حواس میں دے رہا ہوں۔"

ہمارے اخباری نمائندے نے ڈی ایس پی سراج سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ پولیس کے دوسرے ذرائع بھی اس سلسلے میں بڑی رازداری سے کام لے رہے ہیں بہرحال عنقریب سنسنی خیز انکشافات کی توقع کی جا رہی ہے۔ ہمارے نمائندے نے حقیقت حال جاننے کی خاطر کروڑپتی تاجر نرنجن لال سے بھی رابطے کی کوشش کی لیکن اس ضمن میں بھی کوئی واضح صورت حال نہیں معلوم ہو سکی۔ نرنجن لال کے گھر والوں کا بیان ہے کہ وہ کل رات تقریباً بارہ بجے ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس گھر والوں سے یہ کہہ کر نکلے تھے کہ وہ آدھے گھنٹے کے بعد واپس آ جائیں گے لیکن آخری کاپی پریس میں جانے تک ان کی واپسی کی کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔

واقعات اور ملزم قاسم علی کے حلفیہ بیان کی روشنی میں یہ بات بھی ممکن ہے کہ پولیس نے کل رات ہی نرنجن لال کو اپنی حراست میں لے لیا ہو۔ اس بات سے بھی روگردانی نہیں کی جا سکتی کہ ممکن ہے نرنجن لال نے وقتی طور پر پولیس سے بچنے کی خاطر راہ فرار اختیار کر لی ہو اصلی صورت حال کیا ہے اس کا انکشاف اگلے چوبیس گھنٹوں میں متوقع ہے۔"

خبر جہاں ختم ہوئی تھی وہاں ایک باکس بنا کر اس بیرر چیک کی تصویر شائع کی گئی تھی جو قاسم علی کے بیان کے مطابق اسے بطور انعام پیش کیا گیا تھا۔

وہ خبر میرے لیے کسی مژدہ جاں فزا سے کم نہیں تھی۔ مجھے یقین تھا کاروباری حلقوں میں نرنجن لال کے بارے میں شائع ہونے والی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلے گی لیکن سراج اس معاملے میں اتنی تیزی سے ایکشن لے گا مجھے اس کی توقع نہیں تھی اس کے علاوہ مجھے اس خبر میں کچھ باتیں ایسی بھی محسوس ہوئی تھیں جن کی وضاحت میں اپنی معلومات کے لیے ضروری سمجھتا تھا۔ وہ افراد جو پولیس کے محکمے سے وابستہ ہیں یا رہ چکے ہیں وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ کیس میں اگر ایک معمولی سا جھول بھی رہ جائے تو کورٹ میں ملزم کا وکیل سرکاری اہلکاروں اور گواہوں کی دھجیاں بکھیرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ نرنجن لال کے کیس میں کوئی نکتہ ایسا باقی رہ جائے جو اس کے حق میں فائدہ مند ہو اور اس کا وکیل اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ میں دوبارہ اپنی خوابگاہ میں آیا۔ سراج کو گھر پر فون کیا تو پتا چلا کہ وہ دفتر میں ہے پھر میں نے اسے دفتر کے ڈائریکٹ نمبر پر کال کیا تو ہمارا رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو مسٹر سراج" میں شہباز بول رہا ہوں۔"

"مجھے اس بات کی توقع تھی کہ آپ اخبار پڑھتے ہی مجھے فون ضرور کریں گے" دوسری جانب سے سراج کی آواز ابھری۔ اس کی آواز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے نرنجن لال پر ہاتھ ڈال کر ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔

"کیا اخبار میں جو کچھ شائع ہوا ہے آپ اس سے متفق ہیں؟"

"ضروری نہیں ہے۔" سراج نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "خبریں حاصل کرنے کے لیے ہر اخبار والوں کے اپنے ذرائع ہوتے ہیں۔ کچھ نمائندے صرف حقیقت کو شائع کرتے ہیں لیکن کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہر خبر کو نمک مرچ لگا کر بڑھا چڑھا کر شائع کرتے ہیں۔ ہر ایک کا اپنا ایک علیحدہ مزاج ہوتا ہے۔ ہم کسی کو مجبور نہیں کر سکتے۔"

"لیکن ان خبروں کے بارے میں متعلقہ اداروں کو جواب دہ بھی ہونا پڑتا ہے۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "مثلاً" میں نے اپنے ہاں آنے والے اخبار میں جو

ضروری ہے اس میں کچھ باتیں تفصیل طلب رہ جاتی ہیں۔"

"مثلاً؟"

"پہلی بات یہ ہے کہ قاسم علی نے جو بیان دیا ہے وہ پہلے کیوں نہیں دیا۔"

"یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔" سراج نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے زنجن لال سے ڈرتا ہو یا اسے اس بات کا یقین رہا ہو کہ زنجن لال کے سلسلے میں اس کی خاموشی اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے جیسا کہ اب اس کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔"

"پھر اس نے موجودہ بیان کیوں دیا۔" میں نے دوسرے زاویے سے سوال کیا۔

"اس لیے کہ وہ آپ جیسے مہربان مالکان سے غداری نہیں کر سکتا۔" سراج نے بدستور بے پروائی سے کہا۔ "ویسے انسان کا ضمیر کسی وقت بھی بیدار ہو سکتا ہے۔ ایک شخص عرصہ دراز تک گناہ کرنے کے بعد اگر توبہ کرے اور صراط مستقیم کو اپنائے تو اس کے اوپر کوئی بندش تو عائد نہیں کی جا سکتی۔"

"اور وہ پچیس ہزار کا چیک۔"

"وہ ہماری فائل پر موجود ہے۔" سراج نے مختصر کہا۔

"کیا زنجن لال واقعی وقتی طور پر روپوش ہو گیا ہے؟"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے تھوڑے سے توقف سے کہا۔ "آپ خود بھی ایک پولیس آفیسر رہ چکے ہیں۔ کامیاب پولیس آفیسر وہی کہلاتا ہے جو کیس کو سنگین نوعیت کے سانچوں میں ڈھال کر پیش کرے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں فون پر اس سے زیادہ سمجھا بھی نہیں سکتا۔" سراج نے کسی مصلحت کی بنا پر گول مول جواب دیا۔ "فی الحال آپ اتنا سمجھ لیں کہ قاسم علی کے بیان کے بعد جب ہم نے مجسٹریٹ کے ساتھ چھاپا مارا اس وقت زنجن لال گھر پر موجود نہیں تھا۔"

"کیا اس کو حالات کی اطلاع مل چکی تھی؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"پچیس ہزار والے چیک کی بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"میرا خیال ہے کہ کچھ باتیں براہ راست ملاقات کے لیے بھی چھوڑ دینی چاہئیں۔" سراج نے جواب دیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ فون پر کچھ باتوں کی تفصیل بیان کرنے سے گریز کر رہا ہے چنانچہ میں نے اسے زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا لیکن میرا دل بہرحال اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ ڈی ایس پی سراج نے زنجن لال کو قانونی شکنجوں میں پوری طرح جکڑنے کی خاطر کچھ ایسے ہتھکنڈے بھی ضرور استعمال کیے ہوں گے جو خاص اور اہم ملزموں کے سلسلے میں اختیار کیے جاتے ہیں۔

میں ضروریات سے فارغ ہو کر ناشتے کی میز پر پہنچا تو والد صاحب اور والدہ دونوں خلاف توقع کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔ مجھے یقین تھا کہ زنجن لال والی خبر پڑھنے کے بعد میرے سلسلے میں ان کا فکرمند ہونا قدرتی بات تھی لیکن میں بظاہر ایسا بنا رہا جیسے میں نے سرے سے اخبار کا مطالعہ ہی نہ کیا ہو۔

"شہباز بیٹے" ناشتے کے دوران امی نے مجھ سے کہا۔ "تم نے باہر جانے کے سلسلے میں کیا سوچا ہے؟"

"ابھی کوئی پروگرام نہیں بنایا۔" میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ "کوئی خاص بات؟"

"مجھے بڑے ابا کے خواب والے اشارے کا خیال رہ رہ کر آ رہا ہے۔"

"میرا بھی یہی مشورہ ہے کہ اگر تم کچھ عرصے کے لیے ملک سے باہر چلے جاؤ تو مناسب ہو گا۔" والد صاحب بولے۔ "تمہاری غیر موجودگی میں، میں تمہارے کاروبار کا خیال رکھوں گا۔"

"لیکن اتنی جلدی کیا ہے؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"تم نے شاید آج کا اخبار نہیں پڑھا۔" والد صاحب نے کہا اس کے ساتھ اخبار میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے ایک بار اس خبر کو سرسری طور پر دیکھا پھر سنجیدگی سے بولا۔

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ قاسم علی کو جان بوجھ کر ڈکیتی کے کیس میں ملوث کرنے کی کوشش کی گئی ہو گی ورنہ وہ اتنا احمق نہیں ہو سکتا تھا کہ لوٹ کا مال اپنے ہی کوارٹر میں رکھ کر خود کو مصیبت میں ڈالنے کی بیوقوفی کرتا۔"

"بات قاسم علی کی نہیں زنجن لال کی ہے۔" والد صاحب نے جواب دیا۔ "تم اسے اتنا نہیں جانتے جتنا میں واقف ہوں۔ ایک نمبر کا خود غرض اور کینہ خصلت ہے۔"

"لیکن ــــــ؟"

"اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ڈوبتے وقت اپنے بچانے والے کو بھی موت کے منہ میں گھسیٹ لیتا ہے۔" والد صاحب نے اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "قاسم علی کے بیان کے بعد اس حرامزادے کے دل میں

سب سے پہلے یہی خیال ابھرا ہو گا کہ اسے پھانسنے میں تمہارا ہاتھ ضرور شامل ہو گا۔ مقدمے کی کارروائی کے دوران وہ تمہاری شخصیت اور کاروبار پر بھی کیچڑ اچھالنے کی کوشش سے باز نہیں آئے گا۔ تجارتی رقابت میں اس قسم کے ہتھکنڈے عام طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔"

"وہ تو زنجن لال میرے یہاں سے چلے جانے کے بعد بھی کر سکتا ہے۔" میں نے دلیل پیش کی۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم بار بار عدالت کے کٹہرے میں جا کر کھڑے ہو۔" والد صاحب نے جواب دیا۔ "تم یہاں نہ ہو گے تو تمہاری پیروی تمہارے وکیل بھی کر لیں گے۔"

"وہ تو اب بھی ہو سکتا ہے۔"

"ہو تو سب کچھ سکتا ہے لیکن دور اندیشی کا تقاضا یہی ہے کہ تم وقتی طور پر سامنے سے ہٹ جاؤ۔" امی نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ بڑے ابا نے اسی وجہ سے تمہیں پانی کا سفر اختیار کرنے کا اشارہ دیا ہو۔"

"آپ شاید بھول رہی ہیں امی حضور کہ میری رگوں میں ایک پٹھان کا خون دوڑ رہا ہے۔" میں نے والد صاحب کو منانے کی خاطر کہا۔ "مردانگی تو اسی میں ہے کہ انسان ہر حال میں دشمن سے سینہ تان کر مقابلہ کرے۔ نفع و نقصان عزت، شہرت، دولت اور ذلت دینا تو اوپر والے کا کام ہے۔ انسان کو کبھی حالات کے سامنے بزدلوں کی طرح گھٹنے نہیں ٹیکنا چاہیے۔"

"مجھے یاد ہے۔" والد صاحب کرسی پر پہلو بدل کر بولے۔ "یہی جملے ایک بار میں نے بھی تم سے کہے تھے لیکن میں تمہیں مصلحتاً اور وقتی طور پر باہر جانے کا مشورہ دے رہا ہوں۔ رہا زنجن لال کا سوال تو میں اسے نطفہ ناتحقیق کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اگر اس نے تمہاری جانب آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی کوشش کی تو میں اب بھی اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالنے کی طاقت رکھتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ ان سب باتوں کی نوبت نہیں آئے گی۔" میں نے کہا۔ "میں سراج سے مل کر حالات کی تفصیل معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس کے بعد اگر مناسب ہوا تو آپ لوگوں کے مشورے پر ہی عمل کروں گا۔"

"بات مناسب یا نامناسب کی نہیں ہے۔" امی نے تیزی سے کہا۔ "بڑے ابا کی نظریں جہاں تک پہنچ سکتی ہیں وہاں تک ہمارا خیال بھی نہیں جا سکتا۔ تم چاہو تو سراج سے مل لو لیکن میں پھر بھی یہی کہوں گی کہ تم جتنی جلدی سمندر پار کر لو اتنا ہی اچھا ہے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر امی حضور۔" میں نے چائے کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ نے بڑے ابا کے اشارے کا مطلب غلط سمجھا ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مجھے سمندری سفر سے روکنے کا اشارہ کیا ہو۔"

میری بات میں چونکہ وزن تھا اس لیے امی نے کچھ نہیں کہا البتہ یہی اصرار کرتی رہیں کہ اب مجھے اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے۔ والد صاحب نے ایک بار پھر مجھے پرسنل سیکورٹی گارڈ ملازم رکھنے کا مشورہ دیا۔

ناشتے سے فارغ ہو کر دفتر جاتے ہوئے مجھے اچانک کاکا کا خیال آ گیا۔ اس نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ اگر مجھے زندگی عزیز ہے تو میں کہیں دور چلا جاؤں ورنہ تمام زندگی ہاتھ ملتا رہ جاؤں گا۔ ناشتے کی میز پر میں نے امی سے محض تفریحاً "بات کہی تھی کہ ممکن ہے انہوں نے بڑے بابا کا اشارہ سمجھنے میں غلطی سے کام لیا ہو لیکن اب میں بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کر رہا تھا کہ کیا رحمانی اور شیطانی قوتیں کسی ایک شخص کے لیے ایک ہی لائن پر سوچ سکتی ہیں؟ میرا دل تو گواہی دے رہا تھا کہ کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے "کہاں؟ کاش میں اس بات پر پہلے غور کر لیتا لیکن شاید ایسا ممکن نہیں تھا اس لیے کہ تقدیر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔

☆

شنکر کی خاموشی اور کاکا کی خفگی نے مجھے عجیب سے مخمصے میں ڈال دیا تھا۔ زنجن لال نے پنڈت جسی دھر کی خدمات حاصل کی تھیں اور پنڈت جسی دھر کے اشارے پر شنکر کی گندی قوت زنجن کے لیے کام کر رہی تھی پھر زنجن لال کو مصیبت میں گھرا دیکھ کر بھی وہ خاموش کیوں تھا؟ اس خبیث نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ میرے راستے میں اتنی رکاوٹیں اور پیچیدگیاں پیدا کر دے گا کہ میں سکون کی سانس لینے کو ترس جاؤں گا پھر اس کی خاموشی کیا معنی رکھتی تھی؟ کیا پنڈت جسی دھر کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کے بعد وہ محتاط ہو گیا تھا؟ کیا وہ یہ سوچ کر اپنی حد تک محدود ہو گیا تھا کہ مجھ سے ٹکرانے کی صورت میں اس کا انجام بھی اپنے گرو دیو دھر جیسا ہو گا۔ کیا وہ واقعی مجھ

سے خوفزدہ ہو گیا تھا یا اندر ہی اندر کسی بھرپور جوابی حملے کی تیاری کر رہا تھا؟

ڈی ایس پی سراج نے زنجن لال کو ٹریپ کرنے کی خاطر جو جال تیار کیا تھا اس کے بارے میں مجھے بعد میں تفصیل سے معلوم ہوا۔ جس شام قاسم علی کا بیان ہوا تھا اور رات مجھے زنجن لال کے گھر پر چھاپا مارا گیا تھا اسی رات خود سراج کے سادہ لباس والوں نے ایک طے شدہ پروگرام کے تحت زنجن کو دوست بن کر حالات سے باخبر کر دیا تھا۔ اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے کی خاطر وہ ایک لمحے کے لیے بھی پولیس کی تحویل میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ اسے ہائی سرکل میں اپنے تعلقات پر بھرپور اعتماد تھا۔ صبح ہونے کے بعد وہ اپنی ضمانت قبل از گرفتاری کے لیے وکیلوں اور بیرسٹروں کی پوری ایک ٹیم کھڑی کر سکتا تھا۔ قاسم علی کے بیان کے بارے میں نامعلوم افراد کی جانب سے وصول ہونے والی کال کے بعد اس نے لازمی طور پر یہی سوچا ہو گا کہ اس سارے پلان کی پشت پر میرا ہاتھ ہو گا وہ مجھ سے شکست قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھا اس لیے بڑی آسانی سے کسی چوہے کی طرح ٹریپ ہو گیا۔

سراج کے سادہ لباس والے زنجن لال کو فون کرنے کے بعد اپنے اگلے اقدام کے لیے پوری طرح تیار تھے۔ چنانچہ زنجن لال نے جیسے ہی گھر سے باہر قدم نکالا خود سراج کے آدمیوں نے اسے اغوا کر لیا۔ اس کے بعد چھاپے کے دوران زنجن لال کا گھر پر نہ ملنا قاسم علی کے بیان کو تقویت پہنچانے کے لیے بہت کافی تھا۔ سراج نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا تھا۔ دو روز تک سراج اور اس کے عملے کے افراد زنجن لال کی گرفتاری کے لیے مختلف مقامات پر چھاپے مارتے رہے۔ اخباروں میں روزانہ زنجن گروپ آف انڈسٹریز کے بارے میں گرما گرم خبریں شائع ہوتی رہیں پھر تیسرے دن زنجن لال منظر عام پر آ گیا۔ اس کی کیفیت کسی ایسے آدم خور شیر سے مختلف نہیں تھی جس کے منہ سے اس کا تازہ تازہ شکار چھین لیا گیا ہو۔ وہ دو روز تک اپنی گمشدگی کا کوئی معقول جواز پیش کرنے سے قاصر تھا۔ پولیس کے خلاف وہ کوئی بیان نہیں دینا چاہتا تھا۔ شاید اس لیے کہ وہ قاسم علی کی وجہ سے براہ راست مجھے اپنا دشمن سمجھ رہا تھا اس لیے کہ جب ندیم نے اسے اغوا کیا تھا تو میں بھی اس سے مل چکا تھا۔

بہرحال زنجن کی پریشانی قابل دید تھی۔ گمشدگی کے دوران ہی اس کی طرف سے ضمانت قبل از گرفتاری کی جو

درخواست عدالت کے سامنے پیش کی گئی تھی وہ اس بات کی دلالت کے لیے کافی تھی کہ زنجن لال نے دیدہ و دانستہ دو روز تک خود کو قانون کی نظروں سے دور رکھا تھا۔ اس اہم نکتے سے نہ صرف یہ کہ قاسم علی کے بیان کو اہمیت حاصل ہو گئی تھی بلکہ سراج کے بچھائے ہوئے جال کو بھی اور مضبوط کر دیا تھا۔ پولیس کی جانب سے ضمانت کے حکم نامہ کو منسوخ کرنے اور زنجن لال کا جسمانی ریمانڈ حاصل کرنے کی درخواست پیش کی گئی لیکن عدالت نے جرم کی صحت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسے رد کر دیا۔ البتہ زنجن لال کو اس بات کے لیے پابند کر دیا گیا کہ وہ پولیس یا عدالت کے تحریری حکم نامے کے بغیر شہر سے باہر جانے کی کوشش نہیں کرے گا۔

میں نے فوری طور پر باہر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ سراج نے بھی والد صاحب کو یہی سمجھایا تھا کہ زنجن لال ہو سکتا ہے کہ مجھے فریق بنانے کی کوشش کرے اور ایسی صورت میں اگر میں ملک سے باہر چلا گیا تو میری پوزیشن قانون کی نظر میں مشکوک ہو سکتی ہے والد صاحب چونکہ

خود ڈی آئی جی کے عہدے پر پہنچنے کے بعد ملازمت سے سبکدوش ہوئے تھے اس لیے سراج کی بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔ ویسے میں نے ان کے اصرار پر حفظ ماتقدم کے طور پر ڈرائیور کی شکل میں ایک سیکیورٹی گارڈ ضرور رکھ لیا تھا۔

اس وقت میں اپنے آفس میں بیٹھا ضروری فائلوں کا مطالعہ کر رہا تھا جب ندیم داخل ہوا اور مجھے فائل بند کر دینی پڑی۔ خلاف توقع ندیم اس روز کچھ زیادہ ہی ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ یہاں میں ایک اہم بات یہ بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب سے زنجن لال کے بارے میں خبریں اخبار میں شائع ہونی شروع ہوئی تھیں ندیم کا بیشتر وقت میرے ساتھ گزرتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا نہیں تھا لیکن اندازہ ضرور تھا کہ اس نے اپنے خاص اور وفادار گرگوں کو بھی میری حفاظت کے لیے تعینات کر رکھا ہو گا۔

"خیریت۔" میں نے اس کے چہرے پر مچلنے والی شوخ مسکراہٹ کو بغور محسوس کرتے ہوئے دریافت کیا۔ "کوئی خاص بات؟"

"پہلے عارفہ کے ہاتھوں کی بنی ہوئی گرما گرم کافی پلواؤ پھر بتاؤں گا۔" اس نے حسب معمول بے تکلفی کا مظاہرہ کیا اور مجھے مجبوراً اس کی فرمائش پوری کرنی پڑی۔ کافی کا پورا کپ ڈکار لینے کے بعد وہ یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ کچھ دیر تک میرے چہرے کو گھورتا رہا پھر ایک سرد آہ بھر کر بولا۔

"جانتے ہو میں اس وقت تمہارے پاس کس لیے آیا ہوں؟"

"سوری مجھے علم غیب سے کوئی دلچسپی نہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"تمہاری شاگردی صدق دل سے قبول کر لو۔ ہر بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔"

"بکشو بلی چوہا——"

"نہ نہ——" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اب چوہے کے لنڈورے رہنے کے دن ختم ہو گئے۔"

"کہاں سے آ رہے ہو؟" میں نے اس کی بات کا مفہوم کچھ کچھ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"تسنیم کے پاس سے اٹھ کر سیدھا تمہاری طرف ہی آ رہا ہوں۔" ندیم نے کہا پھر کڑوا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں نے آج تسنیم سے دو ٹوک فیصلہ کر ہی لیا۔"

"کیا فیصلہ ہوا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہمت برا اسرار۔" ندیم نے مایوس لہجے میں جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ بغیر کسی دنگا فساد اور چوں چرا کے مجھ جیسے شخص کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئی۔"

مجھے ندیم کے جملے پر ہنسی آ گئی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ مجھے دفتر کے بہت سارے ضروری کام نمٹانے تھے لیکن اس نے ایک نہ سنی اور زبردستی اپنے ساتھ مجھے گھسیٹ کر لے گیا پھر راستے میں مجھے خوشخبری سنائی کہ وہ دو روز بعد نہایت سادگی کے ساتھ محض چند مخصوص واقف کاروں کی موجودگی میں تسنیم کو اپنی شریک حیات بنانے کا فیصلہ کر چکا ہے اور ہوا بھی ایسا ہی۔ تسنیم دو روز بعد دلہن بن کر اس کے گھر منتقل ہو گئی۔ اس روز تسنیم کی ذمے داری سے سبکدوش ہونے کے بعد مجھے بے پناہ مسرت حاصل ہوئی تھی۔

□

زنجن والا کیس عدالت میں پیش ہو چکا تھا۔ خلاف توقع اس نے مجھے یا میری فرم کو فریق بنانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ شہر کے تین چوٹی کے وکیل اس کی جانب سے کیس کی پیروی کر رہے تھے۔ اخبارات ہر پیشی کی روداد نمک مرچ لگا کر عوام تک پہنچا رہے تھے۔ پولیس کیس کے جواب میں زنجن لال نے اپنے بیان میں یہ موقف اختیار کیا تھا کہ نادر کنسٹرکشن میں ملازمت سے پیشتر قاسم علی نے زنجن لال کی فرم میں ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اسے ملازمت نہیں مل سکی جس کے بعد وہ یہ دھمکی دے کر چلا گیا تھا کہ وہ ہر قیمت پر زنجن لال گروپ آف انڈسٹریز کو بدنام کرنے کی کوشش کرے گا اور یہ موقع اسے اس وقت حاصل ہو گیا تھا کہ جب پولیس نے اسے سیٹھ پرشوتم کے گھر ہونے والی ڈکیتی کی واردات میں لوٹے گئے مال سمیت اس کے گھر سے گرفتار کیا تھا۔ جب تک وہ حوالات میں رہا اس نے زنجن لال کے خلاف کوئی بیان نہیں دیا لیکن ضمانت پر رہا ہونے کے بعد اس نے ایک بار پھر زنجن لال کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی اور اس کے خلاف جھوٹا بیان دے ڈالا۔ جوابی بیان کے ساتھ کچھ معتبر لوگوں کی فہرست بھی تھی۔ جنہوں نے عدالت کے روبرو پیش ہو کر قاسم علی کے خلاف گواہی دی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ زنجن لال نے ان گواہوں کو دولت کے بل بوتے پر خرید لیا ہو گا۔

پچیس ہزار کے بیرر چیک کے بارے میں زنجن لال کے دفتر کے ایک ذمے دار ملازم نے یہ بیان دیا تھا کہ وہ اس چیک کو کیش کرانے بینک گیا تھا جہاں اتفاق سے قاسم

علی بھی اپنے کسی ساتھی کے ساتھ موجود تھا جس نے موقعے پر عین اس وقت چیک کو جھپٹ لیا جب اسے کاؤنٹر پر پیش کیا گیا تھا۔ اس ضمن میں متعلقہ بینک کے کاؤنٹر کلرک نے عدالت میں پیش ہو کر نرنجن لال کی طرف سے گواہی دی تھی اور قاسم علی کو شناخت بھی کر لیا تھا۔ بینک پر تعینات ڈیوٹی گارڈ کا بیان تھا کہ جس وقت وہ واردات پیش آئی اس وقت وہ باتھ روم گیا ہوا تھا اس لیے وہ قاسم علی کو بھاگتے ہوئے نہیں دیکھ سکا البتہ اس نے قاسم علی کو اندر آتے دیکھا ضرور تھا اور اسے عدالت کے سامنے شناخت بھی کیا تھا۔

عدالت کی کارروائی ہوتی رہی۔ ایک کے بعد دوسری تاریخ پڑتی رہی۔ میرے علاوہ خود سراج کا بھی ذاتی خیال یہی تھا کہ کیس کا فیصلہ نرنجن لال کے حق میں ہو گا لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں اس بات کی خوشی تھی کہ نرنجن لال کا نام اخباروں کے ذریعے خاصا اچھل چکا تھا۔ ایک روز پیشی کے بعد میں نے سراج سے ملاقات کر کے کہا۔

"مجھے کیس سے زیادہ قاسم علی کی فکر دامن گیر ہے۔ اگر نرنجن لال کیس جیت گیا تو قاسم علی ڈکیتی کے علاوہ جھوٹا مقدمہ قائم کرنے کے سلسلے میں اور زیادہ پھنس جائے گا۔"

"میں اس بات سے غافل نہیں ہوں۔" سراج نے کہا۔ "میں نے ہر طرح سے کیس کو مضبوط بنا کر پیش کیا تھا لیکن ـــــ"

"نرنجن لال کی دولت نے آپ کے کیس کو کمزور کر دیا۔" ندیم جو میرے ساتھ ہی تھا بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "اس کے وکیلوں نے استغاثہ کی مضبوط کہانی کی دھجیاں اڑا دی ہیں اور اب قاسم علی کی زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔"

"وہ کس طرح۔" سراج نے پوچھا۔

"آپ کا کیا خیال ہے؟ نرنجن لال کیا اپنی شہرت کو پہنچنے والے دھچکے کا انتقام نہیں لے گا۔" ندیم نے کہا۔ "اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی یہی کرتا اور اتنی خوبصورتی سے اپنے دشمن کو راستے سے ہٹاتا کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی دم گھٹنے یا اچانک پڑنے والے دل کے دورے کی کہانی سناتی ـــ سائنس اب بہت ترقی کر گئی ہے مائی ڈیئر مسٹر سراج، جرائم کی دنیا کے طور طریقے بھی اب بڑے سائنٹفک ہو چکے ہیں۔"

"میں کیس کی نوعیت کو سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے

ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "حیرت تو اس بات پر ہے کہ میں نے جو گواہ قاسم علی کی طرف سے کھڑے کیے تھے وہ بھی عدالت کے سامنے منحرف ہو گئے۔"

"میں نے آپ سے کہا بھی تھا کہ انسان کو آہنی ہتھکڑیاں پہنا کر جکڑا جا سکتا ہے لیکن نادیدہ شیطانی قوتوں کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔" میں نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "مجھے نرنجن لال کی جیت یا ہار کی کوئی پروا نہیں ہے، میری دلچسپی قاسم علی کی ذات سے ہے۔ ہمیں اب صرف اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ قاسم علی کو سیٹھ پرشوتم والے ڈکیتی کیس سے کس طرح گلو خلاصی مل سکتی ہے۔"

"میں اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کروں گا کہ آپ کو مایوسی نہ ہو۔" سراج نے جواب دیا پھر بولا۔ "نرنجن لال نے اپنی گمشدگی کے سلسلے میں شہر سے باہر ہونے کا جو موقف پیش کیا ہے کہ اس کے گواہ بھی ایسے باعزت اور اعلیٰ عہدوں پر فائز افراد ہیں کہ عدالت بھی ان کو جھٹلانے سے گریز کر رہی ہے۔"

"محبت اور جنگ میں ہر حربے کا استعمال جائز ہوتا ہے۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید کوئی بھی مقدمہ عدالت تک نہ جاتا ـــ مجرم خود اپنے آپ کو سزا دے لیا کرتا۔"

سراج کے پاس سے اٹھنے کے بعد بہت دیر تک میری اور ندیم کی اسی موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ سراج کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا، اس نے میری خاطر ایک بڑا رسک لینے کی کوشش کی تھی، اسے اپنی کامیابی کا یقین تھا لیکن حالات جس انداز میں اپنا رخ تبدیل کر رہے تھے اس نے خود سراج کو بھی الجھن میں ڈال دیا تھا۔ پرشوتم بدستور مینٹل اسپتال میں زیرِ علاج تھا۔

میں نے قاسم علی کے سلسلے میں دو ایک بار کالکا کو یاد کیا لیکن اس کی جانب سے اشارہ نہیں ملا، شنکر بھی منظرِ عام سے ہٹ گیا تھا مگر میری اطلاع کے مطابق وہ روپ نگر میں اپنے جھونپڑے تک محدود ہو کر رہ گیا تھا مگر ان تمام باتوں کے باوجود میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اندر ہی اندر کوئی نہ کوئی کھچڑی ضرور پک رہی ہے۔ شنکر سے کسی شرافت کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ پنڈت جیسی دھرا والے معاملے میں سفید ریش کمبل پوش بزرگ بھی خفا ہو گئے تھے لیکن ان کا دیا ہوا تحفہ انگوٹھی کی صورت میں بدستور میری انگلی میں موجود تھا مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ آج تک وہ متبرک انگوٹھی میرے سوا کسی اور کو نظر نہیں آسکی تھی بزرگ کی ہدایت بھی یہی تھی کہ میں اس کے سلسلے میں اپنی زبان ہمیشہ بند رکھوں۔

مجھے نرنجن لال والے کیس سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی بلکہ مجھے اب اس غلطی کا احساس ہو رہا تھا کہ میں نے قاسم علی کو نرنجن لال کے خلاف بیان کے لیے کیوں آمادہ کیا تھا۔ پہلے وہ صرف ڈکیتی کے کیس میں ملوث تھا جس سے بچنے کے لیے بہت ذرائع استعمال کیے جا سکتے تھے لیکن نرنجن لال کے کیس جیت جانے کی صورت میں وہ ایک باعزت آدمی کے خلاف جھوٹا مقدمہ دائر کرنے کے عوض ایک نئے جرم میں ملوث ہو سکتا تھا، نرنجن لال اس پر ہتکِ عزت کا دعویٰ بھی دائر کر سکتا تھا اور یہ بھی ناممکن نہیں تھا کہ قاسم علی دلدل میں گلے گلے تک پھنسنے کے بعد اپنی زبان سے سچ اگل دیتا۔ ایسی صورت میں میری اور سراج دونوں کی پوزیشن وقتی طور پر خراب ہو سکتی تھی۔

جس روز نرنجن لال والے کیس کا فیصلہ سنایا جانے والا تھا اس روز عدالت کا کمرا کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ میرے اور ندیم کے علاوہ نرنجن بھی اگلی نشستوں پر بیٹھا تانے بیٹھا تھا، سراج کچھ زیادہ ہی نروس نظر آرہا تھا شاید اس لیے کہ اسے اس بات کا علم پہلے سے ہو چکا تھا کہ کیس کا فیصلہ کیا ہو گا۔ فاضل مجسٹریٹ اپنی کرسی پر بیٹھا سامنے رکھی ہوئے فائل کو دیکھ رہا تھا ہر فرد کی نظریں مجسٹریٹ کے چہرے پر مرکوز تھیں لیکن پھر اس سے پیشتر کہ مجسٹریٹ اپنا فیصلہ پڑھ کر سناتا عدالت میں شہر کا نامی گرامی بدمعاش اور ہسٹری شیٹر دھن راج موچھوں پر تاؤ دیتا اور سینہ تانے داخل ہوا پھر اس نے براہِ راست مجسٹریٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آج دھن راج آپ کی سیوا میں اپنے پاپوں کا پرائشچت کرنے کے کارن حاضر ہوا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو ـــ" مجسٹریٹ نے دھن راج کو ناپسندیدہ نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"قاسم علی نردوش ہے مہاراج۔" دھن راج نے سنجیدگی سے کہا۔ "سیٹھ پرشوتم کے گھر میں نے ڈاکا مارا تھا۔ قاسم علی میرے مکان کے قریب رہتا ہے اس لیے میں نے لوٹ کا سامان اس کے مکان کے ایک کمرے میں رکھ دیا میرا ارادہ تھا کہ دو چار روز بعد معاملہ ٹھنڈا پڑ جائے گا تو وہ سامان وہاں سے ہٹا دوں گا لیکن کسی حرام کے تخم نے پولیس کو مخبری کر دی اور قاسم علی قانون کے چنگل میں پھنس گیا ـــ جیون سب کو پیارا ہوتا ہے مجسٹریٹ صاحب اس لیے میں خاموش رہا لیکن آج مجھے خیال آیا کہ اگر میرے کرتوتوں کی سزا کسی اور کو سنائی گئی تو میرے من کو کبھی شانتی نہ ملے گی وہ لوگ اور پولیس کے کارندے جو میرا نام سن کر کانپتے ہیں وہ بھی دھن راج کو نامرد کہہ کر پکاریں گے اسی کارن میں آپ کے سامنے پیش ہو گیا ہوں۔" دھن راج نے بدستور کھوس آواز میں کہا۔ "قاسم علی ایک شریف اور ڈرپوک آدمی ہے، اسے میں نے ہی نرنجن لال جی کے خلاف بیان دینے کو کہا تھا ـــ انکار کرنے کی صورت میں، میں نے اسے جان سے مار دینے کی دھمکی دی تھی قاسم علی کو بھی جیون پیارا تھا اس لیے وہ دھن راج کا حکم ماننے سے انکار نہیں کر سکا۔" دھن راج نے قاسم علی کی طرف دیکھ کر بدمعاشوں جیسے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس بھلے مانس کو تو یہ بھی پتا نہیں کہ اس کے مکان اور ہر کمرے کی ایک ایک چابی میں نے بھی بنوا رکھی تھی یہ تو میرے حکم کے انوسار قربانی کا بکرا بننے کو تیار ہو گیا۔"

"دھن راج ـــ" مجسٹریٹ کی پاٹ دار آواز گونجی۔ "کیا تم جانتے ہو کہ کیا کہہ رہے ہو، تمہارا بیان تمہیں پھانسی کے تختے تک بھی لے جا سکتا ہے تمہیں لمبی سزا بھی ہو سکتی ہے۔"

"پھانسی کا پھندا ـــ" دھن راج نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "دھن راج کے لیے پھانسی کا پھندا

اس لٹکتے سسکتے مجرے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا جو کسی ویشیا کے کوٹھے پر کسی ننھے پنچھی پکھیرو کو پھانسنے کے کارن بڑے لاڈ سے اس کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ رہی لمبی سزا تو دھن راج کو جیل خانوں کی ہوا ہمیشہ راس آئی ہے' اس چاردیواری کے اندر تو ایک عجیب سواد ہوتا ہے۔ وہاں کیول اپنا راج ہوتا ہے۔ کیا سمجھے۔"

"گرفتار کرواتے۔" مجسٹریٹ نے حکم دیا تو عدالت میں موجود مسلح پولیس والوں نے اسے گرفتار کرلیا۔ دھن راج نے کوئی مزاحمت نہیں کی' عجیب نظروں سے قاسم علی کو دیکھ کر مسکراتا رہا۔

عدالت میں دھن راج کی اچانک آمد اور بساط کا خلاف توقع پلٹ جانا ہر شخص کے لیے تعجب خیز تھا' میں بھی اسی بارے میں غور کررہا تھا کہ اچانک میرے کانوں میں کالکا کی سرد آواز گونجی۔

"تمہارے اوپر کوئی دوش نہ آنے پائے اس کارن میں نے قاسم علی کو دودھ کی مکھی کی طرح کیس سے باہر نکال دیا اب میں جارہی ہوں پر تو جاتے جاتے ایک بار پھر تم کو مشورہ دے رہی ہوں کہ میرا کہا مان لو۔۔۔۔ کہیں دور چلے جاؤ ورنہ سارا جیون ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔"

میں نے جواب میں کالکا سے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ اپنا کام پورا کرکے واپس لوٹ گئی تھی۔۔۔۔ میں سنجیدگی سے کالکا کے مشورے پر غور کرنے لگا!

جس روز دھن راج نے عدالت کے روبرو اپنے جرم کا اقرار کیا اس کے تقریباً" دس روز بعد قاسم کو باعزت طور پر بری کردیا لیکن جس روز وہ بری ہوا اس کے دوسرے ہی روز وہ ایک حادثے کا شکار ہوگیا' اسے فوری طور پر اسپتال پہنچایا گیا اس کی حالت خاصی تشویش ناک تھی مجھے جس وقت اس حادثے کی اطلاع ملی اس وقت ندیم بھی میرے پاس موجود تھا چنانچہ حادثے کی خبر ملتے ہی ہم دونوں برق رفتاری سے اسپتال پہنچے جہاں قاسم علی بستر پر پڑا موت اور زیست کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اس کو خون دیا جارہا تھا' ڈاکٹر اس کی زندگی بچانے کی خاطر جان توڑ کوشش کررہے تھے ٹونی نے مجھے علیحدگی میں لے جاکر بتایا کہ حادثے کی وجہ سے قاسم علی کے پیروں کی ہڈیاں ٹوٹ چکی ہیں' ریڑھ کی ہڈی بھی بری طرح متاثر ہوئی ہے لیکن ڈاکٹروں کا مشورہ تھا کہ پہلے مریض کے دل کی کیفیت اور نبض کو بحال کیا جائے اس کے بعد ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑ کر اس کا پلاسٹر کیا جائے میں خود اپنی نظروں سے دیکھ چکا تھا کہ قاسم علی کو رک رک کر سانس آرہی تھی۔

"حادثہ کب اور کس طرح ہوا؟" میں نے ماسٹر ٹونی سے پوچھا۔

"قاسم علی سڑک عبور کرکے سائٹ پر آرہا تھا کہ ایک برق رفتار کار اس کو ٹکر مارتی ہوئی گزر گئی۔" ماسٹر ٹونی نے مجھے بتایا۔ "مزدوروں نے اس حادثے کو اپنی نظروں سے دیکھا ہے ان کا خیال ہے کہ جس کار سے حادثہ پیش آیا تھا یا تو اس کے بریک خراب تھے یا پھر اسے ڈرائیو کرنے والے نے اتنی پی رکھی ہوگی کہ اس کو سرے سے اس حادثے کا علم ہی نہ ہوسکا ہو اس لیے کہ حادثے کے بعد بھی کار کی رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔"

"کیا کسی نے گاڑی کے نمبر نوٹ کیے تھے۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا پھر جب ماسٹر ٹونی نے گاڑی کے نمبر بتائے تو وہ مجھ سے یہ کہہ کر چلا گیا کہ ایک ضروری فون کرکے واپس آتا ہوں۔

ماسٹر ٹونی سے حادثے کی روداد سننے کے بعد میں دوبارہ قاسم علی کے بستر کے قریب آگیا جہاں اس کے دل کی دھڑکن سے یہی محسوس ہورہا تھا کہ اسے سانس لینے میں خاصی دشواری ہورہی ہے وہ آنکھیں بند کیے بستر پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔ ڈاکٹروں نے مجھے بتایا کہ اسے نیند کا انجکشن دے دیا گیا تھا تاکہ وہ درد کی اذیتناک شدت سے نجات حاصل کرسکے۔ ان کا خیال تھا کہ قاسم علی کو دوبارہ ہوش آنے میں چار پانچ گھنٹے لگیں گے۔

قاسم علی کے زخموں سے ابھی تک خون رس رس کر جسم پر بندھی پٹیوں کو سرخ کررہا تھا۔ مجھے اپنے عملے کے ہر فرد سے محبت تھی' میرے لیے ان کی زندگیاں کسی مشین کے ایسے پرزے سے کم اہم نہیں تھیں جس کے متاثر ہوجانے سے مشین ٹھپ ہوسکتی تھی میری کامیابی میں میرے عملے کا بہت ہاتھ شامل تھا' ان کی زندگیاں میرے لیے بہت قیمتی تھیں چنانچہ میں نے پاس کھڑے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"آپ کا کیا خیال ہے مریض کے بارے میں۔"

"ابھی کوئی بات پورے یقین سے نہیں کہی جاسکتی۔" ڈاکٹر قاسم علی کی نبض سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے سرگوشی کی۔ "چھتیس گھنٹے گزر جانے کے بعد ہی کوئی حتمی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے لیکن ایک بات طے ہے۔ مریض کو اپنے قدموں پر کھڑے ہونے میں خاصی مدت درکار ہوگی۔"

"مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا "مجھے صرف اپنے ورکر کی زندگی عزیز ہے۔"

"ایک بات اور بھی ممکن ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ہوسکتا ہے کہ تندرست ہونے کے بعد مریض کے جسم کا کچھ حصہ مفلوج ہوجائے۔"

"آپ اس کی بھی فکر نہ کریں۔" میں نے کہا۔ "اپنے آدمی کی زندگی بچانے کی خاطر میں بڑی سے بڑی قیمت بھی ادا کرسکتا ہوں۔"

"ہمارا کام کوشش کرنا ہے۔۔۔ زندگی بچانا خدا کے اختیار میں ہے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا پھر ڈیوٹی نرس کو کچھ ضروری ہدایتیں دینے کے بعد چلا گیا۔ کمرے میں اس وقت میرے' ماسٹر ٹونی اور ڈیوٹی نرس کے علاوہ کوئی نہیں تھا' میری اور ٹونی کی نظریں بدستور قاسم علی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جس پر موت اور زندگی کے ملے جلے سائے کپکپارہے تھے میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہوں لیکن میں محسوس کررہا تھا کہ اس کی سانسیں آہستہ آہستہ اکھڑتی جارہی ہیں' چہرے کی رنگت بھی زرد پڑ رہی تھی۔ میرے ذہن میں قسم قسم کے سوال اور وسوسے ابھر رہے تھے قاسم علی کو پیش آنے والا حادثہ محض ایک اتفاق بھی ہوسکتا تھا۔۔۔ ڈرائیور کا گاڑی نہ روکنا بھی کچھ زیادہ تعجب خیز بات نہیں تھی۔ پولیس کے چکروں اور رگڑوں سے بچنے کی خاطر اکثر شرفا یوں بھی حادثہ ہوجانے کی صورت میں زخمی کی جان بچانے کے بجائے موقع واردات سے فرار ہوجانے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں اس کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ قاسم علی کو پیش آنے والا حادثہ کسی انتقامی کارروائی کا نتیجہ ہو سراج نے اس سے جو بیان نرنجن لال کے خلاف دلوایا تھا اس سے نرنجن لال کی ساکھ کو خاصا دھچکا پہنچا تھا ممکن ہے اسے نرنجن لال کی ایما پر موت سے ہمکنار کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ انتقام کی آگ اور جذبات کی شدت انسان کو جنونی بنادیتی ہے ایسی حالت میں وہ اچھے یا برے کی تمیز نہیں کرپاتا۔۔۔ قاسم علی کی موت نرنجن لال کو پہنچنے والے نقصان کا ازالہ نہیں کرسکتی تھی البتہ اس کے انتقام کی آگ کو ضرور سرد کرسکتی تھی۔ میں ابھی اس حادثے کے بارے میں مختلف پہلوؤں پر غور کررہا تھا کہ ندیم کمرے میں داخل ہوا' اس کے چہرے پر نظر آنے والی غصے اور الجھن کی ملی جلی علامتیں اس بات کی غمازی کررہی تھیں کہ اس کے پاس قاسم علی کو پیش آنے والے حادثے سے متعلق کوئی اہم خبر موجود ہے۔ میرے قریب آکر اس نے ایک نظر قاسم علی پر ڈالی پھر دبی زبان میں بولا۔

"جس کار سے حادثہ پیش آیا ہے یا تو اس کے نمبر غلط بتائے گئے ہیں یا پھر جان بوجھ کر غلط نمبر پلیٹ استعمال کی گئی ہے۔" ندیم نے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "میں نے فون پر اس نمبر سے متعلق تفصیل معلوم کرلی ہے میرا خیال ہے کہ قاسم علی کو جان بوجھ کر مارنے کی کوشش کی گئی ہے اور۔۔۔"

"اور کیا۔۔۔" میں نے ندیم کے اچانک خاموش ہوجانے کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب ہمیں اینٹ کا جواب پتھر سے دینا ہوگا۔" ندیم نے بڑے سفاک لہجے میں جواب دیا۔ "تم یہ کام میرے اوپر چھوڑ دو' میں جانتا ہوں کہ کمینے اور عیار دشمن سے کس طرح نمٹا جاتا ہے۔"

"لیکن اس طرح تو مفت میں بے گناہوں کا خون۔۔۔"

"قاسم علی تمہاری نگاہوں کے سامنے موت اور زندگی کی کشمکش سے دوچار ہے۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ اس کا قصور کیا ہے؟ کیا تم اس بات سے انکار کرسکو گے کہ اس غریب کو طاغوتی قوتوں نے یا پھر تمہارے ڈی ایس پی سراج صاحب نے اپنا اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے استعمال کیا ہے؟" ندیم کے لہجے میں درندگی آگئی۔ "کیا تم قاسم علی کے جسم سے بہنے والے خون یا اس کی زندگی کی قیمت کا کوئی تعین کرسکتے ہو؟ نہیں میرے دوست قاسم علی کا خون رائگاں نہیں جائے گا۔"

ندیم جو کچھ کہہ رہا تھا وہ اپنی جگہ درست تھا' کیسینو کے کاروبار سے وابستہ ہونے کے باوجود ابھی اس کے اندر کا انسان زندہ تھا' قاسم علی کو پیش آنے والے حادثے کا اس نے بہت زیادہ اثر لیا تھا مگر میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ قاسم علی کا حادثہ موت کے شیطانی رقص یا خون کی ہولی کا رنگ اختیار کرلے۔ میں ابھی ندیم کو سمجھانے کا ارادہ کرہی رہا تھا کہ اچانک قاسم علی نے آنکھیں کھول دیں اس کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی پھر اس کی کمزور اور نحیف آواز میرے کانوں سے ٹکرائی وہ اٹک اٹک کر مجھ سے کہہ رہا تھا۔

"سر۔۔۔ میرا وقت۔۔۔ پورا۔۔۔ ہوچکا ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ مرنے سے۔۔۔ پہلے میں آپ سے۔۔۔ ایک وعدہ۔۔۔ لینا چاہتا ہوں۔"

مجھے قاسم علی کے ہوش میں آنے پر حیرت ہوئی کچھ دیر پیشتر ڈاکٹر بڑے وثوق سے کہا تھا کہ اسے جو نیند کا انجکشن

دبا گیا تھا اس کا اثر چار پانچ گھنٹے تک برقرار رہے گا لیکن میں نے اپنی حیرت کو چھپاتے ہوئے قاسم علی کے اوپر جھک کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"کہو قاسم علی۔ میں سن رہا ہوں۔"

"بس۔ کہ۔ میری۔ آخری خواہش۔ ہے۔ کہ آپ۔ نرنجن لال سے۔ دوستی کر لیں ورنہ۔"

"ورنہ کیا۔" میں نے قاسم علی کی بات پر چونکتے ہوئے وضاحت چاہی لیکن شاید اس کی سانسیں پوری ہو چکی تھیں، اس کے ہونٹ آخری بار کپکپائے وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اچانک اس کے منہ سے خون ابلا اور پھر دوسرے ہی لمحے اس کی گردن ایک سمت ڈھلک گئی اس کی آنکھیں اپنے حلقوں میں پتھرا جانے کے باوجود میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ نرس ڈاکٹرز کو بلانے کی خاطر تیزی سے باہر کی جانب لپکی میں نے ہاتھ بڑھا کر قاسم علی کی آنکھوں کو بند کیا تو ماسٹر ٹونی اس کی لاش سے لپٹ گیا تھا اور بچوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ ندیم بڑی شدت سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے ہوئے تھا شاید اس طرح وہ اپنے جذبات اور غصے پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔

دو گھنٹے بعد جب ہم قاسم علی کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کرنے کے بعد گھر واپس جا رہے تھے اس وقت بھی ندیم کسی گہری سوچ میں غرق تھا اس کے چہرے کے تاثرات اس بات کی ترجمانی کر رہے تھے کہ وہ اپنے اندر اٹھنے والے طوفان کی شدتوں پر قابو پانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہے۔ میں نے اس کی نگاہوں میں بھڑکتے شعلوں کو ہوا نہیں دی۔ خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔ حالات کے پیش نظر اب مجھے بھی اس بات کا یقین آ چکا تھا کہ قاسم علی کی موت محض ایک اتفاقیہ حادثہ نہیں تھی وہ طبعی موت نہیں مرا تھا، اسے مارا گیا تھا، اس کی موت کی پشت پر بھی طاغوتی قوتوں اور نرنجن لال کا ہاتھ تھا۔

میرے اپنے ذہن میں بھی گرم آندھی کے تیز جھکڑ چل رہے تھے لیکن میں نے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا، مجھے اس بات کا علم تھا کہ ندیم موت اور زندگی کی جنگ کے سلسلے میں کچھ زیادہ ہی انتہا پسند واقع ہوا تھا میرے دل کا حال جان لینے کے بعد زیادہ خطرناک ہو سکتا تھا۔ وہ مجھے پہلے بھی عزیز تھا، قسیم سے شادی ہو جانے کے بعد کچھ اور عزیز ہو گیا تھا، میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ شیطانی قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہو جائے، اس کی زندگی مجھے اپنی زندگی سے زیادہ پیاری تھی۔

میں قاسم علی کی موت کو آسانی سے فراموش بھی نہیں کر سکتا تھا شاید وہ میری ہی وجہ سے منظر عام پر آ کر حالات کا شکار ہوا تھا اس کے آخری جملے میری کانوں میں بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔ اس نے مرنے سے پیشتر مجھ سے عجیب بے بسی کی حالت میں اپنی آخری خواہش کا اظہار کیا تھا اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نرنجن لال سے دوستی کر لوں ورنہ۔ اس کے آگے وہ جملہ مکمل نہیں کر سکا تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ جملہ اس کے اپنے دل کی آواز نہیں تھا۔ پھر۔ اس آخری خواہش کے اظہار پر اسے کس نے مجبور کیا تھا؟

میرے ہاتھ اسٹیرنگ پر تھے ذہن کہیں اور تھا لیکن پھر اچانک ایک ویران سڑک پر موڑ کاٹتے ہی مجھے فل بریک لگا کر گاڑی کو روک دینا پڑا۔ میری آنکھیں مجھے دھوکا نہیں دے رہی تھیں۔ وہ سو فیصد شنکر ہی تھا جو اپنی تمام تر خباثتوں کے ساتھ سنسان سڑک کے بیچوں بیچ سینہ تانے کھڑا تھا۔ ہمارا درمیانی فاصلہ بمشکل تیس فٹ رہا ہو گا۔ میں نے ندیم کو بڑی پھرتی سے جیب سے مشینی پسٹل نکالتے دیکھا، وہ دروازہ کھول کر نیچے اترنا چاہ رہا تھا لیکن میں نے اس کا ہاتھ پوری قوت سے تھام لیا مجھے ڈر تھا کہ وہ شنکر کی ناپاک قوتوں کے مقابلے میں زیادہ دیر نہیں ٹک سکے گا پھر اس سے پیشتر کہ میں ندیم سے کچھ کہتا میری آنکھوں نے ایک عجیب منظر دیکھا شنکر اور ہماری گاڑی کے درمیان اچانک سیاہ رنگ کا ایک سانپ نمودار ہوا جو کنڈلی مارے فضا میں اپنے پھن لہرا رہا تھا۔

"کالکا۔" میرے ذہن میں چھناکا سا ہوا۔ وہ پہلا اتفاق تھا جب میں نے کالکا اور شنکر کو دوبدو دیکھا تھا، میں بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کر رہا تھا کہ اگر ان دو شیطانی قوتوں کے درمیان ٹکراؤ ہو گیا تو جیت کس کی ہو گی۔؟

اس کے بعد

کا مطالعہ کریں